اسلامک اسٹیڈیز بی اے پاس و آنرز کے طلباء کے لئے

حدیث و فقہ

و

تعلیم العربیہ

نزہت رئیس

رہبر پبلشرز
اردو بازار کراچی

اضافہ و ترمیم شدہ ایڈیشن

اسلامک اسٹڈیز بی۔ اے پاس و آنرز کے طلبا کے لیے

کراچی یونیورسٹی سے منظور شدہ

حدیث و فقہ
و
تعلیم العربیّہ

نزہت رئیس

ایم۔ اے (معارفِ اسلامیہ۔ سیاسیات)

استاد سینٹ جوزف کالج برائے خواتین۔ کراچی

سابق

اُستاد جامعہ کراچی

رکن کمیٹی آف کورسز۔ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن

کراچی
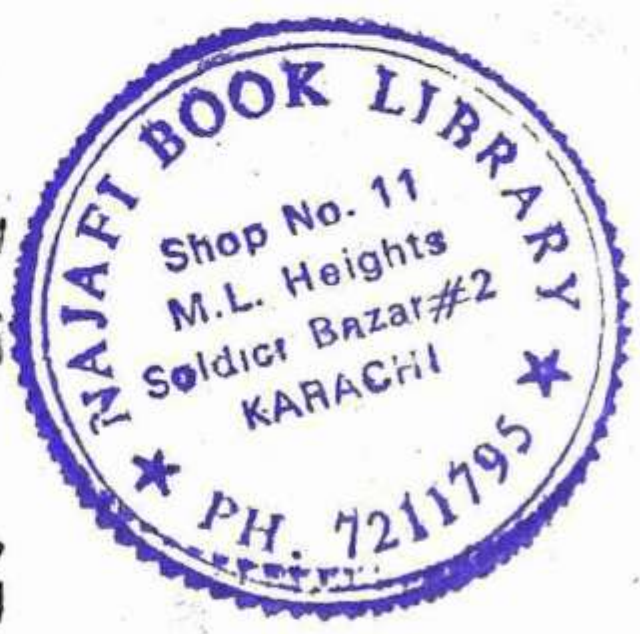
رہبر پبلشرز، اردو بازار، کراچی

اشاعتِ اوّل ———— جنوری ۱۹۷۳ء

تیرہویں اضافہ شدہ اشاعت ———— ستمبر ۱۹۹۲ء

چودہویں اشاعت ———— جون ۱۹۹۳ء

کتابت ———— حبیب اللہ بٹ گیلانی

مطبع ———— احمد برادرز پرنٹرز

پبلشرز ———— رہبر پبلشرز۔ اردو بازار کراچی

فون: ۲۱۳۹۴۴، ۲۱۳۹۲۰

تعداد ———— دو ہزار

قیمت: ۵۰ روپے

انتساب

ربِّ جلیل قادرِ مطلق

کے نام

تعارف

میں نے نزہت رئیس کی اس تالیف کو متعدد مقامات سے دیکھا۔ مؤلف نے اس کی تالیف میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ جس عنوان پر قلم اٹھایا ہے اسے نہ تو اتنا طویل کیا ہے کہ پڑھتے ہوئے طبیعت اکتا جائے اور نہ اتنا اختصار برتا ہے کہ مضمون تشنہ رہ جائے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے یہ کتاب اتنی سلیس ہے کہ استاد کے بغیر بھی ہر سمجھدار اردو خواں اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ مسائل کے بیان کرنے میں پوری احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور طلبہ کے لیے خصوصاً اور دوسرے قارئین کے لیے عموماً مفید بنائے۔

محمد مظہر بقا عفی عنہ

ڈاکٹر محمد مظہر بقا
فاضل دیوبند، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی
صدر شعبہ معارف اسلامیہ
کراچی یونیورسٹی، کراچی

دیباچہ اشاعتِ اوّل

اس کتاب کے آخری ابواب اس تاریک دور میں لکھے گئے جب ڈھاکہ خون میں نہا رہا تھا۔ شہر سے ربیشہ کی سرزمین غاصبوں کے قبضہ میں تھی۔ چوبیس سال قبل جس خطّے کے مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیئے تھے آج ہم نے پھر انھیں ہندوؤں کے چنگل میں پھنسا دیا ہے۔ ہمارے بنگالی بھائی برہمن سامراج کے نرغہ میں ہیں اور ہم پھر بھی خوابِ خرگوش سے نہیں جاگے۔

ہمیں میدانِ عمل میں نکل آنا چاہیئے اور اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے سانچہ میں ڈھالنا چاہیئے۔ موہوم اُمیدوں کے سہارے شاندار کامیابی کا تصور ایک سپنا ہے، ایک خواب ہے، ایک ڈھلتا سایہ ہے، ایک سراب ہے۔ ہم اس جیتی جاگتی زندگی کے افراد ہیں حقیقت سے منحرف ہو کر تصورات کے خواب میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم سازشوں کا شکار ہو گئے اور ہمیں شکست ہوئی لیکن مسلمان رحمتِ خداوندی سے مایوس نہیں ہوتا۔ سقوطِ ڈھاکہ دراصل ہماری بہترین کامیابی کا راستہ ہے کیونکہ کامیابی کی سیڑھی ناکامی کے ڈنڈوں سے بنتی ہے۔ ہماری یہ ناکامی وہ آئینہ ہے جس میں ہر شخص اپنے عمل کا محاسبہ کر سکتا ہے۔ یہ قول و فعل کا تضاد وہ قصۂ پُردرد ہے کہ اس پر جتنا بھی رویا جائے وہ کم ہے۔ دراصل یہ شکست ہماری مذہبی و اخلاقی قدروں سے انحراف کے باعث ہوئی۔ ہم نے اسلام کو بُھلا دیا۔ ہمارا ماضی درخشاں و شاندار تھا لیکن آج مصائب و مشکلات کی تاریکیاں ہم پر مسلّط ہیں۔ اس لیے کہ ہم نے اسلام کی تعلیمات کو نظرانداز کر دیا۔

ہماری ناکامی صوبجاتی تعصب۔ اقربا پروری اور رشوت ستانی کے باعث ہوئی۔ ہم نے ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر ترجیح دی۔ ہماری ذات ہر جگہ توجہ کا مرکز رہی۔ ہم نے اپنی قوم کے لیے کچھ نہیں کیا۔ اغیار نے سیاسی اغراض کے تحت ہم میں نفرتوں کے بیج بوئے اور نفرت کے اس کارخانے میں وہ سازشن تیار ہوئی جس نے ہمیں موجودہ صورتحال سے دوچار کر دیا۔ نفرتیں پھیلیں، خلیجیں بڑھ گئیں، قربتیں فاصلوں میں تبدیل ہو گئیں۔ خون بہا۔ یہ لہو کس نے بہایا، یہ خواتین کی بے حرمتی کا ذمہ دار کون ہے۔ یہ بچے یتیم کیوں ہوئے۔ سہاگنوں کے سہاگ کس شقی القلب نے لوٹے۔ ماؤں کی گودیں کس نے خالی کیں۔ کھیتوں میں بھوک کس نے اگائی۔ کس جرم میں مسلمان مسلمان کا دشمن بن گیا۔؟

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ اسلام سے قطع تعلق کر بیٹھا۔ قرآن کریم کو طاقِ نسیاں پر رکھ دیا۔ اسلام کی شاندار روایات کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اسلاف کے کارناموں کو فراموش کر دیا۔ حالانکہ یہ ہم ہی تھے جنھوں نے پہاڑوں کو روندا۔ سمندروں کو کھنگالا اور افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں اذانیں دیں۔ کل ہم ترقی یافتہ تھے اور آج پسماندہ۔ کل تہذیب کے علمبردار تھے اور آج ہم غربت و افلاس کی علامت بن گئے۔ کل رہنما تھے آج بھٹکے ہوئے راہرو۔ کل فاتح تھے آج مفتوح۔ مفتوح بھارت کے نہیں، دشمن کے نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے، اپنے نفس کے، اپنے اغراض و مقاصد کے۔ ہم نے جو شکست کھائی وہ ہماری بقا کے لیے چیلنج ہے۔

ہم آج بھی اگر اسلامی نظام زندگی نافذ کریں، اپنے کردار کو قرآن و سنت کے مطابق بدل دیں تو انشاء اللہ پھر غلبہ و حکمرانی حاصل کر لیں گے اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ خدا نے وعدہ کیا کہ یہ دین اس لیے بھیجا گیا کہ اسے دوسرے ادیان پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ خدا سچا ہے۔ اس کا وعدہ سچا ہے۔ آیئے ہم اپنے آپ کو اس کا اہل بنائیں۔ برصغیر کی مساجد جو عظمتِ اسلامی کی یادگار ہیں ہمیں پکار رہی ہیں۔ آیئے اسلام کا مطالعہ کریں۔ اور اسے حیاتِ انسانی

کے ہر شعبہ میں جاری کر دیں۔ اسلام نہ صرف انسان کی ذہنی، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی تربیت میں مدد دیتا ہے بلکہ نظر میں وسعت، دماغ میں روشنی، دلوں میں حرکت اور خیالات میں [illegible] پیدا کرتا ہے۔ یہ ہماری ملی وحدت اور قوم کی تعمیر کے لیے سب سے طاقتور محرک ہے۔
یہی سوچ کر میں نے قلم اٹھایا ہے۔

اس کتاب کو بی۔ اے (سالِ دوم) کے نصاب کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب کوئی تخلیق یا تصنیف نہیں ہے بلکہ جو مواد مختلف کتب میں تھا اس کو سلیبس کے لحاظ سے یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں علماء کرام اور محققین کے کارناموں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان بزرگ ہستیوں کے لیے میں سوائے دعائے خیر کے اور کیا کر سکتی ہوں جن کی تصانیف نے مجھے اس مقام تک پہنچایا۔ اللہ تعالے انھیں جزائے خیر دے۔

کتاب کی تدوین میں پوری احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ میری پہلی کوشش ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ نقشِ اول سے نقشِ ثانی بہتر ہوتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس میں لامحالہ بہت سی خامیاں ہوں گی لیکن ایک اچھی تنقید ایک بہترین شاہکار بنانے میں ممدّ و معاون ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ علماء و اساتذہ کرام اپنے قیمتی مشوروں سے میری رہنمائی فرمائیں گے۔ بارگاہِ ایزدی میں دعا گو ہوں کہ اس کتاب میں جو کچھ خیر ہے اس سے لوگ استفادہ کریں اور اگر کچھ غلط ہے تو اس سے محفوظ رہیں۔

کتاب بلاشبہ طویل ہے لیکن مضمون اتنا وسیع ہے کہ جتنا لکھا جائے کم ہے پھر اگر مزید اختصار سے کام لیا جاتا تو بی۔ اے کے سلیبس کے تقاضوں کو پورا نہ کرتی۔ طلباء کی سہولت کے لیے اس بات کو مدِّ نظر رکھا گیا کہ کتاب نہ اتنی مختصر ہو کہ وہ بی۔ اے کے معیار سے کم ہو اور نہ اتنی طویل و پیچیدہ کہ چیستان معلوم ہو۔

یہ کتاب بی۔ اے کے طلباء سے مخاطب ہو کر لکھی گئی ہے لیکن عام مسلمان بھی انشاءاللہ

اسے مفید پائیں گے۔ غیر ضروری اختلافی مسائل سے گریز کیا گیا ہے لیکن جہاں مختلف مذاہب کے اختلافات بیان کرنا ناگزیر تھا ان کا تذکرہ تفصیل سے کیا گیا ہے۔

میں ڈاکٹر مظہر بقا صاحب صدر شعبہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی کی تہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے میری کتاب کے مسوّدے پر نظر ثانی کی اور کتاب کا تعارف تحریر فرما کر میری عزّت افزائی کی۔

نزھت رئیس

یکم جنوری ۱۹۷۳ء

تعارفِ اشاعتِ نو

زیرِ نظر کتاب بی۔اے فائنل کے طلبہ کو مخاطب کر کے لکھی گئی تھی۔ بعد میں میں نے محسوس کیا کہ اس میں تعلیم العربیہ کی کمی ہے اور ہمارے طالب علم اس وجہ سے دشواریوں کا سامنا کرتے ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ طلبہ کی اکثریت عربی کا کوئی پس منظر نہیں رکھتی چنانچہ اس ایڈیشن میں عربی متن و قواعد کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ اس طرح کتاب کی افادیت عام قاری اور طالب علم دونوں کے لیے بڑھ گئی ہے۔

حصہ عربی کی پروف ریڈنگ میں اگرچہ بہت عرق ریزی کی گئی ہے پھر بھی اگر اغلاط رہ گئی ہوں تو آپ نشاندہی فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کی تلافی ہو سکے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کتاب کو پڑھنے والوں کے لیے دُنیا اور آخرت میں درجات کی بلندی کا سبب بنائے اور انھیں عظمتوں سے ہمکنار کرے۔

موجودہ ایڈیشن میسرز رہبر پبلشرز کے تعاون سے شائع ہو رہا ہے میں جناب آفتاب احمد صاحب، جناب نسیم الدّین صاحب اور شیخ مُبارک علی صاحب کی از حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کی اشاعت میں میری ہر ممکنہ مدد کی۔ بلاشبہ میں ان کے تعاون کے بغیر اتنی جامع اور مفصّل کتاب پیش کرنے سے قاصر رہتی۔

نُزہت رئیس

یکم اکتوبر ۱۹۹۱ء

ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ

فہرست

حصّہ اوّل ۔ حدیث

متنِ حدیث

باب ۳ — کتاب الایمان - ایمان کا بیان — ۹۱ / ۱۴۴

باب ۴ — کتاب الآداب - آداب کا بیان — ۱۴۵ / ۲۹۷

حصّہ دوئم

فقہ

حجیت قیاس کے دلائل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیاس۔ صحابۂ کرام کا قیاس۔

متنِ فقہ

باب ۶ — طہارت — ۳۲۵ / ۳۴۱

طہارت کے مسائل۔ وضو۔ وضو کے فضائل۔ وضو کے مواقع۔ وضو کرنے کا طریقہ۔
وضو کی سنتیں۔ مستحباتِ وضو۔ مکروہاتِ وضو۔ نواقضِ وضو۔
تیمم، آیتِ تیمم کا شانِ نزول۔ تیمم کے فضائل۔ تیمم کا طریقہ۔ تیمم کے فرائض۔
تیمم کے متفرق مسائل۔ نواقضِ تیمم۔
غسل، غسل کا طریقہ۔ غسل کے فرائض۔

باب ۷ — نماز — ۳۴۲ / ۴۰۱

نماز اور اس کے مسائل۔ نماز کیسے پڑھی جائے۔ نماز کی شرائط۔ طہارت، سترِ عورت۔
استقبالِ قبلہ۔ وقت، نیت، صفتِ نماز، فرائضِ نماز، تکبیرِ تحریمہ۔ قیام۔ قرأت۔
رکوع، سجدہ۔ قعدۂ اخیرہ۔ خروج بصنعہ۔ واجباتِ نماز۔ نماز کی سنتیں۔ مستحباتِ نماز۔
مکروہاتِ نماز۔ مفسداتِ نماز۔ اذان اور اقامت۔ امامت اور نماز باجماعت۔
استحقاقِ امامت۔ کس کی امامت مکروہ ہے۔ جماعتی نماز کے فضائل و مسائل۔
نمازِ وتر۔ نمازِ تراویح، نمازِ جنازہ۔ نمازِ جمعہ۔ یوم الجمعہ کے فضائل۔ جمعہ کی
فرضیت۔ نمازِ جمعہ فرض ہونے کی شرائط۔ نمازِ جمعہ کے قائم ہونے کی شرائط۔
نمازِ عید۔ نمازِ عید کا وقت۔ نمازِ عید کا طریقہ۔ اوقاتِ نماز۔ مختلف نمازوں

کے مستحب اوقات۔ کس وقت نماز پڑھنا منع ہے؟
سجدۂ تلاوت: سجدۂ تلاوت کا طریقہ۔ سجدۂ تلاوت کے مسائل۔
سجدۂ سہو: سجدہ سہو کی ادائیگی کا طریقہ۔ سجدۂ سہو کے مسائل۔

حصہ سوئم
طریقۃ جدیدۃ فی تعلیم العربیّۃ

حصہ اوّل
حدیث

باب ۱

اہمیتِ حدیث

قرآنِ کریم نسلِ انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لیئے آخری صحیفہ کی حیثیت سے بھیجا گیا۔ اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری حق تعالیٰ نے خود لی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ آج تک اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ قیامت تک رہے گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو امت تک پہنچایا۔ اپنے قول و عمل سے اس کی تفسیر فرمائی اور یہی تشریح و توضیح حدیث کہلائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و افعال، آپؐ کے احکام و اعمال اسی علمِ حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔ بغرض دینِ اسلام کے عملی پیکر کی تصویر علمِ حدیث کی بدولت مسلمانوں میں قائم رہے گی۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا:

"اور تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کر سکتے ہو۔ حالانکہ تم کو اللہ کی آیات پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسولؐ موجود ہے۔"

یہ بات بالکل واضح ہے کہ کوئی بھی انسان ہمیشہ کے لیئے نہیں آیا۔ لہٰذا رسولؐ کے دائمی وجود سے مراد مجازی مفہوم ہے۔ یعنی علمِ حدیث کے اوراق میں آپؐ چلتے پھرتے، بولتے سنتے، ہدایت دیتے، لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے اور برائی سے روکتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین یہ کہتے ہیں کہ "جس گھر میں صحیفۂ حدیث موجود ہے گویا اس گھر میں خود پیغمبر موجود ہے جو کلام کر رہا ہے۔"

قرآنِ کریم کی متعدد آیات میں رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور وضاحت کی گئی کہ رسولؐ اسی لیئے مبعوث کیئے گئے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ" ترجمہ: "اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا لیکن صرف اسی لیئے کہ اس کی پیروی اور اطاعت خدا کے حکم سے کی جائے۔"

چنانچہ حدیث کی اہمیت قرآن کی اہمیت سے کسی طرح کم نہیں۔ اگر دونوں میں فرق ہے تو اتنا کہ قرآن کا ایک ایک حرف، شوشہ اور لفظ جس تواتر سے ثابت ہے وہ ... ث

کا نہیں۔

یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہے کہ جب ہم دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتے ہیں تو حدیث کا مماثل نظر نہیں آتا۔ جہاں تک مقدس صحیفوں کا معاملہ ہے وہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً یہود توریت، عیسائی انجیل کو الہامی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح ہندو ویدی ادب کو الہامی کہتے ہیں۔ غرض آپ کو قرآن کا مماثل تو دکھائی دے گا لیکن حدیث کا مماثل کسی دین میں موجود نہیں۔ بُدھ مذہب میں اس نوعیت کا مواد ہے مگر اس کی اہمیت حدیث جیسی نہیں۔ بُدھ کے ملفوظات بھی ایک شخص کے جمع کردہ ہیں۔ جبکہ حدیث کا معاملہ یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں انسانوں نے آپؐ کی زندگی کا مشاہدہ کیا آپؐ کی ہر ہر حرکت کو بغور دیکھا۔ اس کو نہ صرف امت کیلئے محفوظ کیا بلکہ ہر صحابی خود حدیث کی زندہ تاریخ بن گیا تھا۔ اور دنیا میں کسی مؤرخ کا اس کی تاریخ کے ساتھ اس نوعیت کا تعلق نہیں پایا جاتا جبکہ حدیث کے مؤرخین نے اپنی عملی زندگیوں کو اس سانچہ میں ڈھال لیا تھا۔ اس طرح حدیث کے سینکڑوں عملی نسخے ابتداء ہی میں تیار ہو چکے تھے۔

حدیث کا مفہوم حدیث کے لغوی معنی خبر یا گفتگو کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں اس سے مراد حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل اور تقریر ہے۔ اس لحاظ سے حدیث کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں۔

۱۔ **حدیث قولی**: جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پیش کرتی ہے۔

۲۔ **حدیثِ فعلی**: جو آپؐ کے عمل کی وضاحت کرتی ہے۔ احادیثِ فعلی کی مثال میں آپؐ کی نماز، روزہ، طریقۂ عبادات اور آپؐ کی روزمرہ زندگی کے مختلف معاملات ہیں۔ مثلاً آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو" یا "مجھ سے مناسکِ حج سیکھو۔"

۳۔ **حدیثِ تقریری**: اس میں وہ معاملات آتے ہیں جو آپؐ کے سامنے پیش ہوئے اور آپؐ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس کو حدیث اس بناء پر کہا گیا کہ اللہ کا رسولؐ کسی ناجائز معاملہ پر خاموش نہ رہتا۔ لہٰذا آپؐ کا سکوت اس بات کی علامت

تھا کہ آپؐ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی ہے۔

حدیث اور سنّت میں فرق

حدیث اور سنّت کی اصطلاحات کو عام طور پر ایک ہی مفہوم کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں کا موضوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور دونوں کا مرکز اور محور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال ہیں۔ تاہم دونوں میں ایک باریک فرق ہے ہر چند کہ وہ لغت و اصطلاح تک ہی محدود ہے مگر اس کی وضاحت ضروری ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ حدیث لغوی اعتبار سے خبر کے مفہوم میں آتی ہے اور اصطلاح میں اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل و تقریر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل کو حدیث کا نام دیا ہے۔ وہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی سعادت کس کے حصے میں آئے گی؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "مجھے یقین تھا کہ اس حدیث سے متعلق مجھ سے کوئی شخص ابوہریرہ سے پہلے سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ طلبِ حدیث کے مریض ہیں۔"

دوسرا لفظ جو حدیث کے مترادف سمجھا جاتا ہے سنّت ہے۔ سنّت کے لفظی معنی طریقہ اور راستہ کے ہیں۔ اسلام سے قبل بھی یہ لفظ اسی مفہوم میں بولا جاتا تھا۔ قرآن کریم میں سنّت اللہ بولا گیا ہے۔ جس سے اللہ کا طریقہ مُراد ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی فرمایا۔ اس طرح سنّت سے وہ طریقہ مُراد ہے جس پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا۔ لفظِ سنت حضورؐ کے اعمال کے ساتھ مخصوص ہے۔ دنیاوی امور میں بھی کسی کے قول کو اس کے فعل سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاتا۔ پھر رسولِ کریمؐ کی ذاتِ مبارکہ میں تو قول و فعل کے فرق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے دونوں کو ایک ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن اصطلاحی طور پہ لفظ حدیث، قول فعل اور تقریر کے لیئے آتا ہے۔ جب کہ سنّت صرف فعل کے لیئے۔ ثابت ہوا کہ

حدیث کا مفہوم زیادہ وسیع ہے۔ کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال سب آجاتے ہیں۔ جبکہ سنت کا دائرہ افعال تک محدود ہے۔

حدیث بھی مُنزّل مِّن اللہ ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر اپنے فضلِ عظیم اور نعمتِ عظمیٰ کو یاد دلایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

ترجمہ: اور اے نبیؐ! اللہ نے تم پر کتاب نازل فرمائی ہے اور حکمت اور تم کو ان علوم کی تعلیم دی جو تم بالکل نہیں جانتے تھے۔ (در اصل) تمہارے اوپر اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ (سورۃ نساء)

اس آیت میں کتاب کے علاوہ دو مزید علمی سرچشموں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ وضاحت کر دی گئی کہ رسول کو اسی لئے مبعوث کیا گیا کہ ان تینوں منابع علمی کی امت کو تعلیم دیں اور پھر اسے اللہ کا مخصوص انعام اور عظیم فضل کہہ کر اس حقیقت کو سمجھایا گیا ہے کہ رسولؐ نعمتِ عظمیٰ کی قدر و منزلت کو سمجھیں۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ؕ

ترجمہ: جیسے ہم نے تمہارے لیئے ایک رسول بھیجا تم ہی میں سے جو ہماری آیات تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تم کو (برائیوں سے) پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ان علوم کی تعلیم دیتا ہے جن کو تم مطلق نہیں جانتے۔ (البقرہ)

مندرجہ بالا دونوں آیات میں جس مضمون کو پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو امت کا معلم بنایا گیا ہے اور وہ الکتاب کی تعلیم دیتے ہیں، اس کے بعد حکمت کی ۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے تمام علوم حاصل کیئے اور امت نے آپؐ سے ۔ الکتاب سے اشارہ تو قرآن کی جانب ہے اور حکمت جو قرآن کے علاوہ کوئی چیز ہے ۔ وہ دین کے مقصد اور شریعت کی غرض اور غایت کی تکمیل کا وہ واحد علم ہے جو سینۂ محمدی میں اتار دیا گیا اور پھر جب آپؐ کی زبان سے امت تک پہنچا تو حدیث کہلایا ۔ اس کے بعد ان آیات میں مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے جو الفاظ آئے ہیں ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شان و رفعت ظاہر ہوتی ہے ۔ ان الفاظ سے اشارہ ان پیشگوئیوں والی احادیث کی جانب ہے جو آپؐ نے فرمائیں جو آہستہ آہستہ پوری ہوتی گئیں ۔ چونکہ آپؐ کو خاتم النبیین بنایا گیا ۔ لہٰذا آپؐ کو وہ پیغمبرانہ بصیرت عطا کی گئی کہ آپؐ نے قیامت تک آنیوالے اہم واقعات اور فتنوں کی معلومات امت کو دیدیں جو ممکن ہے عام ذہنی سطح رکھنے والا بعید از عقل تصور کرے لیکن جدید سائنسی ترقی آپؐ کے ان خیالات و افکار کی تائید کرتی نظر آتی ہے ۔ ارشادِ قرآنی ہے :

" وہ غیب کا جاننے والا ہے ۔ پس اپنے علومِ غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا بجز اس رسولؐ کے جس کو برگزیدہ بنائے ۔ (سورۃ جن)

حدیث کا تشریعی مقام

حدیث کے تشریعی مقام کی وضاحت سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم اور اس سے قبل کی تمام کتابوں کو انبیائے کرام کے ذریعہ نازل فرمایا ۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ قادرِ مطلق ہے ۔ اس کے لیے کوئی کام ناممکن نہیں ہے ۔ اس کی قدرت و اختیار کے دائرہ سے کوئی چیز باہر نہیں ہے ۔ وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ اپنے پیغام کو براہِ راست لوگوں کے سینوں میں اتار دے ۔ پھر بھی باری تعالےٰ نے اس طریقہ کو اختیار کرنے کے بجائے انبیائے کرام کی وساطت سے اس پیغام کو بھیجا ۔ اس کا سبب یہی ہے کہ اگر کوئی نبی مبعوث نہ ہوتا تو لوگ کتاب کے مفہوم اور مطلب کو سمجھنے میں اختلاف کرتے ۔ ہر شخص اپنی عقل و شعور کے مطابق احکام کا منشا سمجھتا ۔ چنانچہ یہ ضروری تھا کہ کوئی رسول بھی بھیجا جائے جو

احکامِ ربانی پر عمل کر کے دکھائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ (مسند احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام بنی نوع انسان کی رہنمائی کا مقدس فریضہ انجام دینے کے لیئے بھیجے گئے۔

قرآنِ کریم نے متعدد مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تلقین کی۔ اور واضح کر دیا کہ رسولؐ کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ

ترجمہ: جس کسی نے رسولؐ کی اطاعت کی تو اس نے بے شک اللہ کی اطاعت کی۔

کلمہ طیبہ کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق ہر اس شخص کے لیئے لازمی ہے جو حدودِ کفر چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اس کلمہ کے دو حصے ہیں۔ پہلے میں اللہ کی توحید کا اقرار ہے اور دوسرے میں آپؐ کی رسالت کا اعتراف ہے۔ یعنی توحید کے ساتھ رسالتِ محمدی کا اقرار بھی ایمان کے لیئے لازمی ہے۔ اور جب ایک مرتبہ رسالت کا اقرار کر لیا تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اب زندگی کے تمام معاملات میں آپؐ ہی کو رہبر و رہنما تسلیم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے ان الفاظ میں خطاب فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ (سورۃ نساء)

حجیتِ حدیث سے متعلق قرآنی دلائل

قرآنِ کریم کی بکثرت آیات میں اطاعتِ رسولؐ کا حکم دیا گیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تعلق ختم کر کے صرف قرآن کو اپنے لیئے کافی تصوّر کرے تو گویا وہ خود نافرمانیِ قرآن کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ابلیس کا واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کا گناہ کیا تھا کہ وہ مومن سے کافر ہو گیا۔ اُس نے بُت پرستی نہیں کی تھی۔ توحید کے عقیدہ پہ قائم تھا لیکن وہ معتوب ہوا کہ وہ نبیؑ پر ایمان نہیں لایا۔ اور رسولؑ کی توہین کا مرتکب ہوا۔

قرآنِ کریم تو اطاعتِ رسولؐ کے حکم میں اتنا سخت ہے کہ امت کے لیئے وضاحت کر دی گئی کہ رسولؐ کا عمل خود اللہ تعالےٰ کا عمل ہے۔ غزوۂ بدر کا واقعہ ہے کہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاهت الوجوہ پڑھ کر کنکر کفار کی جانب پھینکے تو کفار کی آنکھوں میں گئے اور کفار اپنی آنکھوں کو ملنے لگے اور مسلمان انہیں قتل کرنے لگے۔ قرآن کریم نے جب اس واقعہ کو بیان کیا تو یہ اندازِ بیان اختیار فرمایا۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اور کنکر آپؐ نے نہیں پھینکے۔ جب آپؐ نے پھینکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے۔

اس آیت میں عملِ رسولؐ کو اللہ نے اپنی طرف نسبت دی۔ ایک دوسری آیت میں قولِ رسول کو اپنی جانب منسوب فرمایا گیا۔ کہ رسول اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں ارشاد کرتے بلکہ آپؐ کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے وہ منشائے ربانی ہی ہوتا ہے۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ

ترجمہ، اور وہ اپنی ہوائے نفس کے تحت نہیں بولتے (سورۃ نجم)

قرآنِ کریم میں وضاحت کر دی گئی کہ انسان کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی بندگی کرے اور اس کا محبوب بندہ بن جائے۔ محبت تعلقات کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ اور وہ بھی اللہ تعالےٰ کی محبت۔ اگر وہ حاصل ہو جائے تو دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیابی ہی کامیابی ہے۔ اور اس محبوبیت کے حصول کے نصب العین کی تکمیل کے ذریعہ کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی۔

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔

ترجمہ: اے نبی! آپ کہہ دیجئے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو

اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

قرآنِ کریم فرماتا ہے :

ترجمہ، تیرے پروردگار کی قسم! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تمام متنازعہ امور میں آپؐ کو حکم نہ بنا لیں۔

اس آیت کے مضمون پر غور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ نبی حکم ہے۔ جو اسے حکم تسلیم نہیں کرتے تو مومن نہیں ہو سکتے۔ اور حکم کا فرمان حجت ہے۔ چنانچہ حدیث کا حجتِ شرعی ہونا ثابت ہے۔

قرآن فرماتا ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

ترجمہ : بے شک جو لوگ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

اس آیت میں کتنے پرزور الفاظ میں حجیتِ حدیث ثابت کی گئی ہے کہ رسولؐ سے بیعت کرنے کو خود خدا سے بیعت کرنا قرار دیا گیا۔

ایک دوسرے موقعہ پر آپؐ کی ذات کو تمام انسانوں کے لیئے نمونہ کامل قرار دیا گیا۔ ارشاد ہوا،

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ، بے شک تمہارے لیئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

یعنی جس طرح قرآن عالمگیر ہدایت ہے اسی طرح آپؐ کی سیرت بھی عالمگیر ہے۔ اور وہ ہر طبقہ و گروہ کی ہدایت کا سامان رکھتی ہے۔ آپؐ کا ہر عمل حکمِ قرآنی ہی کے مطابق ہوتا تھا۔ جیسا کہ ایک صحابیؓ سے حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا تھا کہ قرآن ہی آپؐ کا اخلاق ہے۔ اخلاق میں اقوال و افعال تمام چیزیں آ جاتی ہیں۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور کا ہر قول و عمل قرآن ہی کی تصویر تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے سامنے دو قرآن موجود ہیں۔ ایک کتابی شکل

میں اور دوسرا سیرتِ رسولؐ کی شکل میں۔

اب تک جو آیات بیان کی گئی ہیں ان میں واضح کیا گیا کہ اطاعتِ رسولؐ دراصل اطاعتِ خداوندی ہے۔ قرآنِ کریم میں ایسی بھی آیات موجود ہیں کہ جہاں رسولؐ کی نافرمانی کرنیوالے کی سزا بیان کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے،

وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو ایسے شخص کے لیئے جہنم کی آگ ہے۔ اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۃ جن)

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔

ترجمہ: اور جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہوا۔

یہ آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جس طرح خدا کی نافرمانی کرنے والا ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہوا اور قرآن نے اس کو جہنم کی وعید سنائی اسی طرح رسولؐ کی نافرمانی کرنیوالا دوسرے الفاظ میں سنتِ نبوی سے انحراف کرنیوالا دردناک عذاب کا مستحق ہوا اور آخرت میں اس کے لیئے ذلت و رسوائی ہے۔

منکرین حدیث کے اعتراضات اور انکی حقیقت

مندرجہ بالا سطور میں، ہم نے حدیث کی حجیت کے مختلف دلائل پیش کیئے لیکن حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو ان واضح شواہد کے ہونے کے باوجود حدیث کی اہمیت کا انکاری ہے اور اس کی تشریعی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا۔ یہ ضروری ہے کہ ان کے نقطۂ نظر کی حقیقت بھی بیان کر دی جائے۔

ا۔ اس گروہ کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ حدیث کو حجت تسلیم کرنا قرآن کریم کی جامعیت کے منافی

ہے۔ ان کے خیال میں حدیث ایک غیر ضروری چیز ہے۔ کیونکہ قرآنِ کریم جو مکمل ہے ہمارے پاس موجود ہے۔

یہ اعتراض سچائی پر مبنی نہیں ہے۔ اس لیئے کہ اگر حدیث کو پس پشت ڈال دیا جائے تو قرآن پر عمل ناممکن ہو جاتا ہے۔ قرآن کا نزولِ محاورۂ قریش پر ہوا۔ اگر ہم حدیث کو نظر انداز کر دیں اور قرآن کے مفہوم کو سمجھنے کے لیئے عربی لغت کو سامنے رکھیں تو عربی لغت کو وہ جامعیت حاصل نہیں جو حدیث کو بحیثیت شارح قرآن حاصل ہے۔ قرآنِ کریم میں زندگی گزارنے کے اصول بتائے گئے۔ عبادات کی فرضیت کو واضح کیا گیا۔ اوامر و نواہی کی تشریح کی گئی۔ تاہم ان کی تفصیل حدیث سے ہی ملتی ہے۔ غرض قرآن اور حدیث میں اجمال و تفصیل کا تعلق ہے۔ آپؐ نے خود ارشاد فرمایا:

"اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔"

حج کے بارے میں ارشاد ہوا:

"مجھ سے اپنے ارکان (حج) سیکھو۔"

قرآنِ کریم سے نماز یا حج یا دیگر عبادات کی فرضیت تو معلوم ہوتی ہے لیکن ان کے ارکان، اوقات اور ادائیگی کا طریقہ وغیرہ حدیث ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا تھا۔

"خدا کی قسم اگر سنت نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کو نہ سمجھ پاتا۔

عام مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا بعض ایسے مواقع بھی آئے جب صحابہ کرام کو آیاتِ قرآنی کا مفہوم سمجھنے میں شبہات ہوئے اور وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی دشواریاں لے کر حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔

"ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمانوں میں ظلم شامل نہیں

کیا۔ یہی لوگ ہیں جن کو امن ملے گا اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"
صحابہؓ گھبرا اُٹھے اور کہنے لگے ہم میں ایسا کون ہے جس نے ایمان لانے کے بعد کوئی ظلم نہیں کیا۔ تو اس آیت کی رُو سے امن کا مستحق کون ہو سکتا ہے؟ اس پر آپؐ نے تسلی دی اور فرمایا اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔

ترجمہ: بے شک شرک بڑا ظلم ہے

۲۔ منکرین کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چونکہ حدیث کی کتب دوسری صدی ہجری میں مرتب کی گئی ہیں۔ لہٰذا ان کو مستند قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن اس اعتراض کا جواب دینے سے قبل اس تاریخی پس منظر کا جائزہ لینا ہوگا جس میں یہ احادیث روایت ہوئیں۔
اگرچہ یہ صحیح ہے کہ آغازِ اسلام میں آپؐ نے حدیثیں روایت کرنے سے منع کر دیا تھا۔ تاہم بعد میں اس کی اجازت دے دی تھی۔ ابتداء میں ممانعت کا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں میں اتنا شعور نہ تھا کہ قرآن و حدیث کے فرق کو سمجھ سکیں۔ اور دوسرے یہ کہ آلاتِ تحریر عام نہ تھے۔ لہٰذا جن چیزوں پہ آیاتِ قرآنی لکھی جا رہی تھیں، اگر انہی پہ حدیثوں کو بھی تحریر کر لیا جاتا تو خلط ملط کا اندیشہ تھا۔
چنانچہ حفاظتِ قرآن کے پیش نظر ابتداء میں آپؐ نے احادیث کو قلمبند کرنے سے منع کر دیا تھا۔ بعد میں جب صحابہؓ میں یہ شعور پختہ ہو گیا کہ وہ اللہ کے کلام اور حدیث کے کلام کے فرق کو محسوس کر سکیں تو آپؐ نے کتابت کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔ جس کی وضاحت مسند امام احمد کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص آپؐ کے ہر ارشادِ گرامی کو لکھ لیا کرتے تھے۔ قریش نے انہیں ٹوکا کہ رسول اللہ بھی انسان ہیں۔ کبھی غصہ میں ہوتے ہیں، لہٰذا ہر جملہ نہ لکھا جائے۔ انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا۔
اس واقعہ کا ذکر بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو انہوں نے فرمایا وہ لکھو! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس منہ سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔"

آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے مقدس دور ہی میں احادیث کو ضبطِ تحریر میں لانے کا کام شروع ہو چکا تھا۔ تاہم اس کی حیثیت صحابہؓ کے ذوق و شوق تک محدود تھی۔ البتہ زبانی روایت عام تھی۔ تحریر میں لانے کی باقاعدہ کوشش اس سبب سے بھی نہیں کی گئی کہ عربوں کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ برسہا برس کے قدیم قصے، جنگی واقعات، ادبی قصائد وغیرہ انہیں حفظ ہوتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا لعابِ دہن (تھوک) اور وضو کا غسالہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے بلکہ اپنے اندر پیوست کر لیتے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیئے ہر ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش میں لگا رہتا۔

حضرت انسؓ کے پاس آپؐ کا ایک موئے مبارک تھا۔ وہ فرمایا کرتے۔

"میرے پاس اس بال کا ہونا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ میرے پاس ہو۔"

اب یہ بات پیشِ نظر رہے کہ عرب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی غیر معمولی عقیدت رکھتے تھے تو کیا انہوں نے آپؐ کے ارشادات و افعال کو محفوظ رکھنے کی کوشش نہ کی ہوگی۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ دورِ نبویؐ میں اگرچہ باضابطہ طور پر ضبطِ تحریر میں نہیں لایا گیا۔ تاہم زبانی روایت جاری رہی۔ اور اس ذخیرۂ احادیث کو ناقابلِ اعتبار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیئے کہ حفاظتِ حدیث کے قدرتی عوامل موجود تھے۔ بعد میں جو محدثین آئے انہوں نے انتہائی کڑی شرائط قائم کیں۔ ان کے مطابق احادیث کو جانچنے کے بعد اپنی کتابوں میں جگہ دی۔ محدثین کی انہی کاوشوں کا نتیجہ کتب صحاحِ ستہ ہیں۔

۳۔ منکرین حدیث کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضورؐ کے ارشادات جو آج سے چودہ سو سال قبل کے دور سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس دور کے تقاضوں کو پورا کر سکتے تھے آج کے دور میں ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ اعتراض بھی درست نہیں۔ اس لیئے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین بنا کر بھیجا۔ آپؐ کی نبوت قیامت تک آنیوالے تمام ادوار اور تمام امتوں کے لیئے ہے۔ قرآن کریم نے آپؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ اور یہ حکم صرف قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں ہی کے

لیئے نہ تھا بلکہ ہر دور کے مسلمانوں کے لیئے ہے۔ آپؐ کی سیرت عالمگیر نمونۂ عمل ہے جس میں انسانیت کے ہر طبقہ کی رہبری کا سامان موجود ہے۔ آپؐ کی احادیث آج بھی اسی طرح ہماری رہبر ہیں جس طرح قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے لیئے تھیں۔

۴۔ منکرین کا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ بعض احادیث قرآنِ کریم کی تحریف پیش کرتی ہیں۔ یہ اعتراض بھی درست نہیں۔ اس لیئے کہ کسی بھی صحیح حدیث سے تحریفِ قرآن ثابت نہیں ہوتی۔ یہ درست ہے کہ دشمنانِ اسلام نے روایات کو وضع کیا اور نبی کی طرف منسوب کر دیا لیکن محدثین نے صرف انہی روایات کو قبول کیا جو ان کی سخت شرائط پر پوری اتریں۔ اور حدیث کے متن کے ساتھ ساتھ راوی کے کردار کا بھی پورا جائزہ لیا گیا۔

۵۔ بعض منکرین کہتے ہیں کہ حدیث بھی دوسری تاریخوں کی طرح محض ایک تاریخ ہے۔ لیکن حدیث اور عام تاریخی ذخیروں میں جو بنیادی فرق ہے وہ یہ ہے کہ اکثر تاریخوں کی بنیاد قیاسات پہ ہے۔ مثلاً ٹوٹے پھوٹے برتن، پرانے مجسمے، قدیم کھنڈرات وغیرہ کی بنیاد پہ اندازے قائم کیئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مورخین کے بیانات میں تضاد پایا جاتا ہے۔ لیکن حدیث کے مورخین وہ حضرات ہیں جو شروع سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہے۔ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت تھی۔ اور انہوں نے اپنی زندگی کو مکمل طور پہ سنّت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی تھی۔ مثلاً ایک صحابیؓ کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تکمہ کھُلا دیکھا تو عمر بھر اپنا تکمہ کھلا ہی رکھا۔ غرض آپؐ کی مقدس سیرت صحابۂ کرام کی صورت میں ایک کے بجائے سینکڑوں نسخوں میں تیار ہو چکی تھی۔ کیونکہ ہر صحابی حدیث کی کتاب تھا۔ پھر یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ حدیث کے راویوں کے تمام حالاتِ زندگی ہمارے سامنے ہیں اور دنیا کے کسی تاریخی مواد کو یہ شرف حاصل نہیں۔

۶۔ بعض محدثین نے کہا کہ اگر حدیثوں پر عمل ضروری ہوتا تو ان کی حفاظت کا سامان بھی قرآن ہی کی طرح ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس میں زندگی گزارنے کے بنیادی اصول دیئے گئے ہیں اگر ایک نقطہ بدل جائے تو مفہوم کچھ سے کچھ ہو جاتا

ہے لیکن حدیث میں آنحضرتؐ کے افعال، ان کی خلوت و جلوت کے واقعات اور ارشادات وغیرہ بیان کیئے گئے ہیں ۔ لہٰذا یہ فطری بات تھی کہ جس عمل کو جس صحابیؓ نے جس انداز پہ دیکھا، بیان کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ایک ہی حدیث کئی طریقوں سے مروی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے احادیث کی حفاظت کے لیئے غیر معمولی ذہانت و حافظہ رکھنے والے افراد پیدا کیئے۔

۷۔ منکرین نے یہ بھی کہا کہ بعض احادیث سے اسلام پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی حدیث نہیں۔ اگر کوئی موضوعی روایت اس نوعیت کی ہے تو محدثین نے اس کو حدیث تسلیم نہیں کیا۔ لہٰذا یہ اعتراض ہی بے معنی ہے۔

غیر مسلموں نے اپنے تعصب کی بناء پر خود قرآن پر اعتراضات کیئے ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوا کہ قرآن کے ان حصوں سے (نعوذ باللہ) انکار کر دیا جائے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے سہارے قرآنِ کریم کو سمجھا اور اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیئے حق تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں تاکید فرمائی۔

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ؕ

ترجمہ: جو کچھ رسولؐ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔

باب ۲

تاریخِ تدوینِ حدیث

تدوین حدیث کی تاریخ کے سلسلہ میں علماء نے بالعموم تین اُدوار بیان کئے ہیں اور انھیں قرونِ ثلاثہ کہا ہے۔

۱۔ قرنِ اوّل :۔ یہ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بعثت سے لے کر سنہ ۱۱۱ھ تک چلتا ہے۔ اِس کو عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ کہا گیا۔

۲۔ قرنِ دوم :۔ یہ دور سنہ ۱۱۱ھ سے شروع ہو کر سنہ ۱۸۰ھ تک چلتا ہے۔ اس کو تابعین کا دَور کہا گیا۔

۳۔ قرنِ سوم :۔ یہ تابعین کے شاگردوں کا دَور ہے۔ اِس کو بعض علماء نے سنہ ۲۲۰ھ تک اور بعض نے سنہ ۲۶۰ھ تک لکھا ہے۔ اس دور کو ائمہ کا دور بھی کہا گیا ہے۔ اسی دور میں بخاری شریف مدوان ہوئی۔

لیکن صحاح ستہ کی دوسری کتابیں دو سو ساٹھ کے بعد کی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ تدوین حدیث کا کام عملی طور پر صحاح ستہ کے ساتھ تکمیل کو پہنچ چکا ہے لہٰذا بعض علماءُ نے تیسرا دور سنہ ۳۱۱ھ تک بیان کیا ہے اور قرونِ ثلاثہ کی تشریح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔

تمام زمانوں سے میرے زمانے کے لوگ اچھے ہیں پھر اس کے بعد والے اور پھر اس کے بعد والے۔

تدوینِ حدیث قرنِ اوّل میں

دورِ نبویؐ جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جاچکا ہے کہ آغازِ اسلام کے دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ حدیث سے منع فرما دیا تھا جیسا کہ ارشادِ نبویؐ

لا تکتبوا عنی شیئ غیر القرآن ۔

سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ارشادِ نبویؐ کو بنیاد بنا کر بعض طبقوں کی جانب سے یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ عہدِ نبویؐ میں کتابتِ حدیث کے سلسلہ میں کوئی اہم کام نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات فرمائی تھی وہ صرف ابتدائی عہد کے لئے تھی اور بعد میں بعض مواقع پر نہ صرف کتابتِ حدیث کی اجازت دے دی بلکہ اس کو پسند فرمایا اور اس کو باعثِ اجر و ثواب قرار دیا۔

اس سلسلے میں مناظر احسن گیلانی صاحب نے ایک اہم نکتہ بیان فرمایا ہے۔ انھوں نے ارشاد فرمایا کتابتِ حدیث کی ممانعت کی روایت خود تحریرِ حدیث پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی تفصیل اِس طرح ہے۔

"آخر میں پوچھتا ہوں کہ حدیث کے متعلق بے اعتمادی پھیلانے والوں کی طرف سے پہلی بات جو پیش ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کردی تھی میرا اشارہ صحیح مسلم کی اس مشہور حدیث کی طرف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَن کَتَبَ عَنِّیْ غَیْرَ الْقُرْآن فَلْیَمْحہ

جس نے قرآن کے سوا میری کوئی بات لکھی ہے چاہیئے کہ اس کو مٹا دے مگر میں کہتا ہوں کہ دوسری اگر کوئی روایت نہ بھی ہوتی، صرف یہی حدیث اور اِس حدیث کے یہی الفاظ بھی ہوتے تو اسی کو عہدِ نبوت میں کتابتِ

حدیث کا وثیقہ بنایا جاسکتا ہے۔ یعنی اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو آپؐ کی زندگی ہی میں آپؐ ہی کے زمانے میں صحابہؓ قلم بند کرنے لگے تھے۔ آخر خود غور کیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کُتِبَ عَنِّیْ غَیْرَ الْقُرْاٰن (جس نے قرآن کے سوا میری کوئی بات لکھی ہے) کیا اپنے الفاظ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس بات کی اطلاع نہیں دے رہے ہیں کہ بعض لوگوں نے قرآن کے سوا بھی حدیثوں کو لکھنا شروع کر دیا تھا۔ (تدوینِ حدیث)

جہاں تک ممانعتِ کتابت والی حدیث کا تعلق ہے اِس سلسلے میں تمام محدّثین نے یہ بات لکھی ہے کہ اس کا مقصد اسلام کے آغاز کے دنوں سے متعلق تھا کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں قرآن اور حدیث خلط ملط نہ ہو جائیں۔ اِس کے علاوہ احادیث میں ناسخ و منسوخ بھی ہیں۔ ایک موقع پر اس کی مناسبت سے ایک حکم دیا گیا۔ بعد میں دوسرے موقع پر ایک دوسرا حکم دیا گیا۔ اس وجہ سے ایک ہی مضمون سے متعلق اگر مختلف احادیث منظرِ عام پر آئیں تو عوام کے لئے پریشانی کا باعث ہوئیں۔ پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ غیر احکامی احادیث زیادہ روایت ہوں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مصلحتوں کی بنا پر یہ فرمایا:

ایاکم وکثرۃ الحدیث عنّی

مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کرو۔

بعد میں جب پرسکون ماحول قائم ہو گیا، قرآن کریم کے حفاظ کی تعداد بڑھ گئی۔ اسلام کی اشاعت کثرت سے ہو گئی تو آپ نے کتابتِ احادیث کی اجازت دے دی۔

کتابتِ حدیث کا حکم

ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کتابتِ حدیث سے متعلق یہ عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ میں آپ سے حدیث سُنتا ہوں مجھے آپ کی حدیث اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن میں اس کو بھول جاتا ہوں۔"

اس موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اِسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ

اپنے داہنے ہاتھ مدد لیا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:

قيدوا العلم قلت وما تقييده قال كتابته

علم کو قید کرو۔ میں نے عرض کی اس کو قید کرنا کیا ہے فرمایا اس کا لکھنا۔ (مستدرک حاکم)

عہدِ نبویؐ میں حدیث کا تحریری سرمایہ

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ متعدد صحابۂ کرام نے حدیثوں کے چھوٹے بڑے مجموعے تیار کر لئے تھے بعد میں جب منظّم طریقہ سے احادیث کی تدوین کا کام عمل میں آیا تو انہی مجموعوں سے استفادہ کیا گیا بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بعد کی کتابوں کے لئے انہی مجموعوں کو بنیاد بنایا گیا۔ اس موقع پر ان مجموعوں کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

۱۔ **الصحیفۃ الصادقہ:۔** اسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے تیار کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے انتقال کے بعد یہ صحیفہ ان کے پوتے عمرو بن شعیب کے قبضہ میں آیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث

لکھ لیا کرتے تھے اور اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت بھی دے دی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا:

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی احادیث سُنتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اِن کو محفوظ کر لیا کروں اور اپنے دل کے ساتھ اپنے داہنے ہاتھ سے بھی کام لیا کروں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ٹھیک ہے"۔

اِس کے علاوہ اِس اجازت کی وضاحت اِس واقعہ سے بھی ملتی ہے جو بہت مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو کچھ نکلتا تحریر کر لیا کرتے تھے۔ قریش نے انھیں روکا اور کہا تم رسول اللہؐ سے جو بات سُنتے ہو لکھ لیتے ہو۔ آنحضرتؐ بھی تو بشر ہیں اور بشر کی طرح وہ بھی کبھی غصہ میں ہوتے ہیں۔

اِس سے قریش کا مطلب یہ تھا کہ آپؐ کی زبانِ مبارک سے نکلنے والا ہر جُملہ نہ لکھا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اِس واقعہ کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اِن دونوں ہونٹوں کے درمیان (جو زبان ہے) اِس سے حق کے سوا کچھ اور نہیں نکلتا۔ لہٰذا تم لکھ لیا کرو۔"

یہ صحیفہ کتنا ضخیم ہوگا۔ اس کا اندازہ حضرت ابوہریرہؓ کے اس جُملہ سے ہوتا ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں آپؐ کی حدیثیں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس نہیں ہوں گی سوائے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے پانچ ہزار سے اوپر احادیث مروی ہیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا یہ صحیفہ پانچ ہزار سے یقیناً زیادہ احادیث رکھتا ہوگا۔

۲۔ صحیفۂ علیؓ حضرت علیؓ نے بھی حدیثیں تحریر کی تھیں۔ اِن کا ارشاد ہے کہ ہم نے آنحضرتؐ سے قرآنِ کریم اور اِس صحیفہ کے سوا کچھ نہیں لکھا۔

حضرت علیؓ اِس صحیفہ کو نہایت اہتمام سے اپنے پاس رکھتے تھے اور مختلف موقعوں پر اس کے اقتباسات بیان کرتے تھے جیسا کہ بخاری کی بعض روایتوں سے ظاہر ہے۔

حضرت علیؓ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا پھر کہا ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جو ہم پڑھتے ہوں سوائے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کے اور ان احادیث کے جو اس صحیفہ میں ہیں۔

۳۔ حضرت انسؓ کا تحریری مجموعہ حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے اور انھیں دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل رہا لہٰذا آنحضرتؐ سے کیا کچھ فیض نہ حاصل کیا ہوگا اور آنحضرتؐ کی احادیث بڑی تعداد میں ان کے پاس محفوظ ہوں گی۔ حضرت انسؓ نے آپؐ کی زندگی ہی میں احادیث کے مجموعے تیار کرلئے تھے اور اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا بھی دیا تھا۔ اس طرح اللہ کے نبیؐ نے حضرت انسؓ کی تالیفات کی خود توثیق بھی فرمائی تھی۔ خلیفہ دوئم کے دورِ خلافت میں حضرت انسؓ بصرہ تشریف لے گئے اور انھوں نے وہاں حدیث کی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

۴۔ حضرت رافع بن خدیجؓ کے پاس ایک حدیث لکھی ہوئی تھی جس کو بعد میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں شامل کیا۔ حدیث کا مضمون یہ تھا۔

فان المدینة حرم حرّمها رسول الله صلی الله علیه

وهو مکتوب عندنا فی ادیم خولانی

مدینہ ایک حرم ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حرم قرار دیا ہے اور یہ ہمارے پاس ایک خولانی چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔

۵۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس بھی حدیثوں کے مجموعے

تھے۔ قتادہ اور مجاہد انہی کو روایت کرتے تھے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس بھی احادیث موجود تھیں۔ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے پاس احادیث کے متعدد صحیفے موجود تھے جیسا کہ طبقات ابن السعد میں ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تالیفات کا یہ عالم تھا کہ اونٹ ہی انکے بوجھ کو سہار سکتا تھا۔ ان کی وفات کے بعد یہ تالیفات ان کے صاحبزادے کے پاس آئیں۔

۷۔ **حضرت ابوھریرہؓ**:۔ حضرت ابوہریرہؓ مکثرین کے طبقہ میں ہیں۔ ان کے پاس بھی دفترِ حدیث لکھا ہوا تھا۔

۸۔ فتح مکہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا تھا۔ یمنی صحابی ابو شاہ نے یہ عرض کی یا رسول اللہؐ اس کو میرے لئے تحریر کروا دیجئے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

اکتبوا لابی شاہ

ابو شاہ کے لئے لکھ دو۔ (ابو داؤد۔ بخاری)

۹۔ جب آپؐ نے حضرت عمرو بن حزمؓ کو یمن کا والی مقرر کیا تھا تو سلطنت کے مختلف معاملات سے متعلق ایک تحریر لکھوا دی تھی، اِس صحیفہ میں زکوٰۃ، دیت، طلاق، فرائض، صلوٰۃ وغیرہ کے احکام تھے۔

۱۰۔ جب حضرت معاذ بن جبلؓ یمن میں تھے تو ان کو تحریر بھجوائی گئی تھی جس میں یہ حکم موجود تھا کہ سبزیوں، ترکاریوں وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں۔

۱۱۔ حضرت عبادہؓ نے ایک مجموعہ ترتیب دیا تھا جو برسوں ان کے خاندان میں موجود رہا۔ اس کا نام کتابِ سعد بن عبادہ تھا۔

۱۲۔ حضرت ابوبکر بن حزمؓ جو بحرین کے حاکم تھے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصدقہ لکھوائی تھی جس میں زکوٰۃ کے احکام تھے۔

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن حکیم کے پاس مردہ جانوروں سے متعلق احکام موجود تھے۔

۱۴۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہ بن مرثد اسلمی کے پاس احادیث موجود تھیں۔

۱۵۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے احادیث جمع کی تھیں۔

۱۶۔ حضرت وائل بن حجر کے پاس نماز، روزہ، شراب، ربوٰ سے متعلق احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۷۔ حدیبیہ کے مقام پر کفار اور مومنین کے درمیان ایک صلح نامہ ہوا۔ اس کا پورا متن حضرت علیؓ نے تحریر فرمایا تھا۔ اس کی ایک نقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور ایک نقل قریش کے پاس تھی۔

۱۸۔ وہ افراد جو محصلین زکوٰۃ کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان کے پاس بھی اپنی ذمہ داریوں سے متعلق تحریری روایتیں موجود تھیں۔

۱۹۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے یہ دریافت کیا کہ کیا کسی کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کی دیت میں سے بیوی کو کیا دلایا۔ اس موقعہ پر ضحاک بن سفیان نے جواب دیا "میرے علم میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ لکھوا کر بھیجا تھا"

۲۰۔ مختلف ممالک کے فرمانرواؤں کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط روانہ کئے تھے وہ بھی دورِ نبویؐ کا تحریری سرمایہ ہیں۔ یہ خطوط قیصر۔ کسریٰ اور نجاشی وغیرہ کے نام بھیجے گئے تھے۔ ان میں سے وہ خط جو شاہ مصر کے نام آپؐ نے ارسال فرمایا تھا اس کا فوٹو بھی شائع ہو چکا ہے۔

۲۱۔ حضرت سعد بن ربیع بن زبیر انصاری نے بھی احادیث جمع کی تھیں۔

عہدِ رسالت کا تحریری سرمایہ کم کیوں ہے

دورِ رسالت کے جن تحریری مجموعوں کی جانب اوپر اشارہ کیا گیا اس سے ان تمام اعتراضات کی قلعی کھل جاتی ہے کہ احادیث چونکہ دوسری صدی میں لکھی گئی ہیں اس لئے قابلِ اعتماد نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تدوینِ حدیث کا جو عظیم الشان کام تابعین کے دور میں ہوا وہ دورِ نبویؐ میں نہیں ہوا، لیکن اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ احادیث کی روایت ہی میں نہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ بعد کے دور میں کتابتِ حدیث سے متعلق جو

عظیم الشان کام ہوا۔اس کے لئے بنیاد اسی دور نے فراہم کی۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس دَور کا تحریری سرمایہ کم کیوں ہے تو اس کے بعض بنیادی اسباب ہیں اور ان کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

۱۔ کیونکہ حضرت نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام حیات تھے لہٰذا باقاعدہ طور پر کتابت کی ضرورت کو محسوس نہ کیا گیا۔صحابہ کو جو کچھ سمجھنا ہوتا اور جس معاملہ میں استفسار کی ضرورت پیش آتی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیا جاتا۔

۲۔ عربوں کا غیر معمولی حافظہ بھی اس کا اہم سبب تھا۔ان کے ہاں لکھنے کا رواج کم تھا۔ایک عام آدمی کی یادداشت کا یہ عالم ہوتا کہ گھوڑوں کا سلسلۂ نسب گزشتہ ادوار کے جنگی واقعات قبائلی لڑائیاں قدیم ادبی قصائد۔حکایات اس کو ازبر ہوتیں۔جس قوم کا حافظہ اس پائے کا رہا ہو اس نے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اللہ کے نبیؐ کے ارشادات وافعال کی کس طرح حفاظت کی ہوگی یہ بات بالکل صاف ظاہر ہے۔

۳۔ عرب لکھنے پڑھنے سے ناواقف تھے۔تحریر سے زیادہ اپنے حافظہ سے کام لیتے تھے۔مکّہ میں صرف سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے۔مختلف مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حصولِ علم پر زور دیا اور اُس کے لئے اجر و ثواب بیان فرمایا۔جنگِ بدر کے موقع پر پڑھے لکھے قیدیوں کا فدیہ آپؐ نے یہ مقرّر فرمایا تھا کہ وہ دس مسلمان بچّوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

۴۔ ابتدائے اسلام کا دور مسلمانوں کے لئے افراتفری کا دور تھا۔کفّار کی دشمنی آئے دن کی جھڑپیں، مسلمانوں سے انتقامی کارروائی وغیرہ کے ماحول میں کتابتِ حدیث کا کام منظّم طریقہ پر نہیں ہو سکتا تھا۔مسلمانوں کی زیادہ توجّہ تبلیغِ دین اور اسلام کی اشاعت جیسی ذمّہ داریوں پر مرکوز تھی ۔اس سلسلہ میں جنگ وجہاد کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

۵۔ زیادہ تر لوگوں میں قرآنِ کریم حفظ کرنے اور اس کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا اور اسی جانب توجّہ تھی۔

دَورِ صحابہ کرام

دورِ رسالت کے بعد دورِ صحابہ شروع ہوتا ہے۔ جیساکہ پہلے عرض کیاجاچکا ہے کہ دورِ رسالت میں بعض اسباب کی بناپر تدوینِ حدیث کے سلسلہ میں جواقدامات کئے گئے وہ صحابہ کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہیں اور کوئی عمومی کام نظر نہیں آتا لیکن بعد کے دَور میں مسائل کی پیچیدگیاں بڑھتی گئیں اوران کے حل کے لئے صرف دوہی ماخذ تھے ایک قرآن دوسرے حدیث۔ قرآنِ کریم کی کتابت کا کام صدیق اکبرؓ نے فرمایا اور کتابت حدیث کی تحریک فاروق اعظمؓ کے دَور میں شروع ہوئی اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دَور میں اس تحریک نے خاص طور پر ترقی پائی۔ دَورِ عباؔسی میں یہ مکمل ہوئی۔

اس سے قبل کہ اس ضمن میں دَورِ صحابہ کی کوششوں کا ذکر کیا جائے۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی احتیاط کو بیان کردیا جائے۔

صحابہ کرام کی احتیاط

روایتِ حدیث کے سلسلہ میں صحابہ کرام غیر معمولی احتیاط سے کام لیتے کہ کہیں ایسا نہ ہوکہ کوئی غلط حدیث روایت ہوجائے اور اُمّت اس کو رسولؐ کا فرمان سمجھ کر اس پر عمل کرنے لگے۔ صحابہ کی اس احتیاط کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ یہاں پر چند کا بیان کرنا ضروری ہے۔

ا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے واقعات میں یہ ملتا ہے کہ وہ حدیث کی بہت کم روایتیں کرتے تھے اور انتہائی احتیاط سے کام لیتے۔ حضرت ابوعمرو الشیبانی کا بیان ہے کہ میں ایک سال تک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں رہا۔ جب آپ قال رسول اللہؐ کہتے تو کانپ اُٹھتے فرماتے "اس طرح" یا "اس کے مثل" یا "اس جیسا" وغیرہ۔

حضرت سائب بن خلاد اور حضرت عقبہ بن عامر جہنی دونوں نے رسول کریمؐ سے حدیث سُنی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت سائب کو شک محسوس ہوا۔ چنانچہ اس کی تصحیح کی غرض سے وہ سفر کر کے حضرت عقبہ کے پاس پہنچے۔

۲۔ حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو دروازہ کی اوٹ سے تین بار سلام کیا۔ حضرت عمرؓ مصروفیت کے باعث جواب نہ دے سکے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ لوٹ آئے۔ اب حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر ان کو بلوایا اور وجہ دریافت کی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حدیثِ رسولؐ کا حوالہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی تین بار سلام کر چکے اور اس کو جواب نہ ملے تو واپس چلا جائے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا اس حدیث پر کوئی اور گواہ لاؤ ورنہ تم کو سزا دوں گا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پریشان ہو گئے اور دوسرے صحابیوں کے پاس انتہائی پریشانی کی حالت میں گئے۔ جب ان لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک نے یہ حدیث سُنی ہے۔ پھر حضرت ابو سعیدؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر اس حدیث کی تصدیق کی۔ یہاں حضرت عمرؓ کا مقصد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جھوٹا یا غلط ثابت کرنا نہیں لیکن حدیثِ رسولؐ کے معاملہ میں کم از کم دو شہادتوں کو ضروری خیال کیا۔

۳۔ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے روایت کی ہے کہ دادی حضرت صدیقِ اکبرؓ کے پاس وراثت میں حصّہ دریافت کرنے آئیں تو انھوں نے فرمایا، مَیں کتاب میں تمہارا کوئی حصّہ نہیں پاتا اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ آنحضرتؐ نے تمہارا کوئی حصّہ مقرّر کیا ہے۔ اس موقع پر حضرت مغیرہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے بتایا کہ مجھے معلوم ہے آنحضرتؐ نے چھٹا حصّہ مقرّر کیا ہے تو حضرت ابو بکرؓ نے اس حدیث پر دوسری شہادت کا مطالبہ کیا تو محمد بن مسلمہؓ نے کھڑے ہو کر مغیرہؓ کی تائید کی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے دادی کو حصّہ دلوایا۔

۴۔ حضرت علیؓ کا قبولِ حدیث کے سلسلہ میں طریقہ یہ تھا کہ وہ راوی سے قسم لیتے تھے کہ یہ رسولؐ کا کلام ہے۔

۵۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ بن العاصؓ سے ایک حدیث دریافت کی۔ ایک سال بعد دوبارہ وہی حدیث پوچھی۔ انھوں نے درست سنا دی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا "عبداللہؓ کو صحیح بات یاد ہے"

۶۔ حضرت زبیر بن ارقمؓ نے آخری عمر میں روایتِ حدیث کو ترک کر دیا تھا۔ جب لوگ استفسار کرتے تو آپ فرماتے میں بوڑھا ہوں کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے۔

۷۔ حضرت عمرؓ سے لوگوں نے عرض کیا کہ حدیث بیان کریں۔ فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ کوئی کمی بیشی ہو جائے گی تو ضرور بیان کرتا۔

صحابہ کرام کی احتیاط کا سبب

صحابہ کرام کی احتیاط کی جو مثالیں اوپر درج کی گئی ہیں اِن کا بنیادی سبب تو یہی تھا کہ غلط قسم کی روایتیں رواج نہ پا جائیں۔ اس کے علاوہ یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ صحابہ اور خاص طور پر شیخین کی یہ روک ٹوک غیر احکامی احادیث سے متعلق تھی۔ جہاں تک احکامی احادیث کا تعلق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ سے کافی احادیث مروی ہیں۔ اس کے علاوہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو مسئلہ پیش آیا تھا اُس وقت حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو حدیثِ رسولؐ ہی کے حوالے سے مطمئن کیا تھا۔ اگر اس وقت کے حالات کا اندازہ لگائیں تو حضرت ابوبکرؓ کا یہ احتیاطی روّیہ بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد متعدد فتنوں نے سر اُٹھایا۔ اسلام انتہائی نازک دَور سے گزر رہا تھا۔ کچھ لوگ مرتد ہو گئے۔ بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ بعض جھوٹے مدعیانِ نبوت پیدا ہو گئے۔ سلطنت کے ان اندرونی حالات کو دیکھنے کے علاوہ شام کے محاذ پر لشکر بھیجنا تھا۔ یہ وہ وقت تھا کہ ابھی قرآنِ کریم کو ایک جلد میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔ ان حالات میں اگر خلیفۂ اوّل روایتِ حدیث میں احتیاط نہ کراتے تو جیسا کہ مولانا عبدالصمد

صادم صاحب نے تحریر فرمایا ہے، بہت ممکن تھا کہ مسیلمہ کذاب کی نبوت اور فرضیت زکوٰۃ کے انکار سے متعلق روایتیں وجود میں آجاتیں اور ایک ایسا فتنہ پیدا ہوتا جس کا تدارک دشوار ہوجاتا۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے جو طریقہ اختیار کیا وہی مناسب تھا۔

اِسی طرح حضرت عمرؓ کے دَور پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جنگ اور جہاد کے اعتبار سے سنہرا دور تھا اور سلطنتِ اسلامی کی حدود وسعت اختیار کرتی چلی گئیں، لیکن فاروقِ اعظم نے کثرتِ روایت کی ممانعت فرمائی۔ اس کا زیادہ تر تعلق غیر احکامی احادیث سے تھا۔ ورنہ جہاں تک احکامی احادیث کا تعلق ہے وہ خود حضرت عمرؓ نے روایت فرمائی ہیں۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث کے راوی خود حضرت عمرؓ ہیں۔ پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہر کام کا ایک ضابطہ مقرّر فرمایا تھا۔ فتویٰ دینے کے لئے انھوں نے چند صحابہ کو مقرّر فرمایا تھا۔ لہٰذا اِن کے علاوہ اگر کوئی فتویٰ دیتا تو حضرت عمرؓ کو روک دیتے جیسا کہ ہمارے علم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جن کو خزنیۃ العلم کا خطاب دیا گیا، حضرت عمرؓ نے ان کو فتویٰ دینے سے روک دیا تھا۔

خلیفۂ سوم کے دور میں جب قرآنِ کریم کی اشاعت کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ حفاظ قرآن دُور دُور پہنچ گئے، قرآن اور حدیث کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ نہ رہا۔ مختلف اقوام نے اسلام قبول کیا۔ نئے ملک اسلامی قلمرو میں داخل ہوئے۔ نئے تقاضے اور نئی صورتیں سامنے آئیں تو اِس ضرورت کو محسوس کیا گیا کہ تمام حدیثیں سامنے آجائیں تاکہ مسائل کے استنباط میں آسانی ہو۔

کیونکہ مختلف احادیث مختلف صحابہ کے پاس تھیں لہٰذا اگر تمام احادیث سامنے نہ آجاتیں تو فتاویٰ میں اختلافات پیدا ہوجاتے جیسا کہ اہلِ شام نماز میں وتر نہیں پڑھتے تھے اس لئے کہ وتر کے وجوب کی حدیث اُن تک بعد میں پہنچی۔ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ تمام احادیث کی روشنی میں استنباطِ مسائل کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفۂ سوم اور چہارم نے اِن قیود کو ہٹا دیا جو شیخین نے قائم کی تھیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دورِ صحابہ میں حدیث کے مختلف مراکز قائم تھے، جہاں درسِ حدیث ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ رضؓ اپنے حجرے میں حدیث کا درس دیا کرتی تھیں۔ ان کے شاگردوں کی تعداد دو سو سے زائد تھی جن میں اڑتیس خواتین تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے اس سلسلہ میں باقاعدہ معلمین کو مقرر فرمایا تھا۔

کوفہ میں حضرت ابنِ مسعود رضؓ کے درس میں چار ہزار کے قریب طلباء شرکت کرتے۔

مکہ میں حضرت ابنِ عباس رضؓ اور مدینہ میں حضرت ابنِ عمر رضؓ حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ دمشق میں مقیم تھے۔ جب وہ درس کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تھے تو اتنا مجمع ہوتا گویا کوئی حاکمِ وقت آیا ہے۔

دَورِ صحابہ کا تحریری سرمایہ

اب یہ ضروری ہے کہ اس تحریری سرمایہ کی نشاندہی کر دی جائے جو خلافتِ راشدہ اور بعد کے دَور میں تیار ہوا۔ یہ حقیقت ہے کہ خلافتِ راشدہ کے دَور میں سکون و اطمینان کم رہا۔ یعنی دورِ صدیقی میں فتنہ ارتداد فتنۂ انکارِ زکوٰۃ پھر نبوت کے جھوٹے مدعی وغیرہ۔ دورِ فاروقی جنگ و جہاد کا دَور ہے۔ دَورِ عثمانی کے آغاز میں امن رہا لیکن آخری تین برسوں میں بدامنی انتشار اور افراتفری نظر آتی ہے۔ حضرت علی رضؓ اپنے پورے دورِ خلافت میں امن قائم کرنے کی جدّ و جُہد میں مصروف رہے تاہم حدیث کا اچھا خاصا ذخیرہ مرتّب ہو چکا تھا۔

۱۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے پانچ سو احادیث لکھی تھیں لیکن بعد میں احتیاط کے پیشِ نظر اس ذخیرہ کو نذرِ آتش کر دیا۔

۲۔ حضرت سمرہ رضؓ بن جندب نے اپنے بیٹوں کو جو خطوط لکھے ان میں بکثرت احادیث موجود تھیں۔

۳۔ حضرت ابی بن کعب رضؓ نے حدیثوں کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک مجموعہ ترتیب دیا تھا۔

۵۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے کتاب الفرائض ترتیب دی۔

۶۔ آنحضرتؐ کے غلام ابورافع کے پاس احادیث تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے ان سے حدیثیں حاصل کیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات تحریر کئے۔

۷۔ حضرت امام حسینؓ نے حدیثیں جمع کی تھیں۔

۸۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کے فیصلے اور خطوط مرتّب کئے تھے۔

۹۔ ابوالخطاب عرف خیاط نے بیان کیا کہ میں نے واثلہ بن اسقع صحابی کو دیکھا کہ شاگرد ان کے سامنے بیٹھے تھے اور وہ حدیثیں لکھوا رہے تھے۔

۱۰۔ حضرت علیؓ کے فتاویٰ لکھے ہوئے تھے جن کو حضرت ابنِ عبّاسؓ نے دیکھا تھا۔

تدوینِ حدیث قرنِ دوم میں

خلافتِ راشدہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے علمِ حدیث کی جانب توجہ دی، لیکن بعد کے حکمراں علم سے زیادہ امورِ سلطنت کی جانب متوجہ رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم حدیث کا کام مکمل طور پر علمأ نے انجام دیا۔ اگرچہ صحابہؓ ایک ایک کرکے رخصت ہوتے جارہے تھے تاہم انھوں نے اپنا سرمایہ حدیث تابعین کے سینوں میں منتقل کردیا تھا اور تابعین کی ایک بڑی جماعت تیار ہوچکی تھی جس نے تدوینِ حدیث کے کام کو آگے بڑھایا۔

تابعین کا شوقِ حدیث

تابعین نے آنحضرتؐ کی احادیث کو جمع کرنے کے سلسلے میں کس قدر عقیدت اور وابستگی کا اظہار کیا اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے بعض اوقات انھیں میلوں کا سفر کرنا پڑا۔

۱۔ حضرت ابو درداؓ کے پاس مدینہ میں ایک شخص شام سے آیا اور اس نے کہا کہ میں ایک حدیث کے لئے آیا ہوں۔

۲۔ حضرت سعد بن ہشامؓ سفر کرکے مدینہ آئے اور حضرت عائشہؓ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کے بارے میں دریافت کیا۔

۳۔ حصولِ حدیث کے لئے نہ صرف یہ کہ میلوں کے سفر طے کئے بلکہ بے انداز رقم بھی بعض تابعین نے صرف کی مثلاً حضرت امام زہریؒ جو انتہائی دولت مند تھے انھوں نے اپنا تمام سرمایہ علمِ حدیث کے حصول میں خرچ کردیا حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ گھر کا سامان تک فروخت کرنا پڑا۔

۴۔ صحابہ کرام کے سیکڑوں شاگرد تھے جو حصولِ حدیث کے لئے بے چین رہتے تھے۔ صرف کوفہ میں حضرت ابوہریرہؓ کے آٹھ سو شاگرد تھے۔

۵۔ حضرت ابو سعید خدریؓ جب حدیث بیان کرتے تو لوگوں کی دیوار سامنے کھڑی ہو جاتی تھی۔

تابعین کی احتیاط

تابعین نے بھی حدیث کے قبول اور بیان میں اس احتیاط کو پیشِ نظر رکھا جو صحابہ کرام کا طریقہ تھا پھر ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وضع اور تدلیس کے فتنہ کے باعث روایت اور درایت کے اصولوں پر نہایت سختی سے عمل کیا گیا۔

۱۔ امام ابن سیرین کا ارشاد ہے کہ پہلے زمانہ میں لوگ اسناد نہیں پوچھتے تھے جب فتنہ پیدا ہو گیا تو اسناد کو پوچھا جانے لگا۔

۲۔ امام ابراہیم نخعی نے بیان کیا مجھے ابو زرعہ بن عمر بن جریر نے ایک حدیث سنائی۔ دو سال کے بعد میں نے ان سے دوبارہ اسی حدیث کو پوچھا تو انھوں نے اس کو اسی طرح بیان کیا۔

۳۔ امام شعبہ نے ایک آدمی سے محض اس بنا پر روایتِ حدیث کو ترک کیا کہ ایک دن اس کے گھر میں طنبورہ بجنے کی آواز سنی تھی۔

۴۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ ہم بصرہ میں صحابہ کی مرویات سنتے تھے پھر ان کی تصدیق کے لئے مدینہ جاتے۔

یہ ضروری ہے کہ اِس دَور کے تحریری سرمایہ کی نشاندہی کر دی جائے۔

تحریری سرمایہ

۱۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن شبل کو لکھا کہ جب تم میرے خیمہ کے پاس کھڑے ہو تو مجھے حدیث سناؤ۔

۲۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے وہ دعا تحریر کروالی تھی جو حضورؐ نماز کے بعد پڑھتے تھے۔

۳۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جو احادیث جمع کی تھیں ان کو ان کے صاحبزادے

حضرت ابوہریرہؓ نے تحریر کیا اور یہ نسخہ ابوہریرہؓ بن ابی موسیٰ مشہور رہوا۔

۴۔ سعید بن جبیر حضرت عباسؓ کی روایتوں کو لکھا کرتے تھے۔

۵۔ حضرت نافع رحضرت عمرؓ کے سامنے حدیثیں لکھ دیتے تھے۔

۶۔ سلیمان بن قیس نے حضرت جابرؓ کی روایات لکھیں۔

۷۔ حضرت عروہ بن زبیر نے آنحضرتؐ کے حالات کے متعلق دو کتابیں لکھیں۔

۸۔ حضرت ہمام بن منبہؒ جو ابوہریرہؓ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے ایک مجموعہ مُرتّب کیا۔

۹۔ حضرت ابان نے حضرت انسؓ کی مرویات جمع کیں۔

۱۰۔ امام شعبہ نے حدیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔

۱۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور میں تمام صوبوں کے گورنروں کو یہ حکم بھیجا تھا کہ وہ حدیثیں جمع کریں۔ اس کے علاوہ انھوں نے مسجدوں میں درسِ حدیث کا حکم بھی دیا تھا۔

حضرت سعد بن ابراہم کا بیان ہے کہ ہمیں جب خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے حدیثیں جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے دفتر کے دفتر تیار کئے اور خلیفہ نے ان کی نقول تمام ممالکِ اسلامیہ کو بھیجیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی کے حکم پر قاضی ابوبکر بن حزم اور امام زہری نے احادیث جمع کیں اور ان کے مجموعے تیار کئے۔ امام زہری کی کتابوں کی کثرت کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ جب ولید کے کتب خانے سے ان کی حدیث کی کتابوں کا دفتر منتقل ہوا تو امام زہری کی تصانیف گھوڑوں اور گدھوں پر لاد کر لائی گئی تھیں۔

۱۲۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے سعید بن جبیر سے تفسیر لکھوائی جو شاہی خزانہ میں رکھی تھی۔ یہ تفسیر بعد میں عطا ابن دینار کے پاس آئی۔

۱۳۔ امام اعظم نے کئی تصانیف کیں۔

۱۴۔ امام اوزاعی نے کئی ضخیم کتابیں لکھیں۔

اس کے علاوہ کتاب الدعا مؤلف ابن ابی الدنیا، کتاب الخراج (مؤلف امام ابویوسف)، مسند امام موسیٰ کاظم، مسند ابی داؤد طیالسی، موطا امام مالک موطا امام محمدؒ وغیرہ اس دَور کی مشہور کتب ہیں۔

شیخ یحییٰ بن سعید القطان کی اسماء الرجال پر تصنیف اور شیخ عبداللہ بن مبارک کی اربعین اسی دَور کی ہیں۔ شیخ یحییٰ بن سعید القطان کو اسی کتاب کی وجہ سے علم اسماء الرجال کا بانی کہا جاتا ہے انھوں نے اللہ کے رسولؐ کی احادیث کو غلطیوں سے پاک کیا۔

اِن کے تذکروں میں یہ قصّہ ملتا ہے کہ ان کے والد ایک دولت مند آدمی تھے اور مرتے وقت دس لاکھ پچاس ہزار درہم اپنے صاحبزادے کے لئے چھوڑے اور صاحبزادے نے عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے بجائے اس دولت کو علمِ حدیث کی راہ میں صَرف کیا اور پھر وہ وقت آیا کہ ان کے پاس جوتے تک نہ رہے اور وہ برہنہ پا پھرنے لگے۔

تابعین کی یہی کوشش، محنت، جانفشانی، احتیاط اور جذبۂ ایثار تھا جس کے باعث ہم آج رسولِ کریمؐ کی حدیثوں سے واقف ہیں۔

تدوینِ حدیث قرنِ سوم میں

جیساکہ ابتدا میں عرض کیا گیا تھا، یہ دورِ ۲۰۱ھ سے شروع ہو کر ۲۲۵ھ تک چلتا ہے اور بعض لوگ اس کو ۳۱۵ھ تک بیان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ بخاری کے علاوہ صحاح ستہ کی پانچ کتابیں ۲۲۵ھ کے بعد کی ہیں۔

یہ دورِ تدوینِ حدیث کا سنہرا دور کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ محدّثین نے سخت ترین شرائط قائم کیں اور ان شرائط پر احادیث جمع کیں۔ علاوہ بریں مختلف علومِ حدیث ایجاد کئے گئے۔ اس طرح اِس دور میں بھی مختلف کتابیں وجود میں آئیں۔

ائمہ کے شوقِ حدیث، احتیاط اور علمِ حدیث کی راہ میں مالی قربانیوں سے متعلق بکثرت واقعات موجود ہیں۔ اس سے قبل کہ اس دور کی کتب کا حوالہ دیا جائے، ان میں سے چند واقعات کو بیان کرنا ضروری ہے۔

امام ابو حاتم رازیؒ کے تذکرہ میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ حدیث کی تلاش میں پیدل سفر فرماتے۔ انھوں نے ایک ہزار کوس کا سفر کیا۔ اسی طرح امام بخاریؒ حدیث کی تلاش میں شیخ ابنِ ابی یاس کے پاس گئے۔ راستہ میں تین دن تک کچھ کھانے کو نہ ملا تاہم انھوں نے سفر جاری رکھا۔

پھر محدثین کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ قبولِ حدیث کے سلسلہ میں انھوں نے راوی کی عدالت، شہادت، حافظہ وغیرہ تمام حالات کو پیشِ نظر رکھا۔ کسی کے بارے میں اگر جھوٹ کا ذرا سا شائبہ ہوا تو اس کی حدیث ہی کو قبول نہ کیا۔ حالانکہ یہ احتیاط کا عروج ہے۔ اگر ایک جھوٹا شخص توبہ کر لیتا ہے تو اس کی شہادت قبول کر لی جاتی ہے، لیکن محدثین نے کسی ایسے شخص سے حدیث قبول نہ کی جس پر کبھی جھوٹ بولنا ثابت ہو گیا ہو۔ حتّٰی کہ وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ راوی کس پیشہ سے وابستہ ہے۔ آیا اس کا پیشہ اس کو بددیانتی کا مرتکب تو نہیں کرتا۔

امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں لیکن انھوں نے تیس ہزار میں سے مسند مُرتّب کیا۔ اسی طرح امام بُخاریؒ نے اپنی کتاب کی احادیث کو چھ لاکھ احادیث میں سے اور امام مسلمؒ نے تین لاکھ احادیث میں منتخب کیا۔

مطرب بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فرمایا۔ "مدینہ کے بعض صالح افراد حدیثِ رسولؐ بیان کرتے تھے لیکن میں نے وہ حدیثیں اس لئے نہیں سُنیں کہ جو کچھ وہ کہتے اس کو سمجھتے نہ تھے"۔

اس احتیاط کے ساتھ اس دَور کی احادیث کی کتابیں تیار ہوئیں اور ائمہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کرنے کے سلسلہ میں پوری پوری کوششیں انجام دیں۔ اِس دَور میں حدیث کے درس کے لئے لاتعداد مدارس قائم تھے اور کثرت سے کتابیں تحریر کی گئیں۔ یہاں پر اس دَور کی چند کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے مسند مرتّب کی۔

امام ابوالقاسم بن سلام نے غریب الحدیث تالیف کی۔ امام ابوالیدمحمد بن عبدالکریم نے تاریخ مکہ تحریر کی۔ امام شافعی نے کتاب الام اور بعض دوسری کتب تصنیف کیں۔ ابی اسحاق ابراہیم نے مسند ابوہریرہؓ مرتّب کیا جس سے ابوبکر احمد بن عمرو الشیبانی نے مسند مرتب کیا۔ سنن دارمی، مسند بزاز، مسند ابویعلی موصلی وغیرہ اس دَور کی مشہور کتابیں ہیں۔

اِس دَور میں سیکڑوں محدثین پیدا ہوئے اور سیکڑوں کتابیں تالیف کی گئیں لیکن وہ کتابیں جو سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہیں وہ صحاح ستہ ہیں جن میں ابتدائی دَور کی بہت سی کتابیں مدغم ہوگئیں۔ صحاح ستہ کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ انھیں ایک الگ باب میں بیان کیا جائے۔

صحاح ستہ

صحاح ستہ میں حدیث کی چھ مستند ترین کتابیں شامل ہیں۔ وہ چھ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) صحیح بخاری شریف (۲) صحیح مسلم شریف (۳) جامع ترمذی

(۴) سنن ابی داؤد (۵) سنن نسائی (۶) سنن ابن ماجہ

۱۔ صحیح بخاری شریف

صحاح ستہ کی پہلی کتاب صحیح بخاری ہے جس کے مؤلف امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل ہیں۔ آپ ۳ شوال ۱۹۴ھ بعد نماز جمعہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بخارا کے ذی علم افراد میں شمار کئے جاتے تھے۔ انھوں نے بلند پایہ بزرگوں سے استفادہ کیا تھا۔ امام بخاریؒ نے خود لکھا ہے کہ ان کے والد کو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔

امام بخاریؒ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے۔ ان کی تربیت ان کی والدہ کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ امام صاحب کے تذکروں میں یہ بھی ملتا ہے کہ کم سنی ہی میں آپ کی بصارت ختم ہو گئی تھی۔ آپ کی والدہ رو رو کر آپ کے لئے حق تعالیٰ سے دعائیں فرماتی تھیں۔ آخر اس دعا کو شرفِ قبولیت بخشا گیا اور خواب میں انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی بینائی عود کر آنے کی بشارت سنائی۔ صبح کو جب بیدار ہوئیں تو امام صاحب کی آنکھیں روشن تھیں، کیونکہ قدرت کو آپ سے عظیم الشان کام لینا تھا لہٰذا اس معجزانہ طریقہ پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے روشنی عطا فرمائی۔ یہ روشنی صرف دیدۂ بینا کا نور نہ تھی بلکہ امام بخاریؒ کو قدرت کی جانب سے قلب و ذہن کا نور بھی عطا ہوا۔

آپ نے اسّی ہزار افراد سے روایت فرمائی اور حدیث حاصل کرنے کے لئے دُور دراز علاقوں کے سفر کئے۔ متعدد بار مصر، شام، کوفہ، بغداد، بصرہ، حجاز وغیرہ تشریف لے گئے۔ جب کبھی آپ کے علم میں آتا کہ فلاں شخص کے پاس کوئی حدیث ہے۔ آپ میلوں کی مسافت طے کر کے اس کے پاس پہنچتے۔

حضرت امام بخاری کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ اور ذہانت عطا فرمائی تھی خطیب بغدادی نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جب امام بخاریؒ بغداد میں آئے تو بغداد کے علماء جمع ہوئے اور آپ کے امتحان کی غرض سے سو حدیثوں کو اس طرح ملا دیا کہ کسی کا متن کسی کی سند کے ساتھ یکجا کر دیا اور الٹ پلٹ کر کے دس دس احادیث

دس آدمیوں کو دیں کہ جب امام صاحب آئیں ان کے سامنے پیش کی جائیں۔ اس محفل میں دوسرے بلادِ اسلامیہ کے علماء بھی موجود تھے۔ جب امام صاحب آئے تو ایک شخص نے آکر حدیث سُنائی۔ آپؒ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ پھر دوسری تیسری وغیرہ۔ آپ یہی جواب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے دس حدیثیں سنا دیں۔ اب دوسرے افراد آئے اور انھوں نے بھی وہ مقلوب حدیثیں پیش کیں۔ امام صاحب یہی جواب دیتے رہے۔ اس پر باریک بین افراد تو امام صاحب کی ذہانت کے قائل ہو گئے لیکن بعض لوگ یہ سمجھے کہ امام صاحب حدیثیں سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ جب تمام افراد وہ حدیثیں سنا چکے تو امام صاحب نے پہلے شخص کو بلایا اور بتایا تمھاری وہ حدیث اس طرح ہے۔ پھر آپ نے تمام مقلوب احادیث کو صحیح حالت میں بیان کر دیا اور ہر حدیث کے ساتھ اس کا اصلی متن اور سند لگا دی۔ اس کے بعد دوسرے افراد کو بھی بلایا اور ان کی احادیث کو بھی صحیح طریقے پہ بیان کر دیا۔ تمام افراد نے امام بخاری کی زبردست قوّتِ حافظہ کا اعتراف کیا اور آپ کی ذہانت کے قائل ہو گئے۔

اس کتاب کی تالیف میں آپ نے اَن تھک محنت کی۔ محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے۔

"سفر میں میرا قیام امام بخاریؒ ہی کے کمرے میں ہوتا۔ رات کو جب ہم لوگ سو رہتے تو امام بخاری بار بار اُٹھ کر چراغ جلاتے اور لکھی ہوئی حدیثوں پر کچھ نشان بناتے پھر سو رہتے۔ ایک رات میں پندرہ پندرہ بیس بیس مرتبہ اُٹھتے، میں عرض کرتا آپ مجھے اُٹھا لیا کریں، فرماتے تم جوان آدمی ہو میں تمھاری نیند خراب نہیں چاہتا۔"

امام بخاریؒ کے زہد و تقویٰ مجاہدہ اور عبادت کے بے شمار واقعات موجود ہیں ایک مرتبہ کسی نے آپ کی باغ میں دعوت کی۔ کھانے کے بعد آپ نماز میں مشغول ہو گئے عین دوران نماز بھڑ نے آپ کو کاٹنا شروع کر دیا۔ نماز مکمل کرنے کے بعد اپنی کمر سے بھڑ نکالی۔ جسم پر جگہ جگہ ورم آگیا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے نماز ختم کیوں نہ کر دی۔ فرمایا "میں ایک سورۃ کی تلاوت میں مشغول تھا جی چاہا کہ اس کو مکمل کر لوں۔" فرمایا

کرتے تھے "اُمید ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ مجھ سے کسی کی غیبت کے بارے میں سوال نہ کرے گا کیونکہ میں نے کسی کی غیبت نہیں کی"۔

امام صاحب نے بے شمار کتب تحریر فرمائیں مثلاً تاریخ کبیر برالوالدین۔ ادب المفرد، رفع الیدین، جامع الکبیر، تفسیر الکبیر، خلق العباد وغیرہ۔

لیکن ان میں جس کتاب نے امام صاحب کو شہرت دوام بخشی وہ صحیح بخاری ہے۔ تالیف بخاری شریف کی ڈو وجوہات خاص طور پر بیان کی جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ امام بخاری صاحب نے خواب دیکھا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مُبارک سے مکھیاں اُڑا رہے ہیں۔ جب علمِ خواب کے ماہرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو انھوں نے بتایا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے جھوٹ کو دُور کریں گے۔

اِس کے علاوہ آپؒ کے استاد حضرت اسحٰق بن راہویہ نے ایک موقع پر یہ الفاظ کہے تھے "کاش تم ایسی کتاب جمع کرتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی جامع ہوتی"۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اُستاد کا یہ ارشاد میرے دل میں کھب گیا اور میں نے بخاری شریف کی تالیف شروع کردی۔ بخاری شریف آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں لکھی اور ہر حدیث لکھنے سے قبل غسل فرماتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے۔ اسکی تالیف پر ساری دنیا نے آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ مجتہدین و محدّثین نے قرآنِ کریم کے بعد اسے صحیح ترین کتاب قرار دیا۔ آج تک اس کتاب کی مختلف زبانوں میں شرحیں اور خلاصے وغیرہ لکھے جاچکے ہیں۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں بہت سی ایسی احادیث موجود ہیں کہ جن کے سلسلہ روایت میں امام بخاریؒ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ ان احادیث کی صحت کا کیا کہنا۔ اس قسم کی احادیث کو ثلاثیات کہا جاتا ہے۔ بعض علمأ نے ایسی احادیث کو الگ کرکے ترتیب دیا۔ ان کو ثلاثیات بخاریؒ کہا جاتا ہے۔

اس کتاب کو آپ کی زندگی ہی میں وہ مقام حاصل ہوا کہ نوّے ہزار آدمیوں نے اس کو براہِ راست آپ سے سُنا۔

امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی بھی یہ چاہتا تھا کہ آپ اس کو صحیح بخاری کا درس دیں، لیکن اس نے یہ مطالبہ کیا کہ آپ اس کے گھر آ کر اسے اور اس کے بیٹوں کو درس دیں۔
آپ کے حافظہ میں چھ لاکھ احادیث موجود تھیں جو مع متن و اسناد یاد تھیں۔ آپ کی قوتِ حفظ کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث ایسی ہیں جو میں نے بصرہ میں سُنی ہیں۔ شام میں آ کر لکھیں جو شام میں سنیں وہ بصرہ میں آ کر لکھیں۔
حاشر بن اسمٰعیل جو آپ کے ہم عصر محدّثین میں شمار ہوتے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری ہمارے ساتھ حدیث کے درس میں شریک ہوتے ہم لوگ لکھتے جاتے اور وہ کچھ لکھتے نہ تھے۔ ان کے پاس لکھنے کا کچھ سامان نہ ہوتا ہم لوگوں کو تعجّب ہوا۔ آخر ایک دن دریافت کیا کہ آپ بغیر لکھے کس طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں تو انھوں نے فرمایا "اچھا تم لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے لاؤ۔" جب ہم لوگ اپنی بیاضیں لائے تو انھوں نے ہماری بیاضوں سے پندرہ ہزار احادیث فوراً زبانی سنائیں۔ حاشر بن اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میں اسی روز سمجھ گیا کہ یہ ہونہار ہیں اور آگے چل کر کوئی بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔
غرض آپ کو چھ لاکھ احادیث حفظ تھیں جن میں سے آپ نے انتخاب کر کے اپنی صحیح کو مُرتّب کیا۔ بخاری شریف کی کل احادیث کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتّر ہے۔ ان میں سے اگر مکررات کو نکال دیا جائے تو صرف چار ہزار حدیثیں رہ جاتی ہیں۔
آپ نے اسے گوارا نہ کیا اور کہہ دیا کہ اپنے بیٹوں کو میری مجلس میں بھیج دیا کرو۔ اِس نے کہا کہ اچھا جس وقت میرے بیٹے آئیں اس وقت کوئی دوسرا طالب علم شریکِ درس نہ ہو۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ علم پیغمبرؐ کی میراث ہے اس میں ساری اُمّت شریک ہے۔ کسی کے ساتھ ترجیحی برتاؤ نہیں ہو سکتا۔ اس پر وہ ناراض ہو گیا۔ آپ نیشاپور تشریف لے آئے۔ جب وہاں کے امیر سے بھی نہ بنی تو خرتنگ آ گئے اور ایک دن تہجّد کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی "اب تیری زمین مجھ پہ تنگ ہو گئی ہے"۔ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد یکم شوال ۲۵۶ھ کو وفات پائی۔ اس طرح علمِ حدیث کا یہ آفتاب

جس نے طویل عرصہ تک مومنین کو حدیث کی روشنی دکھائی۔ باسٹھ سال کی عُمر میں غروب ہو گیا۔

عبدالواحد طوسی جو اولیائے کرام میں سے ہیں۔ انھوں نے خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ کسی کا انتظار فرمارہے ہیں دریافت کیا کس کا انتظار ہے۔ جواب دیا "محمد بن اسمٰعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں"۔ اس خواب کے کچھ عرصہ بعد جب انھیں امام بخاریؒ کی وفات کی اطلاع ملی تو انھوں نے وقتِ وفات و تاریخ دریافت کی۔ یہ وہی وقت تھا جب انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں امام بخاریؒ کا منتظر پایا تھا۔ محمد بن مروزی نے حرم شریف میں خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں:

"ابو زید کتاب شافعی کا درس کب تک دو گے، ہماری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے؟" وہ گھبرا گئے دریافت کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ پر قربان ہو آپ کی کتاب کون سی ہے"؟ فرمایا "جامع محمد بن اسمٰعیل"

کم و بیش تمام علمائے کرام نے امام صاحب کو خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ ابو حاتم الرازی کا ارشاد ہے:

"سرزمینِ خراسان نے کبھی بھی امام بخاری جیسا حافظہ والا شخص پیدا نہ کیا ہوگا اور نہ عرب و عراق میں کوئی ایسا شخص نکلا ہوگا۔"

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی ۴۴۶۔ حضرت ابن عمرؓ کی ۲۷۰۔ حضرت انسؓ کی ۲۶۸۔ حضرت ابنِ معاش کی ۲۱۷۔ حضرت عائشہؓ کی ۲۴۲۔ حضرت عمرؓ کی ۶۰۔ حضرت علیؓ کی ۴۹۔ حضرت ابوبکرؓ کی ۲۲۔ حضرت عثمانؓ کی ۹۔ ابوسفیان کی ایک اور دوسری صحابیات کی ۳۷ روایات شامل ہیں۔

۲۔ صحیح مسلم صحاح ستہ کی دوسری کتاب مسلم شریف ہے جس کے مؤلف امام مسلم ابن الحجاج القشیری نیشاپوری ہیں جو ۲۰۲ھ اور بعض کے

نزدیک سنہ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ کیونکہ آپ کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ قشیر سے تھا۔ اسی مناسبت سے قشیری کہلائے اور نیشاپور کے رہنے والے تھے اس لئے نیشاپوری کہا جاتا ہے۔

آپ بلند پایہ محدّث تھے۔ آپ کی کتاب اور امام بخاری کی کتاب کو صحیحین کہا جاتا ہے جس کے معنی دو صحیح کے ہیں اور وہ حدیث جو ان دونوں کتابوں میں پائی جائے استنباط مسائل کے سلسلہ میں اس کو مستند ترین مانا جاتا ہے۔ ایسی حدیث کو متفق علیہ کہتے ہیں۔ اگرچہ علماء کی اکثریت نے بخاری کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کہا ہے لیکن بعض افراد نے صحیح مسلم کو بخاری پر ترجیح دی ہے اور اس سلسلہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کی ترتیب الابواب زیادہ عمدہ ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں امام مسلمؒ نے اس اصول پر خاص طور پر عمل کیا ہے کہ صرف اس حدیث کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے جس کو دو تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو اور یہی شرط تبع تابعین اور بعد میں بھی پائی جائے یہاں تک کہ سلسلۂ سند ان تک پہنچا ہو۔ صحیح بخاری میں یہ پابندی اس شدّت سے نظر نہیں آتی۔ علاوہ ازیں بخاری شریف میں اہلِ شام سے بعض روایات وہاں کی کتب سے لی گئی ہیں۔ مؤلفین سے براہِ راست نہیں سنی گئیں۔ اب ایک جگہ اگر راوی کا نام ہے اور دوسرے مقام پر کنیت تو امام بخاری کو بعض جگہ مغالطہ ہو گیا ہے کہ یہ دو راوی ہیں۔ امام مسلمؒ کو ایسا مغالطہ نہیں ہوا۔ اس وجہ سے بعض حضرات نے اس کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے۔ مثلاً حافظ ابو علی نیشاپوری کا قول ہے۔

"علمِ حدیث میں روئے زمین پر صحیح مسلم سے زیادہ صحیح اور کوئی کتاب نہیں۔"

حضرت عبدالحق محدّث دہلویؒ نے احکام بیان کرنے کے سلسلے میں صرف صحیح مسلم ہی کو پیشِ نظر رکھا جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اسی کتاب کو صحیح ترین تصوّر کرتے تھے۔ بہر حال یہ چند افراد کی رائے ہے ورنہ اکثر نے صحیح بخاری ہی کو پہلا درجہ دیا ہے۔

امام بخاری کی طرح امام مسلمؒ کو بھی قدرت نے غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے تین لاکھ احادیث میں سے اپنی صحیح

کا انتخاب کیا۔ اس کی حدیثوں کی تعداد چار ہزار ہے اور اگر مکررات کو شامل کر لیا جائے تو یہ تعداد بارہ ہزار ہو جاتی ہے۔

اس کتاب میں ایسی احادیث ایسی موجود ہیں جن کے سلسلۂ سند میں امام مسلمؒ اور امام بخاری کے درمیان صرف چار واسطے ہیں۔ جن افراد سے امام مسلم نے علم حدیث حاصل کیا اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہو بہت شہرت کے حامل ہیں۔ امام مسلم نے صحیح کے علاوہ بھی متعدد کتب تصنیف فرمائیں جن میں کتاب الاسماء والکنیٰ، کتاب العلل، کتاب الواحدان، کتاب مشائخ مالک، کتاب مشائخ الثوری بہت مشہور ہیں۔

آپ بلند پایہ محدّث تھے اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے آپ سے علم حاصل کیا جن میں ابوحاتم رازیؒ، ترمذیؒ اور ابوبکر بن خزیمہؒ جیسے ذی علم افراد بھی شامل ہیں۔

آپ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو وفات پا گئے اور اگلے دن دفن کیے گئے۔

ابوحاتم رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مسلمؒ کا حال دریافت کیا۔ فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے جنّت کو میرے لئے مباح کر دیا جہاں چاہتا ہوں اس میں رہتا ہوں۔ اس کے علاوہ ابوعلی زاغوانی سے متعلق یہ واقعہ ملتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان کی مغفرت سے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے اس کا سبب مسلم شریف کے بعض اجزا بتائے۔ علماء کرام نے کتب احادیث کے جو طبقات بیان کئے ان میں طبقہ اوّل میں موطا، بخاری اور مسلم شامل ہیں۔

۳۔ جامع ترمذی

اِس کتاب کے مؤلّف امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ہیں۔ آپ دریائے جیحون سے چھ فرسخ کے فاصلے پر واقع قریہ ترمذ کے نزدیک واقع ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اور اسی مناسبت سے ترمذی کہلائے۔ ۱۷ رجب ۲۷۹ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ اس طرح ترمذ کے علاقہ کو آپ کی ذات نے شہرتِ دوام بخشی۔

امام صاحب نے متعدد کتابیں لکھی ہیں لیکن جامع ترمذی سب سے زیادہ مشہور ہے۔
یہ کتاب علمِ حدیث کی کتب کے طبقہ دوم میں شمار کی جاتی ہے۔ آپ نے علمِ حدیث کے حصول کے لئے متعدد علاقوں کا سفر کیا اور میلوں کی مسافت طے کی۔ بصرہ، کوفہ، رے، خراسان وغیرہ میں بہت سال رہے۔ اس زمانہ کے حالات پر نظر ڈالئے جبکہ ذرائع رسل و رسائل محدود اور دشوار ہیں۔ اِن حالات میں اتنے طویل سفر کرنے میں محبتِ رسول ؐ کے علاوہ اور کیا جذبہ کارفرما ہوسکتا تھا۔ آپ تقویٰ، زہد، دین داری اور خدا ترسی ہی میں بے مثل نہ تھے بلکہ غیر معمولی حافظہ کے بھی حامل تھے۔ آپ کے حافظہ سے متعلق یہ قصہ بہت مشہور ہے کہ آپ نے ایک استاد کی روایات کے دو جزو نقل کر لئے تھے لیکن سُنانے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ ایک سفر میں استاد سے ملاقات ہوگئی۔ امام ترمذی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور سوچا کہ وہ احادیث جو میں نے لکھ لی ہیں اور استاد کو نہیں سُنا سکا ہوں اس وقت سنائے دیتا ہوں۔ آپ نے استاد سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ استاد فوراً راضی ہوگئے فرمایا، اپنی تحریر کردہ احادیث نکالو! میں سناتا جاتا ہوں تم ملالو۔ اب امام صاحب نے اپنے اسباب میں لکھی ہوئی ان حدیثوں کو تلاش کیا تو وہ نہ مل سکیں۔ یونہی کاغذ لے کر بیٹھ گئے تاکہ استاد پر یہ بات ظاہر نہ ہو کہ ان کے ہاتھ میں سادہ کاغذ ہے۔ اتفاقیہ سنانے کے دوران استاد کی نظر اس کاغذ پر چلی گئی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ سادہ کاغذ ہے تو وہ ناراض ہوئے۔ اب امام ترمذیؒ کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ سارا واقعہ بیان کردیں۔ چنانچہ انھوں نے تمام صورتِ حال بتادی اور کہہ دیا کہ مجھے یہ احادیث زبانی یاد ہیں۔ استاد کو یقین کرنے میں تامل ہوا اور سُنانے کو کہا۔ امام ترمذی نے وہ احادیث سنادیں۔ شیخ بہت حیران ہوئے اور فرمایا کہ یقین نہیں کہ ایک بار پڑھنے سے تمام حدیثیں تمھیں حفظ ہوگئی ہونگی پھر انھوں نے آزمانے کی خاطر چالیس دوسری احادیث پڑھ کر سنائیں۔ امام ترمذی نے بغیر کسی غلطی کے انھیں بھی سنادیا۔
جامع ترمذی کو آپ نے فقہی ابواب کے تحت بیان کیا ہے اور ایک ہی موضوع کی احادیث کو یکجا کردیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اِس کتاب میں مکررات کم ہیں۔ امام صاحب نے ہر حدیث کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کس درجہ کی حدیث ہے مثلاً صحیح، حسن

ضعیف وغیرہ۔

اس کے علاوہ راویوں کے نام کنیت اور القاب کو بھی بیان فرمایا ہے۔ فقہائے اسلام کے مختلف مذاہب کو بھی تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی تشریح کی ہے کہ وہ کس طرح اس حدیث سے اپنے مسلک پر دلیل پیش کرتے ہیں۔ اس کتاب کو امام صاحب کی زندگی ہی میں مقبولیت حاصل ہو چکی تھی۔ جب امام صاحب اس کو مکمل کر چکے تو انھوں نے اس کو علمائے عصر کے سامنے پیش کیا۔ سب نے اس کی مدح فرمائی اور امام صاحب کی جانفشانی اور محنت کی تعریف کی۔

اس کتاب کی شرحیں اور خلاصے لکھے گئے۔ سب سے بڑی شرح عبدالرحمٰن بن احمد حنبلی نے تیار کی جو بیس جلدوں پر مشتمل تھی لیکن فساد کے دور میں یہ جلدیں نذر آتش ہو گئیں۔ اس کے علاوہ برِّ صغیر کے علمائے کرام نے اس کے اُردو ترجمے بھی شائع کئے۔ اس کتاب سے متعلق خود امام صاحب کا قول ہے:

"جس گھر میں یہ کتاب ہو اس گھر میں خود پیغمبرؐ موجود ہیں اور جو گفتگو فرما رہے ہیں۔"

محدّثین اس کتاب کے بارے میں یہ کہتے ہیں:

"مجتہد اور مقلّد دونوں کے لئے کافی ہے۔"

بعض علمائے کرام نے جامع ترمذی کی تعریف میں قصیدے لکھے ہیں جن میں علامہ قسطلانی کا قصیدہ بہت مشہور ہے۔

۴۔ سننِ ابوداؤد

صحاح ستہ میں چوتھے نمبر کی کتاب ہے اور کتب احادیث کے طبقۂ دوم کی کتاب ہے۔ اس کے مؤلف سلیمان بن اشعث ہیں۔ اِن کی کنیت ابوداؤد ہے جو اُن کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ کنیت ہی کے اعتبار سے اُن کی کتاب کو سننِ ابوداؤد کہا گیا۔ سنِ ولادت ۲۰۲ھ اور سنِ وفات ۲۷۵ھ ہے۔ آپ کی جائے ولادت میں اختلاف ہے۔ شیخ تاج الدین سبکی نے اپنی تحقیق کے مطابق یہ لکھا ہے کہ وہ سیستان میں پیدا ہوئے جو سندھ اور ہرات

کے درمیان اور قندھار کے قریب آباد تھا۔ اسی کے قریب چشت کا شہر تھا جس کی طرف برِّصغیر کے صوفیاء کا چشتی سلسلہ منسوب ہے

امام صاحب انتہائی دین دار اور متّقی شخص تھے۔ روایت میں بے انتہا محتاط تھے۔ حفظِ حدیث اور عبادتِ ریاضت میں ایک بلند مقام کے حامل تھے۔ آپ کے تذکروں میں یہ بات مذکور ہے کہ آپ اپنی ایک آستین کشادہ رکھتے اور ایک تنگ رکھتے۔ جب لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

"ایک آستین کشادہ اس لئے رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ حصّے وغیرہ رکھ سکوں لیکن دوسری آستین کو کشادہ رکھنا میں فضول خرچی سمجھتا ہوں۔"

امام ابو داؤد نے حصولِ علم کے لئے دور دراز کے علاقوں کے سفر کئے اور محدّثین سے آنحضرت ؐ کی احادیث حاصل کیں۔ علمِ حدیث کا شوق انھیں مصر، شام، عراق، خراسان کے کونے کونے میں لے گیا۔ آپ نے ۵ لاکھ کے مجموعہ میں سے یہ سنن ترتیب دی۔ اس میں چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں۔ ان میں بعض ثلاثیات بھی ہیں۔ ثلاثیات اِن احادیث کو کہا جاتا ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤلّف کتاب کے درمیان صرف تین راوی ہوں۔

امام صاحب ؒ نے احمد بن حنبل ؒ اور ابوالولید طیالسی جیسے شیوخ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں میں بلند پایہ محدّثین پیدا ہوئے جن میں ابوعلی بن لولوی ابنِ داسہ ابوبکر بن ابوداؤد، ابن الاعرابی بہت مشہور ہیں۔ آپ کے استاد امام احمد بن حنبل نے کل ایک حدیث آپ سے روایت کی ہے۔ جب امام صاحب نے تالیف کا کام مکمل کر لیا تو اس کتاب کو حضرت امام احمد بن حنبل ؒ کے سامنے پیش کیا۔ انھوں نے اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ ان کے علاوہ بھی دوسرے محدّثین نے اس کتاب کی بہت تعریف کی یہاں پر ان میں سے بعض کے اقوال بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حافظ ابوطاہر نے اس کی تعریف میں اشعار کہے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ تمام کتابوں میں سے فقیہ۔ صاحبِ بصیرت اور اس شخص کے لئے جو گناہوں سے محفوظ رہنا چاہتا ہے وہ کتاب جس کو ابوداؤد نے ثواب کے لئے

تالیف کیا ہے۔

۲۔ ابراہیم حربی نے یہ الفاظ بیان کئے "حضرت ابوداؤد کے لئے حدیث کا علم اللہ تعالٰے نے ایسے ہی نرم کردیا تھا جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے دستِ مُبارک میں لوہا نرم کردیا تھا"

۱۔ یحییٰ بن ذکریا کہا کرتے تھے۔

اصل اسلام کتاب اللہ وستونِ اسلام سنن ابی داؤد

اسلام کی بنیاد کتاب اللہ ہے اور اسلام کا ستون سنن ابی داؤد ہے۔

۴۔ حسن بن محمد ابراہیم ازدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّمسک بِالسُّنَنِ فَلْیَقْرَا سنن ابی داؤد۔

جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ سنّت میں تمسک کرے اس کو چاہیئے کہ سنن ابی داؤد پڑھے۔

امام ابی داؤد نے خود اپنی کتاب کے بارے میں یہ فرمایا کہ اس میں چار احادیث ایسی ہیں جو عقلمندوں کے لئے کفایت کرتی ہیں گویا جس نے ان پر عمل کیا اس نے گویا پورے دین پر عمل کرنے کی شہادت دے دی۔ ان احادیث میں اساسی اصول بتائے گئے ہیں۔ وہ چار حدیثیں یہ ہیں۔

۱۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

۲۔ ایک شخص کے اسلام کے اچھا ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ بے کار باتوں کو چھوڑ دے۔

۳۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۴۔ حلال اور حرام بالکل واضح ہیں۔ ان کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں۔ جو شخص

ان مشتبہات سے بچ گیا اس نے اپنا دین بھی بچا لیا اور آبرو بھی بچا لی۔ اس کتاب کے تین نسخے بہت مشہور ہیں۔

۱۔ نسخہ لؤلؤی

۲۔ نسخہ ابنِ داسہ

۳۔ نسخہ ابن الاعرابی۔

نسخہ لؤلوئی بلادِ مشرق میں اور نسخہ ابنِ داسہ بلادِ مغرب میں مشہور ہے۔ ان نسخوں کے مضامین میں کوئی خاص فرق نہیں۔ برّصغیر میں نسخہ لؤلوئی ہی رائج ہے۔ نسخہ ابن الاعرابی ان دونوں نسخوں سے کافی مختلف ہے۔

مختلف علماء نے سنن ابی داؤد کی شرحیں لکھی ہیں۔ علامہ قطب الدین عینی نے اسکی شرح چار جلدوں میں لکھی ہے۔ شیخ ولی الدین نے اس کے ایک حصّہ کی تشریح سات جلدوں میں تحریر کی ہے۔ برّصغیر کے علمائیں مولانا شمس الحق، مولانا خلیل احمد، مولانا محمود الحسن اور مولانا رفیع الدین نے اسکی شرحیں لکھی ہیں۔ عربی شرحوں کے علاوہ اردو میں بھی ان کتابوں کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

امام صاحب کے کمالِ علمی علمِ حدیث میں محنت وجانفشانی، تقویٰ، پرہیزگاری کا ذکر اکثر علماء نے کیا ہے۔ حضرت موسیٰ بن ہارون جو امام ابوداؤد ہی کے دور سے تعلق رکھتے ہیں ان کے بارے میں کہتے ہیں:

"ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنّت کے لئے پیدا کئے گئے"

۵۔ سننِ نسائی

یہ صحاح ستہ کی پانچویں کتاب ہے۔ اس کے مؤلّف حضرت احمد بن شعیب ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمن تھی۔ آپ خراسان کے ایک شہر نساء میں ۲۱۴ھ میں متولّد ہوئے اور اسی لئے آپ کو نسائی کہا گیا۔

آپ نے پندرہ سال کی عمر میں علمِ حدیث حاصل کرنا شروع کیا۔ آپ کے سب سے پہلے

شیخ بلخ کے مشہور محدث امام قتیبہ بن سعید بغلانی تھے۔ امام صاحب نے ایک سال دو ماہ تک ان سے فیض حاصل کیا بعد میں طالب علمی کے سلسلہ میں متعدد سفر کیئے۔ آپ بلادِ اسلامیہ جو اس دور میں علم کے مرکز شمار کئے جاتے تھے مثلاً عراق، شام، مصر، خراسان اور جزیرہ حجاز وغیرہ تشریف لے گئے۔ جہاں جہاں علم کی تشنگی بجھانے کا سامان تھا وہاں گئے اور سیراب ہوئے۔

آپ انتہائی خوش پوشاک اور خوش خوراک تھے۔ سبز دوشالہ پسند کرتے تھے۔ کھانے میں مرغ پسند فرماتے تاہم عبادت و ریاضت میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ محمد بن مظفر نے یہ بیان کیا ہے "میں نے مصر کے تمام علمأ و مشائخ کو پایا کہ وہ امام نسائی کی عبادت و ریاضت جو شب و روز جاری رہتی، کی تعریف کیا کرتے تھے۔" آپ نے تمام عمر اسی طرح گزاری کہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔

آپ نے پہلے سننِ کبریٰ تالیف فرمائی (یہ نسخہ ابن الاحمر کی روایت سے مروی ہے) جب امیر الملہ نے اس کتاب کو دیکھا تو سوال کیا کہ اس کی تمام حدیثیں صحیح ہیں؟ آپ نے جواب دیا اس میں ہر قسم کی حدیثیں ہیں تو اس نے کہا کہ آپ ایسی کتاب تیار کر دیں جس میں صرف صحیح حدیثیں ہوں چنانچہ امام صاحب نے اپنی سننِ کبریٰ میں سے صحیح حدیثوں کا انتخاب کر کے سننِ صغریٰ تالیف کی۔ آج کل اسی نسخہ کو سننِ نسائی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ کتاب مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے اور اس کے راوی مشہور محدث ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن الدینوری ہیں جو ابن السنی کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

امام صاحب کی حق گوئی اور بے باکی مشہور ہے اور آپ کی وفات کا واقعہ آپ کی حق گوئی کی اعلیٰ مثال ہے۔ آپ نے اپنی کتاب مناقب مرتضوی مکمل کی تو آپ چاہتے تھے کہ اسے جامع مسجد میں سنائیں۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں پر خوارج بڑی تعداد میں تھے اور ان کا وہاں کافی زور تھا۔ امام صاحب نے یہ کتاب پڑھنا شروع کی۔ ابھی آپ تھوڑا سا ہی پڑھ پائے تھے کہ کسی نے سوال کیا "آپ بڑے محدث ہیں امیر معاویہ کی تعریف میں بھی کچھ بیان کیجئے۔" سوال کے لہجہ سے آپ کو سائل کی نیت کا اندازہ ہو گیا تھا ویسے بھی آپ اہلِ شام کے

نظریات سے واقف تھے۔ آپ نے جواب میں کہہ دیا "امیر معاویہ کے بارے میں کیا پوچھتے ہو۔ اگر ان کی نجات ہو جائے تو کیا یہ تمھارے خوش ہونے کے لئے کافی نہیں"۔

پس پھر کیا تھا لوگ ایک دم بھڑک اُٹھے اور چاروں طرف سے آپ پر لوٹ پڑے۔ اس بُری طرح مارا کہ آپ نیم جاں ہو گئے۔ اس حالت میں آپ کو گھر لایا گیا۔ فرمایا مجھے مکہ معظمہ پہنچا دو تاکہ میرا انتقال مکہ یا اس کے راستہ میں ہو۔ چنانچہ آپ کو مکہ لے جایا گیا وہاں آپ نے صفر ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ صفا اور مروہ کے درمیان دفن کئے گئے۔ بعض روایتوں میں ملتا ہے کہ رملہ کے شہر میں انتقال ہوا اور بعد میں آپ کی میت مکہ معظمہ لائی گئی۔

بہر حال آپ کی وفات جس دردناک انداز سے ہوئی اس سے اصول اور حق کے لئے آپ کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔

۶۔ سننِ ابنِ ماجہ

یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے اور کتب حدیث میں طبقہ سوم میں شامل ہے۔ اس کے مؤلف ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی ربعی ہیں۔ قزوین ایک شہر کا نام ہے اور ربیعہ عرب کے کئی قبیلوں کا نام تھا۔ انہی میں سے کسی ایک قبیلہ سے آپ کا تعلق تھا۔ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ ماجہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔ آپ انہی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ امام ابنِ ماجہ نے علمِ حدیث کے حصول کے لئے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، مدینہ، شام، مصر وغیرہ کے سفر کئے۔ بلند پایہ محدثین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حدیث سے متعلق شاید ہی کوئی ایسا فن ہو جس میں آپ نے اچھی مہارت حاصل نہ کی ہو۔

سننِ ابنِ ماجہ کے پندرہ سو ابواب ہیں اور چار ہزار احادیث ہیں۔ جب ابنِ ماجہ اس کو مکمل کر چکے تو انھوں نے اسے امام ابو زرعہ رازی کے سامنے پیش کیا۔ انھوں نے اس کتاب کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس کی مدح فرمائی۔ فرمایا "میں سمجھتا ہوں اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی تو حدیث کی موجودہ تصنیفات یا ان میں سے اکثر بیکار ہو کر رہ جائیں گی یعنی کوئی بھی ان کی جانب متوجہ نہ ہو گا۔"

اِس کتاب میں تکرار نہیں ہے۔ ترتیب انتہائی عمدہ ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اختصار اور حسنِ ترتیب کے اعتبار سے شاید ہی کوئی کتاب اس کی ہمسر ہو۔ اس کتاب میں ثلاثیات کافی ہیں۔ ثلاثیات سے وہ احادیث مراد ہیں جن میں مصنّفِ کتاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تین واسطے ہوں۔

سننِ ابنِ ماجہ کی متعدد شرحیں لکھی جاچکی ہیں۔ حافظ مغلطائی نے جو شرح لکھی وہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ امام سیوطی کی شرح کا نام مصباح الزجاجہ ہے۔ اس کے علاوہ ابراہیم بن حلبی، شیخ کمال الدین بن موسیٰ اور شیخ سراج الدین شافعی نے اس کی شرح لکھی۔ برِصغیر کے علمأ میں سے شیخ ابوالحسن سندھی بن عبدالہادی اور شاہ عبدالغنی دہلوی نے عربی شرح لکھی اِس کے علاوہ اس کتاب کا اُردو ترجمہ بھی موجود ہے۔

اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ صحاح ستہ میں سننِ ابنِ ماجہ کو شامل کیا جائے یا نہیں۔ علمأ کے ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ صحاح ستہ میں سننِ ابنِ ماجہ کی جگہ دارمی یا موطا امام مالکؒ کو ہونا چاہیئے اور اس کے لئے وہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ سننِ ابنِ ماجہ میں بعض ایسی روایات ہیں جن کی سند ضعیف ہے لیکن علمائے کی اکثریت نے صحاح میں اس کتاب کو رکھا ہے اور اس کو درس میں شامل کیا گیا ہے۔ صحاح ستہ میں شامل کرنے والے سب سے پہلے عالمِ اسلامیہ ابوالفضل بن طاہر مقدسی ہیں۔ اس کے بعد سے آج تک یہ تمام بلاد کے درس میں رائج ہے کہ علمِ حدیث کا طالب علم اس فن کی باریکیوں کو سمجھ سکے اور صحیح اور غلط میں امتیاز قائم کر سکے۔

فتنۂ وضعِ حدیث

گزشتہ ابواب میں فتنۂ وضع حدیث کا ذکر کیا گیا اور بتایا گیا کہ جھوٹی احادیث کا بھی ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ چنانچہ محدّثین نے انتھک محنت اور جانفشانی سے دشمنانِ دین کی اِن کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ اب ضروری ہے کہ فتنۂ وضع حدیث کو وضاحت سے بیان

کر دیا جائے۔

اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اور مسلمانوں کی قوت کمزور کرنے کے لئے جن مختلف تحریکات نے جنم لیا۔ اِن میں فتنۂ وضع حدیث بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے دَور میں پیدا ہوا جبکہ باغیوں کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے کہ انھوں نے اتنی عظیم الشان سلطنت کے خلیفہ کو انتہائی بے دردی سے قتل کر ڈالا۔ اسی زمانہ میں دین کی ایک اہم بنیاد پر کاری ضرب لگانے کے لئے بعض ایسے افراد پیدا ہوئے جنھوں نے جھوٹی حدیثیں وضع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیں۔

اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ فتنۂ وضع حدیث خود دَورِ نبویؐ میں شروع ہو چکا تھا اور اس میں منافقین بہت سرگرم تھے۔ اس قسم کے واقعات موضوعات سے متعلق کتب میں موجود ہیں۔ یہ واقعہ کافی مشہور ہے کہ لیث کے قبیلہ میں ایک شخص آیا اِس کے جسم پر ایک مخصوص حلہ تھا۔ اس نے کہا یہ لباس مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچایا ہے تاکہ تم میں قاضی بن کر فیصلہ کیا کروں۔

قبیلہ کے افراد نے رسولِ خداؐ کی خدمت میں آدمی بھیجا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا وہ شخص اللہ کا دشمن ہے اور اس نے جھوٹ بولا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آدمی بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ اگر تم اس کو زندہ پاؤ تو قتل کر دو اور اگر مردہ پاؤ تو جلا دو۔" تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ وہ شخص اس قبیلہ کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا چونکہ انھوں نے نکاح کا پیغام قبول نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اب وہ اس ترکیب سے شادی کرنا چاہتا تھا۔

بہر حال اس قسم کے واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ کاذبین نے دورِ نبویؐ ہی میں احادیث وضع کرنا شروع کر دی تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے اور ان کے جھوٹ کی پول کھل جاتی تھی۔

دورِ نبویؐ کے بعد شیخین کا دَور آتا ہے۔ اِن لوگوں نے تقلیل روایت پر عمل کیا۔ حضرت عمرؓ کے دَور میں لوگ کثرت سے روایت کرتے تو ان کو کوڑوں کی سزا ملتی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت جن حالات میں ہوئی اور ان کے بعد جو فتنے منظرِ عام پر آئے اِن میں فتنۂ

وضع حدیث بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ محدّثین نے قبولِ حدیث کے سخت ترین معیار مقرر کئے اور ہر ایک کی روایتیں قبول نہیں کیں۔ اس سلسلے میں سیکڑوں واقعات موجود ہیں۔

حضرت ابنِ عبّاسؓ کا طرزِ عمل

بشیر بن کعب العدوی حضرت ابنِ عبّاسؓ کے پاس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب احادیث منسوب کر کے بیان کرنے لگے۔ لیکن حضرت ابنِ عبّاسؓ نے ان کی جانب کوئی توجہ نہ دی۔ انھیں حیرت ہوئی اور حضرت ابنِ عبّاسؓ سے پوچھا کہ میں رسول اللہ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور آپ اس قدر عدم توجہی برت رہے ہیں۔ اس پر حضرت ابنِ عبّاسؓ نے یہ جواب دیا:

"ایک وہ زمانہ تھا کہ جب کوئی شخص قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا تو ہماری نگاہیں فوراً اس کی جانب اُٹھ جاتیں اور ہم اپنے کانوں کو اس طرف جھکا دیتے۔ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب احادیث اس دَور میں منسوب کر کے بیان کرتے تھے کہ جب جھوٹی احادیث ان کی طرف نسبت کر کے بیان کرنے کا رواج نہیں ہوا تھا لیکن اب جبکہ ہر کس و ناکس سرکش و غیر سرکش (اونٹ) پر سوار ہونے لگے ہم نے حدیث کا بیان کرنا ترک کر دیا۔" ایک روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ ہم صرف ان لوگوں سے حدیث قبول کرتے ہیں جن کو ہم پہچانتے ہیں۔ اس واقعہ سے وضع حدیث کے فتنہ اور صحابہ کی احتیاط کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

وضع حدیث کے اسی فتنہ کے باعث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اپنے دَور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ وہ آنحضرتؐ کی احادیث کو بیان کریں تاکہ لوگ غلط اور صحیح میں تمیز کر سکیں، یہ امر بالکل واضح ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس حدیث کا جو علم تھا وہ چشم دید واقعات پر مبنی تھا لہٰذا حضرت علیؓ کی روایتوں کے مقابلہ میں ان موضوعات کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے۔

سوید بن غفلہ جو تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ انھوں نے حضرت علیؓ کے پاس

آکر یہ بیان کیا کہ میں ابھی ایک مقام سے آرہا ہوں جہاں چند آدمی یہ بحث کر رہے تھے کہ آپ کی رائے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں اچھی نہیں ہے، لیکن تقاضۂ مصلحت آپ اس کو ظاہر نہیں کرتے۔

سوید بن غفلہؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ اس مجمع میں عبداللہ بن سبا بھی تھا۔ حضرت علیؓ نے اس موقع پر بے ساختہ یہ الفاظ ادا فرمائے:

"مجھے اس کالے خبیث سے کیا تعلق معاذاللہ میں ان دونوں کے بارے میں سوائے اچھی بات کے کچھ اور کہوں"

اس طرح غلط روایات کے مقابلہ میں جو صحیح ذخیرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس موجود تھا آپ نے اس کی اشاعت فرمائی تاکہ سچ اور جھوٹ کی تمیز ہو جائے۔ اس کے علاوہ تمام محدثین نے روایت اور درایت کے اصولوں کی اشاعت کی اور ان کو زیادہ وسعت دی۔ اس سلسلہ میں انھوں نے حدیث کو جانچنے کے لئے مختلف علوم ایجاد کئے۔ یہاں تک کہ موضوعاتی احادیث کی بھی کتابیں لکھ دیں۔ امام ابو یوسف کو بیس ہزار موضوعات یاد تھے۔ محدثین میں وہ اہل بصیرت حضرات موجود تھے کہ جو اصلی اور موضوع کو بآسانی پہچان لیتے۔ چنانچہ خلیفہ کے سامنے جب ایک کاذب کو پیش کیا گیا اور حاکم وقت نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس وقت اس نے کہا۔

"آپ مجھے تو قتل کر دیں گے لیکن میری ان چار ہزار احادیث کا کیا کریں گے جو میں وضع کر کے رائج کر چکا ہوں"

اسے جواب دیا گیا کہ جب تک شیخ عبداللہ بن مبارک اور شیخ ابو اسحاق جیسے محدثین زندہ ہیں موضوعات کا ایک حرف برقرار نہیں رہے گا۔

وضع حدیث کے اسباب

جب ہم واضعین حدیث کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں دو گروہ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں ایک وہ جنھوں نے دانستہ دین کو نقصان پہنچانے کے لئے احادیث وضع کیں۔ دوسرے

وہ سادہ لوح علماء تھے جنھوں نے اس کو ثواب اور اجر کا کام سمجھ کر حدیثیں وضع کیں۔
ضروری ہے کہ اِن تمام گروہوں کا مختصر جائزہ پیش کر دیا جائے۔

۱۔ مختلف فرقوں نے اپنے اپنے خیالات کی تائید میں احادیث وضع کیں۔ مثلاً فرقہ زناوقہ نے چودہ ہزار احادیث وضع کیں لیکن ان سے اتنا خوف نہ تھا۔ کیونکہ عوام ان کی زندلقیت اور گمراہی سے واقف تھے۔

بعض گروہوں نے مخالف گروہوں کے خیالات کو رَدّ کرنے کے لئے اور اپنے نظریات کی حمایت کے لئے احادیث وضع کیں۔ مہلب بن ابی صفرہ نے خارجیوں کو رَدّ کرنے کیلئے اور عوانہ بن الحکم نے بنی اُمیّہ کی تائید میں احادیث وضع کیں۔ فرقۂ کرامیہ کے لوگوں نے عوام کو ڈرانے کی خاطر حدیثیں وضع کیں۔

اِس طرح ان کا مقصد یہ تھا کہ اپنے فرقہ کی حقانیت کے لئے جواز فراہم کریں۔ مسند انس بصری۔ کتاب القضاعی۔ کتاب العروس وغیرہ موضوعات سے پُر ہیں۔

۲۔ بعض قصاص نے بھی احادیث وضع کیں حالانکہ اِن کا تقرّر مسجدوں میں وعظ اور تبلیغ کے لئے کیا گیا تھا تاکہ فجر اور مغرب کی نمازوں کے بعد لوگوں میں حدیث اور دین کے مسائل بیان کریں۔ رفتہ رفتہ وہ نوبت آئی کہ بعض قصاص عوام کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے حدیثیں وضع کرنے لگے۔ ان سے ان کا مقصد تقریر کو رنگین بنانا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ عوام پر ان کی سحر بیانی کا اثر زیادہ ہوتا۔ اس طرح اِن قصاص نے جن قصّوں کو گھڑ کر رسول اللہؐ کی جانب منسوب کیا تھا عوام نے ان پُر لطف داستانوں میں زیادہ دلچسپی ظاہر کی اور بآسانی قبول کر لیا اور بلند پایہ مبلّغین و محدّثین کے حلقۂ درس میں جانے کے بجائے وہ ان قصاص کی تقریروں میں آنے لگے۔ محدّث ابنِ عون نے لکھا ہے "کوفہ کی مسجدوں میں اعلیٰ مرتبت علماء کے حلقۂ درس میں تو گنتی کے طلبہ شرکت کرتے لیکن ان قصاص کی تقریروں میں اتنا مجمع ہوتا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ ملتی"۔

چنانچہ امام مالک بن انس نے مسجدِ نبویؐ میں ان کا داخلہ بند کر دیا۔ اسی طرح بغداد کی مسجدوں میں بھی اِن کی تقریروں پر پابندی لگ گئی۔

۳۔ بعض لوگوں نے صرف خود غرضانہ مقاصد کے لئے اور مالی منفعت کی خاطر احادیث وضع کیں۔ وہ عوام کے جذبات برانگیختہ کرکے ان سے روپیہ وصول کرتے۔ ایک دفعہ دو آدمیوں نے آپس میں سمجھوتہ کرلیا۔ ایک نے حضرت علیؓ کے مناقب بیان کئے اور شیعوں سے پیسے وصول کئے، دوسرے نے ابوبکر صدیقؓ کے فضائل بیان کئے۔ اس طرح اُس نے خوارج سے رقم حاصل کی۔

۴۔ بعض ایسے افراد بھی تھے کہ جنھوں نے حکام کی سرگرمیوں کو جائز اور شرعی قرار دینے کے لئے احادیث وضع کیں۔ اُموی دَور میں قصاص کا تقرّر کیا گیا تھا جن کی ذمہ داری یہ تھی کہ لوگوں کے قلوب میں حکام اور سلاطین سے متعلق اچھی آراء قائم کریں۔ یہ گروہ اس فرض کی ادائیگی میں اتنا آگے بڑھا کہ حدیثیں وضع کرڈالیں۔ غیاث بن ابراہیم نخعی ایک دفعہ خلیفہ مہدی کے دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ مہدی نے اپنی تفریح کے لئے ایک کبوتر پال رکھا تھا جو اس وقت موجود تھا۔ غیاث بن ابراہیم سے کہا گیا کہ امیر المومنین کو کوئی حدیث سنایئے۔ غیاث نے فوراً ایک فرضی سند کے ساتھ یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقابلہ صرف تیر، اونٹ، گھوڑے اور پرندے میں جائز ہے۔ مہدی نے اسے درہموں سے بھری ہوئی تھیلی دے دی اور اس کے جانے کے بعد کہا "میں شہادت دیتا ہوں کہ اس نے یہ حدیث میری وجہ سے وضع کیا ہے" چنانچہ اس نے کبوتر کو ذبح کرادیا۔

۵۔ بعض بے وقوف علمائے نے محض سادگی میں حدیثیں وضع کرڈالیں اور اس کا مقصد صرف ترغیب و ترہیب تھا۔ مثلاً کسی گناہ پر بہت زیادہ عذاب یا کسی نیکی پر بہت زیادہ ثواب سے متعلق احادیث وضع کی گئیں۔ میسرہ ابنِ عبدربہ نے کہا:

> "میں نے تو اس وجہ سے حدیثیں وضع کیں کہ لوگ خوف سے زہد و پرہیزگاری اختیار کریں۔"

مثلاً حضرت نوح بن مریم نے مشہور محدّثین کی صحبتیں اُٹھائی تھیں۔ ان کی علمیت اور قابلیت کا اعتراف کیا جاتا تھا اور وہ خلیفہ منصور کے دَور میں مرو کے قاضی بھی رہے

تھے، لیکن انھوں نے قرآن کریم کی مختلف سورتوں کے فضائل سے متعلق احادیث وضع کرلیں اور خود اس بات کا اقرار کیا کہ انھوں نے حدیثیں صرف لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے وضع کی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کو دشمنوں سے زیادہ دوستوں نے نقصان پہنچایا اور جیسا کہ فارسی کی ضرب المثل ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہے۔ ان سادہ لوح علماء نے اپنی نادانی سے وہ کام کیا جو دشمن بھی نہ کر سکے۔

۴۔ چونکہ عوام کے دل میں رسول اللہؐ سے جو عقیدت لگاؤ تھا وہ ظاہر ہے۔ لہٰذا جہاں بھی حدیث جاننے والے نظر آتے ان کی بے انتہا قدر و منزلت کی جاتی۔ حتّٰی کہ فرمانرواؤں کو بھی اس قدر و منزلت پر رشک آتا تو بعض لوگوں نے محض دنیوی عزّت اور جاہ و منصب کی خاطر حدیثیں وضع کیں۔

محدّث ابن جوزی ابوجعفر بن محمد طیالسی سے روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن معین نے ایک میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد انھوں نے دیکھا کہ ایک واعظ کھڑا ہوا اور حدیث بیان کرنے لگا۔ "مجھے احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے حدیث سنائی انھوں نے عبدالرزاق سے اس نے معمر سے اس نے قتادہ سے اس نے انس سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لا اِلٰہ اِلّا اللہ کے الفاظ کہتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہر لفظ پر ایک پرندہ تخلیق کرتا ہے جو سونے کی چونچ اور مرجان کے پر رکھتا ہے"۔ غرض اس ضمن میں اس واعظ نے بیس اوراق سنا دیئے۔

امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جو اس محفل میں موجود تھے۔ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ امام صاحب نے یحییٰ سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث اس کو سنائی تھی؟ وہ بولے خدا کی قسم! یہ تو میں نے خود ابھی سنی ہے۔ ختم کرنے کے بعد واعظ نے نذرانے لینے شروع کئے تو یحییٰ بن معین نے اس کو اپنے پاس بلایا وہ یہ سمجھا کہ یہ بھی کچھ عطیہ دیں گے۔ یحییٰ نے پوچھا کہ یہ حدیث تم نے کس سے سنی؟ وہ بولا احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن معین سے۔ اس پر انھوں نے کہا کہ میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں۔ ہم لوگوں

نے تو یہ حدیث آج تک نہیں سُنی اس پر وہ بولا میں نے سُنا تھا کہ یحییٰ بے وقوف ہیں آج اس کی تصدیق ہو گئی۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ کے علاوہ اور کوئی یحییٰ اور احمد نہیں۔ سترہ یحییٰ اور احمد ہیں جن سے میں نے روایت کی ہے۔ یہ کہہ کر وہ ان لوگوں کا مذاق اُڑاتا ہوا چل دیا۔

ابوحاتم ایک واعظ کا قصہ بیان کرتے ہیں جس میں اس نے خود وضع حدیث کا اعتراف کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں گیا جہاں نماز کے بعد ایک شخص کھڑا ہوا اور یہ حدیث بیان کرنا شروع کی "مجھے امام ابوحنیفہؒ نے یہ حدیث سُنائی اس نے ولید سے اس نے شعبہ سے اس نے قتادہ سے اور اس نے حضرت انسؓ سے سُنا پھر اس نے ایک حدیث بیان کی"۔ جب اس کی تقریر ختم ہوئی تو میں نے اس کو بلا کر پوچھا کیا تو نے کبھی ابوحنیفہ کو دیکھا وہ بولا نہیں، میں نے کہا پھر ان کی طرف منسوب کر کے روایت کیوں کرتے ہو۔ اس پر اس نے کہا ہم سے جھگڑنا بے مروّتی ہے۔ مجھے تو یہ سند یاد ہے اور کوئی بھی حدیث اس سند کے ساتھ لگا دیتا ہوں۔

اوپر جن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحیح احادیث کے ساتھ جھوٹی حدیثیں بہت بڑی تعداد میں منظرِ عام پر آ گئیں۔ چنانچہ صحابہؓ و تابعینؒ نے انتہائی احتیاط سے کام لیا اور محدّثین نے کسی بھی حدیث کے قبول کے وقت اس کا متن الفاظ، پیغام وغیرہ کو پیش نظر رکھا۔ یہ بھی غور کیا جاتا کہ وہ قرآن، حدیث صحیح عقلِ انسانی یا مشاہدہ کے خلاف ہوتیں یا ان کے اندر رکاکت لفظی پائی جاتی تو ان کو ردکر دیا جاتا۔ اسی مقصد کے لئے مختلف علوم حدیث ایجاد کئے گئے۔ اس کے علاوہ بعض حکومتوں نے بھی واضعینِ حدیث کو سخت سزائیں دیں اور ان لوگوں کے ساتھ سخت رویّہ اختیار کیا۔ مثلاً خلیفہ مہدی سے مقاتل بن سلیمان نے کہا میں تمھارے لئے حدیث وضع کر دوں تو خلیفہ نے اس شخص کو جواب دیا "مجھ کو اس کی ضرورت نہیں"۔ ہارون رشید نے ایک وضاع کو قتل کرا دیا۔ محمد بن سلیمان جو کوفہ کے گورنر تھے انھوں نے ابن ابی العوجاء کو قتل کرا دیا۔

علومِ حدیث

گزشتہ صفحات میں یہ بات کہی گئی ہے کہ محدثین نے احادیث کو جانچنے کے لئے مختلف علوم ایجاد کئے اور ان کے اصولوں پر پوری اُترنے والی حدیثوں کو قبول کیا۔یہاں پر ضروری ہے کہ ان علوم کا مختصر جائزہ پیش کر دیا جائے۔

ا۔علمِ اسماء الرّجال

اِس میں راویانِ حدیث کے حالاتِ زندگی، ان کا حسب و نسب، تاریخ ولادت، تاریخِ وفات، ان کا حافظہ ذکاوت وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ حدیث روایت کرنے والا کیسا شخص ہے۔

نصِ قرآنی اِس علم کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی۔ سورۃ الحجرات کی آیت میں یہ الفاظ حقِ تعالیٰ نے بیان فرمائے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ

(سورۃ الحجرات ۔۶)

اے ایمان والو جب کوئی فاسق تمہیں کوئی خبر دے تو اس کی تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ نادانستگی میں بے گناہ کو ستاؤ۔

امام شعبہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس علم کے اصول و ضوابط مقرر کئے۔ ان کے بعد یحییٰ بن سعید قطان اور ابنِ سعد نے اس علم پر کتابیں تحریر کیں۔ اس سے متعلق امام احمد بن حنبل، شیخ یحییٰ بن معین، شیخ علی بن المدینی کی تصانیف بھی موجود ہیں۔ جب ہم علم اسماء الرجال کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم آئمہ کو خراجِ تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنھوں نے اَن تھک محنت اور کاوش سے راویوں کے حالات معلوم کئے اور اس سلسلہ میں وہ کسی کی عبادت، ریاضت اور حیثیت وغیرہ سے مرعوب نہ ہوئے بلکہ جو راوی

ان کے قواعد اور اُصولوں پر پورا نہ اُترا اس کی حدیث قبول نہیں کی۔

اس لئے کہ علم اسماء الرجال کے تحت راویوں کا پیشہ، حافظہ، دیانت، عدالت، بیماری صحت وغیرہ کو قلمبند کیا گیا مثلاً اگر کوئی راوی آخری عمر میں نسیان کے مرض میں مبتلا ہوا تو اس کی آخری دَور کی مرویات کو قبول نہیں کیا گیا غرضیکہ محدّثین کا یہ وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس نے غلط احادیث کا سدِّباب کر دیا۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ پیش ہے۔ خلیفہ کے دربار میں خیبر کے یہود نے ایک دستاویز پیش کی اور یہ بتایا کہ اس کو آنحضرتؐ نے تحریر کروایا ہے۔ دستاویز کا مضمون یہ تھا کہ خیبر کے یہود کو جزیہ اور بیگار معاف ہے۔

حکومتِ وقت کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اس کو صحیح سمجھ کر قبول کر لیا جائے، لیکن جب یہ دستاویز محدّثین کے سامنے پیش کی گئی تو انھوں نے اس کو رد کر دیا اور اس پر مندرجہ ذیل دلائل بیان کیے۔

۱۔ اس پر سعد بن معاذ کی گواہی ہے جو غزوہ خیبر سے قبل وفات پا چکے ہیں۔

۲۔ کاتب کا نام معاویہ بن ابی سفیان لکھا ہے وہ اس وقت مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔

۳۔ جزیہ ان کو معاف کیا جاتا ہے جو اسلام کے دوست ہوں جبکہ خیبر کے یہود اسلام کے دشمن تھے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیگار کا رواج نہیں تھا۔ اس لئے بیگار معاف ہونے کا سوال ہی نہیں۔

۵۔ پانچویں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جزیہ کا حکم اس وقت تک نازل ہی نہیں ہوا تھا۔

ایسے اور اس قسم کے سیکڑوں واقعات موجود ہیں جہاں محدّثین نے جعلی احادیث کو رد کر دیا۔ اسماء الرجال کے فن کی ایجاد محدّثین کا وہ کارنامہ ہے کہ ڈاکٹر اسپرنگر بھی ان کو خراجِ تحسین پیش کیے بغیر نہ رہ سکا۔

"کوئی قوم دنیا میں نہ ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جسکی بدولت آج پانچ لاکھ انسانوں کا حال معلوم کیا جا سکتا ہے۔"

۲۔ اُصولِ درایت

علم اُصولِ درایت کے تحت حدیث کے نفسِ مضمون سے بحث کی جاتی ہے اور عقل و شعور و مشاہدہ کی روشنی میں حدیث کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے۔ اس پر صحابہ کرام ہی کے دور میں عمل شروع ہو چکا تھا۔ اگرچہ اس دور میں باقاعدہ کتاب فنِ درایت پر مُرتّب نہیں کی گئی۔ دورِ صحابہ میں درایت پر عمل کی بہت سی مثالیں موجود ہیں مثلاً حضرت عمرؓ کے دور میں یہ مسئلہ پیش آیا کہ طلاق بائن کے بعد عورت کو سکونت کا حق ہے یا نہیں۔

قرآنِ کریم میں واضح ارشاد ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ

عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو

یعنی عدّت گزرنے تک وہ گھر میں رہے۔ جب دورِ فاروقی میں یہ مسئلہ سامنے آیا تو فاطمہ بنتِ قیس نے اپنی مثال پیش کی کہ جب اِن کو طلاق ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حقِ سکونت سے محروم کر دیا تھا۔ یہاں پر فاطمہ بنت قیس کا بیان نصِ قرآنی کے مطابق نہ تھا تو اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے یہ الفاظ فرمائے۔

"ہم ایک عورت کے کہنے پر قرآن کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتے۔ خدا جانے اس نے یاد بھی رکھا یا وہ بھول گئی۔"

جب حضرت عائشہؓ کے علم میں یہ بات آئی تو انھوں نے فرمایا کہ فاطمہ بنت قیس کو گھر سے منتقل ہونے کا حکم آنحضرتؐ نے اس وجہ سے دیا تھا کہ ان کا گھر ایک ویران مقام پر تھا لہٰذا ان کا رہنا مناسب نہ تھا۔

غرضیکہ علم درایت کے تحت ماہرینِ فنِ حدیث کے مضمون کو جانچتے اور پرکھتے ہیں۔ اِس کے لئے ایک خاص مہارت کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدّثین نے بہت سی حدیثوں کو رد کر دیا۔ اس سلسلہ میں ماہرین کا کہنا ہے:

"حدیث کا نور دن کے نور کی طرح ہے جس کو تم پہچانتے ہو اور موضوع حدیثیں رات کے اندھیرے کی مانند ہیں جو تمھیں ناگوار معلوم ہوتا ہے۔"

محدّثین و ماہرین نے درایت کے سو سے زیادہ اُصول مُرتّب کئے ہیں۔ یہاں پر اہم اُصولوں کو بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ جو حدیث نصِ قرآن کے خلاف ہو صحیح نہیں۔
اس لئے کہ خود قرآنِ کریم فرما رہا ہے۔

اِتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ

۲۔ جو حدیث حدیث متواتر کے خلاف ہو وہ صحیح نہیں۔

۳۔ وہ حدیث جو عقل کے خلاف ہو کہ خود قرآنِ کریم نے مختلف مقامات پر عقل سے کام لینے کی تاکید کی ہے مثلاً

یَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ

رجس انہی پر ہے جو عقل سے کام نہیں رکھتے

یہاں پر عام عقل انسانی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ حدیث جس کو ماہرین فن یہ بتائیں کہ اس کا مضمون عقلِ انسانی سے اپیل نہیں کرتا۔

۴۔ وہ حدیث جو کسی مشہور تاریخی واقعہ کے خلاف ہو۔ یعنی ایسا تاریخی واقعہ جس کی صحت تواتر سے ثابت ہو کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔

البتہ ان کے احوال سے اپنا احوال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو

۵۔ وہ حدیث جو مشاہدات کے خلاف ہو۔

۶۔ وہ حدیث جو اجماع قطعی کے خلاف ہو جیسا کہ ارشاد ہے:

"لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃ"

میری اُمّت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی

۷۔ جس حدیث میں معمولی نیکی پر بہت زیادہ ثواب یا معمولی گناہ پر غیر معمولی عذاب کا بیان کیا گیا ہو۔

۸۔ جس حدیث میں دنیا سے اس قدر الگ رہنے کی تاکید کی گئی ہو کہ انسان فطرتاً اس پر عمل نہ کر سکے۔

۹۔ اگر کسی حدیث کا راوی ایسے مضمون کو بیان کرے جس کا وہ حامی ہے تو اس میں یہ اندیشہ ہے کہ اپنے خیالات کی تائید اور دوسرے کے عقائد و تصوّرات کی تردید میں تو وضع نہیں کی گئی۔

۱۰۔ جس حدیث کا راوی خود یہ اقرار کرے کہ اس نے وضع کی ہے۔

۱۱۔ وہ حدیث جو حسیات کے خلاف ہو۔

۱۲۔ حدیث میں رکاکتِ لفظی پائی جائے جو عربی قواعد کے معیار سے گری ہوئی ہو۔

۱۳۔ حدیث میں رکاکتِ معنوی ایسی پائی جائے کہ وہ نبوت کے وقار کے منافی ہو۔

۱۴۔ حدیث میں کوئی ایسا معاملہ پیش کیا گیا ہو کہ اگر وہ حقیقتاً واقع ہوتا تو اس کے راویوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی لیکن صرف وہی چند راوی اس کو روایت کر رہے ہیں۔

۱۵۔ کوئی حدیث کسی ایسے واقعہ کو بیان کرے کہ جو مختلف طریقوں سے مروی ہو لیکن نفسِ مضموں میں یکسانیت نہیں اور معنوں میں مغائرت پائی جائے۔

علمِ روایت

علمِ روایت کے تحت یہ جانچا جاتا ہے کہ راوی کیسا آدمی ہے۔ اس کے اور آنحضرت ص

کے درمیان کتنے واسطے ہیں۔ سلسلۂ سند متصل ہے یا نہیں۔ روایت لفظی ہے یا معنوی ہے۔ راویوں کی عدالت جرح و تعدیل کی مہارت اور غیر معمولی قوتِ حافظہ پر بھی زور دیا ہے۔ چنانچہ ایسے بھی بعض افراد تھے جن کی دینداری اگرچہ مسلّم تھی لیکن ان کی روایت کو قبول نہیں کیا گیا۔

یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

"بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جن پر ہم لاکھوں روپے سے متعلق تو بھروسہ کر سکتے ہیں لیکن علمِ حدیث سے متعلق ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔"

عبداللہ بن مبارک عباد بن کثیر کی پرہیزگاری اور عبادت و ریاضت کی تعریف کیا کرتے تھے لیکن ان کی روایتِ حدیث کے قبول کرنے کی ممانعت کرتے تھے

ابو زناد کا قول ہے:

"میں نے مدینہ منوّرہ میں سنکڑوں ایسے افراد کو دیکھا ہے کہ جن پر علمِ حدیث سے متعلق اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا (ان کے کمزور حافظہ کے باعث)۔"

حدیث کے سلسلہ سند کے ہر راوی کو جانچا اور پرکھا گیا۔ اس کی اہم شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ راوی سچا ہو اور اس پر پوری عمر میں کبھی جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔ اگر کبھی جھوٹ بولنا ثابت ہوا تو اس کی روایت قابلِ قبول نہیں۔

۲۔ راوی ثقہ اور دیانت دار ہو۔

۳۔ اس کا حافظہ اور ذہانت مسلّم ہو۔ نسیان کا عارضہ نہ ہو۔

۴۔ روایتِ حدیث میں غیر معمولی احتیاط سے کام لیتا ہو۔

۵۔ راوی مجہول الحال نہ ہو، یعنی اس کے حسب و نسب، ولادت وفات، پیشہ، صحت، مرض وغیرہ سب حالات محدّثین کے علم میں ہوں۔

۶۔ سلسلۂ سند متصل ہو۔

۷۔ جس راوی سے اس نے حدیث سُنی ہے اس وقت وہ شعور کے سِن میں ہو اور

اس کی شیخ سے ملاقات بھی ثابت ہو صرف ہمعصر ہونا کافی نہیں۔

۸۔ گناہِ صغیرہ سے بھی پرہیز کرتا ہو۔

۹۔ جس راوی پر سلسلۂ سند ختم ہو رہا ہو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو یا آپ کا وہ عمل دیکھا ہو یا اس واقعہ کے پیش آنے پر وہ خود موجود رہا ہو وغیرہ۔

علمِ جرح وتعدیل

اس علم کے تحت راویوں کے محاسن و معائب بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کی وجوہات سے بحث کی گئی ہے۔

بعض علمائے کرام نے جرح وتعدیل کے فن پر کتابیں تحریر کیں۔ اس سلسلہ میں ابنِ سعد زہری بصری کی کتاب انتہائی جامع ہے اور پندرہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ امام بخاریؒ نے اس فن پر تین تاریخیں مرتب کیں۔ حسین بن علی کرابیسی نے مدلسین پر کتاب لکھی۔ نسائی اور ابن الجوزی نے ضعیف اور متروک راویوں پر کتب تحریر کیں۔ سوائے نبیؐ کے کوئی شخص بھی معصوم نہیں کسی سے بھی لغزش سرزد ہو سکتی ہے۔ چنانچہ محدثین نے اسی مقصد کے تحت راویوں پر جرح کی ہے۔ البتہ اس جرح میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بعض لوگ ایک چیز کو خوبی قرار دیتے ہیں مگر دوسرے اسکو وہ اہمیت نہیں دیتے۔ ایک بات ایک ہی ذریعہ سے دو مختلف محدثین تک پہنچی۔ ایک اس ذریعہ کو معتبر قرار دیتا ہے یا ایک محدث جب کسی راوی سے ملا ہو اس وقت وہ تندرست ہو اور بعد میں جب دوسرے محدث کی اس سے ملاقات ہوئی تو اس وقت وہ نسیان یا سہو کے عارضہ میں مبتلا ہو وغیرہ بہرحال جرح کا مقصد کسی کے رتبہ کو گھٹانا نہیں بلکہ یہ سبب نبی کریمؐ کی احادیث میں احتیاط کا تقاضا تھا اور وہ احتیاط کے اس مقام پر تھے کہ حضرت ابوایوب سختیانی نے امام حسن بصری پہ جرح کی ہے۔

علم الناسخ والمنسوخ

اس علم کے تحت یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون سی حدیث ناسخ ہے اور کون سی حدیث منسوخ ہے اس لئے بعض اوقات اسلام کے آغاز کے دور میں آپؐ نے ایک حکم ارشاد فرمایا۔ بعد میں جب مسلمانوں کا شعور بیدار ہوگیا اور قدیم اعتقادات ذہن سے محو ہوگئے تو دوسرا حکم دیا۔ مثلاً زیارتِ قبور کے سلسلہ میں یہ حدیث ملتی ہے۔ شروع میں اسکی ممانعت تھی مگر بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔

ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُوْرُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ

میں تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا۔ اب تم قبور کی زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

ایک دوسری حدیث ہے:

"میں نے تمھیں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ جمع کرنے سے منع کیا تھا اب اجازت ہے جتنا چاہو کھاؤ۔"

ابن الجوزی، محمد بن موسیٰ حازمی اور احمد بن اسحاق دیناری نے ناسخ و منسوخ احادیث پر کتب تحریر کیں۔

چنانچہ ناسخ و منسوخ کے علم میں احادیث کے علل و اسباب اُن کی شانِ نزول اور پس منظر وغیرہ پر بحث کی جاتی ہے۔

علم غریب الحدیث

اس کے تحت حدیث کے نامانوس الفاظ سے بحث کی جاتی ہے کہ محاورۂ عرب کے لحاظ سے ان کا مطلب کیا ہے۔ وہ مخصوص الفاظ کس پس منظر میں استعمال ہوئے حدیث میں وہ کس مفہوم کو پیشِ نظر کرتے ہیں۔ اُس دور میں ان کا کیا مطلب لیا جاتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

علمِ طبقات الحدیث

اس کے تحت یہ جانچا جاتا ہے کہ حدیث کس درجہ کی ہے اور راوی کس درجہ کے ہیں۔ اس سلسلہ میں حدیث کی مختلف قسمیں قرار دی گئی ہیں جیسے :

متواتر وہ حدیث ہے جسے ہر دَور میں اتنے راوی روایت کریں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔

حدیث مشہور وہ ہے جس کے راوی ہر دَور میں کم از کم تین رہ گئے ہوں۔

حدیث عزیز وہ ہے جس کے راوی دو پائے جائیں۔

حدیث غریب یا خبر واحد وہ حدیث ہے جس کا راوی کسی دَور میں تنہا رہ جائے۔

اسی طرح محدّثین نے ان کی مزید تقسیمات کی ہیں۔

علم تطبیق الحدیث

اس کے تحت ان احادیث سے بحث کی جاتی ہے جن کے مفہوم میں بظاہر تناقض نظر آتا ہو۔ یعنی وہ احادیث جو متناقض معلوم ہوتی ہوں۔ ان کے مضامین میں مطابقت قائم کی جائے۔ مطلق کو مقیّد کیا جائے۔ اس علم کو مختلف الحدیث بھی کہا جاتا ہے۔ اس فن پر امام شافعیؒ نے تصنیف شروع کی مگر وہ اس کو مکمل نہ کر سکے۔ بہرحال ان کے بعد دوسرے بزرگانِ دین نے اس فن پر کام کیا جن میں ابن ِقتیبہ اور ابن الجوزی شامل ہیں۔

غرض یہ اور اس قسم کے مختلف علوم ایجاد کیے گئے اور محدّثین نے صحیح حدیثوں کو غلط حدیثوں سے ہمیشہ کے لئے الگ کر دیا۔ غیر مسلموں تک نے مسلمانوں کی اس کوشش اور محدّثین و ائمہ کی اس جانفشانی کا اعتراف کیا۔ "لائف آف محمدؐ" میں

سر ولیم میور نے لکھا ہے:

"ابتدائی دور کے مسلمانوں کے لئے اِس اوّل شخص کے قول و فعل کے علاوہ گفتگو کا کیا مضمون ہو سکتا تھا۔ وہ شخص جو اس فاتح قوم کو وجود میں لایا اور جس نے ان کے ہاتھ میں دنیا اور آخرت کی کنجیاں دیں۔"

کتبِ حدیث کے طبقات

آج کرۂ ارضی پر حدیث کی بے شمار کتابیں موجود ہیں جو مختلف زمانوں میں لکھی گئیں جن کے مصادر طبقہ اور مرتبہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ چنانچہ استنباط مسائل کے سلسلہ میں ان کو یکساں مقام نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا علماء کرام نے حدیث کی کتابوں کو چار طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

طبقۂ اوّل:۔ اس میں صحیح بخاری۔ صحیح مسلم اور موطا مالک شامل ہیں۔ ان کتابوں میں جو احادیث ہیں وہ متواتر حسن اور صحیح ہیں۔

طبقۂ دوم:۔ اس میں جامع ترمذی۔ سنن ابی داؤد۔ مسند احمد بن حنبل اور سنن نسائی شامل ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض ضعیف حدیثیں بھی ملتی ہیں لیکن متاخرین نے ان کتابوں کو قبولِ عام کی سند دے دی۔

طبقۂ سوم:۔ طبقۂ سوم کی کتابوں میں ضعیف حدیثیں بڑی تعداد میں نظر آتی ہیں۔ مسند ابن ابی شیبہ، مسند طیالسی۔ طحاوی وغیرہ اسی طبقہ میں ہیں۔ ان کتابوں سے استفادہ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ وہی علماء ان سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو علمِ حدیث میں مہارت رکھتے ہوں جنھوں نے اس علم کی تحصیل میں عمر گزار دی ہو۔

طبقۂ چہارم:۔ اس طبقہ میں جو کتابیں آتی ہیں ان پر محدّثین اعتماد نہیں کرتے۔ اس لئے کہ وہ قصّہ گو واعظوں، غیر محتاط مؤرّخین اور اصحاب بدعت سے سُن کر لکھی گئی ہیں۔ مثلاً ابو الشیخ کی تصانیف۔ ابنِ مردویہ اور ابن شاہین وغیرہ۔

کُتبِ حدیث کی مُختلف قسمیں

۱۔ صحیح

صحیح سے ایسی کتابِ حدیث مراد ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث ہوں چنانچہ صحاح میں چھ کتابیں بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائیؒ اور ابنِ ماجہ شامل ہیں۔ البتّہ بعض علماء کو ابنِ ماجہ پر اختلاف ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ ضعیف حدیثیں ہیں وہ اس کی جگہ امام مالکؒ کی موطا کو صحاح میں شامل کرتے ہیں۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی اس میں دارمی کو لاتے ہیں۔ ان کتابوں میں سے ہر ایک میں کم درجہ کی حدیثیں بھی مل جائیں گی لیکن غلبۂ صحت کی بناء پر انھیں صحاح کہا گیا ہے۔

۲۔ مسند

مسند سے حدیث کی ایسی کتاب مراد لی جاتی ہے جس میں حدیثیں صحابہ کرام کے ناموں کی ترتیب سے یا ان کی دینی خدمت کے لحاظ سے یا حسب ونسب کے اعتبار سے جمع کی جائیں۔ اس سلسلہ میں پہلی کتاب مسند ابوداؤد طیالسی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا مسند تمام مسانیہ میں جامع سمجھا جاتا ہے۔

۳۔ جامع

وہ کتاب جو حدیث کے تمام ابواب پر مشتمل ہو۔ محدّثین کے خیال کے مطابق وہ ابواب یہ ہیں۔ باب العقائد، باب الاحکام، باب الرقاق، باب آداب الطعام الشراب، باب التفسیر التاریخ والسیر، باب السفر والقیام والقعود، باب الفتن، باب المناقب، ان آٹھوں ابواب کو محیط کرنے والی کتابیں جامع بخاری، جامع ترمذی وغیرہ ہیں۔

۴۔ معجم

اس سے حدیث کی ایک ایسی کتاب مراد ہے جس میں حروفِ تہجّی کی ترتیب کے مطابق شیوخ اور قبائل کے ناموں کے لحاظ سے حدیثیں بیان کی جائیں۔ اس

سلسلہ میں طبرانی کی مُعجم کبیر اور مُعجم متوسط بہت مشہور ہیں۔

۵۔ مستدرک

اس سے حدیث کی ایک ایسی کتاب مراد ہے جس میں وہ احادیث ہوں جو کسی مصنّف کی شرائط کے مطابق ہوں مگر اس کی اپنی کتاب میں نہ پائی جائیں۔ امام حاکم کی مستدرک علی الصحیحین بہت مشہور ہے۔

۶۔ مستخرج

ایک ایسی کتاب جس میں مؤلّف کسی کتاب کی حدیثوں کو کتاب کے جامع ہونے کے علاوہ سند سے روایت کرے اور وہ سند مصنّف کتاب کے شیخ کے ساتھ اوپر جا کر مل جائے۔ مختلف مستخرجات لکھی گئیں مثلاً مستخرج ابی بکر اسماعیلی علی البخاری، مستخرج ابی اعوانۃ علی مسلم، مستخرج ابی علی طوسی علی الترمذی وغیرہ۔

۷۔ جزء

اس سے حدیث کی ایسی کتاب مراد ہے کہ جس میں ایک ہی صحابی یا راوی کی مرویات ہوں یا ایک ہی موضوع سے متعلق احادیث یکجا کر دی گئی ہوں مثلاً جزء فی قیام اللیل للمروزی

متنِ حدیث

باب ۳

کتاب الایمان

ایمان کا بیان

(۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِسْلَامِ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِيْمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِحْسَانِ ۔ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنْ أَمَارَاتِهَا قَالَ أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ أَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَ

رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَرَوَاهُ اَبُوْهُرَيْرَةَ مَعَ اِخْتِلَافٍ وَفِيْهِ وَاِذَا رَاَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوْكَ الْاَرْضِ فِيْ خَمْسٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الْاٰيَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید تھے، بال نہایت سیاہ اس پر سفر کا کوئی اثر نہ تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو جانتا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے اور عرض کیا "محمدؐ اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمائیے"۔ آپؐ نے فرمایا "اسلام یہ ہے کہ تو اس امر کا اعتراف کرے اور شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور (پھر) تو نماز کو ادا کرے، زکوٰۃ دے، رمضان کے روزے رکھے اور خانہ کعبہ کا حج کرے، اگر تجھ کو زادِ راہ میسّر ہو"۔ اس شخص نے (سن کر) عرض کیا آپؐ نے سچ فرمایا۔ ہم لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ شخص دریافت بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا ایمان کی حقیقت بیان فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر کی بھلائی پر (یقین) ایمان رکھ۔ یہ سُن کر اس شخص نے کہا۔ آپؐ نے سچ فرمایا۔ پھر پوچھا احسان کے متعلق کچھ فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت اس طرح یعنی یہ سمجھ کر کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے (یعنی اس کے حضور میں حاضر ہے) اور ایسا نہ ہو (یعنی اتنا حضورِ قلب نہ ہو) تو اتنا ضروری ہے گویا خدا تجھ کو

دیکھ رہا ہے۔ پھر اس شخص نے پوچھا قیامت سے آگاہ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا قیامت کے متعلق میرا علم تم سے زیادہ نہیں۔ پھر دریافت کیا۔ قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک تو یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک یا آقا کو جنے گی (یعنی کثرت سے بچے پیدا ہوں گے جو اپنی ماؤں کے آقا و مالک بنیں گے) اور دوسری نشانی یہ کہ برہنہ پا، برہنہ جسم مفلس وفقیر اور بکریاں چرانے والے لوگوں کو تو (عالی شان) مکانات و عمارات میں فخر و غرور کی زندگی بسر کرتے دیکھے گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "عمرؓ! تم اس سائل کو جانتے ہو؟" میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ شخص جبرئیلؑ تھے جو تم کو تمہارا دین سمجھانے آئے تھے۔ (مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے جو حدیث منقول ہے اس حدیث میں چند الفاظ کا اختلاف ہے یعنی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تو برہنہ پا برہنہ جسم بہروں اور گونگوں کو زمین کا بادشاہ دیکھے۔ (اور یہ الفاظ بھی ہیں کہ) پانچ باتوں کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ الخ یعنی قیامت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے کہ کب ہوگی اور یہ بھی خدا ہی کو معلوم ہے کہ بارش کب ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

(۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ ۱۔ اس امر کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ خدا کے بندے اور رسول ہیں ۲۔ نماز پڑھنا ۳۔ زکوٰۃ دینا ۴۔ حج کرنا اور ۵ رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری و مسلم)

(۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ستر سے اوپر شاخیں ہیں ان سب میں سے بہتر اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب سے کم درجہ کا ایمان کسی تکلیف واذیت دینے والی چیز کا راستہ سے دور کرنا ہے اور شرم وحیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۴) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَی اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَلِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے مسلمان محفوظ و مامون ہوں اور مہاجر وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا ہو جن سے خدا نے منع فرمایا۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں، اور مسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مسلمانوں میں سب سے اچھا کون شخص ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

(بخاری و مسلم)

(۵) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ بِھِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوٰھُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَّا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَمَنْ یَّکْرَہُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں اس کو ایمان کا مزا اور لطف حاصل ہوگا۔ ۱۔ وہ شخص جو خدا اور رسولؐ کو سب سے زیادہ عزیز و محبوب رکھتا ہو ۲۔ وہ شخص جو بندہ سے صرف خدا کی خوشنودی و رضامندی کے لیے محبت کرے ۳۔ وہ شخص جس کو خدا نے کفر کی تاریکی سے نکال کر اسلام کی نورانیت عطا فرمائی ہو اور وہ پھر کفر کی طرف واپس جانا ایسا ہی برا جانتا ہو کہ اس کو آگ میں ڈال دیا جائے۔

(بخاری و مسلم)

(۶) وَعَنِ الْعَبَّاسِؓ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔ (رَوَاہُ الْمُسْلِمُ)

حضرت عباس بن عبد المطلب سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے خدا کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمدؐ کو اپنا رسول مان لیا، اس نے ایمان کا مزا چکھ لیا۔ (مسلم)

(٧) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا یَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یَھُوْدِیٌّ وَّلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ اِلَّا کَانَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ۔ (رَوَاہُ الْمُسْلِمُ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اس امت میں سے جو شخص بھی خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی میری (رسالت کی) خبر کو سُنے اور خدا کا جو پیغام میں لایا ہوں اس پر ایمان نہ لائے اور مر جائے وہ یقیناً دوزخی ہے۔ (مسلم)

(٨) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَھُمْ اَجْرَانِ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِیِّہٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَّالْعَبْدُ الْمَمْلُوْکُ اِذَا اَدّٰی حَقَّ اللّٰہِ وَحَقَّ مَوَالِیْہِ وَرَجُلٌ کَانَتْ عِنْدَہٗ اَمَۃٌ یَطَاھَا فَاَدَّبَھَا فَاَحْسَنَ تَادِیْبَھَا وَعَلَّمَھَا فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمَھَا ثُمَّ اَعْتَقَھَا فَتَزَوَّجَھَا فَلَہٗ اَجْرَانِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کو دوہرا اجر یا دوگنا ثواب ملے گا۔ ١۔ اہل کتاب کو جو پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا اور پھر محمدؐ پر۔ ٢۔ اس غلام کو جو کسی کی ملکیت میں ہو اور خدا کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کے حق کو بھی ادا کرتا رہے۔ ٣۔ اس شخص کو جس کے پاس کوئی لونڈی ہو وہ اس سے مباشرت بھی کرتا ہو اور اس کو ادب بھی سکھاتا ہو پھر وہ اس کو اچھی طرح ادب سکھا کر اور اچھی تعلیم دے کر (یعنی علم دین سکھا کر) آزاد کرے اور اس سے نکاح کر لے اس کو بھی دو اجر ملیں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا اَنَّ مُسْلِمًا لَّمْ يَذْكُرْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑوں جب تک کہ وہ اس امر کا زبان سے اقرار نہ کریں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور پھر وہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پھر جب وہ ایسا کرنے لگیں تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچالیں گے اور صرف اسلام کا حق ان پر رہے گا اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم میں اس حدیث کے اندر الفاظ "اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ" یعنی ان پر اسلام کا حق رہے گا، کا ذکر نہیں ہے۔

(۱۰) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِىْ ذِمَّتِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہماری جیسی نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارے ذبح کیے ہوئے (جانور کو) کھائے وہ مسلمان ہے اور خدا اور خدا کے رسولؐ کے عہد و امان میں ہے۔ پس خدا نے جس کو اپنی امان میں لیا ہے تم اس کے عہد کو نہ توڑو (یعنی اس شخص کو نہ ستاؤ کہ اس سے خدا کا عہد ٹوٹ جائے گا (بخاری)

(۱۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتٰی اَعْرَابِیٌّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّی الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَآ اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا شَیْئًا وَّلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ آپؐ مجھے کوئی ایسا عمل (کام) بتلائیے کہ میں اس کو کروں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کی عبادت کر، کسی کو اس کا شریک نہ بنا، فرض نماز کو ادا کر، فرض زکوٰۃ کو ادا کر اور ماہِ رمضان کے روزے رکھ۔ دیہاتی نے یہ سُن کر کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نہ تو اس پر کچھ زیادہ کروں گا اور نہ اس میں کچھ کم۔ جب وہ اعرابی چلا گیا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنے کی (عزّت و) مسرّت حاصل کرنا چاہے وہ اس شخص (اعرابی) کو دیکھ لے۔" (بخاری و مسلم)

(۱۲) وَعَنْ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِّیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَّآ اَسْاَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ غَیْرَكَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ (رَوَاهُ الْمُسْلِمُ)

حضرت سفیانؓ بن عبداللہ ثقفی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اسلام کے متعلق مجھے کوئی ایسی بات بتلا دیجئے کہ پھر آپؐ کے بعد اس کے متعلق کسی سے کچھ دریافت نہ کروں اور ایک روایت میں یہ الفاظ

ہیں کہ پھر آپ کے بعد کسی سے یافت نہ کروں۔ آپ نے فرمایا ' زبان اور دل ' سے اس امر کا اقرار کر کہ میں خدا پر ایمان لایا اور پھر اس اعتراف پر قائم رہ۔ (مسلم)

(۱۳) وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ الرَّجُلُ إِنْ صَدَقَ۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نجد کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے سر کے بال پریشان تھے اس کی آواز تو ہمارے کانوں میں آتی تھی لیکن بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ (جب) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گیا تو ہم نے سنا کہ وہ فرائض اسلام کو دریافت کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رات اور دن میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔ اس نے عرض کیا۔ ان کے سوا بھی مجھ پر کچھ نمازیں فرض ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر نفل (نمازیں) پڑھنے کا تجھ کو اختیار ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ماہِ رمضان کے روزے (فرض) ہیں۔ اس نے کہا کچھ اور

روزے بھی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مگر نفلی روزوں کا تجھ کو اختیار ہے۔ طلحہؓ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ اس نے پوچھا' اس زکوٰۃ کے سوا مجھ پر کچھ اور فرض ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر صدقہ نفل کا تجھ کو اختیار ہے۔ طلحہؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ (نجدی) یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ خدا کی قسم میں نہ تو اس پر کچھ زیادہ کروں گا۔ اور نہ کچھ اس سے کم کروں گا۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر اس شخص نے سچ کہا ہے تو کامیاب ہوگیا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ الْقَوْمُ اَوْمَنِ الْوَفْدُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ اَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰی قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ اَنْ نَّاْتِيَكَ اِلَّا فِی الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَیُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَّرَاءَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَاَلُوْهُ عَنِ الْاَشْرِبَةِ فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ وَّنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ اَحْفَظُوْهُنَّ وَاَخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَّرَاءَكُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ الْبُخَارِی)

حضرت ابنِ عباس رضؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ عبد القیس کی ایک جماعت آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؐ نے دریافت فرمایا یہ جماعت یا وفد کون سے قبیلہ کا ہے؟ ان لوگوں نے عرض کیا ہم قبیلۂ ربیعہ میں سے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تمھاری جماعت یا وفد کو مرحبا، نہ تو تم (کبھی) رُسوا ہو اور نہ پشیمان۔ ان لوگوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور آپؐ کے درمیان چونکہ قبیلہ مُضر کے کفار حائل ہیں اس لیے ہم جلد جلد حاضر نہ ہو سکے۔ صرف اشہرِ حرام (ذیقعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں حاضر ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اس لیے آپؐ ہم کو (حق و باطل میں) فیصلہ کن احکام و ہدایات سے متمتع فرمایئے تاکہ ان لوگوں کو ہم ان سے آگاہ کر دیں جن کو ہم گھروں پر چھوڑ آئے ہیں اور ان پر عمل کرنے سے ہم جنّت میں داخل ہو جائیں۔ اس کے بعد ان لوگوں نے پینے کے برتنوں کے متعلق ہدایات طلب کیں۔ آپؐ نے اس جماعت کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے منع فرمایا۔ چنانچہ آپؐ نے ان کو خدا پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ تم جانتے ہو ایک خدا پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی خوب جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، خدا پر ایمان لانے کا مطلب ہے، اس اَمر کی شہادت دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصّہ دینا۔ پھر آپؐ نے ان کو چار قسم کے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا (یعنی) لاکھ کیے ہوئے برتنوں، مرتبان یا ٹھلیوں سے کدّو کے برتنوں سے، درختوں کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے بنائے ہوئے برتنوں سے اور رال کیے ہوئے برتنوں سے اس کے بعد آپؐ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا ان باتوں کو یاد رکھو اور ان لوگوں کو آگاہ کر دو جن

کو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو (یعنی گھروں پر) (بخاری و مسلم)

(اس حدیث کے الفاظ بخاری کے ہیں)

(۱۵) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِىْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِىْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِى الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعتِ صحابہؓ کو جو آپؐ کے گرد جمع تھی (مخاطب کر کے) فرمایا اس امر پر مجھ سے بیعت کرو (یعنی میرے سامنے اس بات کا عہد کرو) کہ تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے کسی پر خود ساختہ بہتان نہ باندھو گے اور نیک کاموں میں نافرمانی نہ کرو گے پس جس شخص نے تم میں سے (اپنے) اس عہد کو پورا کیا۔ اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے اور جس نے اس کے کچھ خلاف کیا اور دنیا میں اُس کو اس کی سزا مل گئی تو یہ سزا اس کا کفارہ ہے اور جس نے ان میں سے کچھ باتوں کے خلاف عمل کیا اور خدا نے اس کی پردہ پوشی کی تو اس کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ خواہ اس کو معاف کر دے خواہ اس کو سزا دے۔ عبادہؓ بن صامت کہتے ہیں کہ ہم سب لوگوں نے اس پر

بیعت کی۔ (بخاری و مسلم)

(۱۶) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ اِلَی الْمُصَلّٰی فَمَرَّ عَلَی النِّسَآءِ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّیْ اُرِیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَا رَاَیْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِیْنٍ اَذْھَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدٰکُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِیْنِنَا وَعَقْلِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلَیْسَ شَھَادَۃُ الْمَرْاَۃِ مِثْلُ نِصْفِ شَھَادَۃِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذٰلِکَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِھَا قَالَ اَلَیْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذٰلِکَ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِھَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ عیدِ قربان یا عیدِ فطر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کو تشریف لے گئے اور عورتوں کے ایک گروہ کے قریب سے گزرتے ہوئے آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا "اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ اور خیرات کرو کیونکہ مجھ کو یہ دکھایا گیا ہے کہ تم میں سے اکثر دوزخی ہیں"۔ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سبب؟ آپ نے فرمایا تم لعن وطعن بہت کرتی ہو، خاوند کی ناشکری کرتی ہو اور تم میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے ہوشیار مرد کو بیوقوف نہ بنا دیتی ہو اور اس کی عقل ضائع نہ کر دیتی ہو۔ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین اور عقل میں کیا نقصان (اور کمی) ہے؟ آپ نے فرمایا کیا ایک عورت کی گواہی مرد کے مقابلہ میں آدھی نہیں ہے؟

عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ٹھیک ہے آپؐ نے فرمایا یہ تو تمھاری عقل کا نقصان ہے اور جب تم حیض کی حالت میں ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہو اور نہ روزہ رکھ سکتی ہو عورتوں نے عرض کیا یہ بھی درست ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ تمھارے دین کا نقصان ہے۔ (بخاری و مسلم)

(١٧) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَذَّبَنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِیْبُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لِّیْ كُفُوًا اَحَدٌ وَفِیْ رِوَایَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ لِیْ وَلَدٌ وَسُبْحَانِیْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوندِ بزرگ و برتر نے فرمایا ہے کہ آدمؑ کا بیٹا مجھ کو جھٹلاتا ہے اور یہ اس کے شایاں نہیں اور مجھ کو بُرا کہتا ہے اور یہ اس کے لیے مناسب نہیں اور وہ مجھ کو جھٹلاتا اور کہتا ہے کہ جس طرح خدا نے مجھ کو پیدا کیا ہے وہ مرنے کے بعد اسی طرح مجھ کو دوبارہ ہرگز زندہ نہ کرے گا حالانکہ اس کا پہلی بار پیدا کرنا مجھ کو دوبارہ پیدا کرنے کی نسبت زیادہ آسان ہے اور اس کا بُرا کہنا یہ ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ خدا نے اپنا بیٹا بنایا ہے (جیسا کہ مسیحی حضرت عیسٰیؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں) حالانکہ میں یکتا و تنہا اور بے پرواہ ہوں نہ مجھ کو کسی نے جنا اور نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ کوئی میرا کفو (یعنی ہمسر مساوی اور برابری کے لائق) ہے اور حضرت ابن عباسؓ

سے جو روایت منقول ہے اس میں یہ الفاظ منقول ہیں کہ انسان کا مجھ کو بُرا کہنا یہ ہے کہ وہ میری نسبت یہ کہتا ہے کہ خدا کا بیٹا ہے حالانکہ میں بیوی یا بیٹا بنانے سے پاک ہوں۔ (بخاری)

(۱۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یُؤْذِیْنِی ابْنُ اٰدَمَ یَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ بِیَدِیَ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدم علیہ السلام کا بیٹا (یعنی انسان) زمانہ کو بُرا کہہ کر مجھ کو تکلیف دیتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہی ہوں میرے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ میں ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

(۱۹) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰی اَذًی یَّسْمَعُهٗ مِنَ اللّٰهِ یَدْعُوْنَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ یُعَافِیْهِمْ وَیَرْزُقُهُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اذیت رساں باتوں کو سن کر بہت صبر کرنے والا خدا کے سوا کوئی نہیں کہ لوگ خدا کے لیے بیٹا قرار دیتے ہیں (وہ سنتا ہے، صبر کرتا ہے اور) پھر ان کو عافیت سے رکھتا اور رزق دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲۰) وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی حِمَارٍ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ اِلَّا مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ یَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یَّعْبُدُوْهُ وَلَا یُشْرِكُوْا بِهٖ

شَيْئًا وَّحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں گدھے کے اُوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا اور آپؐ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور میرے اور آپؐ کے درمیان صرف زین کی لکڑی تھی۔ اس حالت میں آپؐ نے فرمایا معاذؓ تو جانتا ہے بندوں پر خدا کا اور خدا پر بندوں کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی اس سے خوب واقف ہے۔ آپؐ نے فرمایا بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا پر بندوں کا حق یہ ہے کہ جو شخص اس کی ذات میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے وہ اس کو عذاب نہ دے۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں لوگوں کو اس کی اطلاع کر دوں (کہ وہ سن کر خوش ہو جائیں) آپؐ نے فرمایا (نہیں) ایسا کرنے سے لوگ سست ہو جائیں گے اسی پر بھروسہ کر لیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ (حضرت معاذؓ نے گنہگار ہونے کے خیال سے مرنے کے وقت اس حدیث کو بیان کر دیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

(۲۱) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے نزدیک میں (یعنی حضورؐ) باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(بخاری و مسلم)

(۲۲) وَعَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِیْفُہٗ عَلَی الرَّحْلِ قَالَ یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ قَالَ یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ قَالَ یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ ثَلٰثًا قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِہِ النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا قَالَ اِذًا یَّتَّکِلُوْا فَاَخْبَرَ بِھَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِہٖ تَاَثُّمًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار تھے اور معاذؓ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے آپ نے فرمایا "معاذؓ"! معاذؓ نے عرض کیا میں حاضر ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں (تین مرتبہ) آپ نے فرمایا جو شخص سچے دل سے اس امر کی شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ اس پر خداوند تعالیٰ دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ معاذؓ کہتے ہیں (یہ سُن کر میں نے عرض کیا) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس سے لوگوں کو خبردار کر دوں کہ وہ اس بشارت کو سُن کر وہ خوش ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا (نہیں) یہ سن کر اسی پر بھروسہ کر لیں گے مرنے کے وقت گنہگار ہونے کے خیال سے معاذؓ نے اس حدیث کو بیان کر دیا تھا۔ (بخاری ومسلم)

(۲۳) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ ثَوْبٌ اَبْیَضُ وَھُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَیْتُہٗ وَقَدِ اسْتَیْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذٰلِکَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ

سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ وَکَانَ اَبُوْذَرٍّ اِذَا حَدَّثَ بِھٰذَا قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِیْ ذَرٍّ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ (اس وقت) سفید کپڑا اوڑھے ہوئے سو رہے تھے میں واپس چلا گیا۔ دوبارہ حاضر ہوا تو آپؐ جاگ رہے تھے۔ آپؐ نے (مجھ کو دیکھ کر) فرمایا جس شخص نے (سچے دل سے) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا (یعنی زندگی کے آخری لمحہ تک اس عقیدہ میں تبدیلی نہ ہوئی) تو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا خواہ وہ شخص زنا اور چوری کرے؟ آپؐ نے فرمایا خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ شخص زانی ہوا ور چوری کرے؟ آپؐ نے فرمایا اگرچہ وہ زانی ہو اور چوری کرے۔ میں نے پھر (تیسری مرتبہ) عرض کیا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے، ابوذرؓ کی ناک خاک آلود ہو۔ ابوذرؓ جب اس حدیث کو بیان کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ بھی کہ "ابوذرؓ کی ناک خاک آلود ہو" بیان کرتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

(۲۴) وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَھِدَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّ عِیْسٰی عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ وَابْنُ اَمَتِہٖ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ وَالْجَنَّۃُ وَالنَّارُ حَقٌّ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ عَلٰی مَا کَانَ مِنَ الْعَمَلِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جو شخص اس امر کی گواہی دے (یعنی خلوصِ دل کے ساتھ زبان سے اقرار کرے)
کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمدؐ خدا
کے بندے اور خدا کے رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰؑ خدا کے بندے، خدا کے رسول، خدا
کی لونڈی کے بیٹے اور خدا کا کلمہ ہیں جن کو خدا نے مریمؑ کی جانب ڈالا اور خدا
کی بھیجی ہوئی روح ہیں اور یہ کہ بہشت اور دوزخ حق ہیں، خدا اس شخص کو جنّت
میں داخل کرے گا خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ (بخاری و مسلم)

(۲۵) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقُلْتُ ابْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلَاُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَمِيْنَهٗ فَقَبَضْتُ يَدِيْ
فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَمْرُو قُلْتُ اَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ بِمَاذَا قُلْتُ
اَنْ يُّغْفَرَ لِيْ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ
وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہؐ) آپؐ اپنا ہاتھ پھیلائیے کہ میں آپؐ
کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں (یعنی اسلام لے آؤں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنا سیدھا ہاتھ بڑھا دیا۔ معاً میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپؐ نے فرمایا عمرو کیا
ہوا (یعنی اپنا ہاتھ کیوں کھینچ لیا) میں نے عرض کیا۔ میں کچھ شرط کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ
نے فرمایا کہو کیا شرط کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے
(اُن) گناہوں کو (جو اسلام سے پہلے میں نے کیے ہیں) بخش دیا جائے۔ آپؐ
نے فرمایا عمرو! کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اسلام ان تمام باتوں (گناہوں) کو

مٹا دیتا ہے جو اسلام لانے سے پہلے کی ہوں اور ہجرت ان تمام چیزوں کو
دُور کر دیتی ہے جو اس سے پہلے کی ہوں اور حج ان تمام معاصی کو مٹا دیتا ہے
جو حج سے پہلے کیے ہوں۔ (مسلم)

وضاحت

انسان کے تمام اعمال کا سرچشمہ اس کا ذہن ہے یہ اعمال کا منبع ہے۔ اسکے باعث ذہن انسانی کی دو حالتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں کوئی مخصوص خیال نہ ہو بلکہ وہ منتشر افکار کی آماجگاہ بنا رہا اور دوسری صورت یہ ہے کہ چند پختہ غیر مشکوک اور غیر متزلزل خیال اس کے ذہن میں راسخ ہوں۔ پہلی صورت میں وہ پراگندہ خیالی کا شکار ہو جاتا ہے اور کوئی بھی خیال کسی بھی صورت میں اس کے عمل کے لیے محرک ہو سکتا ہے لیکن دوسری صورت میں جب چند راسخ خیالات اس کے ذہن میں جگہ بنا لیتے ہیں تو اس کے تمام افعال اور حرکات اس کے تابع ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اس سے مرتب اعمال صادر ہوتے ہیں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسا شخص اپنی ایک سیرت رکھتا ہے اس کی عملی زندگی میں ایک تنظیم اور ترتیب پائی جاتی ہے اور یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس قسم کے حالات میں اس سے کون سا عمل صادر ہو گا۔ سیرت انسانی کی اس ذہنی بنیاد کا نام ہی ایمان ہے۔ لفظ ایمان امن سے نکلا ہے "امن" کے حقیقی معنی کسی معاملے میں انسان کے مطمئن اور بے خوف ہو جانے کے ہیں۔ امین کو اسی وجہ سے امین کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف سے یہ اطمینان ہوتا ہے کہ وہ بددیانتی کا مرتکب نہیں ہو گا۔ چنانچہ ایمان کا مطلب یہی ہے کہ کسی بات کو انسان اپنے قلب میں اس طرح جمع کر لے کہ پھر کسی دوسری بات کے داخل ہونے کا ڈر باقی نہ رہے۔ ایمان کے کمزور ہونے کا مطلب یہی ہے کہ ابھی نفسِ انسانی میں اس بات سے متعلق پوری طرح اطمینان اور سکون پیدا نہیں ہوا۔ مضبوط ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اب اس کی سیرت بالکل یقینی بنیادوں پر قائم ہو گی۔

ایمان کی قسمیں

اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان چند اساسی عقائد پر یقین کا نام ہے۔ اس لحاظ سے اس کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ ایک وہ ایمان جس کی نوعیت مذہبی ہو اور دوسرا وہ جو دنیاوی نوعیت کا ہو۔ مذہبی نوعیت کا ایمان ایک ایسی تہذیب کی بنیاد بنتا ہے جس کی بنیاد مذہب پر ہوتی ہے اور جو انسانی سیرت کو اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر استوار کرتا ہے اور ایک ہی ایمان دین اور دنیا دونوں پر حکمرانی کرتا ہے۔ اسکے برعکس وہ تہذیب جس کی بنیاد مذہب پر نہیں ہوتی اس میں دنیاوی ایمان اور مذہبی ایمان الگ الگ ہو جاتے ہیں۔

جب ہم دوسری اقوام کے مذہبی ایمان کا جائزہ لیتے ہیں تو جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ہاں مذہب نے جن حقیقتوں کے تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا ہے عقل انسانی ان کی تصدیق نہیں کرتی ہے۔ وہ اوہام کا مجموعہ نظر آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں ان اقوام نے ترقی کی ان کے ہاں ایمان و عقائد کی بنیادیں متزلزل ہوتی چلی گئیں اور ان کے اخلاق و روحانیت کا نظام بھی بگڑ گیا۔ لیکن اسلامی ایمان کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ مسلمان جب ایمان میں پختہ تھے تو ترقی یافتہ تھے۔ جیسے جیسے ان کے ایمان میں کمزوری آتی گئی وہ تنزلی کا شکار ہوتے چلے گئے۔

اسلام کے اجزائے ایمان

قرآنِ کریم کی مختلف آیات میں اجزائے ایمان کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کہیں ان عقائد کا ذکر یکجا طور پر کر دیا گیا تو کہیں ان عقائد کو الگ الگ پیش کیا گیا ہے جو لوگ اسلوب قرآنی کو نہیں سمجھتے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ ایمان کے ایک یا چند حصوں پر ایمان

لانا درست ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے موقع کی مناسبت سے کہیں ایک عقیدہ کا ذکر کیا ہے اور کہیں دوسرے کا۔ لیکن ان عقائد پر اس طرح غیر متزلزل یقین ضروری ہے کہ اگر ایک جُزو کا بھی انکار کیا گیا تو وہ دوسرے اجزاء کے ایمان کو بھی ختم کر سکتا ہے۔

سورۂ نسآء میں ان عقائد کو یکجا طور پر بیان کیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ؁

(اَلنِّسَاۗءَ)

"اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے اس رسول پر اتاری اور اس کتاب، پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور گمراہی میں پڑا۔

(النساء)

ان پانچوں کے علاوہ حدیث میں ایک اور جُزو کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور وہ ہے: وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔ اصل میں یہ ایمان باللہ ہی کا ایک حصہ ہے۔ یعنی جب اللہ پر ایمان لاتے ہیں، اس کے سمیع و بصیر ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اس کے حاضر و ناظر ہونے پر عقیدہ رکھتے ہیں تو اس بات پر بھی ایمان ہے کہ اچھی بُری تقدیر بھی اسی کی جانب سے ہے۔

اسلام نے نہ صرف اپنے روحانی نظام بلکہ اخلاقی اور سیاسی نظام کی بنیاد بھی انہی ایمانیات پر رکھی ہے۔ شریعتِ اسلامی کے نفاذ کے لیے جس توانائی کی ضرورت ہے وہ انھی ایمانیات سے حاصل ہوتی ہے۔ ظاہری طور پر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ عقل ہماری رہنمائی کر رہی ہے لیکن غور کرنے سے پتہ چلے گا کہ عقل بھی آزاد نہیں ہے۔ اس سے ہمارے اندرونی

جذبات اور ذہنی رجحانات اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان اندرونی خیالات و رجحانات کو اگر ہم قابو کر سکتے ہیں تو چند مستحکم اور غیر متزلزل عقائد ہی کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ انہی کا نام اسلام نے ایمانیات بتایا ہے۔

ایمان کے بغیر کسی بھی نیک عمل کو قابلِ قبول نہیں قرار دیا گیا۔ قرآن کریم نے ان لوگوں کے اعمال کو سراب سے تشبیہ دی جو ایمان سے محروم ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا۔ (نور)

"اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا ان کے اعمال اس سراب کی طرح ہیں جو میدان میں، ہو جس کو پیاسا شخص پانی تصوّر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب پہنچے تو وہاں کسی بھی چیز کا وجود اس کو نظر نہ آئے۔" (نور)

سورۂ ابراہیم میں ایسے افراد کے ایمان کو راکھ بتایا گیا جو ہوا کے جھونکوں سے اُڑ جاتی ہے اور اس کا کوئی وجود قائم نہیں رہتا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ط لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ۔

"جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا ان کے اعمال، راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی والے دن زور سے آندھی چلی، وہ اپنے اعمال سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں۔"

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ایک شخص نے معرکۂ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آکر عرض کی کہ میں آپؐ کی طرف سے لڑنا چاہتا ہوں تاکہ مجھے کچھ مالِ غنیمت حاصل ہو اس کی بہادری کی ہر طرف دھوم تھی۔ آپؐ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہو؟ اس کا جواب نفی میں تھا۔ آپؐ نے اس کو شامل کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسری مرتبہ آکر پھر یہی درخواست کی۔ مسلمانوں کی شدید خواہش تھی کہ آپؐ اس کو لشکر میں شامل کر لیں یہ وہ وقت تھا جب لشکر اسلام قلیل تھا۔ آپؐ نے پھر وہی سوال دُہرایا اور اس کا جواب اس دفعہ بھی نفی میں تھا۔ آپؐ نے اس کی مدد لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا۔ اس کی شجاعت کی دھوم اور مسلمانوں کی قلتِ تعداد کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نیازی کو متاثر کیا۔ تیسری بار جب اس نے درخواست پیش کی اور آپؐ نے دریافت فرمایا "کیا تمھیں خدا اور رسولؐ پر ایمان ہے؟" تو اس کا جواب اس مرتبہ اثبات میں تھا۔ بارگاہِ نبویؐ سے اس کو لشکرِ اسلام میں شامل ہونے کی اجازت مل چکی تھی چنانچہ وہ مسلمان ہو کر لڑائی میں شریک ہو گیا۔

قرآن و سنّت نے ہمارے تمام اعمال کا سرچشمہ و بنیاد ایمان کو قرار دیا ورنہ ہمارے اعمال کی حیثیت سراب سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ عقائد جو تمام اعمال کی اساس قرار پاتے ہیں پانچ ہیں۔

اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، رسولوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان اور یومِ قیامت اور جزا و سزا پر ایمان۔

اللہ پر ایمان اس لیے ضروری ہے کہ وہ اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ وہی ہمارا پالنے والا ہے، وہی حاضر و ناظر ہے، وہی ہمارے اعمال کا نصب العین ہے۔ ہم تمام کاموں کی انجام دہی میں اس کی خوشنودی کو مدِّنظر رکھیں اور خلوت و جلوت میں اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھیں۔ اس بات پر یقین رہے کہ وہ سمیع و بصیر ہماری تمام حرکات و سکنات کا ادراک کر سکتا ہے۔

خدا کے ساتھ اس کے نبیوں پر ایمان لانا بھی لازمی ہے جنہوں نے بندوں تک خدا کا پیغام پہنچانے کا فریضہ انجام دیا۔ اگر ان کے ذریعہ خدا کی مرضی و منشا کا علم بنی نوع انسان کو نہ ہوتا تو وہ صرف اپنی عقل کو راہنما بناتے جو ہمارے جذبات اور اندرونی رجحانات کے تابع ہے۔ پھر یہ کہ نسل انسانی کی ہدایت و رہبری کے لیے ہمیشہ عملی نمونہ کی بھی ضرورت رہی چنانچہ نیکی و معصومیت کا عملی پیکر بن کر انبیائے کرام ہی نسلِ آدم کے سامنے آئے۔

ایمان بالملائکہ بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ اس لیے کہ فرشتے نبیوں اور رب تعالےٰ کے درمیان قاصد کا کام کرتے ہیں۔ روحانیت اور مادیت کے درمیان ایک واسطہ ہیں جو اعمال ہم سے سرزد ہوتے ہیں ان کو ہر لمحہ لکھتے جاتے ہیں تاکہ ان کی جزا یا سزا مل سکے۔ ملائکہ پر ایمان عقیدۂ توحید کو مستحکم کرتا ہے کیونکہ مشرکین متعدّد خداؤں کے قائل ہوتے ہیں اور دنیا کے ہر کام کے لیے الگ الگ خدا کی ہستی کا وجود تصوّر کرکے اس سے مدد کے طالب ہوتے ہیں۔ فرشتوں پر ایمان اس عقیدہ کو باطل کرتا ہے۔

اللہ کی کتابوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اللہ کے احکام جو انبیاءؑ کے ذریعہ انسانوں تک پہنچائے گئے ان کو آنے والی نسلوں اور دور دراز کے لوگوں تک پہنچانے کے لیے یہ لازمی تھا کہ وہ کتابوں اور صحیفوں کی شکل میں محفوظ کر دیئے جائیں ورنہ انبیاءؑ کے بعد ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رہتا اور ہمارے سامنے خیر و شر کا کوئی ایسا معیار نہ رہتا جس پر سب اتفاق کر پاتے۔ اس سلسلہ میں آخری کتاب قرآن کریم ہے جس پر ایمان بھی لانا ہے اور عمل بھی کرنا ہے جبکہ اس سے قبل کی کتب پر صرف ایمان لانا ہے۔ کیونکہ وقت کے ساتھ ان میں تبدیلیاں ہو گئیں جبکہ قرآنِ کریم آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل نازل ہوا تھا۔ اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالےٰ نے لی ہے۔

سلسلۂ ایمانیات کی آخری کڑی روز جزا پر ایمان لانا ہے۔ اگر اعمال کی جوابدہی کا خوف نہ ہو تو دنیاوی قوانین کے خوف کے باوجود یہ دنیا ظلم وستم کی آماجگاہ بن جائے۔ آخرت میں حساب کتاب کا ڈر ہی انسان کو اس کے فرائض کا احساس دلاتا ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میرے نیک اعمال کا معاوضہ دنیا میں ملے یا نہ ملے لیکن دائمی اور ابدی زندگی ان کا بدلہ ملنا یقینی ہے چنانچہ دنیاوی خسارہ کے باوجود وہ اعمالِ صالح اختیار کرتا ہے۔

دینِ اسلام نے جن مندرجہ بالا امور پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے ان کی نوعیت محض علمی نہیں ہے بلکہ ہماری عملی زندگی سے ان کا قریبی تعلق ہے۔ ان پر مکمل ایمان ہمارے عادات اور خصائل پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے چنانچہ انسان سے اس کا اولین مطالبہ یہی ہے کہ وہ ایمان لائے۔ اس کے بعد وہ اخلاق واعمال کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ ایمان کو نور اور کفر کو تاریکی قرار دیتا ہے۔

اس کرہ ارضی میں بسنے والے تمام انسانوں کو قرآن کریم نے دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ ایک گروہ ان افراد کا ہے جو ایمان لائے۔ دوسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جنہوں نے انکار کیا اوّل گروہ حق پر ہے۔ اس کے لیے بتایا گیا ہے کہ یہی فلاح پانے والے ہیں۔ دوسرے گروہ سے متعلق وضاحت کردی گئی کہ وہ جاہل وظالم ہیں۔ اس پر ہدایت کے راستے بند ہیں۔ صریح الفاظ میں بتایا گیا کہ اس عقیدے کو تسلیم کرنے والا ایک ایسی شمع رکھتا ہے جس کے ذریعے وہ سیدھی راہ پر چل سکتا ہے اور صحیح سلامت اپنی منزل کو پالے گا جبکہ ایمان کا چراغ نہ رکھنے والا وہ شخص جس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہے، اس کے لیے صحیح وغلط راہ میں فرق تلاش کرنا ناممکن ہے۔ ہوسکتا ہے کہ محض اندازہ سے اس کا کوئی قدم صحیح پڑ جائے لیکن راہِ راست کو اختیار کرنے کا یہ کوئی یقینی اور حتمی ذریعہ نہیں ہے۔

مومنین کے طبقے سے متعلق قرآن کریم کا فرمان ہے۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (الاعراف)

"پس جو لوگ رسولؐ پر ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی مدد اور حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہ (ہی) درحقیقت فلاح پانے والے ہیں۔"

منکرین کے گروہ سے متعلق ارشاد ہوا۔

وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُرَکَآءَ ۭ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ۔ (یونس)

"جو لوگ خدا کے علاوہ دوسرے شرکاء کو پکارتے ہیں، جانتے ہو وہ کس کی اتباع کرتے ہیں۔ وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض اٹکل پر چلتے ہیں۔"

باب اثبات عذاب القبر

عذابِ قبر کے ثبوت کا بیان

(۲۶) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَفِي رِوَايَةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ يُقَالُ لَهُ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت قبر کے اندر مسلمان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور یہی مطلب ہے خدا کے اس ارشاد کا يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ یعنی ثابت و قائم رکھتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں مضبوط و محکم طریقہ پر ثابت رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آیت يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ عذاب قبر کے بیان میں نازل ہوئی ہے (جب قبر کے اندر مردے سے) کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو

وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد صلعم ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۲۷) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ فَیُقَالُ لَہٗ اُنْظُرْ اِلٰی مَقْعَدِکَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّۃِ فَیَرَاھُمَا جَمِیْعًا وَاَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْکَافِرُ فَیُقَالُ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ کُنْتُ اَقُوْلُ مَا یَقُوْلُ النَّاسُ فَیُقَالُ لَہٗ لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ وَیُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِّنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَۃً فَیَصِیْحُ صَیْحَۃً یَّسْمَعُھَا مَنْ یَّلِیْہِ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) وَلَفْظُہٗ لِلْبُخَارِیْ

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ کو اس کی قبر کے اندر رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ واپس ہوتے ہیں تو مردہ جانے والوں کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اُس شخص (یعنی) محمدؐ کی نسبت کیا کہتا تھا پس مومن بندہ جواب میں کہتا ہے کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ وہ (محمدؐ) خدا کے بندے اور خدا کے رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ تو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں جس کو خدا نے بدل دیا ہے اور اس کے بدلے تجھ کو جنت میں جگہ بھی دی گئی ہے پس مُردہ دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے اور جو مُردہ منافق یا کافر ہوتا ہے اس سے بھی یہی پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کی نسبت کیا خیال رکھتا ہے؟ وہ اس کے جواب میں کہتا ہے میں کچھ نہیں جانتا جو اور لوگ

کہتے تھے وہی میں کہتا تھا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے تو نے عقل سے نہیں پہچانا اور نہ قرآن پڑھا۔ یہ کہہ کر اس کو لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے کہ اس کے چیخنے چلانے کی آواز سوائے جنوں اور آدمیوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ (بخاری و مسلم) الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۲۸) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو (قبر کے اندر) صبح و شام اس کا ٹھکانا اس کو دکھایا جاتا ہے یعنی جنت جنتی کو اور دوزخ دوزخی کو دکھائی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے تو اس وقت تک اس کا انتظار کر کہ خدا تجھ کو قیامت میں اٹھا کر وہاں بھیجے۔ (بخاری و مسلم)

(۲۹) وَعَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس

آئی اور اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور پھر کہا (عائشہؓ) خدا تم کو قبر کے عذاب سے بچائے۔ عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کا حال پوچھا آپ نے فرمایا "ہاں قبر کا عذاب حق ہے" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور قبر کے عذاب سے پناہ نہ مانگی ہو۔ (بخاری و مسلم)

(۳۰) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلٰى بَغْلَةٍ لَّهٗ وَنَحْنُ مَعَهٗ إِذْ حَادَتْ بِهٖ فَكَادَتْ تُلْقِيْهِ وَإِذَا أَقْبُرٌ سِتَّةٌ أَوْ خَمْسَةٌ فَقَالَ مَنْ يَّعْرِفُ أَصْحَابَ هٰذِهِ الْأَقْبُرِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا قَالَ فَمَتٰى مَاتُوْا قَالَ فِي الشِّرْكِ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا فَلَوْلَا أَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِيْ أَسْمَعُ مِنْهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ (ایک بار) جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے، اچانک خچر بگڑا اور قریب تھا کہ آپؐ کو گرا دے، ناگہاں پانچ چھ قبریں معلوم ہوئیں۔ آپؐ نے فرمایا "ان قبروں کے اندر جو لوگ ہیں کوئی ان کو جانتا ہے؟" ایک آدمی نے

کہا میں جانتا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا "یہ کس حال میں مرے تھے؟" اس شخص نے عرض کیا، "شرک کی حالت میں۔" آپؐ نے فرمایا "یہ اُمّت آزمائی جاتی ہے اپنی قبروں میں، اگر مجھ کو یہ خوف نہ ہو تاکہ تم (مُردوں کو) دفن کرنا ہی چھوڑ دو گے تو میں ضرور اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا کہ وہ تم کو بھی قبر کے عذاب کو سُنا دے جس طرح میں سُنتا ہوں۔" اس کے بعد آپؐ ہماری طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا اللہ سے دُعا مانگو کہ وہ عذابِ آگ سے بچائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم اللہ کے عذاب سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا قبر کے عذاب سے تم خدا سے پناہ طلب کرو۔ صحابہؓ نے کہا ہم اللہ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا، "تم پناہ مانگو اللہ سے ظاہری اور باطنی فتنوں کی۔" صحابہؓ نے کہا، "ہم خدا سے پناہ طلب کرتے ہیں ظاہری اور باطنی فتنوں کی۔" پھر آپؐ نے فرمایا، "تم پناہ مانگو دجّال کے فتنہ سے۔" صحابہؓ نے کہا، "ہم پناہ مانگتے ہیں خدا سے دجّال کے فتنہ کی۔" (مسلم)

عذابِ قبر کا ثبوت

وضاحت

عقیدۂ آخرت پر ایمان اسلام کے سلسلۂ ایمانیات کی آخری کڑی ہے اس سلسلہ میں اسلام نے جو کچھ بتایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیاوی زندگی عارضی ہے موت اس کا خاتمہ ہے۔ اس کے بعد دوسری زندگی جس کا آغاز ہوگا وہ قبر کی زندگی ہے اور پھر تیسری زندگی جب انسان دوزخ یا جنت میں بھیج دیا جائے گا اور وہ آخرت کی ہوگی۔ سورۃ توبہ میں ان تینوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

"ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔"

عذاب کے یہ تین حصے دنیا، برزخ اور قیامت ہیں۔

دنیاوی زندگی میں سب سے زیادہ سخت وقت موت کا ہے جب ہر رگ و ریشہ سے روح کو نکالا جاتا ہے اور اس کے بعد قبر کی زندگی میں عذاب و ثواب کی ایک کیفیت سے انسان گزرتا ہے اس کی وضاحت مختلف آیاتِ قرآنی اور احادیث سے ہوتی ہے۔ سورۂ مؤمنون میں ارشاد خداوندی ہے:

"جب ان گنہگاروں میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو وہ زندگی کے پس پردہ کے بعض مناظر دیکھ کر کہتا ہے کہ اے پروردگار مجھے ایک بار دنیا میں لوٹا دے تاکہ دُنیا میں جو مال چھوڑ کر آیا ہوں اس سے شاید کوئی نیک کام کروں، ہرگز نہیں یہ بات ہی بات ہے جو وہ کہتا ہے اور اب ان گنہگاروں کے پیچھے اس دن تک ایک پردہ ہے جب وہ موت کے بستر سے اٹھا کر جگائے جائیں گے۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سزا و جزا موت کے عالم میں شروع ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو انتقاماً سزا نہیں دیتا بلکہ یہ اس کے اعمال کا معاوضہ ہوتا ہے۔

جیسا کہ سورۂ واقعہ میں بتایا گیا ہے کہ:

"اگر وہ مرنے والا مقرب بندوں میں سے ہے تو خوشی و آرام اور نعمت کی بہشت میں ہے۔"

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیک عمل کرنے والوں اور گنہگاروں کو قیامت سے قبل برزخ کے عالم میں بھی ثواب یا عذاب کا، کچھ نہ کچھ ذائقہ چکھایا جاتا ہے۔ ایک حدیث

میں ہے کہ:

"جنّتی مُردہ کے سامنے دوزخ اور جنت دونوں کے مناظر پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ اگر تُو اچھے اعمال نہ کرتا تو تیرا یہ مقام (دوزخ) ہوتا مگر تیرے اچھے اعمال کے باعث یہ جنّت تیرا مقام ہے۔"

حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی کافر بیویوں کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ٥

"اور کہا گیا داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی جہنّم میں داخل ہو جاؤ۔"

سورۂ یٰسٓ میں ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ قوم کو عمر بھر حق کی تبلیغ کرتا رہا اور مرنے کے بعد اس کو بہشت ملی تو اس نے کہا کہ کاش میری قوم کے لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کس طرح مجھے عزت عطا کی تا کہ میری قوم بھی ایمان سے بہرہ ور ہوتی۔

عذاب و ثواب کے یہ واقعات جو قیامت واقع ہونے سے قبل دکھائے گئے ہیں عالم برزخ ہی کے ہیں۔ احادیث میں اس قسم کے عذاب و ثواب کے لیے قبر کی اصطلاح بھی استعمال ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبر سے وہ مٹی کا ڈھیر مراد نہیں جہاں انسان کے جسم کو دفن کیا گیا ہے بلکہ وہ عالم مراد ہے جہاں مرنے کے بعد انسان کی روح قیام کرتی ہے اور یہ مادی عناصر کی دنیا نہیں بلکہ رُوح کی دنیا ہے۔

کافر کے بارے میں قرآن کریم بیان کرتا ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ۔

(الانفال)

"اور اگر تُو دیکھے جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں، مارتے ہیں ان کے

منہ پر اور پیٹھ پر اور کہتے ہیں جلنے کا مزہ چکھو۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روح قبض ہوتے ہی کافر کے منہ اور پیٹھ پر مار پڑنی شروع ہو جاتی ہے لیکن یہ سزا اس خاکی جسم پر نہیں پڑتی جو ہمارے سامنے بے جان لاش کی صورت میں پڑا ہوتا ہے۔

غرض اس موجودہ دنیا میں جسم نمایاں ہے اور روح پوشیدہ ہے اور روح کو جو تکلیف و راحت پہنچتی ہے وہ اس جسم کے توسط سے پہنچتی ہے جبکہ برزخی زندگی میں روح نمایاں ہوگی اور جسم پوشیدہ ہوگا چنانچہ وہاں کی اذیت و آرام بنیادی طور پر روح کے لیے ہے اور جسم اس سے ضمناً متاثر ہوگا اس کے بعد روز آخرت ملنے والی زندگی میں روح اور جسم دونوں نمایاں ہوں گے۔

برزخ کا عذاب درحقیقت ایک کفارہ ہے۔ دنیا میں انسان پر مختلف تکالیف آتی رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ امتحان لیتا ہے کہ کون ہے جو سیدھی راہ اختیار کرتا ہے مثلاً سورۂ اعراف میں بنی اسرائیل کے متعلق کہا گیا ہے:

وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○

"اور ہم نے ان کو نعمتوں اور مصیبتوں کے ساتھ آزمایا تاکہ وہ شاید باز آ جائیں۔"

ایک حدیث میں وضاحت کی گئی کہ مسلمان کو کوئی مصیبت پیش نہیں آتی لیکن اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس کو کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ کفارہ بن جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

"دنیا میں جو مسلمان جرم کا مرتکب ہوا اور اس کی سزا اس کو یہیں مل گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور اس کو گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔

برزخ کی زندگی میں اب چونکہ نئے عمل کرنے کا موقع نہیں ہے۔ لہٰذا پچھلے
گناہوں پر ملنے والا عذاب مسلمانوں کے لیے کفّارہ بن جاتا ہے"۔
حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا "میری اُمّت کے
لوگوں کا اپنی قبروں میں طویل قیام ان کو گناہوں سے صاف کرتا ہے"۔

احادیث سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے بعض مُردوں کو دفنا کر ان کے لیے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس دُعا کی برکت سے میّت پر سے وہ عذاب ختم کر دیا۔ مثلاً حضرت سعد بن معاذؓ جن کے بارے میں نسائی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی وفات کے وقت عرش نے حرکت کی اس سے ان کے اعلیٰ مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ بہرحال انسان ہونے کے ناطہ کچھ نہ کچھ لغزش سرزد ہو ہی جاتی ہے چنانچہ ان کو دفنانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی صحابہؓ نے دیر تک پڑھی۔ اس کے بعد جب آپؐ نے تکبیر کہی تو صحابہؓ نے بھی کہی جب صحابہؓ نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا "اس نیک انسان پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری تسبیح و تکبیر سے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا"۔

غرض برزخ کا عذاب اُمّتِ محمّدیّہ کے متعدد گناہوں کا کفّارہ بن جاتا ہے۔ ایک روایت میں یہ مضمون ملتا ہے "میری امّت کے لوگوں کو زیادہ تر عذاب ان کی قبروں میں ہوگا" یعنی اگر برزخ کے عذاب ہی سے گناہوں کی تلافی ہو گئی تو درست ہے ورنہ پھر دوسرے عالم کا عذاب بھی برداشت کرنا پڑے گا اور پھر جب اللہ تعالےٰ چاہے گا اس سے نجات عطا فرمائے گا۔

بابُ الاعتصام بالکتابِ والسُّنۃ

کتاب اللہ اور سنّتِ رسولؐ کو مضبوطی سے پکڑنے کا بیان

(۳۱) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے پس وہ مردود ہے۔

(بخاری و مسلم)

(۳۲) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ وَّشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غالباً ایک خطبہ میں) کہ خدا کی حمد کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ سب سے بہتر حدیث (بات) کتاب اللہ ہے اور بہترین راہ (طریقہ) محمدؐ کی راہ ہے اور بدترین چیزوں میں وہ چیز ہے جس کو (دین میں) نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت (نئی نکالی ہوئی چیز گمراہی ہے۔ (مسلم)

(۳۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ ثَلٰثَۃٌ مُلْحِدٌ فِی الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ لِیُھْرِیْقَ دَمَہٗ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب (وہ لوگ جن سے خدا سخت ناخوش ہے) تین آدمی ہیں (ایک تو احرامِ محترم میں الحاد (کجروی) کرنے والا اور (دوسرا) اسلام میں ایامِ جاہلیت کے طریقہ کو طلب کرنے والا اور (تیسرا) کسی مسلمان کے خونِ ناحق کا خواستگار تاکہ اس کے خون کو بہائے۔ (بخاری)

(۳۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِيْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ہر شخص جنّت میں داخل ہو گا مگر وہ شخص نہیں جس نے میرا انکار کیا۔ پوچھا گیا وہ کون شخص ہے جس نے سرکشی کی اور انکار کیا، آپؐ نے فرمایا جس شخص نے میری پیروی کی وہ جنّت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔ (بخاری)

(۳۵) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتْ مَلٰٓئِكَةٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَآئِمٌ فَقَالُوْا اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَهٗ مَثَلًا قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهٗ نَآئِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَّالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا مَثَلُهٗ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا وَّجَعَلَ فِيْهَا مَادُبَةً وَّبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَكَلَ مِنَ الْمَادُبَةِ وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِیَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنَ الْمَادُبَةِ فَقَالُوْا اَوِّلُوْهَا لَهٗ يَفْقَهُهَا قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهٗ نَآئِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَآئِمَةٌ وَّالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِیْ مُحَمَّدٌ

فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ فرشتوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ آپ سو رہے تھے اور آپس میں باتیں کرنے لگی۔ چنانچہ (ان میں سے) بعض نے کہا تمھارے اس دوست کے متعلق ایک مثال ہے، اس کو اس کے سامنے بیان کرو۔ دوسرے فرشتوں نے کہا۔ وہ تو سوتا ہے (بیان کرنے سے کیا فائدہ؟) ان میں سے بعض نے کہا بیشک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل جاگتا ہے پھر اس نے کہا اس شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے گھر بنایا اور (لوگوں کو کھلانے کے لیے) دسترخوان چنا اور پھر لوگوں کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا پس جس شخص نے اس بلانے والے کی بات کو مان لیا وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دسترخوان سے کھانا کھا لیا اور جس نے نہ مانا وہ نہ تو گھر میں داخل ہوا اور نہ دسترخوان سے کھانا کھایا۔ فرشتوں نے یہ مثال سن کر کہا اس کی تاویل بیان کرو تاکہ یہ شخص اس کو سمجھ لے (یہ سن کر) بعض فرشتوں نے کہا وہ تو سوتا ہے (بیان کرنے سے کیا فائدہ؟) دوسروں نے کہا بیشک آنکھیں سوتی ہیں مگر قلب جاگتا ہے۔ پھر انھوں نے اس کی تاویل بیان کی اور کہا گھر سے مراد تو جنّت ہے اور بلانے والے سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں یعنی ان میں کافر کون ہے اور مومن کون اور یہ فرق آپ کی اطاعت و نافرمانی سے ہو جاتا ہے۔

(بخاری)

(۳۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَّلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمْ لَاَخْشٰكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقٰكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی خدمت میں اسلیے حاضر ہوئے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال دریافت کریں۔ جب ان لوگوں کو آپؐ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو انھوں نے آپؐ کی عبادت کو کم خیال کر کے آپس میں کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہم کیا چیز ہیں۔ خدا نے تو ان کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں (یہ سُن کر ان میں سے) ایک نے کہا میں اب ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا اور میں دن کو ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا (یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ان سے فرمایا کیا تم نے ایسا اور ایسا کہا ہے، تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہوں بایں ہمہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں

(یہی میرا طریقہ ہے) پس جو شخص میرے طریقہ سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی جس نے میرے طریقہ کو پسند نہیں کیا وہ میری جماعت سے خارج ہے۔

(بخاری و مسلم)

(۳۷) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَخَّصَ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (روزہ کی حالت میں) ایک کام کیا اور اس کی اجازت دے دی لیکن چند شخصوں نے اس سے پرہیز کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے خطبہ دیا اور خدا کی حمد کے بعد فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اس چیز کو پسند نہیں کرتے یا اس سے پرہیز کرتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں۔ پس قسم ہے خدا کی، میں خدا کی مرضی کو ان سے زیادہ جانتا ہوں اور ان سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

(۳۸) وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَدِمَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُأَبِّرُوْنَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَصْنَعُهٗ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوْا كَانَ خَيْرًا فَتَرَكُوْهُ فَنَقَصَتْ قَالَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ رَّاْيِيْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت رافعؓ بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت مدینہ کے لوگ کھجوروں کے درختوں میں تابیر کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں کو تابیر کرتے دیکھ کر) پوچھا. تم یہ کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ آپؐ کا یہ ارشاد سن کر لوگوں نے اس عمل کو ترک کر دیا اور اس سال پھل کم آیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں بھی ایک آدمی ہوں۔ پس جب میں تم کو کوئی دینی حکم دوں تو تم اس کو قبول کر لو اور جب اپنی عقل سے تم کو کوئی بات بتا دوں تو تم سمجھ لو کہ میں بھی ایک آدمی ہوں۔ (مسلم)

(۳۹) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰی قَوْمًا فَقَالَ یَا قَوْمِ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ فَاَطَاعَہٗ طَائِفَۃٌ مِّنْ قَوْمِہٖ فَاَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَھَلِھِمْ فَنَجَوْا وَکَذَّبَتْ طَائِفَۃٌ مِّنْھُمْ فَاَصْبَحُوْا مَکَانَھُمْ فَصَبَّحَھُمُ الْجَیْشُ فَاَھْلَکَھُمْ وَاجْتَاحَھُمْ فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِہٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَکَذَّبَ مَا جِئْتُ بِہٖ مِنَ الْحَقِّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس چیز کی مثال جس کو عطا فرما کر خدا نے مجھ کو بھیجا ہے اس شخص کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا ہو اور اس سے کہا کہ اے قوم میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر کو دیکھا ہے اور میں ایک ننگا (بے غرض) ڈرانے والا ہوں پس تم کو چاہیئے کہ تم (اپنی) نجات ڈھونڈو، نجات تلاش کرو۔ پس اس کی قوم کے ایک گروہ نے تو اس کی اطاعت

کرلی اور راتوں کو آہستہ سے نکل گئے اور نجات پالی اور ایک جماعت نے اس
کی بات نہ مانی اور وہ اپنے گھروں ہی میں رہے صبح کو لشکر نے آکر اس کو پکڑ
لیا اور جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق بات میں لے کر آیا ہوں اس کو نہ مانا۔
(بخاری و مسلم)

(۴۰) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَثَلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ
وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ
فَيَتَقَحَّمْنَ فِيهَا فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقَحَّمُونَ
فِيهَا۔ هٰذِهِ رِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهَا وَقَالَ فِي آخِرِهَا قَالَ فَذٰلِكَ
مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُونِي
تَقَحَّمُونَ فِيهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال
اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی۔ پس جب آگ نے چاروں طرف
روشنی پھیلادی تو پروانے اور دوسرے وہ جانور جو آگ میں گرتے ہیں
آنے لگے اور آگ میں گرنے لگے۔ آگ روشن کرنے والے شخص نے ان کو روکنا
شروع کیا لیکن وہ نہیں رکتے اور اس کی کوشش پر غالب رہتے ہیں اور آگ میں
گر پڑتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی تم کو آگ میں گر پڑنے سے روکتا ہوں اور تم آگ
میں گر پڑنے کی کوشش کرتے ہو۔ یہ روایت بخاری کی ہے اور مسلم میں بھی ایسی
ہی روایت ہے البتہ مسلم رح کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالکل ایسی ہی میری اور تمھاری مثال ہے میں تمھاری کمر دں کو
پکڑے ہوئے ہوں تاکہ تم کو آگ سے بچاؤں اور کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچو

اور میرے پاس چلے آؤ لیکن تم مجھ پر غالب آتے ہو اور آگ میں جا پڑتے ہو۔

(بخاری و مسلم)

(۴۱) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَیْثِ الْكَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَیِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْكَثِیْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً اُخْرٰی اِنَّمَا هِیَ قِیْعَانٌ لَّا تُمْسِكُ مَآءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَاءً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا وَّلَمْ یَقْبَلْ هُدَی اللّٰهِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس چیز کی مثال جس چیز کو عطا فرما کر مجھ کو خدا نے بھیجا ہے یعنی علم اور ہدایت، مثل کثیر بارش کے ہے جو زمین پر ہوئی ہو۔ پس زمین کے ایک اچھے ٹکڑے نے پانی کو قبول کر لیا (یعنی جذب کر لیا) اور خشک گھاس اس سے ہری ہو گئی اور بہت سی نئی گھاس کو اس نے پیدا کیا اور زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ پانی اس کے اوپر جمع ہو گیا اور اللہ نے اس سے لوگوں کو نفع پہنچایا۔ لوگوں نے اس کو پیا اور پلایا اور اس سے کھیتی کو سیراب کیا اور بارش کا یہ پانی ایک اور ایسے زمین کے ٹکڑے کو پہنچا جو چٹیل میدان تھا تو اس نے پانی کو روکا اور نہ گھاس کو اگایا۔ پس یہ سب مثال ہے اس شخص کی جس نے علم دین کو سمجھا اور جو چیز خدا نے میری وساطت سے بھیجی تھی اس سے اس نے نفع اٹھایا پس اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور مثال ہے اس شخص

کی جس نے (علم دین کے لیے) سر کو نہیں اُٹھایا اور خدا کی ہدایت جو میرے ذریعے سے پہنچی تھی اس کو قبول نہیں کیا۔ (بخاری و مسلم)

(۴۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ وَّقَرَاَ اِلٰى وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتِ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمّٰهُمُ اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ آیت هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ وقرأ اِلٰى وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ ہ "یعنی خدا وہ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں آیتیں ہیں محکم الخ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ (یہ آیت پڑھ کر) رسولِ خدا نے فرمایا جب تو دیکھے (اور مسلم کی روایت میں ہے جب تم دیکھو) کہ لوگ متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں (متشابہ آیات وہ ہیں جن کے معنی صرف خدا کو معلوم ہیں (سمجھ لو کہ یہ) وہ لوگ ہیں جن کا نام خدا نے (گمراہ یا کجرو) رکھا ہے۔ پس ان لوگوں سے بچتے رہو۔ (بخاری و مسلم)

(۴۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ هَجَّرْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ فَسَمِعَ اَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِيْ اٰيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْ وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک روز

دو پہر کے وقت حاضر ہوا۔ پس آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سُنیں جو ایک (متشابہ) آیت پر جھگڑ رہے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے اس وقت آپ کے چہرہ پر غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ پس آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ کتاب (الٰہی) میں اختلاف کرنے کے سبب ہی ہلاک ہوئے ہیں۔ (مسلم)

(۴۴) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الْمُسْلِمِیْنَ جُرْمًا مَنْ سَاَلَ عَنْ شَیْءٍ لَّمْ یُحَرَّمْ مِنْ اَجَلِ مَسْاَلَتِہٖ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا گنہگار وہ شخص ہے جس نے کسی چیز کا سوال کیا ہو جو لوگوں پر حرام نہ تھی لیکن اس کے سوال کرنے سے وہ حرام ہو گئی۔ (بخاری و مسلم)

(۴۵) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ وَیَاْتُوْنَکُمْ مِّنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخری زمانے میں فریب دینے والے اور جھوٹے لوگ ہوں گے جو تمھارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تو تم نے کبھی سُنا ہوگا اور نہ تمھارے باپوں نے۔ پس بچو ایسے لوگوں سے اور نہ اپنے قریب آنے دو تم ان کو تاکہ وہ نہ تو تم کو گمراہ کریں اور نہ فتنہ ڈالیں۔ (مسلم)

(٤٦) وَعَنْهُ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ التَّوْرٰىةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَ يُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا الْاٰيَةَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے سامنے اس کا ترجمہ و تفسیر عربی میں کرتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کو جب معلوم ہوا تو آپؐ) نے فرمایا تم نہ تو اہلِ کتاب کو سچا جانو اور نہ ان کو جھٹلاؤ اور صرف یہ کہو کہ، ہم اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی ہے ایمان لائے۔ (بخاری)

(٤٧) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جھوٹ کے لیے یہی بہت ہے جس بات کو سنے اُسے نقل کر دے (یعنی تحقیق نہ کرے) (مسلم)

(٤٨) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّتِهٖ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَّقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ ۔ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ

اَلْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے کسی قوم میں کوئی نبی خدا نے ایسا نہیں بھیجا جس کے مددگار اور دوست، اسی قوم میں نہ ہوں (ایسے مددگار اور دوست) جو اس کے طریقہ کے پیرو ہوتے ہیں اور اس کے احکام کی پوری اطاعت کرتے ہیں پھر ان کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوتے ہیں جن کو ناخلف کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں جس کو نہیں کرتے اور وہ کام کرتے ہیں جن کا ان کو حکم نہیں ملا تھا پس جو شخص ان لوگوں سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو اُن کے ساتھ اپنے دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے بعد (یعنی جو شخص ان کے خلاف اتنا بھی نہ کر سکے اس میں) رائی کے برابر ایمان نہیں۔ (مسلم)

(۴۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَّمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَۃٍ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہدایت کی دعوت دے (یعنی کسی کو دین کے راستے پر بلائے) اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ اس کو جو اس کی پیروی اختیار کرے اور (اس اطاعت گزار) کے اجر میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا اور جو گمراہی کی طرف بلائے اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کہ ان کو کہ جو اس کی اطاعت کریں اور اُن کے گناہوں میں سے

کچھ کم نہ ہوگا۔ (مسلم)

(۵۰) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شروع ہوا اسلام غریب اور آخر میں بھی ایسا ہی ہوجائے گا۔ پس غرباء کے لیے خوشخبری ہے۔

(غربت سے مراد مسافرت ہے) (مسلم)

(۵۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَاْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَاْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ ایمان اس طرح مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا کہ جس طرح کہ سمٹتا ہے سانپ اپنے بل کی طرف۔ (بخاری و مسلم)

وضاحت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اس کو اشرف المخلوقات بنایا۔ ملائکہ سے اس کو سجدہ کرایا گیا، اس کو خلیفۃ اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا اور اس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے نبی اور رسول بھیجے جنہوں نے اللہ کے پیغام کو بنی نوع انسان تک پہنچایا اور اس پر عمل کرنا سکھایا۔ حضرت آدم علیہ السّلام کو جب زمین پر اُتارا گیا تو ان سے یہ الفاظ فرمائے گئے۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

یعنی "حق تعالیٰ کی جانب سے اولادِ آدم کی ہدایت کے لیے تعلیمات بھیجی جاتی

رہیں گی اور ان تعلیمات کا اتباع کرنے والوں کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کسی قسم کا غم ہوگا۔"

اللہ تعالےٰ نے وہ ہدایت ہر قوم و ملک میں بھیجی۔ جیسا کہ قرآنِ کریم کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے:

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

ایک اور موقع پر فرمایا گیا:

باری تعالیٰ کی جانب سے ہر ملک و ملّت میں انبیاء کرام آئے جنھوں نے اپنی امتوں کو صحیح اور غلط میں تمیز سکھائی۔ گمراہی کے راستہ سے بچایا اس ہدایت کی تکمیل حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوئی جب آپ کو عالمگیر ہدایت قرآنِ پاک عطا ہوا جو انسانیت کے لیے ایک مکمل دستورِ حیات اور جامع آئینِ زندگی ہے جو تمام گذشتہ ادیان کا ناسخ ہے اور جو حیاتِ انسانی کو فلاحِ دنیا اور فلاحِ آخرت کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی اور وضاحت فرمادی کہ میں تم میں دو چیزیں کتاب اللہ و کتاب سنّت چھوڑ رہا ہوں جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔

قرآنِ کریم خدا کی آخری کتاب جس نے گمراہوں کو ہدایت کا رستہ دکھایا۔ لڑنے والی قوموں کو بھائی بھائی بنادیا، مشرکین کے سینوں کو ایمان کی روشنی سے منوّر کردیا وہ کتاب جو حکمت و بصیرت کا سرچشمہ ہے۔ قرآنِ کریم سے قبل مختلف نبیوں پر کتابیں نازل ہوئیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلیاں ہوگئیں اور ان میں سے کوئی بھی اصل حالت میں نہیں صرف ترجمے رہ گئے ہیں لیکن قرآن کریم میں چودہ سو سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالےٰ نے لی۔

کتاب اللہ کی تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے فرمائی۔ لہٰذا قرآن و سنت میں اجمال و تفصیل کا تعلق ہے۔ اب ہمارے لیے یہ لازمی ہوا کہ قرآن کی طرح حدیثِ نبوی کی بھی اطاعت کریں جیسا کہ سورۂ نساء میں سے رب تعالیٰ ان الفاظ میں مخاطب ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد اس کے رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ کسی کی اطاعت کرنے کا مطلب یہی ہے کہ اس کے احکام پر عمل کیا جائے۔ پس یہی اطاعتِ خداوندی کا مطلب قرآن کریم کی اطاعت ہے۔ اس کے بعد اطاعتِ رسولؐ کا ذکر ہے۔ رسولؐ کی اطاعت حقیقتاً سنتِ نبوی کی اطاعت ہے اور اسوۂ رسولؐ کو تمام انسانوں کے لیے نمونۂ کامل قرار دیا گیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

"بیشک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اچھا نمونہ ہے۔" (احزاب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے ہے۔ آپؐ کی احادیث ہر شعبۂ زندگی کے افراد کے لیے رہنما ہیں۔ آپؐ نے جو کچھ فرمایا وہ خدا کی مرضی کے مطابق ہے۔ آپؐ کے ہر عمل میں قرآن کی اطاعت کارفرما ہوتی۔ جیسا کہ ایک صحابی نے حضرت عائشہؓ سے آپؐ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ قرآن ہی آپؐ کا اخلاق ہے۔ اخلاق میں اقوال و افعال تمام چیزیں آجاتی ہیں۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و عمل حکم قرآن کے مطابق ہوتا تھا۔ جس طرح قرآن کریم ایک جامع ہدایت ہے۔ اسی طرح آپؐ کی سیرت عالمگیر ہے گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے سامنے دو قرآن ہیں۔ ایک کتابی شکل میں اور دوسرا اسوۂ رسولؐ کی شکل میں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ

نے مسلمانوں کو اسلام میں مکمل طور پر داخل ہونے کا حکم دیا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً۔

تو یہاں اسلام سے مراد قرآن کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات ہیں اور ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ مکمل طور پر اطاعت اختیار کی جائے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

قرآن کریم میں وضاحت کر دی گئی کہ انسان کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کرے اور اس کا محبوب بندہ ہو جائے۔ خدا کا محبوب بندہ بننے کے لیے اطاعت رسولؐ کو لازمی قرار دیا گیا۔ سورہ آلِ عمران میں حکم ہوا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

"اے (نبیؐ)، آپؐ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالےٰ تم سے محبت کرے گا۔"

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

"تیرے پروردگار کی قسم یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تمام متنازعہ امور میں آپؐ کو حکم نہ بنا لیں۔"

اس آیت کے مضمون پر غور فرما لیں۔ اللہ تعالےٰ نے واضح فرما دیا کہ نبیؐ حکم ہے جو اسے حکم تسلیم نہیں کر سکتے تو مومن نہیں ہو سکتے اور حکم کا فرمان حجت ہے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔

"بیشک جو لوگ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔"

اس آیت میں انتہائی پرزور الفاظ میں رسولؐ سے بیعت کرنے کو خود خدا سے
بیعت کرنا قرار دیا گیا۔
اب تک جو آیات بیان کی گئی ہیں ان میں واضح کیا گیا کہ اطاعتِ رسولؐ دراصل اطاعت
خداوندی ہے اس کے علاوہ ایسی بھی بیشمار آیات ہیں کہ جہاں پر رسولؐ کی نافرمانی کرنے والے
سزا بیان کر دی گئی جس طرح اللہ کے احکام سے روگردانی کرنے والے کو جہنم کی وعید سنائی
گئی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والے کو معصیت وضلالت قرار دیا گیا۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا

"اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا تو ایسے شخص کے لیے جہنم
کی آگ ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

سورۂ احزاب کا مضمون ہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۔

"اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں
مبتلا ہوا"

یہ آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جس طرح خدا کی نافرمانی کرنے والا ضلالت
اور گمراہی میں مبتلا ہوا اور قرآن نے اس کو جہنم کی وعید سنائی۔ اسی طرح رسولؐ کی نافرمانی کرنے
والا یا دوسرے الفاظ میں سنّتِ نبویؐ سے انحراف کرتے والا دردناک عذاب کا مستحق ہوا
اور آخرت میں اس کے لیے ذلّت ورسوائی ہے۔

دراصل اطاعتِ رسولؐ ہی وہ چیز ہے جو ایمان کی حقیقی لذّت عطا کرتی ہے۔ جیسا کہ
حدیث میں بتایا گیا "ایمان کا ذائقہ اس نے چکھا جو اللہ کو اپنا رب ہونے پر اسلام کو اپنا
دین ہونے پر اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول ہونے پر راضی ہو گیا"
مذہب میں وہی ایمان قابلِ قبول ہے جس کی بنیاد اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت

پر ہے اور یہاں وہ محبّت مطلوب ہے جو ہر قسم کی محبت پر غالب آجائے اور جس کی خاطر دنیا اور ہر چیز کو چھوڑا جا سکے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان اور مال جو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے گر جانے کا تمھیں خوف ہے، مکانات جو تمھیں پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر کر دے۔"

غرض ہر حالت میں قرآن و سنّت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا گیا خواہ مخالفتوں کا کیسا ہی شدید طوفان کیوں نہ ہو، کتنے ہی مصائب پیش آئیں یا خطرات کا سامنا کرنا پڑے، کیسی ہی مشکلات اس کی راہ میں حائل ہوں یا متعدّد دشواریوں سے دوچار ہونا پڑے مگر انسان حق کی خاطر ان کا مقابلہ کرے، اس کے استقلال کو جنبش نہ ہو، دین سے وہ روگردانی نہ کرے اور قرآن و سنّت پر ثابت قدم رہے۔

کتاب الآداب

آداب کا بیان

باب ۴

بَابُ السَّلَامِ

(۵۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ طُوْلُہٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَہٗ قَالَ اذْہَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِکَ النَّفَرِ وَہُمْ نَفَرٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَکَ فَاِنَّہَا تَحِیَّتُکَ وَتَحِیَّۃُ ذُرِّیَّتِکَ فَذَہَبَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ قَالَ فَزَادُوْہُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ قَالَ فَکُلُّ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اٰدَمَ وَطُوْلُہٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا لَمْ یَزَلِ الْخَلْقُ یَنْقُصُ بَعْدَہٗ حَتَّی الْاٰنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو اپنی صورت پر پیدا کیا ان (کے جسم) کی لمبائی ساٹھ گز تھی۔ ان کو پیدا کرنے کے بعد خدا نے ان سے فرمایا جاؤ اور اس جماعت کو سلام کرو اور وہاں فرشتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے اور سنو وہ کیا جواب دیتی ہے۔ وہ جو جواب دے وہ تیرا اور تیری اولاد کا جواب ہے۔ چنانچہ آدم علیہ سلام گئے (اور فرشتوں کی جماعت کو مخاطب کرکے) کہا "السلام علیکم" فرشتوں نے جواب میں کہا "السلام علیک ورحمۃ اللہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں نے (آدم علیہ السلام کے جواب میں) ورحمۃ اللہ کا لفظ زیادہ ادا کیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنت میں داخل ہوگا آدمؑ کی صورت پر ہوگا اور اس کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی۔ اس کے بعد مخلوقات کی پیدائش برابر کم ہوتی رہی یعنی ان کا قد چھوٹا ہوتا

رہا، یہاں تک کہ اس مقدار کو پہنچا جو اب ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۵۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتُقْرِئُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کی کون سی عادت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کھانا کھلانا اور آشنا نا آشنا سب کو سلام کرنا۔ (بخاری و مسلم)

(۵۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهٗ اِذَا مَاتَ وَيُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهٗ اِذَا غَابَ اَوْ شَهِدَ وَلَمْ اَجِدْهُ فِی الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِیْ كِتَابِ الْحُمَيْدِیِّ وَلٰكِنْ ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الْجَامِعِ۔

(بِرِوَايَةِ النَّسَائِیِّ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں ۱ جب کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا ۲ جب کوئی مسلمان مرجائے تو اس کی تجہیز و تکفین اور نماز وغیرہ میں شریک ہونا ۳ جب کوئی مسلمان دعوت کرے تو اس کی دعوت قبول کرنا ۴ جب کوئی مسلمان ملے تو اس کو سلام کرنا ۵ جب کوئی مسلمان چھینکے تو اس کے جواب میں اگر (وہ الحمد للہ کہے تو) یرحمک اللہ کہنا ۶ حاضر و غائب مسلمان کی خیر خواہی کرنا۔ (یہ حدیث مسلم و بخاری میں نہیں ہے اور نہ حمیدی کی کتاب میں البتہ جامع الاصول نے اس کو نقل کیا ہے اور نسائی کا حوالہ دیا ہے)

(۵۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا وَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِم)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم اس وقت تک بہشت میں داخل نہ ہو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا جب تک تم آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تم کو ایک ایسی بات نہ بتاؤں، کہ تم اس پر عمل کرو تو تمہارے درمیان محبت بڑھے اور وہ بات یہ ہے کہ سلام کو رواج دو یعنی آپس میں آشنا ناآشنا سب کو سلام کرو۔ (مسلم)

(۵۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انہی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ سلام کرے سوار پیدل چلنے والوں کو اور پیدل چلنے والا بیٹھنے والوں کو اور تھوڑے مسلمان بہت سے مسلمانوں کو۔

(۵۷) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چھوٹا (کمسن) سلام کرے بڑے کو اور چلنے والا سلام کرے بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے آدمی سلام کریں زیادہ آدمیوں کو۔ (بخاری)

(۵۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى غِلْمَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑکوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے اور ان کو سلام کیا۔ (بخاری و مسلم)

(۵۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْدَؤُا الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِیْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰى اَضْيَقِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہود اور نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور جب تم کو راستہ میں کوئی یہودی یا نصرانی ملے تو اس کے راستہ کو اتنا تنگ کرو کہ وہ یکسو ہو کر گزرنے پر مجبور ہو جائے۔ (مسلم)

(۶۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ الْيَهُوْدُ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ اَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودی جب تم کو سلام کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں "السّام علیک" (یعنی تم پر موت ہو) تم اس کے جواب میں کہو "وعلیک" (یعنی تجھ پر بھی موت ہو) (بخاری و مسلم)

(۶۱) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، یہود و نصاریٰ جب تم کو سلام کریں تو تم ان کے جواب میں "وعلیکم" کہو (یعنی تم پر بھی) (بخاری و مسلم)

(۶۲) وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ رَهْطٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ

فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهِ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ قَدْ قُلْتُ: عَلَيْكُمْ فِي رِوَايَةٍ عَلَيْكُمْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَاوَ۔

(مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ قَالَتْ إِنَّ الْيَهُوْدَ اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَلسَّامُ عَلَيْكَ قَالَ وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ وَ لَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَاِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ قَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ اَوَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قُلْتُ رَدَدْتُّ عَلَيْهِمْ فَيُسْتَجَابُ لِيْ فِيْهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا تَكُوْنِيْ فَاحِشَةً فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ ۔

حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ یہود کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی اور کہا السّام علیکم (یعنی تم کو موت آئے) میں نے ان کے جواب میں کہا بلکہ تم کو موت آئے اور تم پر لعنت ہو۔ (یہ سن کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! خداوند تعالیٰ نرمی کرتا اور نرمی کو تمام امور میں پسند کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ نے سنا نہیں انھوں نے کیا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے ان کے جواب میں "وعلیکم" (یعنی تم پر بھی) کہہ دیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری میں روایت ان الفاظ میں ہے کہ یہود نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا "السام علیک" (تم کو موت آئے) اور آپ نے فرمایا تم پر بھی۔ حضرت عائشہ رضؓ نے یہود کے الفاظ سن کر کہا تم کو موت آئے، تم پر خدا کی لعنت ہو، تم پر غضب الٰہی نازل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ!

ٹھہرو نرمی سے کام لو، سختی و درشتی چھوڑ دو اور بے شرمی کی باتوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عائشہؓ نے کہا آپؐ نے ان کے الفاظ نہیں سُنے؟ آپؐ نے فرمایا اور تم نے میرے جواب کے الفاظ نہیں سنے۔ میں نے ان کے الفاظ کو انھی کے اوپر لوٹا دیا۔ میری دعا ان کے حق میں قبول کی جاتی ہے اور ان کی دعا میرے حق میں قبول نہیں کی جاتی اور مسلم میں ایک روایت کے اندر یہ الفاظ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! تو بیہودہ اور فحش باتیں نہ کر اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں کرتا۔

(۶۳) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيْهِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے مجمع کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرک یعنی بُت پرست اور یہود ہر قسم کے آدمی تھے اور آپؐ نے ان کو سلام کیا۔ (بخاری و مسلم)

(۶۴) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا قَالَ فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهٗ قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْاَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابی سعید خدریؓ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم راستوں پر

نہ بیٹھا کرو، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! ہم تو راستوں پر بیٹھنے کے لیے مجبور ہیں اس لیے کہ ہم وہاں بیٹھ کر تمام ضروری امور پر بحث و گفتگو کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم مجبور ہو تو راستہ کا حق ادا کیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا راستہ کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا آنکھوں کا بند رکھنا (یعنی حرام چیزوں پر نظر نہ ڈالنا) کسی کو اذیت نہ پہنچانا، سلام کا جواب دینا، مشروع باتوں کا لوگوں کو حکم دینا اور ممنوع باتوں سے روکنا۔ (بخاری و مسلم)

(۶۵) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَإِرْشَادُ السَّبِيلِ۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَقِيبَ حَدِيثِ الْخُدْرِيِّ هٰكَذَا)

حضرت ابوہریرہؓ حدیث بالا کے واقعہ میں اتنا اضافہ کرتے ہیں کہ آپؐ نے راستہ کے حقوق بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا راستہ کا بتلانا (یعنی کوئی شخص راستہ دریافت کرے تو اس کی رہنمائی کرنا)۔ (ابوداؤد)

(۶۶) وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَتُغِيثُوا الْمَلْهُوفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَقِيبَ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰكَذَا وَلَمْ أَجِدْهُمَا فِي الصَّحِيحَيْنِ)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا واقعہ میں فرمایا کہ مظلوم کی فریاد رسی کرنا اور بھولے ہوئے کو راستہ بتانا۔ ابوداؤد نے اس کو حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے بعد اسی طرح بیان کیا اور ہم نے یہ دونوں حدیثیں صحیحین میں نہیں پائیں۔

وضاحت

بقول ارسطو انسان ایک سماجی حیوان ہے وہ تنہا اپنی ضروریات پوری نہیں کرسکتا اور دوسرے افراد کے ساتھ رابطہ رکھنے پر مجبور ہے۔ مشہور مسلمان ماہر عمرانیات ابن خلدون

نے اسے مدنی الطبع قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر وہ سادہ ترین غذا بھی استعمال کرے تو بھی اس کو لاتعداد لوگوں کی خدمات کی ضرورت پڑتی ہے ۔ یہ ضرورت مختلف افراد کی آپس میں ملاقات کا مبنی ہے۔ دنیا کی تمام مہذّب اقوام کے افراد ملاقات کے وقت بعض ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جن سے محبّت کا اظہار ہوتا ہے مثلاً یورپ کا معاشرہ گڈ مارننگ اور گڈ ایوننگ وغیرہ کہتا ہے۔ ایرانی ہزار ہا سال تک بزی کے کلمات ادا کرتے رہے اور عرب کے لوگ انعم اللہ بك عینا کہتے۔

دینِ اسلام نے ان تمام الفاظ کے بدلہ ایک ایسی دعا کی ہدایت کی جو ہر بڑا چھوٹے کو اور چھوٹا بڑے کو دے سکتا ہے جو مسلمانوں کا شعار بن گئی ۔ یہ فقرے فوراً دو اجنبی مسلمانوں کی اجنبیّت اور بیگانگی کو دور کر دیتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کی سلامتی کے خواہاں ہیں غرض ان الفاظ کے ذریعہ امتِ مسلمہ کے درمیان باہمی الفت اور محبّت کی فضا قائم کی گئی ہے ۔ اپنائیت کا جذبہ اُجاگر کیا گیا ہے ۔ نتیجہ کے طور پر اسلامی معاشرہ میں ہمدردی اور خیر خواہی کی فضا اُجاگر ہوتی ہے ۔ یہ دعا ہے (اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ)

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی دعا میں سلامتی کا دائمی پیغام ہے ۔ یہاں صرف دنیاوی فائدہ ہی ملحوظ نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی سلامتی کو لپیٹ لیا گیا ہے ۔ سلام تو نبیوں کا طریقہ رہا ہے جیسا کہ سورۂ مریم میں والسلام عَلَیّ یا سورہ صٰفّٰت میں وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے ۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا گیا ۔ سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ۝

سلام کے معاملہ میں اپنے اور بیگانے، شناسا اور غیر شناسا، اجنبی اور غیر اجنبی بڑے اور چھوٹے کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ۔ البتہ سلام کا آغاز کرنے میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ چھوٹا بڑے کو، گزرنے والا بیٹھنے والے کو اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت

کو سلام کرے۔ اس شخص کا اجر و ثواب زیادہ ہے جو پہل کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے قطع تعلق رکھے اور جب ملاقات کرے تو یہ اُدھر مُنہ پھیر لے اور وہ اُدھر مُنھ پھیر لے۔ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کر لے۔

مجلس میں شامل ہوتے وقت سلام کرنا اور جاتے وقت سلام کرنا اسلامی آداب میں سے ہے۔ اس بات کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ سلامتی کی دعا میں اضافہ کر کے جواب دیا جائے۔ ترمذی کی روایت سے ثابت ہے کہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو دس نیکیاں ملیں۔ دوسرا شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ کے الفاظ ادا کیے آپؐ نے فرمایا اس کو بیس نیکیاں ملیں تیسرے شخص نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس کو تیس نیکیاں حاصل ہوئیں۔

اسلام کا یہ حکم ہے کہ جب کوئی سلام کرے تو اچھے طریقہ پر جواب دیا جائے یا کم از کم ویسا ہی لوٹا دیا جائے۔ اسی لیے جواب دینے کو واجب قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر جواب نہ دیا جائے تو اس شخص کی دل شکنی ہوتی ہے جو کسی صورت میں گوارا نہیں۔ جیسا کہ ایک صوفی منش شاعر نے کہا ہے ؎

بُت خانہ توڑ ڈالیے مسجد کو ڈھائیے
دل کو نہ توڑیئے یہ خدا کا مقام ہے

سلام کا جواب نہ دینا ترک واجب کے مساوی گناہ ہے اور بہتر الفاظ میں جواب دینا انتہائی افضل ہے۔ سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(اور جب تمھیں کسی طور پر سلام کیا جائے تو تم اس سلام کے جواب میں اس سے بہتر سلام کرو یا کم از کم ویسا ہی جواب دو)

باب الاستیذان
اجازت حاصل کرنے کا بیان

(٦٧) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اَتَانَا اَبُوْمُوْسٰی قَالَ اِنَّ عُمَرَ اَرْسَلَ اِلَیَّ اَنْ اٰتِیَهُ فَاَتَیْتُ بَابَهُ فَسَلَّمْتُ ثَلٰثًا فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَامَنَعَكَ اَنْ تَاتِیَنَا فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ فَسَلَّمْتُ عَلٰی بَابِكَ ثَلٰثًا فَلَمْ تَرُدُّوْا عَلَیَّ فَرَجَعْتُ وَقَدْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدُکُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ یُؤْذَنْ لَهُ فَلْیَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ اَقِمْ عَلَیْهِ الْبَیِّنَةَ قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ فَقُمْتُ مَعَهُ فَذَهَبْتُ اِلٰی عُمَرَ فَشَهِدْتُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابی سعید خدری کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ (ایک روز) ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے میرے پاس ایک آدمی بھیج کر مجھ کو بلایا۔ (میں حسب طلب) اس کے دروازے پر پہنچا اور (اجازت حاصل کرنے کے لیے) تین بار سلام کیا لیکن مجھ کو سلام کا جواب نہ ملا تو میں واپس چلا آیا۔ بعد میں ایک روز حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا میرے پاس آنے سے کس چیز نے تم کو روکا؟ میں نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوا تھا اور آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا تھا لیکن گھر والوں میں سے کسی نے سلام کا جواب نہیں دیا تو واپس چلا آیا۔ اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت حاصل کرے مگر اس کو اجازت نہ

ملے تو واپس چلا آئے۔ حضرت عمرؓ نے (یہ سُن کر) فرمایا اس حدیث کے گواہ لاؤ۔ ابوسعید اس کے راوی کہتے ہیں کہ ابوموسیٰؓ کے ساتھ میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور شہادت دی کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۶۸) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْنُكَ عَلَيَّ أَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ وَأَنْ تَسْتَمِعَ سَوَادِي حَتّٰى أَنْهٰكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھ کو اجازت دیتا ہوں کہ تو میرے دروازے کا پردہ اُٹھا کر اندر چلا آ اور میری خفیہ باتیں سُن جب تک میں تجھ کو منع نہ کر دوں۔ (مسلم)

(۶۹) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَيْنٍ كَانَ عَلٰى أَبِي فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَقُلْتُ أَنَا فَقَالَ أَنَا أَنَا كَأَنَّهُ كَرِهَهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک قرض کے معاملہ میں جو میرے والد پر تھا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپؐ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا "میں ہوں، میں ہوں" گویا آپؐ نے میرے الفاظ کو بُرا سمجھا۔ (بخاری و مسلم)

(۷۰) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِي قَدَحٍ فَقَالَ أَبَا هِرٍّ اِلْحَقْ بِأَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ إِلَيَّ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوْا فَاسْتَأْذَنُوْا فَأُذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (آپؐ کے گھر میں) داخل ہوا۔ آپؐ نے گھر میں دُودھ کا ایک پیالہ رکھا ہوا پایا اور مجھ سے فرمایا۔ ابوہریرہؓ! اہلِ صُفّہ کو بلا لاؤ۔ میں اہلِ صُفّہ کو بلا لایا۔ انھوں نے دروازہ پر حاضر ہو کر اجازت چاہی آپؐ نے اُن کو اجازت دے دی۔ (بخاری)

وضاحت

اسلام حق تعالےٰ کا بھیجا ہوا وہ دین ہے جس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے حیاتِ انسانی کے کسی بھی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا خواہ وہ انفرادی زندگی سے متعلق ہو یا اجتماعی زندگی سے متعلق۔ انسان کی روزمرّہ زندگی کے مشاغل میں رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، ملنے جُلنے میں شریعتِ اسلامیہ کی جانب سے بعض ضروری اصول وضوابط پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ انھی پر عمل بندہ کو مہذّب اور شائستہ قرار دیتا ہے ورنہ اس کے طور طریقے حیوانات سے مشابہہ ہو جاتے ہیں۔

انسان کی روزانہ زندگی کا ایک باب یہ بھی ہے کہ جب کوئی کسی کی ملاقات کو جائے تو بغیر اجازت اس کے گھر میں داخل نہ ہو۔ بظاہر یہ ایک معمولی سا حکم نظر آتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں فتنہ وفساد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ کوئی شخص اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہو سکتا ہے کہ وہ اس حالت میں دوسروں کے سامنے آنا پسند نہ کرے۔ اسی لیے قرآن وحدیث میں اجازت طلب کرنے کی سخت تاکید آئی اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو وعید سنائی گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ

ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ؕ

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔ پھر اگر ان میں سے کسی کو نہ پاؤ جب بھی بغیر مالکوں کی اجازت کے بغیر ان میں نہ جاؤ۔ یہ تمھارے لیے پاکیزہ ہے۔ اللہ تمھارے کاموں کو جانتا ہے۔"

غیر کے گھر سے مراد وہ گھر ہے جہاں غیر سکونت پذیر ہو خواہ وہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ وہاں جا کر اجازت طلب کرنا ضروری ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپؐ کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازہ کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں دروازہ کے پردے وغیرہ نہیں ہوتے تھے لہٰذا دروازے کے عین سامنے کھڑا ہونا مناسب نہیں تھا۔

گھر میں داخلہ کی اجازت مانگنے کا درست طریقہ یہ ہے کہ سلام کر کے کہے کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ اگر تین مرتبہ پوچھنے پر بھی اندر سے جواب نہ آئے تو واپس چلا جائے۔ وہ واقعہ بہت مشہور ہے جس کو حریری نے ابو نضرہ سے اور انھوں نے ابو سعید سے روایت کیا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور دروازہ کی اوٹ سے تین بار سلام کیا لیکن ان کو اندر آنے کی اجازت نہ ملی تو واپس لوٹ گئے۔ اب حضرت عمرؓ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے اور بلوا کر دریافت فرمایا کہ تم کیوں پلٹ گئے تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جب تم میں کوئی تین بار سلام کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ اب حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس حدیث پر گواہ لاؤ ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری انتہائی غمگین حالت میں ہمارے پاس آئے۔ ہم نے ان سے دریافت کیا کہ تمھارا کیا حال ہے؟ انھوں نے پورا واقعہ سُنایا اور پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سُنا ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ ہم میں سے

ہر ایک نے اس حدیث کو سُنا ہے چنانچہ ہم نے ایک آدمی اُن کے ساتھ کر دیا اور اس نے جا کر اس حدیث کو سنایا (اس واقعہ میں حضرت عمرؓ کا مقصد خدانخواستہ حضرت ابو موسیٰ کو جھوٹا ثابت کرنا نہیں تھا۔ لیکن معاملہ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا تھا لہذا اس کو دوسری شہادت کے بغیر قبول نہیں کرنا چاہتے تھے۔)

اجازت کا حکم گھروں سے متعلق ہے ورنہ وہ مقامات جو عوام کے لیے ہیں مثلاً پارک، دکانیں وغیرہ وہاں اس اصول کا اطلاق نہیں ہوتا۔ گھروں میں بھی چھوٹے بچّے اور غلام وغیرہ جن سے ہر وقت کا واسطہ رہتا ہے ان کے لیے ہر وقت اجازت طلب کرنا تکلیف ہوتا ہے تو ان کے لیے چند اوقات مقرر کر دیئے گئے ہیں، جب اذن طلب کرنا ضروری ہے۔ ان اوقات کی وضاحت قرآن کریم میں کر دی گئی ہے۔ یعنی نمازِ عشاء کے بعد سے نمازِ فجر تک اور دو پہر میں جب آرام کے لیے لیٹے۔ کیونکہ ان اوقات میں انسان راحت کے لیے جسم سے کچھ کپڑے الگ کر دیتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ ۝

"اے مسلمانو! تمہارے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلام)، اور تم میں سے جو سن بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں، تین اوقات میں تمہارے پاس آنے کی تم سے اجازت لے لیا کریں۔ ایک تو نمازِ فجر سے پہلے اور دوسرے جب تم دوپہر کو (سونے کے لیے) کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور تیسرے نمازِ عشاء کے بعد، یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں۔"

بَابُ المصافحہ المعانقہ

مصافحہ اور معانقہ کا بیان

(۷۱) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ الرَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں مصافحہ کا رواج تھا؟ انھوں نے کہا، "ہاں"۔ (بخاری)

(۷۲) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْأَقْرَعُ إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا۔ اس وقت آپ کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ لیتے ہوئے دیکھ کر فرمایا میرے دس بیٹے ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا جو شخص (اولاد یا مخلوق خدا پر) مہربانی اور شفقت نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا (یعنی اللہ اس پر رحم نہیں کرتا)۔

(بخاری و مسلم)

(۷۳) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ أَبِي عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

وَفِیْ رِوَایَةِ أَبِیْ دَاوُدَ وَقَالَ إِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا وَحَمِدَا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا۔

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں تو ان دونوں کے جُدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں، باہم مصافحہ کریں، خدا کی حمد کریں اور بخشش چاہیں تو ان کو بخش دیا جاتا ہے۔

(۷۴) وَعَنْ أَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ مِنَّا یَلْقٰی أَخَاهُ أَوْ صَدِیْقَهٗ أَیَنْحَنِیْ لَهٗ قَالَ لَا قَالَ أَفَیَلْتَزِمُهٗ وَیُقَبِّلُهٗ قَالَ لَا قَالَ أَفَیَأْخُذُ بِیَدِهٖ وَیُصَافِحُهٗ قَالَ نَعَمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے جب کوئی اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کرے یا کسی دوست سے تو کیا وہ (اس کی تعظیم وتکریم کے لیے) سر جھکائے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اس شخص نے کہا کیا اس سے معانقہ کرے؟ (یعنی اس سے گلے ملے) اور اس کو بوسہ دے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، اس شخص نے پھر پوچھا۔ کیا اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کرے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں۔ (ترمذی)

(۷۵) وَعَنْ أَبِیْ أُمَامَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَمَامُ عِیَادَةِ الْمَرِیْضِ أَنْ یَّضَعَ أَحَدُکُمْ یَدَهٗ عَلٰی جَبْهَتِهٖ أَوْ عَلٰی یَدِهٖ فَیَسْأَلُهٗ کَیْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِیَّاتِکُمْ بَیْنَکُمُ الْمُصَافَحَةُ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَضَعَّفَهٗ)

حضرت ابی امامہؓ کہتے ہیں رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مریض کی پوری عیادت یہ

ہے کہ تم اپنا ہاتھ مریض کی پیشانی پر یا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اس سے اس کا حال پوچھو

اور پورا اسلام کرنا یہ ہے کہ سلام کے بعد تم مصافحہ بھی کرو۔

(احمدؒ ترمذیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے)

(٧٦) وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ زید بن حارثہؓ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر میں تشریف فرما تھے، انھوں نے دروازہ کو کھٹکھٹایا، صرف تہبند باندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برہنہ جسم چادر کو کھینچے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ قسم ہے خدا کی، میں نے کبھی اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد آپؐ کو برہنہ دیکھا۔ آپؐ نے جوشِ محبت سے زید کو گلے لگالیا اور بوسہ دیا۔ (ترمذی)

(٧٧) وَعَنْ اَيُّوْبَ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ عَنَزَةَ اَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ ذَرٍّ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ اِذَا لَقِيْتُمُوْهُ قَالَ مَا لَقِيْتُهُ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِيْ وَبَعَثَ اِلَيَّ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ اَكُنْ فِيْ اَهْلِيْ فَلَمَّا جِئْتُ اُخْبِرْتُ فَاَتَيْتُهُ وَهُوَ عَلٰى سَرِيْرٍ فَالْتَزَمَنِيْ فَكَانَتْ تِلْكَ اَجْوَدَ وَاَجْوَدَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت ایوبؒ بن بشیر قبیلۂ بنو عنزہ کے ایک شخص سے ناقل ہیں کہ اس شخص نے حضرت ابوذرؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم لوگوں سے ملاقات کیا کرتے تھے تو کیا مصافحہ بھی کیا کرتے تھے؟ ابوذرؓ نے کہا کہ میں نے جب کبھی

آپؐ سے ملاقات کی۔ آپؐ نے مجھ سے مصافحہ کیا اور ایک روز آپؐ نے مجھ کو بلا بھیجا میں اس وقت گھر میں موجود نہ تھا۔ جب میں گھر آیا تو مجھ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ اس وقت تخت پر تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے مجھے گلے سے لگا لیا اور یہ گلے سے لگانا بہت بہتر بہت بہتر ہوا یعنی مصافحہ سے زیادہ بہتر ہوا کہ معانقہ کی برکت و راحت نصیب ہوئی (ابو داؤد)

(۷۸) وَعَنْ عِكْرِمَةَ ابْنِ اَبِیْ جَهْلٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جِئْتُهُ مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا ہجرت کرنے والے سوار کو مرحبا۔ (ترمذی)

وضاحت

دو مسلمانوں کی ملاقات کے وقت محبّت کے اظہار کا ذریعہ مصافحہ بھی ہے اور یہ سلام کے مقصد کی تکمیل بھی کرتا ہے۔ مدینہ میں اس طریقہ کو یمن کے لوگ لے کر آئے اور مسلمانوں نے اس کو قبول کر لیا۔ ترمذی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلام کا تکملہ مصافحہ کرنا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے "مصافحہ کیا کرو اس سے کینہ دور ہوتا ہے"۔ غرض مصافحہ آپس کے بغض و حسد کو روکنے کا وسیلہ بنتا ہے اور مسلمانوں میں باہم الفت و محبّت کی فضا پیدا کرتا ہے۔ ان میں محبّت و اتحاد قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے جب بھی آپؐ سے ملاقات کی آپؐ نے مصافحہ فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حالات میں معانقہ بھی فرمایا ہے مثلاً ایک مرتبہ حضرت زید بن حارثؓ تشریف لائے تو آپؐ نے انھیں گلے لگا لیا اور ان کا بوسہ لیا۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب جب حبشہ سے ہو کر واپس مدینہ منوّرہ تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے ملے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں گلے لگا لیا اور فرمایا "میں نہیں کہہ سکتا کہ فتح خیبر کی خوشی مجھے زیادہ ہے یا جعفر کے آنے کی"۔ جس دن خیبر فتح ہوا تھا اسی دن حضرت جعفرؓ تشریف لائے تھے اور حضورؐ بہت مسرور تھے۔ وفور جذبات سے انہوں نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کو گلے لگا لیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو بہت چاہتے تھے۔ جب وہ آتیں تو آپؐ فرطِ محبّت سے کھڑے ہو جاتے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے۔ اسی طرح جب آپؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں آپؐ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتیں اور اس پر بوسہ دیتیں۔

ایک حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے معانقہ کرنے یا بوسہ کرنے کی ممانعت فرمائی ہے (حالانکہ آپؐ کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے) محدثینِ کرام نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ یہ ممانعت ان حالات میں ہے کہ جہاں شہوت پیدا کرنے والی صورت ہو، یعنی جہاں حکم شرعیہ کے تحت پردہ ضروری ہے۔

بَابُ القیام

کھڑے ہونے کا بیان

(۷۹) عَنْ اَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَیْظَةَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِ وَکَانَ قَرِیْبًا مِّنْہُ فَجَاءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ جب یہود بنو قریظہ نے سعدؓ کے فیصلے پر آمادگی ظاہر کردی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدؓ بن معاذ کو بُلا بھیجا سعدؓ وہاں سے قریب ہی تھے وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا تم اپنے سردار کو اتارنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ (کیونکہ ان کی پنڈلی میں زخم ہے) (بخاری و مسلم)

(۸۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُقِیْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّجْلِسِہٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْہِ وَلٰکِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی شخص کو اپنے بیٹھنے کے لیے اس کی مجلس سے کھڑا نہ کرے لیکن تھوڑا کھسک جاؤ اور جگہ دو۔ (بخاری و مسلم)

(۸۱) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ مِنْ مَّجْلِسِہٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْہِ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص (کسی مجلس میں) اپنی جگہ سے اٹھ کر کہیں چلا جائے اور پھر واپس آجائے تو اپنی جگہ کا زیادہ مستحق ہے (یعنی اپنی جگہ پر بیٹھنے کا حق اسی کو حاصل ہے) (مسلم)

وضاحت

اسلام سے قبل بعض قوموں میں اپنے سرداروں کے لیے کھڑے رہنے کا رواج موجود تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا حضرت ابی امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپؐ تشریف لائے تو ہم لوگ آپؐ کے لیے کھڑے ہو گئے لیکن آپؐ نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ تعظیم کے لیے اس طرح نہ کھڑے ہو جس طرح عجمی کھڑے ہوتے ہیں۔ یعنی سرداروں اور امراء کے لیے کھڑا ہونا عجمیوں کا طریقہ تھا اشعار اسلامی میں اس کو داخل نہ کیا جائے لیکن روایات سے ثابت ہے کہ کسی محبوب و محترم شخصیت کے لیے فرطِ محبت سے کھڑے ہونے کو آپؐ نے منع نہیں فرمایا۔ مثلاً آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ جب آپؐ کے ہاں تشریف لاتیں تو آپؐ بیٹی کی محبّت میں کھڑے ہو جاتے۔ ان کے ہاتھ چومتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہؓ بھی آپؐ کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ کرتیں۔

جب ایک معاملہ میں یہود سے اختلاف ہوا اور یہود نے یہ پیشکش کی کہ وہ حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کو قبول کرلیں گے تو آپؐ نے حضرت سعدؓ کو بلوا بھیجا۔ حضرت سعدؓ سواری پر بیٹھ کر مسجد کے قریب آئے تو آپؐ نے صحابہؓ کو حکم فرمایا کہ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جائیں۔

بَابُ الجلوس والنوم والمشی

بیٹھنے، لیٹنے، سونے اور چلنے کا بیان

(۸۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا بِيَدَيْهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحن کعبہ میں اس طرح بیٹھے دیکھا کہ آپؐ کے دونوں زانو کھڑے تھے تلوے زمین پر تھے اور ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ (بخاری)

(۸۳) وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍؓ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِيًا وَاضِعًا إِحْدَى قَدَمَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

عباد بن تمیمؓ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اس طرح چت لیٹے ہوئے تھے کہ آپؐ کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔ (بخاری ومسلم)

(۸۴) وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّرْفَعَ الرَّجُلُ إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی شخص اس طرح چت نہ لیٹے کہ ایک پاؤں کھڑا رکھے اور دوسرا اس کے اوپر رکھے۔ (مسلم)

(۸۵) وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَسْتَلْقِیَنَّ اَحَدُکُمْ ثُمَّ یَضَعُ اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح چت لیٹنے سے منع فرمایا ہے کہ ایک پاؤں کھڑا رکھے اور دوسرا پاؤں اس کے اُوپر رکھے۔ (مسلم)

(۸۶) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَّتَبَخْتَرُ فِیْ بُرْدَیْنِ وَقَدْ اَعْجَبَتْہُ نَفْسُہٗ خُسِفَ بِہِ الْاَرْضُ فَھُوَ یَتَجَلْجَلُ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جب کہ ایک شخص دھاری دار چادریں اوڑھے اکڑتا چلا جاتا تھا اور یہ دو چادریں اپنے جسم پر اس کو بہت معلوم ہوتی تھیں فرمایا اس شخص کو زمین میں دھنسایا گیا اور قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

وضاحت:۔

بَابُ الْجُلُوْسِ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس شریعت کو لے کر آئے اس میں زندگی کے ہر شعبہ میں وقار و متانت کے اختیار کرنے کو پسند کیا گیا۔ چنانچہ نشست برخاست میں بھی کچھ اصول بتائے گئے۔ کچھ قوانین سکھلائے گئے۔ کچھ ضوابط پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی۔ اس باب میں بیٹھنے کی تعلیمات درج ذیل ہیں۔

۱۔ مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ بعد میں آنے کے بعد لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آگے جانا انتہائی نامناسب ہے۔ اس کے علاوہ جو معزز جگہ ہو وہاں از خود بیٹھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "اپنے بھائی کی معزز جگہ

پراز خود کوئی نہ بیٹھے۔

۲۔ مجلس میں بعد میں آنے والوں کے لیے کشادگی پیدا کرنا اور ان کے لیے گنجائش نکالنے کو پسند کیا گیا ہے۔ ایک متفق علیہ حدیث میں توسّعوا و تفسّحوا کا حکم دیا گیا مقصد یہ ہے کہ اگر زیادہ گنجائش نہ ہو تو بعد میں آنے والا کھڑا رہے گا یا پھر واپس چلا جائے گا اور یہ دونوں صورتیں اس کے لیے اذیت کا باعث بنیں گی لہٰذا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نئے آنے والے کے لیے گنجائش پیدا کی جائے۔ بظاہر یہ معمولی سا حکم ہے لیکن آپ غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ اس طرح دوسرے شخص کے دل میں آپ کے لیے محبّت کے جذبات پیدا ہوں گے۔ معاشرہ سے بغض و کینہ کا خاتمہ ہو گا اور گنجائش پیدا کرنے والے کو سنّتِ نبویؐ پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس کے علاوہ قرآنِ کریم نے دوسروں کے لیے گنجائش پیدا کرنے کا اتنا بڑا ثواب بیان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اس کے معاوضہ میں تمہارے لیے کشادگی پیدا کرے گا۔ یعنی آپ ذرا سی جگہ نکال کر اگرچہ جسمانی طور پر مشقت برداشت کرتے ہیں مگر یہ قلبی کشادگی حق تعالیٰ کی جانب سے ملنے والے اجر کا آپ کو مستحق ٹھہراتی ہے۔ حکم قرآنی ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ۝

"اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کشادگی کرو تو کشادگی کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی پیدا کرے گا۔"

۳۔ بازار اور راستوں میں بیٹھنے سے گریز کیا جائے کیونکہ اس طرح دوسرے لوگوں کو چلنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور بازار میں غیر ضروری اشیاء کے خریدنے کے لیے رغبت پیدا ہوتی ہے اور فضول خرچی کے لیے راہ ہموار ہوتی ہے۔ طبرانی کی روایت

ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

شَرُّ الْمَجَالِسِ الْاَسْوَاقِ وَالطُّرُقِ وَخَیْرُ الْمَجَالِسِ الْمَسَاجِدُ۔

(بیٹھنے کی بدترین جگہیں بازار اور راستے ہیں اور بہترین جگہیں مسجدیں ہیں)

۴۔ اگر کچھ افراد حلقہ بنا کر بیٹھے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنا انتہائی نامناسب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت بھیجی ہے۔

۵۔ اگر کہیں تین افراد بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ آپؐ نے اس کی ممانعت فرمائی کہ اس طرح تیسرے شخص کو اذیّت پہنچتی ہے اور وہ یہ سوچتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ میرے متعلق گفتگو کر رہے ہوں یا انہوں نے مجھے اس قابل نہیں سمجھا کہ اپنی گفتگو میں شریک کرتے۔

۶۔ جب چند لوگ کسی مجلس میں بیٹھے ہوں تو ایک کو ہٹا کر اس کی جگہ خود بیٹھنے کی بھی ممانعت کی گئی کہ اس طرح اپنی بڑائی ظاہر ہوتی ہے اور جس شخص کو ہٹایا گیا ہے وہ اپنی توہین کی وجہ سے اس سے بدظن ہو جاتا ہے۔

۷۔ اگر کوئی شخص ایک جگہ بیٹھا ہو پھر تھوڑی دیر کے لیے اٹھ جائے تو واپس آکر اسی مقام پر بیٹھ سکتا ہے۔ جیسا کہ ترمذی کی روایت سے ثابت ہے کہ وہ پہلے جگہ حاصل کر چکا تھا اب اس کا مزورتاً اُٹھنا اس جگہ سے اس کے حق کو ساقط نہیں کرتا۔

۸۔ اس طرح بیٹھنا کہ آدھا جسم سایہ میں رہے اور آدھا دھوپ میں، اس سے منع کیا گیا ہے۔

بَابُ النَّوم

نیند اللہ تعالٰے کے انعامات میں سے ایک ہے۔ انسان جب روزمرّہ کے مشاغل اور مصروفیات کے بعد تھک جاتا ہے تو اس کو آرام کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ اپنی

خرچ کی ہوئی توانائی کو دوبارہ حاصل کر سکے، پھر سے چاق و چوبند ہو جائے اور اپنے کاموں میں لگ جائے۔ غرض نیند بھی باری تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کے وسیلہ سے انسان کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۞

"اور اسی نے تمہارے لیے رات کو پردہ اور نیند کو آرام اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کو بنایا۔"

قرآنِ کریم کی اس آیت سے ثابت ہو جاتا ہے کہ خالق کائنات نے رات آرام کے لیے اور دن کام کے لیے بنایا۔ البتہ دن میں تھوڑی دیر دوپہر کو آرام کرنا منع نہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے جس میں تین اوقات میں اجازت لے کر آنے کا بیان ہے ان میں دوپہر کا بھی ذکر ہے۔

حِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ۔

"جب تم دوپہر کو سونے کے لیے (معمول کے مطابق کچھ کپڑے اتار دیا کرتے ہو) تو یہ لوگ تمہارے پاس آنے کی اجازت لے لیا کریں۔"

اسی طرح رات کے کچھ حصہ میں خدا کی یاد کو پسندیدہ فعل قرار دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بندگانِ خدا تہجد کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسلام نے سونے اور جاگنے کے مکمل آداب بیان فرما دیئے جن پر عمل میں سراسر ہماری بھلائی ہے۔ سونے کے باب میں جو اصول دیئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ سحر خیزی جو صحت کے لیے ضروری ہے اس کی عملی مشق نمازِ فجر کے ذریعہ کرائی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص رات کو وقت پر نہ سوئے تو صبح وقت پر نہیں اٹھ سکتا۔ اسی لیے نمازِ عشاء

کے بعد بیکار باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ انسان وقت پر سو جائے لیکن اگر کسی کو کوئی ضروری کام درپیش ہو تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ صحیح مسلم کی روایت سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی ضروری مشورہ کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور آپؐ نے ان سے گفتگو فرمائی۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے کہ جس پر کوئی چہار دیواری نہ ہو کیونکہ اس سے گرنے کا اندیشہ ہے۔

۳۔ سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا چاہیئے تاکہ اگر کوئی ضرر رساں چیز ہو تو گر جائے۔ اس کے بعد دائیں کروٹ لیٹ کر سونا چاہیئے۔ (ابو داؤد کتاب الآدب)

۴۔ سوتے وقت چراغ بجھا دیا جائے کہ کہیں کوئی جانور چراغ کی بتی کو اٹھا کر کسی اور جگہ لے جائے اور آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں۔ مدینہ میں ایک مرتبہ کسی کے گھر آگ لگ گئی۔ جب آپؐ کو پتہ چلا تو فرمایا "آگ تمھاری دشمن ہے۔ جب سونے لگو تو اس کو بجھا دیا کرو۔"

۵۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھ کر چت لیٹنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبادؓ بن تمیم اپنے چچا سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں آرام فرماتے ہوئے دیکھا۔ ان دونوں حدیثوں میں علماء نے اس طرح تطبیق پیدا کی ہے کہ عرب کے لوگ تہبند باندھتے تھے اور اس صورت میں ستر کھل جانے کا احتمال رہتا تھا۔ اسی لیے آپؐ نے منع فرمایا۔ اگر ایسا اندیشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۶۔ طہارت کی حالت میں سونا چاہیئے بلکہ سونے سے قبل وضو کر لینا افضل ہے۔

۷۔ سونے کے بعد بیدار ہو کر کوئی بھی مسنون دعا پڑھنی چاہیئے۔ یہ دعائیں حدیث سے ثابت ہیں۔

بَابُ الْمَشْیِ

انسان کو چلنے پھرنے میں وقار اور سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ ایسی چال جس سے تکبر ظاہر ہو یا مسخرہ پن نمایاں ہو، مسلمان کا شیوہ نہیں۔ اس کی تاکید خالقِ کائنات نے قرآنِ کریم میں فرمائی اور اس کی تاکید نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں فرمائی۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝

"اور زمین میں اکڑ کر نہ چل (کہ اس طرح چل کر) نہ تو تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں تک اونچائی میں جا سکتا ہے۔"

راستہ میں چلتے ہوئے ادب و وقار کا اتنا لحاظ رہے کہ اگر مسجد میں جماعت بھی ہو رہی ہو تو اس میں شامل ہونے کے لیے دوڑنے کو پسند نہیں کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ مسجد میں تکبیر ہو رہی ہو تو دوڑ کر اس میں شمولیت اختیار نہ کرو بلکہ تم جماعت میں نہایت متانت و وقار کے ساتھ آکر ملو۔

خواتین کو وسطِ راہ سے الگ ہو کر چلنے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ مردوں اور عورتوں میں اختلاط نہ ہو۔ ایک مرتبہ جب آپؐ نے مردوں اور عورتوں کو باہم مل جل کر چلتے ہوئے دیکھا تو عورتوں کو کنارے ہو کر چلنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد سے عورتوں کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ دیوار کے ساتھ لگ کر چلنے لگی تھیں۔ اس کے علاوہ عورتوں کو تیز خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ نسوانی وقار کے خلاف ہے۔ عورتوں کو باہر نکلتے وقت پردہ کا حکم دیا گیا۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ۝

"اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی آنکھیں ذرا نیچی کر لیں اور اپنا ستر چھپائیں اور اپنا سنگھار نہ دکھائیں۔"

عورت اگر پیر میں کوئی زیور پہنے ہوئے ہو تو زمین پر آہستہ قدم رکھے تاکہ وہ آواز پیدا نہ کرے اور دوسروں کی توجہ اس طرف مبذول نہ ہو۔ اسلام سے قبل عرب کی عورتیں پازیب وغیرہ پہنتی تھیں اور زور زور سے زمین پر قدم رکھتی تھیں جس سے زیور کے بجنے کی آواز پیدا ہوتی۔ اسلام نے اس طریقہ کو پسند نہیں کیا اور اس سے روک دیا گیا۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۝

"اور چلنے میں اپنے پاؤں اتنے زور سے نہ رکھیں کہ (لوگوں کو) ان کے اندرونی زیور کی خبر ہو۔"

بابُ العطاس والتثاؤب

چھینکنے اور جماہی لینے کا بیان

(۸۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْعُطَاسَ وَیَکْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ کَانَ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّیْطٰنِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرُدَّهٗ مَا سْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنَ الشَّیْطَانِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّیْطَانُ مِنْهُ۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا چھینک کو پسند کرتا ہے اور جما کو برا سمجھتا ہے تم میں سے جس شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو ہر مسلمان اُس مسلمان کا جو چھینک کو سُنے یہ فرض ہے کہ وہ جواب میں یرحمک اللہ کہے اور جماہی شیطان کا فعل ہے۔ تم میں سے جس کو جماہی آئے تو جس حد تک ممکن ہو اُسے روکے اس لیے کہ کسی شخص کو جماہی آتی ہے تو شیطان دیکھ کر ہنستا ہے۔ (بخاری)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم میں سے جب کوئی "ہا" کہتا ہے تو (یعنی جماہی لیتا ہے) تو شیطان ہنستا ہے۔

(۸۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهٗ اَخُوْهُ اَوْصَاحِبُهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاِذَا قَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کسی کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے اور اس کا مسلمان بھائی یا دوست یرحمک اللہ کہے تو چھینکنے والا اس کے جواب میں یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ (اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہارے حال کو درست فرمائے) کہے۔ (بخاری)

(۸۹) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدُهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْاٰخَرَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِیْ قَالَ اِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَلَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس کہتے ہیں کہ دو شخصوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چھینک آئی آپؐ نے جواب نہ دیا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ نے اس کو جواب دیا اور مجھ کو نہیں دیا۔ آپؐ نے فرمایا اس نے الحمد للہ کہا تھا اور تو نے نہیں کہا۔

(بخاری و مسلم)

(۹۰) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ وَاِنْ لَّمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابی موسیٰؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تم (یرحمک اللہ) کہہ کر اس کو جواب دو اور جو شخص چھینک کر الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب نہ دو۔ (مسلم)

(۹۱) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ اُخْرٰى فَقَالَ الرَّجُلُ مَزْكُوْمٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ فِي الثَّالِثَةِ اِنَّهٗ مَزْكُوْمٌ)

حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چھینک ماری تو انھوں نے آنحضرتؐ کو جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہتے ہوئے سنا۔ پھر اس کو دوبارہ چھینک آئی تو آپؐ نے فرمایا اس شخص کو زکام ہے۔ (مسلم)

اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی تیسری چھینک پر یہ فرمایا کہ اس کو زکام ہے۔

(۹۲) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فَمِهٖ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابی سعید خدریؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کسی کو جمائی آئے تو اپنا ہاتھ منھ پر رکھ لے اس لیے کہ شیطان منھ کھلا ہوا پاتا ہے تو اس میں گھس جاتا ہے۔ (مسلم)

وضاحت

جمائی سے چونکہ سستی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو روکنے

کی ہدایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جما کو اللہ تعالیٰ بُرا سمجھتا ہے جب تم میں سے کوئی جما

لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔

چھینکنے سے انسان کی طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے اور وہ ایک قسم کی فرحت محسوس کرتا ہے۔

اس لیے چھینکنے پر الحمد للہ کہنے کا حکم دیا گیا اور سُننے والے کو یَرحمک اللہ کے الفاظ ادا کرنے

کی ہدایت کی گئی ہے۔ پھر چھینکنے والا جواب میں یَغفِرُ اللہُ لی وَ لَکُم کہے۔

باب الضحك

ہنسی کا بیان

(۹۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح خوب ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپؐ کا منھ کھل جاتا اور آپؐ کا تالو نظر آجاتا ہو بلکہ آپؐ اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری)

(۹۴) وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جریر رضؓ کہتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کسی حال میں اپنے پاس آنے سے منع نہیں فرمایا اور جب آپؐ مجھ کو دیکھتے تو مسکراتے۔ (بخاری و مسلم)

(۹۵) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَأْخُذُوْنَ فِيْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ صبح کی نماز پڑھتے تھے اس جگہ سے اس وقت تک نہ اُٹھتے تھے۔ جب تک آفتاب خوب روشن نہ ہو جاتا اور جب سورج نکل آتا تو آپؐ اُٹھ کھڑے ہوتے اس عرصہ میں آپؐ صحابہؓ سے باتیں کرتے رہتے تھے اور جاہلیت کی باتوں کا ذکر کر کے صحابہؓ ہنستے اور مسکراتے تھے۔ (مسلم) اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ صحابہؓ شعر پڑھا کرتے تھے۔

وضاحت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا گیا۔ آپؐ کی شخصیت حیاتِ انسانی کے ہر پہلو کے لیے ہدایت و رہنمائی کا سامان رکھتی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے بارے میں اسوۂ رسولؐ سے رہبری حاصل نہ ہوتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خود قرآنِ کریم نے "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" کہہ کر سنتِ رسولؐ پر عمل کرنے کو کامیابی کی ضمانت قرار دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل میں بھی شگفتہ مزاجی کے بعض مظاہرے ہوتے بلکہ آپؐ نے دوسروں کے ساتھ بیزاری سے گفتگو کرنا اور بے مروّتی کا مظاہرہ کرنے کو گناہ قرار دیا ہے۔ اور بھائی سے خندہ پیشانی سے ہم کلام ہونے کو بھی صدقہ بیان کیا۔

ایک حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيقٍ

"کسی بھی نیکی کو معمولی مت سمجھو خواہ اپنے بھائی سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملاقات کرنا ہو۔"

غرض شگفتگیٔ طبع کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے اور اللہ کا رسولؐ اس کو ثواب کا کام قرار دے رہا ہے اور اس کے اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل اس بات میں کیا تھا۔ وہ ترمذی کی اس روایت سے ثابت ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو مسکراتے نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس طرح خوب ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپؐ کا منہ کھل جاتا اور تالو نظر آتا بلکہ آپؐ اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے۔

قہقہہ لگانے کو آپؐ نے پسند نہیں فرمایا نہ آپؐ نے خود قہقہہ لگایا۔ ایک موقع پر جب آپ کی دختر ہنس رہی تھیں تو آپؐ نے ٹوک دیا اور انھیں یاد دلایا کہ "قیامت کا دن بھول گئیں یہ نہ سمجھنا کہ میرا باپ پیغمبر ہے"۔ غرض آپؐ نے اکثر تبسم فرمایا اور لوگوں سے خندہ پیشانی سے ہمکلام ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ سخت سے سخت دشمن موم ہو جاتے۔ آپؐ کے جان لینے کے ارادے سے آتے ہیں اور اتنے متاثر ہوتے ہیں کہ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ اگر آپؐ کے رویّہ سے بیگانگی اور بیزاری کا اظہار ہوتا تو اس تیزی سے اسلام نہ پھیلتا۔ یہ سب آپؐ کے بااخلاق رویہ کا نتیجہ تھا کہ اجنبی سے اجنبی آپؐ کے طریقہ میں اپنائیت محسوس کرتا اور آپؐ ہی کا ہو جاتا تھا۔

بابُ حفظ اللّسان والغیبة والشتم

زبان کی حفاظت، غیبت اور بُرا کہنے کا بیان

(۹۶) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ سے اس بات کا عہد کرے کہ وہ اپنے دونوں کلّوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان اور دانتوں) اور اپنے دونوں پاؤں کی درمیانی چیز (یعنی شرم گاہ) کی حفاظت کرے گا (اور لوگوں کو بُرا نہ کہے گا نہ کسی کی برائی اور غیبت کرے گا اور بدکاری و زنا وغیرہ سے بچے گا) تو میں اس کیلئے جنّت کی ضمانت کرلوں گا۔ (بخاری)

(۹۷) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ يَهْوِيْ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بندہ بعض وقت ایسی بات زبان سے کہتا ہے جس سے اللہ خوش ہوجاتا ہے لیکن وہ بندہ اس حقیقت سے واقف نہیں ہوتا اور خداوند تعالیٰ اس بات کے بدلے میں اس کے درجات بلند کردیتا

ہے اور بعض اوقات بندہ ایسی بات کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور وہ اس سے واقف نہیں ہوتا اور وہ بات اس کو جہنم میں لے جاتی ہے (بخاری)
اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کلمہ اُسے دوزخ میں اتنی دُوری پر ڈال دیتا ہے۔ جتنی مشرق و مغرب میں دُوری ہے۔

(۹۸) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان کو بُرا کہنا فسق ہے اور مسلمان کا مار ڈالنا کفر ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۹۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک کلمۂ کفر کا مستحق قرار پاتا ہے۔ (یعنی دونوں میں سے ایک کافر ٹھہرتا ہے۔ اگر وہ شخص جس کو کافر کہا گیا ہے ایسا ہی ہے، تو اس کلمہ کا وہی مستحق ہے اگر وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ پڑے گا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۰۰) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابی ذرؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی شخص کسی شخص پر نہ تو فسق کی تہمت لگائے اور نہ کفر کی۔ اس لیے کہ اگر وہ شخص ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ پڑتا ہے۔ (بخاری)

(۱۰۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابی ذرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی کو کافر کہہ کے پکارے یا خدا کا دشمن کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ پڑتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۰۲) وَعَنْ أَنَسٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِيْ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انسؓ و حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر دو شخص ایک دوسرے کو برا کہیں تو اس برا کہنے کا گناہ اس شخص پر ہو گا جس نے پہل کی ہے وہ ظالم ہے اور دوسرا مظلوم، جب تک کہ مظلوم حد سے آگے نہ بڑھے یعنی ظالم سے زیادہ برا نہ کہے۔ (مسلم)

(۱۰۳) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيْقٍ أَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق (یعنی مومن) کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ زیادہ لعنت کرنے والا ہو۔ (مسلم)

(۱۰۴) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللَّعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابی درداؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "زیادہ لعنت کرنے والے لوگ قیامت کے دن نہ تو شہادت دینے والے ہوں گے اور نہ شفاعت کرنے والے۔" (مسلم)

(۱۰۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی آدمی یہ کہے کہ "ہلاک ہو جائیں لوگ" تو وہ کہنے والا سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم)

(۱۰۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم قیامت کے دن بدترین لوگوں میں ان کو پاؤ گے جو دو منہ رکھنے والے منافق ہوں گے (یعنی منہ دیکھی بات کہتے ہوں گے) ان کے پاس جائیں گے تو ان کی سی کہیں گے اور ان کے پاس جائیں گے تو ان کی سی کہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۰۷) وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ نَمَّامٌ)

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے "چغل خور جنت میں نہ جائیں گے" (بخاری و مسلم)

(۱۰۸) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّیْقًا وَاِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فَاِنَّ الْکِذْبَ یَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سچ

بولنا اختیار کرو اس لیے کہ سچ بولنا نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت میں
لے جاتی ہے اور جو شخص ہمیشہ سچ بولتا اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے۔
وہ خدا کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور بچو تم جھوٹ سے اس لیے کہ جھوٹ
فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور دوزخ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔
اور جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ خدا کے
ہاں کذاب (بہت جھوٹ بولنے والا) لکھا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)
اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی بہشت میں لے
جاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتا
ہے۔

(۱۰۹) وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَّيَنْمِیْ خَيْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ام کلثومؓ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے وہ شخص
جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہو، نیک باتیں کہتا ہو اور بھلی
باتیں پہنچاتا ہو (یعنی دو آدمیوں یا جماعتوں کے درمیان اچھی اور بھلی باتوں سے
اصلاح کرنا مقصود ہو اگرچہ ان میں کوئی بات جھوٹی بھی ہو)
(بخاری و مسلم)

(۱۱۰) وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت مقدادؓ بن اسود کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب
تم ان لوگوں کو دیکھو جو مبالغہ کے ساتھ تعریفیں کرتے ہوں (جھوٹی تعریف کرتے
ہوں) تو ان کے منہ میں خاک ڈال دو۔ (مسلم)

(۱۱۱) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ اَثْنٰی رَجُلٌ عَلٰی رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَیْلَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیْکَ ثَلٰثًا مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَۃَ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ اِنْ کَانَ یُرٰی اَنَّہٗ کَذٰلِکَ وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابی بکرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی رسول اللہؐ کے سامنے (مبالغہ کے ساتھ) تعریف کی۔ آپؐ نے تعریف کرنے والے سے فرمایا "افسوس ہے تجھ پر تو نے اپنے بھائی کی گردن ماردی" تین بار آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے اور اس کے بعد فرمایا "اگر تم کسی کی تعریف کو ضروری سمجھو تو کہو کہ میں فلاں شخص کی نسبت یہ خیال رکھتا ہوں کہ یا فلاں شخص کو میں ایسا سمجھتا ہوں (مثلاً مرد صالح یا مردِ سخی) اور اللہ تعالےٰ حقیقتِ حال سے خوب واقف ہے۔ وہی حساب کرنے والا اور خبر دینے والا ہے۔ اور یہ بھی اس صورت میں کہے جب وہ شخص اس شخص کی نسبت ایسا ہی خیال رکھتا ہو اور خدا پر کسی شخص کی نسبت یقین کے ساتھ یہ حکم نہ لگائے کہ وہ یقیناً ایسا ہی ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۱۲) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَۃُ قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَھَتَّہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِذَا قُلْتَ لِاَخِیْکَ مَا فِیْہِ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ وَاِذَا قُلْتَ مَا لَیْسَ فِیْہِ فَقَدْ بَھَتَّہٗ ۔

حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ خوب جانتے

ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ذکر کرنا اپنے مسلمان بھائی کا ایسی باتوں کے ساتھ جو اس کو بُری معلوم ہوں (غیبت ہے) پوچھا گیا اگر میرے بھائی کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ تب بھی اس کو غیبت کہا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا۔ اگر اس کے اندر وہ بُرائی موجود ہو جس کا تو نے ذکر کیا ہے تو تُو نے اس کی غیبت کی۔ اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو پھر تُو نے اس پر بہتان لگایا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اگر تو نے اپنے بھائی کی وہ بُرائی بیان کی جو اس کے اندر پائی جاتی ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر تُو نے اس کی نسبت ایسی بات کی جو اس کے اندر نہیں پائی جاتی تو تُو نے اس پر بہتان لگایا۔ (مسلم)

(۱۱۳) وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا اِسْتَاذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهُ فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهُ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى عَاهَدْتِنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا اس کو آنے کی اجازت دے دو۔ یہ اپنی قوم میں بُرا آدمی ہے جب وہ شخص آپؐ کے پاس آکر بیٹھ گیا تو آپؐ نے کشادہ پیشانی سے اس کی طرف دیکھا اور مُسکرا کر اُس سے باتیں کیں۔ پھر جب وہ چلا گیا تو عائشہؓ نے کہا یا رسول

اللہ! آپؐ نے اس شخص کی نسبت ایسا کہا تھا۔ پھر آپؐ نے اس سے بکشادہ
پیشانی ملاقات کی اور مسکرا مسکرا کر اس سے باتیں کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا تو نے مجھے فحش گو کب پایا؟ بدترین آدمی خدا کے نزدیک قیامت
کے دن وہ ہوں گے جن کو لوگ ان کی برائی سے ڈر کر چھوڑ دیں اور ایک روایت
میں یہ الفاظ ہیں کہ جن کی فحش گوئی سے ڈر کر لوگ اُن سے دُور دُور رہیں۔
(بخاری و مسلم)

(۱۱۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
كُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافِیً اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ وَاِنَّ مِنَ الْمُجَانَةِ اَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ
بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ
كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری ساری
اُمت عافیت میں ہے (یعنی اس پر کوئی سخت عذاب نہ کیا جائے گا) مگر وہ لوگ
عافیت میں نہیں ہیں جو برائی کو ظاہر کرنے والے ہیں اور یہ بات کسی قدر بے پروائی
(بے شرمی) کی ہے۔ آدھی رات کو کوئی (برا) کام کرے اور صبح ہونے پر
جب اللہ تعالیٰ نے رات کو اس کے عیب کو چھپا لیا ہو وہ لوگوں سے یہ
کہتا پھرے کہ اے فلانے میں نے رات کو ایسا ایسا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے
رات کو اس کے عیب کو ڈھانک لیا تھا اور اس نے صبح ہوتے ہی اللہ
تعالیٰ کے پردہ کو چاک کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

اور ابو ہریرہؓ کی حدیث "من کان الخ" ضیافت کے باب میں بیان کی گئی۔

وضاحت

اللہ تعالٰے نے انعامات سے انسان کو نوازا۔ زمین سے آسمان تک جو کچھ ہے وہ اسی کے انعامات کی کارفرمائی ہے۔ اس کے انعامات اور نوازشوں کی کوئی حد نہیں خود قرآن کریم کا ارشاد ہے:

اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ

"اگر اللہ کے احسان گنو تو ان کو پورا نہ گن سکو گے"

حق تعالٰے کے ان احسانات میں سے ایک اہم احسان قوتِ گویائی ہے جو انسان کو عطا کی گئی جس کی بنا پر وہ اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے ما فی الضمیر کو دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ اپنی فکر سے دوسروں کو آگاہ کرتا ہے۔ غرض اس قوت کے باعث زبان کا صحیح استعمال جہاں انسان کے مراتب بلند کرتا ہے وہیں اس کا غلط استعمال اس کو جہنم تک بھی لے جا سکتا ہے۔ اسی لیے نبی آخر الزماںؐ نے زبان کی حفاظت کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ سے اس کا عہد کرے کہ وہ اپنے دونوں رخساروں کی درمیانی چیز یعنی (زبان) اور اپنے دونوں پاؤں کی درمیانی چیز یعنی (شرمگاہ) کی حفاظت کرے گا تو میں اس کے لیے جنّت کی ضمانت دوں گا۔

فحش گوئی

ہر قسم کی فحش گوئی سے منع کیا گیا۔ خود قرآن کی زبان کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس میں حیاء کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً عورت و مرد کے لیے قرآن نے کنایةً لمس یعنی چھونا کا لفظ استعمال کیا۔ سورۂ نساء میں آتا ہے اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ

اسی طرح بول و براز کے لیے بھی قرآن و حدیث میں وہ زبان استعمال کی گئی ہے جس سے پردہ کا اظہار ہو۔ مثلاً قرآن کریم میں اس کیلئے لفظ غائط استعمال کیا گیا ہے اور غائط نچلی زمین کو کہتے ہیں کیونکہ اجابت وغیرہ کے لیے پست زمین کا استعمال ہوتا تھا۔ اس لیے قرآن میں جہاں طہارت کا ذکر کیا گیا ہے تو غائط ہی کا لفظ استعمال ہوا۔

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بول و براز کے لیے احادیث میں رفع حاجت کا استعارہ استعمال کیا۔ قرآن و حدیث کی ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیں جو زبان استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی ہے وہاں تہذیب و شائستگی کو ملحوظ رکھنا ہے اور ہر قسم کی فحش گوئی سے اپنا دامن بچانا ہے۔

جھوٹ :-

زبان کے ذریعہ سے لاتعداد گناہ انسان سے سرزد ہوتے ہیں مثلاً وہ جھوٹ بولتا ہے دوسروں پر الزام لگاتا ہے خوشامد کرتا ہے، چاپلوسی کرتا ہے، غیبت کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ خصوصیت کے ساتھ زبان کی حفاظت کرنے کی تاکید ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دوسرے گناہ نسبتاً مشکل ہیں اور ان میں مراحل بھی زیادہ ہیں جبکہ زبان کے گناہ کا ارتکاب ان دشوار گزار مراحل کو پار کیے بغیر بھی ہوجاتا ہے اور انسان جہنم کی راہ سے متعارف ہوجاتا ہے۔

زبان سے سرزد ہونے والا ایک گناہ جھوٹ ہے۔ ایک متفق علیہ حدیث میں اس کی مذمت ان الفاظ میں کی گئی کہ جھوٹ بدکاری کی راہ بتاتا ہے اور بدکاری دوزخ کو جاتی ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ خدا کے ہاں اس

کو جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنّت میں لے جانے والا کون سا کام ہے"؟ فرمایا" سچ بولنا، جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی اختیار کرتا ہے وہ ایمان سے معمور ہو جاتا ہے اور وہ شخص جنّت میں داخل ہوا"۔ اس کے بعد اس نے پوچھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ میں لے جانے والا کون سا کام ہے"؟ آپؐ نے فرمایا "جھوٹ بولنا، کیونکہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کے کام ہی کرے گا اور جب گناہ کے کام کرے گا تو دوزخ میں جائے گا"۔ (مسند احمد)

اس حدیث سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ جھوٹ وہ اخلاقی بُرائی ہے جس کی وسعت کفر تک کو گھیرے ہوئے ہے اور کفر سے مغفرت کی کوئی صورت ممکن نہیں۔

سچ بولنے کی تاکید اس شدت سے کی گئی کہ بچہ کو بہلانے کی غرض سے بھی جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عامر کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ وہ بچّے تھے ان کی والدہ نے انھیں پکارا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف فرما تھے، ان کی والدہ نے ان کو بُلانے کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے۔ "یہاں آؤ میں تمھیں کچھ دوں گی"۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کیا تم بچے کو کچھ دینا چاہتی ہو یا نہیں"؟ ماں نے جواب دیا کہ میں اسے کھجور دینے کا ارادہ رکھتی ہوں، آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "اس وقت اگر تم بچّے کو کچھ نہ دیتیں تو تمھارا یہ جھوٹ بھی لکھ لیا جاتا"۔

بعض اوقات کسی سے کھانے وغیرہ کے لیے کہا جاتا ہے اور وہ از روئے

تکلف کہہ دیتا ہے کہ مجھے خواہش نہیں اگرچہ اس وقت اس کو کھانے کی خواہش ہوتی ہوتی ہے اسلام نے اس کو جھوٹ قرار دیا ہے۔ اس کی مثال حضرت اسماءؓ بنتِ یزید کا وہ واقعہ ہے کہ جب انھوں نے یہ دریافت کیا کہ "ہم میں سے کوئی کسی چیز کی خواہش رکھے اور پھر کہہ دے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں تو کیا یہ بھی جھوٹ میں شمار ہوگا؟" جواب میں حضور پاکؐ نے فرمایا کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی لکھ لیا جاتا ہے۔

انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی بھی جھوٹ کو معمولی سمجھ کر نظرانداز نہ کرے بلکہ ہر ممکن طور پر اس بداخلاقی سے اجتناب برتنے۔ جھوٹ کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ لوگ جو کچھ سنیں اسے بغیر کسی تحقیق کے دوسروں تک پہنچا دیں۔ اسی سے بعض اوقات افواہیں پھیلتی ہیں جو لوگوں کی اذیت کا باعث بھی بنتی ہیں جو خطرناک اور جان لیوا بھی ثابت ہوسکتی ہیں اور معاشرہ میں فساد اور بدامنی پیدا ہو جاتی ہے شریعتِ محمدیؐ نے اس سے بھی بچنے کا حکم دیا ہے:

"انسان کے لیے یہ جھوٹ ہی کافی ہے کہ جو کچھ وہ سنے اُسے بغیر تحقیق کے دوسروں سے کہتا پھرے۔" (مسلم)

غیبت:

زبان سے ایک اور گناہ جو اکثر و بیشتر ہوتا ہے وہ غیبت ہے۔ کسی شخص کی عدم موجودگی میں کسی کی ایسی بات بیان کرنا جو اسے ناپسند ہو، یہ ایک ایسی بُرائی ہے جس سے تعلقات میں کشیدگی اور ناگواری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی عزت اور آبرو کو صدمہ پہنچتا ہے، خوش دلی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ نفرت کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ سورۂ حجرات میں اس کی مذمت اس طرح بیان کی گئی ہے۔

لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۚ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

"تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہے۔ بھلا تم میں سے کوئی اس بات کو گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم کو گھن آئے اور اللہ سے تقویٰ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

یہاں پر غیبت کو مُردہ بھائی کے گوشت سے تشبیہہ دی گئی اس میں بلاغت کے بہت سے نکتے پوشیدہ ہیں۔ ایک شخص جھگڑے میں اگر دوسرے کا منھ نوچ لے اور گوشت اتار لے تو یہ ظلم ہوگا۔ لیکن اس میں بزدلی نہیں پائی جاتی ہے لیکن دشمن کے مر جانے کے بعد اس کا گوشت نوچنا انتہائی بزدلی اور ظلم دونوں کو ظاہر کرتا ہے۔ پھر جس طرح مردہ بے بس ہوجاتا ہے کہ اپنا دفاع نہیں کرسکتا۔ اسی طرح غائب بھی اپنا دفاع نہیں کرسکتا۔ اسے کیا معلوم کہ بیان کرنے والا صحیح بات کہہ رہا ہے یا غلط غرض کسی کی پیٹھ پیچھے بُرائی کرنا انتہائی بزدلانہ فعل ہے اور ایسا ہی ہے کہ کوئی اپنے دشمن کے مقتول ہونے کے بعد اس کا گوشت کھالے۔

ایک روایت میں ہے کہ شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو عالم برزخ میں مختلف گناہوں کی سزا بھگتتے ہوئے دیکھا۔ ان میں کچھ ایسے لوگ تھے جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں۔ بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں دوسروں کی غیبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سخت بدبو پھیلی، آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ "غیبت زنا سے بدتر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا "زنا سے بدتر کیسے ہوسکتی ہے؟"

آپؐ نے فرمایا "آدمی زنا کرتا ہے پھر (سچے دل سے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے) توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے" اور ایک حدیث میں یہ کلمات ہیں کہ اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کو نہیں بخشتا جب تک کہ وہ اس شخص کو معاف نہ کر دے جس نے اس کی غیبت کی۔

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں چھ ایسی صورتوں کو بیان کیا ہے کہ جب مختلف شرعی اور تمدّنی مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے کسی کی بُرائی کی جائے تو اس کو غیبت نہیں کہا جائے گا۔

۱۔ حاکم کے ظلم و ستم سے تنگ آکر بادشاہ تک اس کے سلوک کی اطلاع پہنچانا۔

۲۔ کسی کے شر سے لوگوں کو آگاہ کرنا جیسا کہ ایک شخص کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اپنے قبیلے کا بُرا آدمی ہے۔

۳۔ اخلاقی اور مذہبی برائیوں کو روکنا جیسا کہ قرآن کریم نے منافقین اور کافرین کے عیوب بیان فرمائے۔

۴۔ فتویٰ حاصل کرنا۔ ابوسفیان کی بیوی نے ان کے مال میں سے ضرورتاً حاصل کرنے کی خواہش کی اور بتایا کہ وہ کنجوس آدمی ہے۔ کیا وہ ابوسفیان کی عدم موجودگی میں صرف ضروریات پورا کرنے کے لیے لے سکتی ہے؟ آپؐ نے اجازت دے دی۔

۵۔ کوئی شخص کسی بُرے لقب سے مشہور ہو جائے لیکن وہ لقب اتنی شہرت پکڑ جائے کہ خود اس کو بُرا نہ لگتا ہو تو اس لقب کا استعمال غیبت نہیں۔

۶۔ وہ لوگ جو اعلانیہ فسق و فجور میں مبتلا ہوں ان کی بُرائی کرنا۔

غیبت کے علاوہ ایک اور بُرائی جو انسان سے سرزد ہوتی ہے وہ اس کا دوغلاپن

ہے یعنی سامنے کسی کی تعریف کرنا اور پیچھے اس کی تردید کرنا۔ قرآن کریم نے اس کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے:

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ

"اور جب ایمان والوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیطانوں سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو مسلمانوں سے مذاق کرتے ہیں۔"

ایک حدیث میں ہے کہ جس کے دو رُخ ہوں گے قیامت کے دن اس کے منھ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔"

غرض زبان رب العالمین کا ایک ایسا انعام ہے کہ جس کے صحیح استعمال سے انسان معاشرہ میں بلند مقام حاصل کرتا ہے۔ اعلیٰ درجہ تک پہنچتا ہے اور جس کا غلط استعمال اتنا خطرناک ہے کہ اس کے نتیجہ میں انسان کی دنیاوی زندگی میں بھی شر و فساد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ بغض و کینہ پیدا ہوتا ہے۔ محبّت نفرت میں بدل جاتی ہے، اپنے پرائے ہو جاتے ہیں اور آخرت میں بھی جہنّم تک لے جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی حفاظت کی تاکید فرمائی۔ فرمایا، "جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی" ایک دوسری روایت میں ہے کہ "مرد کا خاموش رہنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

بَابُ المُفاخرۃ والعَصَبِیَّۃ

خاندان اور قوم کی حمایت اور فخر کرنیکا بیان

(۵۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ فَقَالَ اَکْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَاَکْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ خَلِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْئَلُوْنِیْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِیَارُکُمْ فِی الْجَاهِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کون سا آدمی بزرگ ومکرم ہے؟ آپؐ نے فرمایا "خدا کے نزدیک بزرگ وبرتر وہ شخص ہے جو خدا سے ڈرتا ہے (یعنی متقی وپرہیزگار ہے) صحابہؓ نے عرض کیا، ہمارے سوال کا یہ مطلب نہیں ہے (بلکہ ہم حسب ونسب کے اعتبار سے انسان کی شرافت کو دریافت کرتے ہیں) آپؐ نے فرمایا "بزرگ وشریف تر انسانوں میں حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خدا کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے خدا کے نبی حضرت اسحاقؑ کے پوتے اور خدا کے نبی (ابراہیمؑ) خلیل اللہ کے پڑپوتے تھے صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا منشا یہ بھی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم عرب کے خاندان اور قبائل کی بابت مجھ سے دریافت کرتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا "ہاں"۔ آپؐ نے فرمایا "جو شخص ایام جاہلیت میں تم میں سب سے بہتر تھا وہ اسلام میں

بہتر ہے جبکہ وہ فقیہہ یعنی عقلمند و سمجھدار ہو۔" (بخاری و مسلم)

(۱۱۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَرِیْمُ ابْنُ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ ابْنِ اِبْرَاھِیْمَ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کریم ابن کریم ابن کریم، ابن کریم، یوسفؑ بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ ہیں۔ (بخاری)

(۱۱۷) وَعَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍؓ قَالَ فِیْ یَوْمِ حُنَیْنٍ کَانَ اَبُوْسُفْیَانَ ابْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِہٖ یَعْنِیْ بَغْلَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشِیَہُ الْمُشْرِکُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ قَالَ فَمَا رُوِیَ مِنَ النَّاسِ یَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْہُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن ابوسفیان بن حارثؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی باگ پکڑ لی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپؐ نے خچر سے اُتر کر فرمانا شروع کیا "میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں" راوی کا بیان ہے کہ اس روز آپؐ سے زیادہ شجاع تر کسی شخص کو نہیں دیکھا گیا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۱۸) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاکَ اِبْرَاھِیْمُ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "اے بہترین مخلوق!" آپؐ نے فرمایا "مخلوقات میں بہترین شخص حضرت ابراہیمؑ تھے۔" (مسلم)

(۱۱۹) وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَ رَسُوْلُہٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میری تعریف میں زیادتی نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ ابنِ مریمؑ (عیسیٰؑ) کی تعریف میں زیادتی (مبالغہ) کرتے ہیں۔ بس تو خدا کا بندہ ہوں تم (مجھ کو) خدا کا بندہ اور رسولؐ کہو۔ (بخاری و مسلم)

(۱۲۰) وَعَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَّلَا یَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عیاض بن مجاشعیؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالیٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا ہے کہ عاجزی و فروتنی اختیار کرو اس قدر کہ کوئی شخص کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم و زیادتی کرے۔ (مسلم)

وضاحت

خاندان اور قوم سے محبت رکھنا فطرت انسانی کا ایک جزو ہے لیکن محبت جس کے باعث انسان حق و انصاف کے تقاضوں کو فراموش کر دے یا اپنی قوم کی بے جا حمایت کرے، اپنے خاندان کا ساتھ دینے میں دوسرے پر ظلم و زیادتی سے کام لے تو اس کی اجازت نہیں ہے اور اسی کو عصبیت کہا گیا ہے۔

عصبیت عصب سے نکلا ہے۔ جس کے معنی پٹھے اور مضبوطی کے ہیں کیونکہ اعصاب اعضاء میں گوشت اور ہڈی کے درمیان رابطہ کا کام انجام دیتے ہیں ان کو توانائی عطا کرتے ہیں۔ اس لیے اعصاب کہلاتے ہیں۔ علم الاخلاق میں عصبیت اس بے جا حمایت کا نام ہے

جو قوم، مذہب، قبیلہ یا خاندان کے نام پر جاتی ہے۔ بغرض عصبیت ایک ایسا مرض ہے جو ملت کے جسم میں ناسور بن کر پرورش پاتا رہتا ہے اور بالآخر ملّت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اسی کی بناء پر حدودِ حق سے تجاوز کیا جاتا ہے۔ قوم کے مختلف گروہوں کے درمیان نفرت و عداوت پرورش پاتی ہے، بغض و کینہ سر اٹھاتا ہے دشمنی اور نفرت کے جذبات پرورش پاتے رہتے ہیں جو آخرکار پوری قوم کو ذلت و رسوائی سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔

قرآن و حدیث میں اسی عصبیت سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا، حضورؐ نے فرمایا "وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی طرف دعوت دے اور نہ وہ ہم میں سے ہے جو عصبیت پر کسی کو قتل کرے اور نہ ہی وہ ہم میں سے ہے جو اسی عصبیت پر مرے"

سورہ حجرات میں حق تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ اس نے قبائل صرف پہچان کے لیے بنائے ورنہ بزرگی کا معیار تو صرف تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ج اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔

"اور ہم نے تم کو مختلف خاندانوں اور قبائل میں اس لیے بنایا کہ باہم شناخت ہو سکے، بیشک تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا تھا کہ "عرب کو عجم پر اور گورے کو کالے پر کوئی برتری نہیں۔ برتر وہ ہے جو پرہیز گار ہے۔ یہ تعلیم کوئی زبانی تعلیم نہ تھی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عملی مظاہرہ فرمایا۔ جب اپنی پھوپی زاد بہن کا نکاح ایک آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ سے کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ایک قریشی لڑکی غیر قریشی سے بیاہی جا سکتی ہے۔ اسی طرح اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضورؐ نے شام کے لیے ایک لشکر تیار کیا تھا جس میں قبیلہ قریش کے اکابرین بھی شامل تھے۔ اس کا سربراہ آپؐ

نے ایک غلام کے بیٹے حضرت اسامہؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ لوگوں کو اس تقرّر پر اعتراض تھا جب ان چہ میگوئیوں کی اطلاع حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی تو آپؐ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا" میں نے سنا ہے کہ تمھیں اسامہؓ کی سربراہی پر اعتراض ہے ۔ خدا کی قسم اسامہؓ سربراہی کا اہل ہے اس سے قبل تم اس کے باپ زیدؓ کی سربراہی پر اعتراض کر چکے ہو اور خدا کی قسم زیدؓ سربراہی کا اہل تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فارس سے تشریف لانے والے حضرت سلیمانؓ اور حبشہ کے حضرت بلالؓ بے انتہا عزیز تھے. جبکہ آپؐ کے اپنے قبیلے کے سردار ابولہب اور ابوجہل آپؐ کے دشمن قرار پاتے ہیں جو حق کا دوست تھا وہی نبیؐ کا دوست تھا اور جس نے حق کی مخالفت کی وہی آپؐ کا مخالف قرار پایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے کو پسند نہیں فرمایا ایک شخص آیا اور آپؐ کو مخاطب کر کے کہنے لگا" اے بہترین مخلوق"! آپؐ نے فرمایا" مخلوق میں بہترین شخص حضرت ابراہیمؑ تھے"۔ ایک موقع پر فرمایا" تم میری تعریف میں اس طرح غلو نہ کرو جس طرح عیسائی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تعریف میں کرتے ہیں. میں تو خدا کا بندہ ہوں تم مجھے خدا کا بندہ اور رسولؐ کہو۔ ایک مرتبہ بعض لوگوں نے آپؐ کو یہ کہہ کر مخاطب کیا" اے ہم میں سے سب سے بہتر اور اے ہم میں سب سے بہتر کے فرزند! تو آپؐ نے فرمایا۔ " لوگو! پرہیزگاری اختیار کرو شیطان تمھیں گمراہ نہ کر دے. میں عبداللہ کا بیٹا محمدؐ ہوں، خدا کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں۔ مجھ کو خدا نے جو مرتبہ بخشا ہے مجھے پسند نہیں کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہچاننے کے لیے تعارف کرانا غلط نہیں ہے۔ جیساکہ غزوۂ حنین کے واقعہ سے ثابت ہے کہ جب مشرکوں نے آپؐ کو چاروں طرف سے گھیر

میں لے لیا تو آپؐ نے خچر سے اُتر کر فرمایا "میں نبیؐ ہوں اس میں جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔

اسی طرح انسان کا اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی عصبیت میں داخل نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا آدمی کا اپنی قوم کو عزیز و محبوب رکھنا عصبیت ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا "نہیں، لیکن یہ بات عصبیّت میں داخل ہے کہ کوئی شخص ظلم میں اپنی قوم کی مدد و حمایت کرے۔"

باب البر والصلة

نیکی واحسان اور اقارب کے ساتھ سلوک کا بیان

(۱۲۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبُوْكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ ۔ (مُتَّفِقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ! میری صحبت کے لیے کون شخص زیادہ مناسب ہے"؟ آپؐ نے فرمایا "تیری ماں"۔ اس نے عرض کیا "پھر کون؟" آپؐ نے فرمایا "تیری ماں"۔ عرض کیا "پھر کون؟" فرمایا "تیری ماں"۔ عرض کیا "پھر کون؟" فرمایا "تیرا باپ"۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپؐ نے فرمایا "تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ، پھر تیرا قریبی عزیز، پھر تیرا قریبی عزیز"۔ (بخاری و مسلم)

(۱۲۲) وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ ۔ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ کِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "غبار آلود ہو ناک اس کی، خاک آلود ہو ناک اس کی، غبار آلود ہو ناک اس کی (یعنی وہ ذلیل اور خوار ہو) پوچھا گیا یا رسول اللہؐ! کس کی ناک؟ آپؐ نے فرمایا "اس شخص کی

جس نے اپنے والدین میں سے کسی کو یا دونوں کو بوڑھا پایا اور پھر جنّت میں داخل نہیں ہوا (یعنی ان کی خدمت کر کے) (مسلم)

(۱۲۳) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍؓ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاُصِلُھَا۔ قَالَ نَعَمْ صِلِیْھَا۔ (مُتَّفِقٌ عَلَیْہِ)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ میری ماں میرے پاس آئی (یعنی مکّہ سے مدینہ میں) اور وہ مشرک تھی اور یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب کہ قریش سے حدیبیہ کی صلح ہو چکی تھی۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ اسلام سے بیزار ہے، کیا میں اس کے ساتھ سلوک کروں؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں اس سے سلوک کرو"۔ (بخاری و مسلم)

(۱۲۴) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اٰلَ اَبِیْ فُلَانٍ لَیْسُوْا لِیْ بِاَوْلِیَاءَ اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰہُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنْ لَّھُمْ رَحِمٌ اَبُلُّھَا بِبَلَالِھَا۔ (مُتَّفِقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے ابی فلاں کی اولاد (یعنی ابی لہب یا ابی سفیان یا اور کوئی سب کے سب) میرے دوست نہیں ہیں بلکہ میرا دوست خدا ہے اور نیک بخت مومن لیکن ان لوگوں سے میری عزیزداری ہے۔ میں اس کو اس کی تری کے ساتھ کرتا ہوں (یعنی اس سے جو سلوک کرتا ہوں) وہ رشتہ داری کی بناء پر ہے۔

(بخاری و مسلم)

(۱۲۵) وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَھَاتِ وَکَرِہَ لَکُمْ

قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَةَ السُّوَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ۔ (مُتَّفِقٌ عَلَیْهِ)

حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالےٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی و اذیت رسانی لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا اور بخل وگدائی کو حرام قرار دیا ہے اور قیل وقال یعنی بے فائدہ بحث وگفتگو، زیادتی سوال اور مال کو ضائع کرنا مکروہ قرار دیا ہے (بخاری ومسلم)

(۱۲۶) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْهِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ یَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْهِ قَالَ نَعَمْ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاهُ وَیَسُبُّ اُمَّهٗ فَیَسُبُّ اُمَّهٗ۔

(مُتَّفِقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔

(بخاری ومسلم)

(۱۲۷) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِیْهِ بَعْدَ اَنْ یُّوَلِّیَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہترین نیکی آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں سے احسان وسلوک کرنا ہے باپ کے مرنے کے بعد۔ (مسلم)

(۱۲۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ۔ (مُتَّفِقٌ عَلَیْهِ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے سلوک کرے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۲۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوَيِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے، خداوند تعالےٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ جب اس سے فارغ ہوا تو رحم (یعنی رشتہ) کھڑا ہوا اور رحمٰن (یعنی خدا کی کمر پکڑ لی خدا تعالےٰ نے پوچھا تھ کیا چاہتا ہے؟ رحم نے عرض کیا یہ جگہ اس شخص کے کھڑے ہونے کی ہے جو تیرے ذریعے پناہ مانگتا ہے قطع رحم سے (یعنی میں تیرے سامنے کھڑا ہو کر تیرے ذریعہ اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ کو قطع کرے اور رشتہ داری کی آبرو قائم نہ رکھے) خداوند تعالےٰ نے فرمایا کیا تو اس پر راضی ہے کہ جو شخص تجھ کو قائم و برقرار رکھے اس کے ساتھ احسان و سلوک کروں اور جو شخص تجھ کو چھوڑ دے میں بھی اس سے قطع تعلق کروں۔ رحم نے عرض کیا ہاں میں اس پر راضی ہوں، خداوند تعالےٰ نے فرمایا، اچھا تو یہ وعدہ تیرے لیے ثابت و برقرار ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۳۰) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ

الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُہٗ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے لفظ رحمٰن سے "رحم" لیا گیا ہے اور خداوند تعالےٰ نے رحم سے فرمایا کہ "جو شخص تجھ کو ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا اور جو تجھ کو کاٹے گا میں اس کو کاٹوں گا۔ (بخاری)

(۱۳۱) وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَۃٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَہُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَہُ اللّٰہُ۔

(مُتَّفِقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رحم عرش الٰہی میں معلّق ہے اور دُعا کے طور پر کہتا ہے کہ جو شخص مجھ کو ملائے گا یعنی رشتہ داری و قرابت داری کو قائم رکھے گا اس کو اللہ تعالےٰ ملائے گا اور جو شخص مجھ کو قطع کرے گا اللہ تعالےٰ اُس کو قطع کرے گا۔

(بخاری و مسلم)

(۱۳۲) وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ۔ (مُتَّفِقٌ عَلَیْہِ)

حضرت جبیرؓ بن مطعم کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے رشتہ داری کو قطع کرنے والا جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۳۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْٔ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صلہ رحم کرنے والا وہ نہیں ہے جس کے ساتھ صلہ رحم کیا جاتا ہے (یعنی یہ تو بدلہ ہے صلہ رحم نہیں) بلکہ صلہ رحم کرنے والا وہ ہے جب کہ اس کی رشتہ داری کا سلسلہ منقطع کر دیا جائے وہ اس رشتہ داری کو قائم کرے۔ (بخاری)

(۱۳۲) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ قَرَابَۃً اَصِلُھُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْھِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْھُمْ وَیَجْھَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرًا عَلَیْھِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے قرابت دار ایسے ہیں کہ میں ان کے ساتھ سلوک کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ سلوک نہیں کرتے۔ میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں میں حلم و بردباری سے کام لیتا اور ان سے درگزر کرتا ہوں اور وہ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا" اگر تو ایسا ہی (کرتا) ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا تو گویا تو ان کو گرم راکھ پھینکاتا ہے اور تیرے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالٰے کی مدد ہے وہ ان کی اذیتوں اور شر کو مجھ سے دفع کرنے والا ہے جب تک کہ تو اسی صفت پر رہے۔ (مسلم)

وضاحت

اللہ تبارک تعالیٰ کی صفات میں ایک صفت احسان بھی ہے۔ اس کے احسانات کی کوئی حد نہیں ہے جب انسان خود اپنی ہستی پر غور کرتا ہے کہ وہ نیست تھا۔ اللہ نے

اس کو ہست کیا اس کو اعضاء عطا کیے اسے عقل و شعور سے نوازا اسے قدرت اور طاقت عطا فرمائی تو اس میں ایک جذبۂ تشکّر پیدا ہوتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے۔

"اگر تم اس کے احسانات کو شمار کرنا چاہو تو نہ کر سکو گے۔"

اللہ تعالےٰ خود محسن ہے اور حدیث میں بندوں کو حکم دیا گیا۔ **تخلقوا باخلاق اللہ** یعنی تم اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو، تو مخلوق کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ احسان کی روش کو اپنائے۔ اپنے متعلقین کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے، ان سے اچھا برتاؤ کرے اسی کا نام اخلاق ہے جس کی تعلیم کے لیے تمام انبیاء بھیجے گئے اور حضوصیّت سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد ہی اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کرنا قرار دیا۔ نیک سلوک کرنا اتنا اہم ہے کہ حدیث میں اس کو عمر بڑھانے کا وسیلہ قرار دیا گیا۔ حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تقدیر الٰہی کو کوئی چیز نہیں بدلتی مگر دعا، اور عمر کو کوئی چیز نہیں بڑھاتی مگر نیکی۔"

اس باب میں مؤلف کتاب نے جن احادیث کو یکجا کیا ہے انہیں ہم دو موضوعات کے تحت بیان کر سکتے ہیں۔ کچھ روایات والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے متعلق ہیں اور کچھ روایات قرابت داروں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیتی ہیں لہٰذا اسی لحاظ سے ہم نے عنوان قائم کئے ہیں۔

۱۔ حُسنِ سلوک والدین کے ساتھ

انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کا ابتدائی تعلق جن ہستیوں کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ اس کے والدین ہیں۔ اللہ تعالےٰ خالقِ حقیقی ہے تو والدین اس کو دنیا میں لانے کی ظاہری علّت ہیں جو اولاد کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں جو

اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی خاطر اپنا آرام و آسائش سب ترک کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر مذہب نے خواہ وہ الہامی ہو یا غیر الہامی، ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تاکید ان کی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔ ان کی فرمانبرداری کی ہدایت کی، ان کی خبر گیری کرنے کی تعلیم دی لیکن اس باب میں اسلام کی تعلیم تکمیلی حیثیت کی حامل ہے۔

قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر توحید کے حکم کے فوراً بعد ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم آتا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآنِ کریم حقوق کی ترتیب میں ان کے حقوق اللہ تعالےٰ کے حقوق کے فوراً بعد بیان کرتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ (بقرۃ)

"اور ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ تم سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کی عبادت نہ کروگے اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کروگے۔"

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (النسآء)

"اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔"

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ج (الانعام)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے) کہہ دیں آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے تم پر کیا حرام کیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔"

اِن آیات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ والدین کے حقوق کس قدر اہم ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنے حقوق کے ساتھ ان کو بیان فرما رہا ہے یعنی خدا کے بندوں میں سب سے مقدم ان ہستیوں کے حقوق ہیں۔ سورۂ لقمان میں اللہ تعالےٰ نے جہاں بندہ پر ادائے شکر کو واجب قرار دیا۔ اپنے ساتھ ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا بھی حکم دیا:

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ط

"تو میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کر۔"

حدیث میں باپ کی رضامندی کو اللہ کی رضامندی اور باپ کی ناراضگی کو اللہ کی ناراضگی قرار دیا گیا۔ ایک شخص نے کر سوال کیا کہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے ؟ آپؐ نے فرمایا "وہ تیرے لیے جنّت بھی ہیں اور دوزخ بھی" یعنی ان کی خدمت کر کے انسان جنت بھی حاصل کر لیتا ہے اور ان کی نافرمانی دوزخ تک بھی لے جاسکتی ہے۔

ماں باپ کی سب سے زیادہ خدمت کا وقت ان کی ضعیفی کی عمر ہوتی ہے۔ جب اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں، جوانی کی توانائی ختم ہو جاتی ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ مزاج میں چرچڑاہٹ آجاتی ہے، اولاد کو اس وقت والدین کی باتیں ناگوار گزرتی ہیں۔ ان کی اطاعت دشوار معلوم ہوتی ہے۔ ان کے احکام کو نظرانداز کرنا چاہتے ہیں، ایسے دور کی خدمت جس حد تک واجب ہے اور جس انداز میں کرنی چاہیئے اس کی وضاحت قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا

"اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا کہ تم اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ

جائیں تو ان کو اُف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب کے ساتھ بات کرنا۔"
اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان سے سخت الفاظ میں بات کرنا تو در کنار اُف تک کہنا گستاخی ہے ان کو جھڑکنا گناہ ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے کہ ان سے ادب و احترام سے گفتگو کی جائے۔ والدین پر روپیہ خرچ کرنا ان کی ضروریات پوری کرنا ان کی کفالت کرنا، مرنے کے بعد ان کا قرض ادا کرنا ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا اولاد پر فرض ہے، ماں باپ کے لیے بخشش کی دعا نبیوں کی سنّت ہے چنانچہ قرآنِ کریم نے مختلف نبیوں کی دعائیں نقل فرمائی ہیں جو اپنے ماں باپ کی اللہ تعالیٰ سے بخشش کے خواہاں ہوئے۔

حضرت نوح علیہ السّلام اپنے رب سے درخواست کرتے ہیں:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ (نُوح)

"میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے ماں باپ کی مغفرت کے لیے بارگاہ رب العزت میں یہ گذارش فرماتے ہیں:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ۔

"میرے پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اطاعتِ والدین کو ایک تمثیل کے ذریعہ بیان فرمایا۔ تین مسافر راہ میں چل رہے تھے کہ دفعتاً موسلا دھار بارش نے آ لیا۔ اب ان لوگوں نے ایک غار میں پناہ لی اتفاقاً غار کے مُنھ پر ایک بہت بڑا پتھر آ گرا اور غار کا مُنھ بند ہو گیا۔ ان لوگوں کو موت سامنے نظر آئی۔ سوائے خدا کے اب کوئی سہارا نہ تھا چنانچہ ان تینوں نے اپنی اپنی نیکیوں کا واسطہ دے کر اللہ تعالےٰ سے التجا کرنی شروع کی۔ ایک شخص نے کہا کہ میں بکریاں چراتا تھا جب شام کو گھر واپس ہوتا تو دودھ پہلے میں اپنے والدین کو

پیش کرتا اور بعد میں بچوں کو دیتا، ایک دن میں بکریاں چراتے چراتے دور نکل گیا اور دیر سے گھر واپس آیا۔ میرے والدین سو چکے تھے، میں دودھ لے کر اُن کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں انہیں جگانا بھی نہیں چاہتا تھا کہ ان کے آرام میں خلل پڑے گا اور مجھے یہ بھی گوارا نہ تھا کہ والدین سے قبل میں اپنے بچوں کو دودھ دوں۔ میرے بچے بھوک سے بلکتے رہے لیکن میں اسی طرح پیالہ لیے ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ اے خدا تو جانتا ہے کہ اگر یہ کام میں نے صرف تیری خوشنودی کے لیے کیا ہے تو غار سے اس پتھر کو ہٹا دے"۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا سرک گیا۔ اس کے بعد دوسرے مسافروں نے بھی اپنی اپنی نیکیوں کا واسطہ دے کر رب تعالیٰ سے التجا کرنی شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ پتھر مکمل طور پر ہٹ گیا اور ان کو نجات نصیب ہوئی۔

یوں تو ماں باپ دونوں ہی اولاد کے لیے تکلیفیں اٹھاتے ہیں ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں خود اذیت اٹھاتے ہیں اور ان کو آرام دیتے ہیں لیکن ماں کی تکالیف باپ کی نسبت زیادہ ہیں۔ چنانچہ اسلام نے ماں کا درجہ بھی زیادہ رکھا ہے۔ ماں کی مخصوص تکالیف کا ذکر سورہ احقاف میں کر کے والدین کی اطاعت کا احساس اجاگر کیا۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ

"اور ہم نے انسان کو نصیحت کر دی کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے۔ اس کی ماں نے اس کو تکالیف اٹھا کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف اٹھا کر پیدا کیا۔"

احادیث میں بتایا گیا کہ ماں کی نافرمانی کو خدا نے حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح وہ ہستی جس کے قدموں کے نیچے جنت کی بشارت دی گئی وہ بھی ماں ہی کی ہے۔ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حسنِ سلوک کا سب سے

زیادہ مستحق کون ہے ؟ اس نے تین بار یہی سوال دُہرایا اور تینوں مرتبہ آپؐ نے جواب دیا۔ "تیری ماں" چوتھی مرتبہ جب اس نے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا "تیرا باپ" اسلام میں جہاد کی جو اہمیّت ہے وہ ظاہر ہے لیکن ماں باپ کی خدمت کو نظر انداز کر کے جہاد پر جانے سے آپؐ نے فرمایا۔ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں آپؐ نے فرمایا تیری ماں زندہ ہے ؟ اس شخص کا جواب اثبات میں تھا۔ حضورِ پاکؐ نے فرمایا اس کی خدمت کر یہی جہاد ہے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ کیا میں تمھیں بتادوں کہ بڑے بڑے گناہ کون سے ہیں ؟ انہوں نے عرض کی کہ ضرور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ نے فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ آپؐ تکیہ لگائے تھے اس کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا جھوٹی گواہی اور جھوٹی گواہی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی اس قدر سنگین گناہ ہے کہ اس کو شرک کے فوراً بعد بیان کیا گیا۔

ماں باپ اگر مشرک ہوں تو بھی ان کے ساتھ بدسلوکی کی اجازت نہیں ہے حضرت اسماءؓ کی والدہ ان سے ملنے کے لیے تشریف لائیں جو اس وقت ایمان نہیں لائی تھیں۔ حضرت اسماءؓ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہیں اور انہیں اسلام سے کوئی رغبت نہیں ہے، میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں ؟ بارگاہِ نبویؐ سے جواب آتا ہے کہ اُن کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

اللہ تعالیٰ ماں باپ کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول فرماتا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کا وہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ ان کی بینائی بچپن میں جاتی رہی تھی اور ان کی والدہ ان کے بارے میں سخت پریشان تھیں۔ وہ اپنے بچّے کے لیے گڑگڑا کر باری تعالیٰ سے دعا کرتی تھیں آخر ایک دن خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بچّے کی بینائی واپس آنے

کی بشارت دے رہے ہیں۔ جب صبح کو اٹھیں تو ان کے بچے کی آنکھیں روشن تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں کی مغفرت کے سلسلے میں ماں باپ سے رجوع کرنے کی نصیحت فرمائی۔ ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ مجھ سے ایک گناہ کبیرہ سرزد ہو گیا ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تیری ماں زندہ ہے؟" اس نے عرض کیا "نہیں" دریافت کیا "کیا تیری خالہ زندہ ہے؟ جواب دیا "ہاں" فرمایا "اس کے ساتھ نیکی کرو۔"

حقیقی والدہ کے ساتھ ساتھ رضاعی والدین کے حقوق بھی بیان کیے گئے اور ان کے ساتھ بھی نیکی کرنے کا حکم دیا گیا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رضاعی ماں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ حضرت ابی طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے مقام جعرانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت تقسیم کرتے دیکھا۔ اچانک ایک عورت آئی۔ آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھا دی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا:

هِيَ أُمُّهُ الَّتِي أَرْضَعَتْهُ

"یہ ان کی وہ ماں ہیں جنہوں نے ان کو دودھ پلایا تھا"

ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا تو بہرحال اہم ہے اسلام میں اس باب کے اندر اتنی تاکید ہے کہ ماں باپ کو شفقت و محبت کی نظر سے دیکھنا بھی ثواب ہے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ جو بیٹا ماں باپ کی طرف شفقت و محبت کی نظر سے دیکھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ایک نظر کے بدلے ایک حج مقبول کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اگر دن میں سو مرتبہ دیکھے تو؟ آپ نے فرمایا:

نَعَمْ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ

"ہاں اللہ تعالیٰ بڑا اور پاکیزہ ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس حالت میں صبح کرے

کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ تعالےٰ کے احکام پر عمل کر رہا ہو تو اس کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے ایک حیات ہو تو ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ اس پر صحابہؓ نے سوال کیا کہ اگر والدین اس پہ ظلم کریں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ کہ اس پر ظلم کریں۔ اگرچہ کہ اس پر ظلم کریں۔ اگرچہ کہ اس پر ظلم کریں۔

اہلِ قرابت کے حقوق

دو انسانوں کے درمیان مختلف صورتوں میں مختلف قسم کے تعلقات ہو سکتے ہیں مثلاً ایک شخص ہمارا ہم جماعت ہو یا ہمسفر یا ہمسایہ یا ہم مکتب یا ہم وطن وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ تمام صورتیں ہیں جو انسان کی اپنی پیدا کردہ ہیں۔ لیکن قرابت کی گرہ وہ ہے جسے خود حق تعالیٰ نے لگایا ہے۔ اس میں انسان کی مرضی و اختیار کو کوئی دخل نہیں ہے۔ یعنی دو ہستیاں ہماری ماں باپ، بہنیں، پھر دادی دادا، نانی نانا، خالہ ماموں، چچا پھوپھی وغیرہ وغیرہ۔ ان سب سے ہمارا تعلق خالق نے ہماری پیدائش سے قبل ہی قائم فرما دیا۔ اس تعلق کے نتیجہ میں حقوق و فرائض جنم لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی اہمیّت بھی زیادہ ہے۔

قرآنِ کریم نے حقوق قرابت کی جانب بار بار توجہ دلائی ہے اور ان کی ادائیگی پر متعدد آیات میں زور دیا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ

"بیشک اللہ تعالیٰ تمھیں عدل احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔"

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبَىٰ

"اور ماں باپ اور قرابت داروں کے ساتھ نیکی کرنا۔"

اسی طرح جہاں دولت و سرمایہ میں جن لوگوں کا حق مقرّر کیا گیا ہے ان میں والدین قرابت دار اور مسکین وغیرہ شامل ہیں۔

قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ

"اے نبیؐ کہہ دیں کہ فائدہ کی جو چیز تم خرچ کرو تو وہ اپنے ماں باپ رشتہ دار یتیموں اور مسکینوں کے لیے ہو۔"

قرابت کا حق ادا کرنے کو صلہ رحم کہا جاتا ہے کیونکہ رحم مادر ہی میں بچے کی نشوونما ہوتی ہے لہذا رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کو صلہ رحم یا وصل رحم کہا گیا یعنی رحم کا ملانا اور اس میں ماں باپ اور دونوں کے رشتے داروں کے ساتھ بھلائی کرنے کا مفہوم داخل ہے اور اس کی ضد قطع رحم (یعنی رحم کے تعلّقات کو کاٹنا ہے) اور قطع رحم کرنے والوں کے لیے قرآنِ کریم نے بتا دیا ہے کہ یہ لوگ گمراہ اور فاسق ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ قطع رحم کس قدر سنگین اور قابلِ مذمت فعل ہے۔ اگر قرآن کی تعلیم کا صحیح علم ہوتا اور شریعت کے مفہوم اور منشا سے واقفیت حاصل ہوتی تو آج کے دور میں ایسے مناظر دکھائی نہ دیتے کہ انسان اپنے دوست کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور رشتہ داروں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ خونی رشتہ دار ہمدردی اور غمخواری کو ترستے ہیں۔ ان کے ساتھ بیگانگی کا برتاؤ ہوتا ہے۔ غیروں کا رویّہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اس کا گناہ کتنا شدید ہے، اس کا اندازہ ہمیں قرآن کی اس آیت سے ہوتا ہے:

وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِيۡثَاقِهٖ وَيَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ۔

"اس سے وہ انہی کو گمراہ کرتا ہے جو حکم نہیں مانتے جو خدا کا عہد باندھ کر توڑتے ہیں اور خدا نے جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو کاٹتے ہیں۔"

رحم (رحم مادر) اور رحمٰن (اللہ تعالےٰ کا نام) کے درمیان لغوی اشتراک کے ساتھ معنوی اشتراک بھی ہے۔ ایک حدیث میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ خدا نے رحم کو مخاطب کر کے فرمایا "جس نے تجھ کو ملایا اس کو میں نے ملایا، جس نے تجھ کو کاٹا اس کو میں نے کاٹا" ایک اور موقع پر بارگاہِ نبویؐ سے اس کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے جب اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوقات

کو پیدا فرمایا تو رحم نے اللہ تعالےٰ کا دامن تھام لیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ٹھہر جا۔ یہ اس کا مسکن ہوگا جو تیری گرہ کاٹنے سے بچے گا کیا تو اس سے خوش نہیں ہے کہ جو تجھ کو ملائے اس کو میں اپنے سے ملاؤں جو تجھ کو کاٹے اس کو میں اپنے سے کاٹوں۔" (بخاری و مسلم)

سنن ابو داؤد میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور پاکؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

"میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم کو تخلیق کیا ہے اور رحم کو اپنے نام رحمٰن سے نکالا ہے پس جو کوئی رحم کو ملائے (یعنی قرابت کے حقوق ادا کرے اور رشتے ناطے کو قائم رکھے) میں اس کو اپنی رحمت سے ملاؤں گا اور جو رشتے کو توڑے گا میں اس کو اپنی رحمت سے الگ کر دوں گا۔"

ایک حدیث میں قطع رحم کرنے والے کے بارے میں بیان کیا گیا کہ وہ جنّت میں داخل نہ ہوگا اس کی تشریح میں علماء نے یہ لکھا ہے کہ اس وقت تک وہ جنّت سے محروم رہے گا جب تک کہ اس کا یہ گناہ معاف نہ ہو جائے گا یا اس کی سزا نہ مل جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی روزی میں وسعت ہو اور عمر میں برکت ہو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔" دراصل قرابت داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یعنی اگر وہ غریب ہیں اور مالی امداد کے مستحق ہیں تو ان کی اعانت کی جائے یا یہ کہ "مفلس" نہیں ہیں لیکن دوسری اُلجھنوں یا پریشانی میں ہوں تو ان کی اُلجھنوں کو دُور کرنے کی سعی کی جائے۔ ان کو تسلّی دی جائے، صحیح رائے اور مشورہ دیا جائے۔ پریشانی کے وقت ہمدردی کے دو بول بھی زخموں کا مرہم ثابت ہوتے ہیں۔ غرض انسان یا تو ان پر اپنا مال خرچ کرتا ہے یا وقت خرچ کرتا ہے تو ان دونوں اعمال کی جزا حدیث میں بتائی گئی کہ اگر پیسہ صرف کیا تو قدرت کی جانب سے بہ معاوضہ ملا کہ روزی میں وسعت کر دی گئی اور جب وقت

خرچ کیا تو خالقِ عالم کی جانب سے یہ اجر عطا ہوا کہ عمر دراز کر دی گئی غرض دولت اور عمر
بڑھانے کا کتنا آسان نسخہ بتایا جارہا ہے جس کے لیے انسان ناجائز طریقوں سے جدّوجہد
کرتا ہے۔ راتوں رات دولت مند بننے کی آرزو میں ہمہ تن مشغول رہتا ہے اس پر غور وفکر
کرتا رہتا ہے اور جو اصول حدیثِ رسولؐ سے سمجھایا جارہا ہے اس کو توڑ دیتا ہے۔

قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کی صرف یہی صورت نہیں ہے کہ ان کا رویّہ اچھا
ہوا تو اپنے طرزِ عمل کو بھی بہتر بنا لیا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر عمل کرنے کا امتحان اس
وقت ہوتا ہے جب اہلِ قرابت کی جانب سے بدسلوکی کا مظاہرہ ہو طنز و تشنیع کے تیر برسیں
حسد و جلن کا مظاہرہ ہو، بغض و کینہ نظر آئے اور ان باتوں کو صبر و تحمّل سے محض اللہ اور اس
کے رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر برداشت کیا جائے اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں اپنی
جانب سے کوئی کوتاہی نہ برتی جائے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابنِ عمرؓ
کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صلہ رحم کرنے والا وہ نہیں ہے جس کے
ساتھ صلہ رحم کیا جائے بلکہ وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ قرابت کے سلسلہ کو قطع کر دیا
جائے تو وہ اس کو قائم کرے"۔

واقعہ افک میں جب حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی تو بعض منافقین نے اس کو
انتہائی زور شور کے ساتھ بیان کرنا شروع کر دیا۔ بعض مسلمان بھی اپنی سادہ لوحی میں اس
جھوٹ کی اشاعت کر رہے تھے۔ اس واقعہ کے بارے میں خود قرآن کریم نے فرما دیا
کہ "جب لوگوں نے سنا تو کیوں نہیں کہہ دیا کہ سب افترا ہے۔ یہاں اس واقعہ کی تفصیل میں
جانے کا موقع نہیں البتہ جس نکتہ کی وضاحت مقصود ہے وہ یہ کہ جھوٹ کے پھیلانے
والوں میں حضرت ابوبکرؓ کے رشتہ دار بھی تھے جن کی آپ مالی اعانت کیا کرتے تھے
ان کے اس رویّہ نے حضرت ابوبکرؓ کو بہت دکھ پہنچایا اور انہوں نے مدد بند کر دی۔ پھر
جب قرآن کریم کی یہ آیت اتری تو آپؓ نے مدد بحال کر دی۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ۔

(نور)

"اور جو تم میں بڑائی اور کشائش والے ہیں وہ قرابت داروں اور مسکینوں کو دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں"

شریعت نے غریب افراد کے معاملہ میں سب سے پہلی ذمہ داری اس کے رشتہ داروں پر رکھی ہے۔ دنیاوی اخلاق کی رُو سے بھی یہ بات پسندیدہ نہیں کہ ایک شخص کو ہر قسم کی آسائش حاصل ہو اور اس کے رشتہ دار نانِ جویں کو محتاج ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک یتیم کی پرورش اس کے چچازاد بھائیوں کے سپرد کی۔ ایک دوسرے موقع پر فاروقِ اعظمؓ نے ایک مسکین کے معاملہ میں یہ فیصلہ دیا کہ اگر آج اس کا کوئی دُور کا بھی رشتہ دار ہوتا تو اس کی نگہداشت میں اس پر لازم کر دیتا۔

اسلام کی ان تعلیمات کی روشنی میں فقہائے کرام نے زکوٰۃ کے مصارف کے سلسلہ میں یہ لکھا ہے کہ زکوٰۃ کا ایک شہر سے دوسرے شہر بھیجنا مکروہ ہے لیکن اگر دوسرے شہر میں اس کے رشتہ دار بستے ہوں تو یہ ایک پسندیدہ فعل ہے۔ زکوٰۃ کے صرف کرنے کے یہ ہے کہ پہلے اپنے غریب رشتہ داروں کو، پھر اہلِ محلّہ کو، پھر اہلِ شہر کو اور اسی طرح درجہ بدرجہ دوسرے لوگ۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

"اے امّتِ محمدیہ! اس کی قسم ہے جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اس کے حسنِ سلوک کے زیادہ محتاج ہوں اور وہ غیروں کو دے۔"

بَابُ الشَّفقة والرحمة علی الخلق

خدا کی مخلوق پر شفقت و رحمت کا بیان

(۱۳۵) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جریر بن عبداللہ رض کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۳۶) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَاَمْلِكُ لَكَ اِنْ نَّزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور (صحابہ رض کو) بچوں کو پیار کرتے اور چومتے دیکھ کر کہا، کیا تم بچوں کو چومتے ہو ہم تو نہیں چومتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا میں اس پر قادر ہوں کہ تیرے دل سے خدا نے جو رحمت نکال لی ہے میں اس کو پھر تیرے دل میں رکھ دوں۔" (بخاری و مسلم)

(۱۳۷) وَعَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْنِيْ اِمْرَأَةٌ وَمَعَهَا اِبْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُنِيْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ غَيْرَ تَمْرٍ وَّاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ اِبْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ مجھ سے اس نے سوال کیا میرے پاس صرف ایک کھجور اس وقت تھی وہی میں نے اس کو دے دی۔ اس نے کھجور آدھی آدھی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور خود اس میں سے کچھ نہ کھایا۔ پھر وہ اٹھی اور باہر چل دی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا "جو شخص ان لڑکیوں کے ساتھ آزمائش میں مبتلا کیا جائے (یعنی جو بیٹیوں کی وجہ سے مصیبت و عسرت میں مبتلا ہوا اور وہ ان بیٹیوں کے ساتھ احسان اور سلوک کرے تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ کی آگ کے سامنے پردہ ہوں گی (یعنی اس کو دوزخ سے بچائیں گی)۔ (بخاری و مسلم)

(۱۳۸) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں (یعنی ان کی شادی ہو جائے اور وہ اپنے شوہروں کے گھر پہنچ جائیں) تو وہ شخص اور میں قیامت کے دن اس طرح ایک جگہ ہوں گے جس طرح یہ انگلیاں ہیں۔ (یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی) اور دونوں انگلیوں کو آپؐ نے ملا کر دکھایا۔ (مسلم)

(۱۳۹) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ کَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُ وَکَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیوہ عورت
اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا خدا کی راہ میں سعی کرنے والے کی مانند ہے (یعنی اس
کا ثواب جہاد اور حج کے برابر ہے) راوی کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپؐ
نے یہ بھی فرمایا بیوہ اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا اُس شب بیدار شخص کی مانند
ہے جو عبادت اور شب بیداری میں سُستی نہیں کرتا اور اس روزہ دار کی مانند ہے
جو دن کو کبھی افطار نہیں کرتا (یعنی صائم الدہر کی مانند) (بخاری و مسلم)

(۱۴۰) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهُ وَلِغَيْرِهِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى
وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میں اور یتیم بچے
کی پرورش کرنے والا خواہ وہ یتیم اس کا ہو یا غیر کا جنت میں اس طرح ہوں
گے" یہ کہہ کر آپؐ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو دکھایا اور دونوں
انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی۔ (بخاری)

(۱۴۱) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ
كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تو
مومنوں کو آپس میں رحم کرنے، محبت رکھنے اور مہربانی کرنے میں ایسا پائے گا جیسا
کہ بدن ہے، جب بدن کا کوئی عضو دکھتا ہے تو سارے بدن کے اعضاء اس

کے دکھ میں شریک ہو جاتے ہیں اور بیداری و بخار میں سارا جسم شریک رہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكَى عَيْنُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ وَاِنِ اشْتَكَى رَأْسُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سارے مومن ایک شخصِ واحد کی مانند ہیں (یعنی ایک شخص کے جسم کے اعضاء کی مانند ہیں) جب اس کی آنکھ دُکھتی ہے تو سارا جسم دُکھتا ہے اور سر میں درد ہوتا ہے تو سارا بدن اس کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ (مسلم)

(۱۴۳) وَعَنْ اَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ۔ (بُخَارِيُّ وَمُسْلِم)

حضرت ابی موسیٰؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان مسلمان کے لیے مکان کی مانند ہے (یعنی سارے مسلمان ایک مکان کی مانند ہیں) کہ مکان کا حصّہ دوسرے حصّہ کو مضبوط رکھتا ہے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے بتلایا کہ سارے مسلمان اس طرح ملے اور جکڑے ہوئے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴۴) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا اَتَاهُ السَّائِلُ اَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اشْفَعُوْا فَلْتُوْجَرُوْا وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَا شَاءَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابی موسیٰؓ کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل یا حاجتمند

آتا تو آپؐ صحابہؓ سے فرماتے (اس کی) سفارش کرو تاکہ تم کو سفارش کا ثواب ملے اور خداوند تعالیٰ اپنے رسولؐ کی زبان سے جو حکم چاہتا ہے جاری فرماتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

(۱۲۵) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا. قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مظلوم کی تو میں مدد کرتا ہوں، ظالم کی مدد کیوں کروں؟ آپؐ نے فرمایا تو اس کو ظلم سے روک۔ تیرا اس کو ظلم سے باز رکھنا ہی مدد کرنا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۲۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان مسلمان کا (دینی) بھائی ہے۔ نہ تو کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم کرے نہ اس کو ہلاکت میں ڈالے (یعنی اسے کسی دشمن کے ہاتھ نہ پڑنے دے بلکہ اس کی مدد کرے) اور جو شخص کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی میں مدد کرے گا اللہ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کے رنج و غم یا مصیبت و مشکل کو دور کرے گا خدا اس کے رنج و مصیبت اور غم کو دور کرے گا (خصوصاً) روزِ قیامت کی

مصیبت اور غم کو اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے گا خداوند تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب کو چھپائے گا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا یَحْقِرُهٗ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔ (رَوَاهُ الْمُسْلِمُ)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے کوئی مسلمان کسی مسلمان پر نہ تو ظلم کرے نہ اس کو رسوا ہونے دے، نہ اس کو ذلیل وحقیر سمجھے۔ تقویٰ اس جگہ ہے" یہ فرما کر آپؐ نے تین مرتبہ سینہ کی طرف اشارہ کیا اور پھر فرمایا اس کے لیے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر و ذلیل جانے مسلمان کی ساری چیزیں مسلمان پر حرام ہیں۔ یعنی مسلمان کا خون، مسلمان کا مال اور مسلمان کی آبرو۔ (مسلم)

(۱۴۸) وَعَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُّقْسِطٌ مُّتَصَدِّقٌ مُّوَفَّقٌ وَّرَجُلٌ رَّحِیْمٌ رَقِیْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِیْ قُرْبٰی وَمُسْلِمٍ وَعَفِیْفٌ مُّتَعَفِّفٌ ذُوْ عِیَالٍ وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ اَلضَّعِیْفُ الَّذِیْ لَا زَبْرَ لَهُ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْكُمْ تَبَعٌ لَّا یَبْغُوْنَ اَهْلًا وَّلَا مَالًا وَّالْخَائِنُ الَّذِیْ لَا یَخْفٰی لَهٗ طَمَعٌ وَّاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَهٗ وَ رَجُلٌ لَّا یُصْبِحُ وَلَا یُمْسِیْ اِلَّا وَهُوَ یُخَادِعُكَ عَنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ وَالْكِذْبَ وَالشِّنْظِیْرُ الْفَحَّاشُ۔ (رَوَاهُ الْمُسْلِمُ)

حضرت عیاضؓ بن حمار کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین قسم کے آدمی بہشتی ہیں۔ ایک تو وہ حاکم جو عدل و انصاف کرنے والا اور احسان کرنے والا ہو اور اس کو بھلائیوں اور نیکیوں کی توفیق دی گئی ہو۔ دوسرے وہ شخص جو (چھوٹوں اور بڑوں پر) مہربان ہو اور قرابت داروں اور مسلمانوں کے لیے رقیق القلب (نرم دل ہو۔ (یعنی اپنے اور بیگانہ پر مہربان ہو) تیسرے وہ شخص جو حرام چیزوں سے بچنے والا ہو، سوال سے پرہیز کرنے والا اور اہل و عیال کے بارے میں خدا پر بھروسہ کرتا ہے اور دوزخی پانچ قسم کے آدمی ہیں۔ ایک تو وہ کمزور عقل کہ اس کی عقل کی کمزوری اس کو امورِ ناشائستہ سے باز نہ رکھے (اور یہ شخص) ان لوگوں میں سے ہے جو تمہارے تابع اور خادم ہیں وہ تابع اور خادم جو بیوی اور مال کی پرواہ نہیں رکھتے (یعنی اپنی بدکاریوں کے سبب ان کو بیوی کی پرواہ نہیں ہے اور حرام کاری ہی میں خوش ہیں اور نہ ان کو مال کی پرواہ ہے حرام و حلال جس طرح ان کو پیٹ بھرنے کے لیے مل جائے اس کو کافی سمجھتے ہیں) دوسرے وہ شخص جو خائن اور بے دیانت ہیں، ان کی طمع ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی اور وہ ہر مخفی چیز کے تجسس میں لگے رہتے ہیں تاکہ ان کو پاکر ان میں بددیانتی کریں، اگرچہ وہ معمولی سی ہی چیز کیوں نہ ہو۔ تیسرے وہ شخص جو صبح و شام تجھ کو تیرے اہل و مال میں دھوکہ دینے کی فکر میں لگا رہتا ہے (کہ کوئی موقع پائے تو تیرے اہل و مال میں تجھ کو فریب دے اور اپنی غرض کو حاصل کرے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل، جھوٹے اور بدخلق فحش گو کا ذکر کیا (یعنی باقی دو شخص یہ ہیں کہ ایک ان میں سے ایک بخیل یا کاذب ہے اور دوسرا بدخلق (فحش گو) (مسلم)

(۱۴۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ

نَفْسِی بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔
(مُتَّفِقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے (مسلمان بھائی) برادر کے لیے بھی اسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے (یعنی دین و دنیا کی بھلائی میں سے جن چیزوں کو اپنے لیے پسند کرتا ہے سارے مسلمانوں کے لیے بھی ان کو پسند کرے۔
(بخاری و مسلم)

(۱۵۰) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قسم ہے خدا کی ایمان نہیں لاتا، قسم ہے خدا کی ایمان نہیں لاتا، قسم ہے خدا کی ایمان نہیں لاتا۔ (یعنی ایمان کامل) پوچھا گیا یارسول اللہ! کون ایمان نہیں لاتا؟ فرمایا، "وہ شخص (خدا پر ایمان نہیں لاتا) جس کے ہمسائے اس کی برائیوں سے مامون و محفوظ نہ ہوں"۔
(بخاری و مسلم)

(۱۵۱) وَعَنْ عَائِشَۃَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرَئِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ۔
(مُتَّفِقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت ابن عمر رضؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ مجھ کو ہمسایہ کا حق ادا کرنے کی ہدایت کرتے رہتے تھے یہاں تک

کہ میں نے یہ خیال قائم کر لیا کہ جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کو وارث قرار دے دیں
گے (یعنی ایک ہمسایہ کو دوسرے ہمسایہ کا وارث بنا دیں گے) (بخاری و مسلم)

(۱۵۲) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا كُنْتُمْ ثَلٰثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اِثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ
مِنْ اَجْلِ اَنْ يُحْزِنَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تم
تین آدمی ساتھ ہو تو دو آدمی سرگوشی نہ کریں (یعنی دو آدمی اس طرح گفتگو نہ کریں
کہ تیسرا ساتھی اس کو نہ سن سکے) جب تک کہ بہت سے آدمیوں میں نہ مل
جائیں (یعنی جب بہت سے آدمی ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پھر سرگوشی ممنوع
نہیں ہے) اور یہ اس وجہ سے کہ اس طرح سرگوشی کرنے سے تیسرا شخص رنجیدہ ہو
گا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۵۳) وَعَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ
النَّصِيْحَةُ ثَلٰثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ
وَعَامَّتِهِمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت تمیم داریؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، دین خیر خواہی
اور نصیحت (کا نام) ہے آپؐ نے تین مرتبہ یہ الفاظ فرمائے۔ ہم نے پوچھا یہ
خیر خواہی اور نصیحت کس کے لیے ہے؟ فرمایا خدا کے لیے خدا کی کتاب کے
لیے، خدا کے رسولؐ کے لیے، مسلمانوں کے اماموں کے لیے اور عام مسلمانوں
کے لیے۔ (مسلم)

(۱۵۴) وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ

الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ۔ (مُتَّفِقٌ عَلَیْہِ)

حضرت جریرؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پہ ان باتوں کے لیے بیعت کی یعنی اقامتِ صلوٰۃ پر زکوٰۃ ادا کرنے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر۔ (بخاری و مسلم)

وضاحت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ۔ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ۔ (بیہقی)

"مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس مخلوق میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ بھلائی کرے" (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا آپ کا کرم و مہربانی صرف مومنین کے لیے ہی نہیں تھی بلکہ اس میں مسلم و غیر مسلم، دوست دشمن عزیز و بیگانہ سب ہی داخل تھے۔ آپ کی شفقت کے ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے انسانیت کے کمزور طبقوں کے ساتھ کس طرح رحم و مہربانی کا سلوک کیا ان کی دیکھ بھال اور خبر گیری کی، ان سے ہمدردی اور محبت فرمائی۔

اس باب میں مؤلف نے خدا کی مخلوق پر شفقت کے مضامین کی متعدد احادیث کو یکجا کیا ہے۔ ان کی وضاحت مختلف موضوعات کے تحت کریں گے۔

۱۔ غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک:

اسلام کی تعلیمات رحم و مہربانی میں اس قدر وسعت کی حامل ہیں کہ ان میں اپنے ہم مذہب اور غیر مذہب کی کوئی تخصیص نہیں۔ انسان تو انسان ہیں ان کا دائرہ تو حیوانوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اسلام کے ابتدائی ایام ہی سے ہمیں اسی فراخدلانہ رویہ کا مظاہرہ ملتا ہے۔ وہ لوگ جو اپنے

شرک کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے آں حضرتؐ کی مخالفت پر کمر بستہ رہے لیکن آپؐ نے ان کے ساتھ نرمی ہی کا سلوک فرمایا۔ ابتداء میں صحابہ مشرک غریبوں پر خرچ کرنے میں کچھ تامل کرتے تھے تو قرآن کی یہ آیت اُتری۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ۔

"ان کو راہِ راست پر لے آنا تیرے اختیار کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے وہ عام ہدایت پر لے آتا ہے اور جو خیر (سرمایہ) تم خرچ کرو وہ تمہارے ہی لیے ہے۔"

یعنی تمہیں تمہارے نیک اعمال کا اجر ملے گا۔ چنانچہ فقہائے کرام کا یہ فیصلہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ عام صدقات وغیرہ غیر مُسلموں کو بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی خاندان کو صدقہ دیا۔ اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ نے اپنے دو یہودی رشتہ داروں کو تیس ہزار صدقہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے اپنے دو مشرک بھائیوں کو صدقہ بھیجا۔ قرآن کریم سے اسیر کو کھلانے کا اجر ثابت ہے اور صحابہؓ کے پاس جو اسیر ہو کر آتے تھے وہ غیر مسلم ہی ہوتے تھے۔

یہود و نصاریٰ کے ساتھ معاشرت کے خصوصی طریقے بتائے گئے۔ چنانچہ جب نجران سے ان کا وفد آیا تو آپؐ نے ان کی نہ صرف میزبانی فرمائی۔ مسجد نبویؐ میں ان کو جگہ دی بلکہ ان کو اپنے طریقہ پر نماز پڑھنے کی بھی اجازت دے دی۔ جب دوسرے مسلمانوں نے انہیں روکنا چاہا تو آپؐ نے انھیں منع فرمادیا۔

ایک یہودی کا لڑکا بیمار ہوا تو آپؐ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس کو اسلام کی دعوت دی اس نے اپنے باپ کی جانب دیکھا گویا اجازت طلب کر رہا ہو، اس کے باپ نے اجازت دے دی چنانچہ اس نے کلمہ پڑھ لیا۔

۲۔ حاجت مندوں کے ساتھ برتاؤ:

انسان کی زندگی میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ جو شخص آج دولت مند ہے وہ کل دانہ دانہ کا محتاج بھی ہوسکتا ہے لہٰذا جو دوسروں کی ضروریات پوری کر رہا ہوتا ہے کبھی خود بھی ضرور تمند ہو جاتا ہے۔ حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنے تاکیداً تنے بلیغ انداز میں فرمائی کہ جو کسی مسلمان کی ضرورت میں کام آئے گا اللہ اس کی ضرورت میں اس کے کام آئے گا۔ اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب ہماری پریشانی و درماندگی میں حق تعالیٰ کا سہارا مل جائے گا تو پھر کسی دنیاوی سہارے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ

"اور تو سائل کو نہ جھڑک"

عام طور سے سائل سے مراد بھیک مانگنے والے کی لی جاتی ہے لیکن یہ لفظ اپنے ہی معنی و مفہوم کے اعتبار سے انتہائی وسعت کا حامل ہے۔ اس میں ہر وہ ضرورت مند آجاتا ہے جس کو کسی معاملہ میں کسی قسم کی معاونت چاہیئے خواہ وہ مالی ہو یا جسمانی، علمی ہو یا اخلاقی۔ چنانچہ حدیث میں کسی بھولے بھٹکے نابینا کو راستہ بتانا بھی صدقہ قرار دیا گیا۔ ایک حدیث میں یہ الفاظ آئے کہ:

"اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مدد میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے"۔

یہ بھی ارشاد ہوا کہ:

"وہ جو راہ چلتے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرے اس کا یہ عمل بھی صدقہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے گناہ معاف کرتا ہے"۔

کسی کی ضرورت پوری کرنے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اگر خود اس کا اہل نہ ہو تو دوسرے شخص سے مستحق افراد کی سفارش کر دی جائے، قرآن کریم میں اس کو بھی ثواب کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا (نساء)

"جو نیک بات کی سفارش کرے گا تو اس کے ثواب میں اس کا بھی حصہ ہوگا اور جو کسی بُری بات کی سفارش کرے گا تو اس کے گناہ میں اس کا بھی حصّہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے۔"

حضرت ابی موسیٰؓ لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل یا ضرورت مند آتا تو آپؐ صحابہؓ سے فرمایا کرتے۔ "تم اس کی سفارش کرو تاکہ تمھیں سفارش کا ثواب ملے اور اللہ تعالےٰ اپنے رسولؐ کی زبان سے جو حکم چاہتا ہے جاری فرماتا ہے۔"

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ سفارش مستحق کی ہے۔ کوئی بھی ایسی سفارش جس سے کسی کا حق مارا جائے اور غیر مستحق اعلیٰ مقام حاصل کر لے۔ وہ تمام علماء کے نزدیک ناجائز ہے اور گناہ کا وسیلہ ہے۔

۳۔ اولاد کے حقوق:

تمام بانیان مذاہب اور معلّمین اخلاق نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تاکید کی۔ ان کی اطاعت کی جزا اور ان کی نافرمانی کی سزا بیان کی لیکن اولاد کے حقوق کا باب ہر ایک کے ہاں خالی نظر آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت جو جامع اور ہمہ گیر شریعت ہے اس میں معاشرہ کے اس طبقہ کے حقوق کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے اور بڑے کے حقوق انتہائی جامع طور پر ایک جملے میں بیان فرما دیئے۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا۔

"جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔"

اولاد کا سب سے پہلا حق جو تسلیم کر دیا گیا ہے وہ اس کا حق زندگی ہے۔ اسلام

سے قبل بچّوں کا مار ڈالنا اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا عام تھا۔ یہ ظالمانہ کام ماں باپ بہ رضا اور رغبت انجام دیتے تھے۔ اپنے بچوں کو دیوتاؤں کے نام پر چڑھاتے اور منت مانتے تھے کہ فلاں کام ہو گا تو اپنے بچوں کو قربان کریں گے۔ ان معصوم جانوں کو قتل کرنے پر کوئی بازپرس نہیں کی جاتی تھی۔ قرآن کریم نے فرمایا:

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ

"وہ لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو بغیر جانے قتل کر دیا۔"

اس گناہ کی ایک وجہ غربت بھی ہوا کرتی تھی، اس کی بھی قرآنِ کریم نے تشریح کر دی کہ ہر ایک کی روزی اللہ تعالےٰ کے ہاں مقرر ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا

"اور زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی روزی کا حق اللہ کے ہاں مقرر نہ ہو۔"

اولاد کے قتل کو اتنا سنگین جرم بتایا گیا کہ اس کو شرک کے ساتھ جگہ دی گئی۔ اس کے علاوہ اولاد کشی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعض قبائل لڑکیوں کی پیدائش کو ننگ و عار سمجھتے تھے اور انہیں زندہ درگور کر دیتے۔ قبیلہ بنو تمیم کے رئیس قیس بن عاصم نے حضورؐ کے سامنے یہ اعتراف کیا کہ اس نے اپنی آٹھ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

"اے قیس! ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرو۔"

اس نے کہا "میرے پاس غلام نہیں اونٹ ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا "اونٹ قربان کرو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ لڑکیاں جن کے وجود کو بلا اور مصیبت تصوّر کیا جاتا تھا وہ اب آخرت کی نجات کا وسیلہ بن گئیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"جو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو قیامت میں

وہ میرے اتنا قریب ہوگا۔" اس کے بعد آپؐ نے ہاتھ کی دو انگلیوں کو اٹھا کر اشارہ فرمایا۔" یعنی جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں ہمیشہ ساتھ ہوتی ہیں، بیماری، صحت، افلاس و خوشحالی، مسرت و غم میں کبھی الگ نہیں ہوتیں۔ اسی طرح لڑکیوں کی پرورش خوش اسلوبی سے کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوگا۔

ایک موقع پر صحابہؓ سے آپؐ نے فرمایا:

"تم پر خدا نے ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حرام کیا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ جب عمرہ کی ادائیگی کے بعد آپؐ مکّہ سے روانہ ہونے کا ارادہ فرما رہے تھے تو حضرت حمزہؓ کی یتیم بچی امامہ آپؐ کے پاس آتی ہے۔ حضرت علیؓ اس کو گود میں اٹھا لیتے ہیں اور حضرت فاطمہؓ کے حوالے کر کے کہتے ہیں کہ "تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔" حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ "یہ مجھے دی جائے کیونکہ حمزہؓ میرے مذہبی بھائی تھے"۔ حضرت جعفرؓ گذارش کرتے ہیں کہ "یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے گھر میں ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مناظر کو دیکھ کر اظہارِ مسرت فرماتے ہیں اور پھر بچی حضرت جعفرؓ کو یہ فرما کر دے دیتے ہیں کہ "خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔"

اولاد کا ماں پر باپ یہ بھی حق ہے کہ ان کی پرورش اور تربیت کا اچھا سامان کریں، ان کے اخراجات پورے کیے جائیں اس سلسلہ میں مالی مصارف کا بوجھ شریعت نے باپ پر رکھا ہے۔ اگر بچّے کو ماں دودھ نہ پلائے، کوئی دوسری عورت دودھ پلائے تو باپ اس کی اجرت ادا کرے۔ دوسری جانب رضاعت کے رشتہ کو اتنی اہمیت دی کہ اس عورت کو ماں اور اس کی اولاد کو بہن بھائی کا درجہ دیا گیا یعنی رضاعت کے رشتہ کو خون کے رشتہ کے مساوی کر دیا۔

پرورش کے بعد جو تیسرا اہم فرض ماں باپ پر عائد ہوتا ہے وہ اولاد کو اچھی تعلیم دینا

اور اعلیٰ تربیت عطا کرنا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچاؤ۔"

آیت کا مطلب یہ ہوا کہ سربراہ خاندان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو ان امور سے بچائے جو جہنم کی سزا کا مستحق ٹھہراتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے:

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس کی زیر نگرانی لوگوں سے متعلق بازپرس ہوگی.... مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان اور محافظ ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی محافظ ہے اس سے ان کی نسبت سوال ہوگا۔"

آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

"باپ کا اپنے بچوں کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے۔"

یہ بھی ارشاد ہوا کہ:

"کوئی باپ اپنے بچوں کو اس سے بہتر صدقہ نہیں دے سکتا کہ وہ ان کو اچھی تعلیم دے۔"

اولاد کا یہ حق بھی والدین پر ہے کہ ان کے ساتھ مساویانہ سلوک کیا جائے۔ لڑکوں کو لڑکیوں پر تفوق نہ دیا جائے اور لڑکی کو لڑکی ہونے کی بنا پر حقارت سے نہ دیکھا جائے حدیث میں ہے:

"جس کے ہاں لڑکی ہو اس کو زندہ باقی رہنے دے اور اس کی بے عزتی نہ کرے۔ اس پر لڑکے کو ترجیح نہ دے تو اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔"

بعض تہذیبوں میں باپ کی وراثت کا حقدار بڑا بیٹا سمجھا جاتا تھا اور دوسری اولاد

جائیداد سے محروم رہتی تھی۔اس بے انصافی پر کوئی داد رسی نہ تھی بلکہ اس کو قانونی تحفظ حاصل تھا۔اسلام نے اس ظلم کا خاتمہ کر دیا۔ایک مرتبہ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا "میں اپنے لڑکے کو ایک غلام ہبہ کرنا چاہتا ہوں۔آپؐ کو اس تحفہ پر گواہ بنانے کی خواہش رکھتا ہوں۔" آپؐ نے سوال کیا "کیا تم نے اپنے سب بچوں کو ایک ایک غلام دیا ہے؟" اس نے عرض کیا "نہیں"، فرمایا "تو میں ایسے ظالمانہ عطیہ پر گواہ نہیں بن سکتا۔"

والدین پر تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ یہ ذمہ داری بھی ڈالی گئی کہ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کریں کہ اولاد کی کامیابی کے لیے کچھ جد و جہد کر اللہ تعالےٰ اس کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔

وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (احقاف)

"اے اللہ تعالیٰ! میرے لیے میرے کاموں کو میری اولاد میں صالح بنا اور اپنی خطاؤں سے میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" (احقاف)

۴۔ ہمسایہ کے حقوق:

وہ افراد جو ایک دوسرے کے قریب رہتے ہیں، ہمسایہ کہلاتے ہیں۔انسان بنیادی طور پر ایک دوسرے کی مدد کا محتاج ہے۔ایک دوسرے کا اشتراک و تعاون ان کے لیے ناگزیر ہے چنانچہ ایسے موقع پر وہی ہستیاں مدد کو آ سکتی ہیں جو قریب ہوتی ہیں، اس لیے جو افراد ایک دوسرے کے قریب ہیں ان کے باہمی تعلقات کو بہتر بنانا اور ان کے دلوں میں الفت ڈالنا ہماری سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

دُنیا کے دیگر مذاہب نے بھی ہمسایہ کے حقوق کی وضاحت کی ہے مثلاً توریت میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

"تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے۔ اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر۔"

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا:

"تو اپنے پڑوسی سے ایسی محبت کر جیسی اپنے آپ سے محبت کرتا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پڑوسی سے محبت کرنے یا اس کے گھر کا لالچ نہ کرنے پر خاموشی نہیں فرمائی بلکہ پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کو ایمان کے ساتھ مشروط کر دیا اور فرمایا:

"خدا کی قسم وہ مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔"

ایک دوسرے موقع پر پڑوسی کے ساتھ بدسلوکی کو دس گنا بڑا گناہ قرار دیا فرمایا:

"زنا حرام ہے۔ خدا اور اس کے رسولؐ نے اس کو حرام قرار دیا لیکن پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا دس بدکاریوں سے بڑھ کر ہے۔ چوری حرام ہے خدا اور اس کے رسولؐ نے اس کو حرام قرار دیا ہے لیکن دس گھروں میں چوری کرنے سے بڑھ کر یہ ہے کہ کوئی اپنے پڑوسی کے گھر چوری کرے۔"

اسلام سے قبل بھی عربوں میں ہمسائیگی کے حقوق کا بڑا احترام کیا جاتا تھا لوگ اپنے ہمسایہ کی عزت کی خاطر اپنا جان و مال قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ہمسایہ کی اعانت کے لیے کمربستہ ہو جاتے۔ اسلام نے اسی جذبہ کو ابھارا اور ہمسائیگی کے حقوق کو اصلاح و ترمیم کے ساتھ بیان فرمایا۔ قرآن کریم میں سورہ نساء میں تین قسم کے ہمسایوں کا ذکر فرمایا گیا۔

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ۔

"اور اللہ تعالٰی نے ہمسایہ قریب ہمسایہ بیگانہ اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ ہمسایہ قریب سے مراد وہ قرابت دار

ہمسایہ ہے اور ہمسایہ بیگانہ سے مراد وہ پڑوسی ہے جس سے کوئی خونی تعلق نہ ہو۔ بعض نے لکھا ہے کہ پہلے سے وہ ہمسایہ مراد ہے جو ہم مذہب ہو اور دوسری قسم سے وہ ہمسایہ مراد ہے جو کسی دوسرے مذہب کا پیرو ہو۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ الجار ذی القربیٰ میں وہ پڑوسی داخل ہیں جن سے ہمسائیگی کے علاوہ کسی بھی قسم کا دوسرا تعلق ہو مثلاً قرابت داری ہو یا مذہب کا رشتہ ہو یا پھر دیرینہ رفاقت ہو وغیرہ۔ یعنی نزدیکی ہمسایہ کو بہر حال بیگانہ پر فوقیت حاصل ہے۔ اس کے حقوق دہرے ہیں۔

اس کے علاوہ اس آیت میں ایک اور ہمسایہ کا ذکر کیا گیا جس کے لیے صاحب بالجنب کے الفاظ آئے ہیں۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو پڑوس میں تو نہیں بستا لیکن دفتر میں، مکتب میں، کارخانے میں ہمارا شریک ہوتا ہے اس کی رفاقت اور صحبت بھی تقریباً روزانہ میسّر آتی ہے تو یہ بھی ایک قسم کا ہمسایہ ہے اور قرآنِ حکیم کے حکم کی رو سے اس کے ساتھ بھی نیکی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر ہمسایہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا۔ ایک دفعہ ارشاد ہوا "خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا" صحابہؓ نے عرض کیا کہ "کون یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟" آپؐ نے فرمایا "جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔"

ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا "کون مجھ سے یہ باتیں سیکھ کر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے کہ وہ ان پر عمل کریں؟" حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا "میں اے اللہ کے رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔" حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں اس کے بعد آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا "گناہوں سے پرہیز کرو تو تم سب سے بڑے پرہیزگار ہو جاؤ گے، خدا نے جو کچھ دیا ہے اس پر راضی ہو تو بہت بڑے دولت مند بن جاؤ گے، اپنے پڑوسی کے ساتھ بھلائی کرو تو مومن بن جاؤ گے، لوگوں کے لیے وہی چاہو جو اپنے لیے چاہتے

ہو تو مسلمان بن جاؤ گے، زیادہ ہنسا نہ کرو، زیادہ ہنسنے سے دل مرجاتا ہے۔"

ایک دوسری حدیث ہے۔" جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔" ایک دن صحابہؓ نے آپؐ سے سوال کیا "ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ہم اچھے ہیں یا بُرے ہیں"؟ آپؐ نے فرمایا "جب پڑوسی تمھارے بارے میں اچھا کہے تو سمجھ لو تم اچھے ہو، اور جب وہ تمھاری نسبت بُرا کہے تو سمجھ لو کہ تم بُرے ہو۔"

اس حدیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انسان کی خوش اخلاقی اور بداخلاقی کا معیار یہ ہے کہ اس کا پڑوسی اس کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو خواتین تھیں، ان میں سے ایک رات دن عبادت کرتی تھی لیکن بدزبان ایسی تھی کہ پڑوسنوں کے سینہ چھلنی کیے رکھتی تھی، دوسری صرف فرض عبادات انجام دیتی اور غریبوں کو کچھ کپڑا بانٹ دیا کرتی مگر کسی کو ستاتی نہیں تھی۔ جب ان دونوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپؐ نے پہلی کے بارے میں فرمایا "اس میں کوئی نیکی نہیں وہ اپنی بداخلاقی کی سزا بھگتے گی" اور دوسری کے بارے میں فرمایا "وہ جنتی ہوگی۔"

ان تعلیمات کا اثر یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ اپنے پڑوسیوں کے حقوق کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے ہاں بکری ذبح ہوئی تو آپؓ نے اپنے یہودی پڑوسی کی نسبت دریافت فرمایا کہ اس کو بھی گوشت بھیجا گیا یا نہیں؟ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جبرائیل امین نے مجھے پڑوسی کے حقوق کی اتنی تاکید فرمائی کہ مجھے یہ لگا کہ وہ اسے وراثت میں حصّہ دار بنادیں گے۔

ہمسایوں کے ساتھ بہتر تعلقات رکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کو تحائف وغیرہ بھیجے جائیں۔ تحفہ کے لیے کوئی قیمتی چیز ضروری نہیں بلکہ روز کی ضروریات میں سے

کوئی چیز بھیج دی جائے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ کو نصیحت فرمائی:

"اے ابوذرؓ! جب شوربا پکاؤ تو پانی میں اضافہ کردو اور اپنے ہمسایوں کی خبرگیری کرتے رہو۔"

اسی حدیث کی روشنی میں علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ "گھر میں پھل وغیرہ آئیں تو پڑوسی کے ہاں بھی بھیجے جائیں اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم چھلکے وغیرہ ایسی جگہ پھینکے جائیں کہ ہمسایہ کے بچوں کی ان پر نظر نہ پڑے۔" کیونکہ پڑوس میں ہدیے وغیرہ بھیجنے کا کام زیادہ تر خواتین ہی انجام دیتی ہیں اس لیے اس سلسلہ میں آپ ازواج مطہرات کو اکثر تلقین فرماتے رہتے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ آپؐ سے دریافت فرمایا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ہدیہ کس کو بھیجوں؟" ارشاد فرمایا "جس کے گھر کا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ نزدیک ہو۔" (بخاری)

ایک مرتبہ آپؐ نے خصوصیت کے ساتھ خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا "اے مسلمانوں کی بیبیو! تم میں کوئی عورت اپنی پڑوسن کے لیے تحفہ کو معمولی نہ سمجھے۔ اگرچہ وہ کھُر ہی کیوں نہ ہو۔" یعنی چھوٹی چیز بھی تحفتہً بھیجنے میں کوئی حرج نہیں۔ نہ تو بھیجنے والی پڑوسن اس کو معمولی سمجھے اور نہ وصول کرنے والی اس کو معمولی قرار دے۔ اس تعلیم کا مدّعا یہ ہے کہ اگر قیمتی اور اعلیٰ چیزیں بھیجنے کی نوبت نہ آئے تو ان کے انتظار میں لین دین نہ رُکا جائے بلکہ ہمسائیگی کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لیے اور آپس میں الفت قائم کرنے کے لیے جو معمولی چیزیں میسّر ہوں انھیں ہی بھیج کر قربت حاصل کی جائے۔

یتیموں کے حقوق:

یتیم وہ بچے ہیں جو باپ کے سایہ سے محروم ہوں۔ اگر ان بچوں کی دیکھ بھال نہ کی گئی ان کی تعلیم و تربیّت نہ ہوئی اور ان کی پرورش کا خیال نہ رکھا گیا تو عین ممکن ہے کہ وہ معاشرہ کی ناپسندیدہ شخصیت بن جائیں۔ اخلاق سوز حرکات ان سے سرزد ہوں اور وہ فحش ناموں کو

اپنا شعار بنائیں چنانچہ معاشرہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ ایسے بچوں کی خبر گیری کرے، ان کا خیال رکھے، ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے۔ اگر وہ دولت مند ہیں تو ان کی جائیداد کی نگرانی کریں اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کو واپس کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم پیدا فرمایا اور سورہ والضحیٰ میں آپؐ کو خطاب ہوا:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى .... فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ

"کیا تجھے یتیم نہیں پایا پس پناہ دی ۔۔۔ پس تو یتیم کو نہ ڈانٹ۔"

قرآنِ کریم کی متعدد آیات میں یتیموں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کی تاکید کی گئی۔ نیک لوگوں کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی بیان کی گئی۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا (الدھر)

"اور اس کی محبت میں وہ کھانا مسکین اور یتیم کو کھلاتے ہیں۔" (دھر)

عرب میں چونکہ اسلام سے قبل ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا ہو جاتا۔ قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوتا۔ دونوں فریقوں کے بہت سے افراد ختم ہو جاتے۔ اس وجہ سے اس معاشرہ میں یتیموں کی کثرت تھی۔ اس مظلوم طبقہ کی دادرسی کا کوئی سامان نہ تھا۔ نہ کوئی ایسا ضابطۂ قانون تھا نہ ضابطۂ اخلاق، نہ یتیم خانوں کا وجود تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔ انہوں نے اس مظلوم طبقہ کے حقوق بھی بیان فرمائے اور اس دلنشیں انداز میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا کہ "یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں میرے اتنا قریب ہوگا جتنا ہاتھ کی دو انگلیاں"۔ اخروی زندگی میں اس مقام اور منصب کی کون نہیں خواہش کرے گا کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہو جائے۔

وہ لوگ جو خدا اور آخرت کے دن پر یقین نہیں رکھتے اس دنیا ہی کو سب کچھ گردانتے ہیں آخرت کا خوف اور خدا کی باز پرس کا تصور ان کے پاس نہیں ان کے نزدیک جو کچھ ہے یہی دنیاوی زندگی ہے، وہ یتیموں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۔ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۔

"کیا تُو نے اس کو دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکّے دیتا ہے۔" (ماعون)

سورۂ نسا میں حکم دیا گیا:

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ

"اور یہ کہ یتیموں کے لیے انصاف پر قائم رہو۔"

سورہ نساء ہی میں اس مجبور و بے کس طبقہ کے متعلق خصوصی احکام آئے۔ ان کا حق وراثت تسلیم کیا گیا۔ ان کی جائیدادوں میں نگراں جو دھاندلیاں کرتے تھے اس کی مذمت کی گئی۔ یتیم کا مال کھانے سے منع کیا گیا۔ یتیم کے اعلیٰ مال کو اپنے ادنیٰ مال سے بدلنے کو خیانت اور گناہ کبیرہ قرار دیا گیا۔

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَھُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ ۔ اِنَّهٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا ۔

"اور یتیموں کو (ان کے ورثاء کا چھوڑا ہوا) مال دے دو اور اُن کے اچھے مال کو اپنے بُرے مال سے تبدیل نہ کرو اور نہ اپنے مال کے ساتھ ملا کر ان کا مال کھاؤ۔ یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔"

یتیموں کی جائیداد کی نگرانی کرنے والے بعض متولی افراد کو یہ خوف ہوتا کہ یہ بچے بڑے ہو کر اپنے حق کا مطالبہ کریں گے۔ اس لیے ان کے مال کو جلد از جلد خرچ کر ڈالتے۔ ان کے اس فعل کی مذمت ان الفاظ میں کی گئی:

وَلَا تَاْکُلُوْھَا اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّکْبَرُوْا

"اور فضول خرچی کر کے اور جلدی کر کے ان کا مال نہ کھاؤ کہ کہیں یہ بڑے

نہ ہو جائیں"۔

وہ متولی جو خوشحال ہیں اور اس قابل ہیں کہ اپنا خرچ بآسانی اٹھا سکتے ہیں ان کو یہ اجازت نہیں کہ وہ یتیموں کے مال سے نگرانی کا معاوضہ قبول کریں۔ ہاں وہ جو تنگ دست ہیں اور ان کا کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہیں، سارا وقت وہ یتیموں ہی کے کام میں لگے رہتے ہیں وہ اپنی خدمت کا معاوضہ اس کام میں سے لے سکتے ہیں۔ یتیموں کے مال کو فضول اڑانا اور غیر ضروری طور پر اپنے اوپر خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔

یہ احکام تو ان یتیموں سے متعلق تھے جو دولت مند ہیں لیکن وہ بچے جو باپ کے سایہ سے محروم ہو گئے اور ان کے باپ کی طرف سے ورثہ میں ان کو کوئی جائداد بھی نہیں ملی ان کی دیکھ بھال معاشرہ کے ہر شخص اور حکومت کا فریضہ ہے۔ قرآنِ کریم میں سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ انفال اور سورۂ حشر میں ان کا ذکر کیا گیا ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی اور انہیں صدقہ و خیرات کا مستحق بتایا گیا۔ ان کے ساتھ اخلاق برتنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اپنے نزدیک ترین مقام کا مستحق قرار دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو کسی یتیم بچہ کو اپنے گھر بلائے، کھلائے پلائے تو اللہ تعالےٰ اس کے بدلے اس کو جنت عطا فرمائے گا بشرطیکہ اس نے کوئی ایسا گناہ نہ کیا ہو جو بخشش کے لائق نہ ہو۔ ایک مرتبہ فرمایا گیا۔ "مسلمانوں کا سب سے اچھا گروہ وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ اچھائی کی جا رہی ہو اور سب سے برا گروہ وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ برائی کی جا رہی ہو"۔

حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو کسی یتیم کے سر پر اللہ کی خوشنودی کے لیے ہاتھ پھیرے تو یتیم کے سر کے ہر بال کے عوض جس پر اس کا ہاتھ پڑے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

باب ما ینھی عنہ من التھاجر والتقاطع واتباع العورات

ممنوع امور، ترک ملاقات، انقطاع دوستی اور عیب جوئی کا بیان

(۱۵۵) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی مرد (مسلمان) کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ (خفا ہو کر) کسی مسلمان کو چھوڑ دے۔ یعنی وہ کہیں ایک دوسرے کے سامنے ہوں تو ایک اپنا منھ اِدھر کو پھیر لے اور دوسرا اُدھر کو اور ان دونوں میں بہتر شخص وہ ہے جو السلام علیکم سے گفتگو کی ابتداء کرے یعنی خفگی کو دُور کر کے مصالحت کی ابتداء کرے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۵۶) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَلَا تَنَافَسُوْا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بدگمانی سے
اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے اور کسی کا حال یا کوئی
خبر معلوم کرنے کی کوشش کرو، جاسوسی نہ کرو اور کسی کے سودے کو نہ بگاڑو
(یعنی چیز کے لینے کا ارادہ نہ ہو اور خواہ مخواہ کسی کے سودے پر سودا کرنے
لگو) آپس میں حسد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، آپس میں غیبت نہ کرو اور خدا
کے سارے (مسلمان) بندے بھائی بن کر رہیں اور ایک روایت میں یہ
الفاظ ہیں کہ آپس میں حرص نہ کرو۔ (بخاری و مسلم)

(۱۵۷) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلٌ كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیر اور جمعرات
کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر بندہ کی بخشش کی جاتی
ہے۔ بشرطیکہ وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو اور وہ لوگ بخشش سے محروم
رہ جاتے ہیں جو کسی مسلمان سے کینہ اور عداوت رکھتے ہیں اور فرشتوں سے
کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو دو دن کی مہلت دے دو کہ وہ آپس میں صلح
کر لیں۔ (مسلم)

(۱۵۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى

يَكْفِيَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ہفتہ میں بندوں کے اعمال دو مرتبہ یعنی پیر اور جمعرات کے دن خداوند تعالےٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور ہر مومن بندہ کی بخشش کی جاتی ہے مگر اس بندہ کو نہیں بخشا جاتا جو اپنے کسی مسلمان بھائی سے عداوت رکھتا ہو۔ اس کی نسبت کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کو دو دن کی مہلت دو کہ وہ آپس میں صلح کرلیں۔ (مُسلم)

(۱۵۹) وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ ابْنِ اَبِىْ مُعَيْطٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِىْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَّيَنْمِىْ خَيْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ تَعْنِى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِىْ شَىْءٍ مِّمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ كَذِبٌ اِلَّا فِىْ ثَلٰثٍ اَلْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهٗ وَحَدِيْثُ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ اِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ اَيِسَ فِىْ بَابِ الْوَسْوَسَةِ۔

حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ بن ابی معیط کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو اپنی جھوٹی باتوں سے لوگوں کے درمیان اصلاح کرے (یعنی صلح کرائے) دونوں فریقوں سے بھلی بات کہے اور ایک کی طرف سے دوسرے کو بھلی بات پہنچائے (بخاری و مُسلم)

اور مُسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ام کلثومؓ نے کہا میں نے نہیں سُنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولنے کی امر میں اجازت دی ہو مگر تین باتوں میں، ایک تو لڑائی میں (یعنی دشمنان اسلام سے جنگ

کرتے ہیں) دوسرے لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور تیسرے میاں بیوی کی باتوں میں۔

اور حضرت جابرؓ کی حدیث "قَدْ اَیِسَ" وسوسے کے باب میں بیان کی گئی ہے۔

وضاحت

اِس باب میں صاحبِ کتاب نے ان احادیث کو یکجا کیا ہے جن میں عام مسلمانوں کے باہمی حقوق پیش کیے گئے اور ترکِ ملاقات وسلام کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

آج سے چودہ سو سال قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے شہر مکہ میں ہادیٔ برحق بنا کر بھیجا گیا۔ یہ ایک ایسا معاشرہ تھا کہ جہاں لوگ بات بات پر جھگڑتے تھے۔ انتقام لینا اپنی خودداری کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔ معمولی امور پر جو لڑائی چھڑتی وہ نسل در نسل جاری رہتی۔ غرض ایک خون کا انتقام کئی پشتوں تک چلتا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ ہر شخص اپنے آپ کو غیر محفوظ پاتا تھا اور اسے یہ خدشہ لگا رہتا کہ کہیں کوئی اس پر حملہ نہ کر بیٹھے۔

اسلام امن وسلامتی کا پیغام لے کر آیا۔ مدتوں کے دشمنوں کو بھائی بھائی بنا دیا اور ان بھائیوں نے اس رشتہ کا حق اس خلوص سے ادا کیا کہ خون کا رشتہ بھی پس منظر میں چلا گیا۔ باہمی میل ملاپ کی وہ فضا قائم ہوئی کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا صحیح معنوں میں بھائی بن گیا۔ اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتا۔ اس پر اپنا مال وجان نثار کرتا اس کے ہمدردی وغمخواری کرتا۔ یہ سب اخوتِ اسلامی کا اثر تھا۔

آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت کے اسی جذبہ کو ابھارا گیا ہے تاکہ مسلمان سکون کی زندگی گزاریں، بغض اور حسد کو اپنے نزدیک نہ پھٹکنے دیں۔ پورے خلوص سے ایک دوسرے کے کام آسکیں۔ اگر مسلمانوں کے بعض گروہوں میں جھگڑا

ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اس جھگڑے کو ختم کرا دیں۔

وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۔ (حجرات)

"اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔"

اس طرح حدیث میں تین دن سے زیادہ ترکِ ملاقات کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

بعض امور طبیعت پر گراں گزرتے ہیں اور غصہ کا باعث بنتے ہیں تو اس غصہ کو تین دن سے زیادہ جاری رکھنے کی اجازت نہیں ہے اور تین دن میں وہ شخص جو صلح کے لیے پہلے قدم بڑھاتا ہے اس کو افضل بتایا گیا ہے۔ اس لیے کہ ہر شخص گفتگو کا آغاز کرنا اپنی انا کے خلاف تصور کرتا ہے۔ چنانچہ اس جھگڑے کو ختم کرنے میں پہل کرنے والے کے لیے زیادہ اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

لیکن دینی امور و دیگر شرعی معاملات میں تین دن سے زیادہ تک ترکِ تعلق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ شریعت کا حکم ہے کہ شوہر گھریلو معاملات کی درستی کے لیے بیوی کی اصلاح کے لیے چار ماہ تک ترکِ کلام کر سکتا ہے۔ اس کے بعد یا تو اس کو صلح کرنا ہو گی یا پھر طلاق دینی ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے بھی ایک موقع پر آپؐ سے دنیاوی مال و دولت کا مطالبہ کیا تھا کیونکہ اب تک انتہائی عسرت و تنگی میں بسر ہوئی تھی اور اب اسلامی حکومت کے پاس ریل پیل ہو گئی تھی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور ازواج کے لیے بھی کبھی کچھ بچا کر نہ رکھا۔ آپؐ کو ازواج کا یہ مطالبہ پسند نہ تھا۔ آپؐ نے ایک ماہ تک ترکِ کلام کی قسم کھا لی۔ بالآخر قرآنِ پاک میں اس سے متعلق آیات اتریں کہ ایلاء کی مدت چار ماہ ہے اور اے نبیؐ کی بیویو! اگر تم رسولؐ کے ساتھ اسی حالت میں رہو تو اس کا اجر اللہ کے ہاں ملے گا اور اگر طلاق چاہو تو وہ بھی مل سکتی ہے لیکن تمام ازواج نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت ہیں

رہنے کو ترجیح دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرعی امور کے علاوہ تین دن سے زیادہ الگ رہنے اور جھگڑا رکھنے کی ممانعت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی باہمی ہمدردی اور محبت کی مثال دیتے ہوئے انھیں ایک جسم قرار دیا ہے کہ جس طرح جسم کے ایک حصہ میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کا اثر پورے جسم پر ہوتا ہے۔ اسی طرح مسلمان بھی آپس کی محبت اور رحم دلی میں جسم انسانی کے مانند ہیں۔ ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ نہ ایک دوسرے پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کو مصیبت میں ڈال سکتا ہے اور جو اپنے کسی بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا رہتا ہے۔ ذرا غور فرمائیے مسلمان کی ضرورت کو پورا کرنے کا کتنا بڑا اجر بتایا جا رہا ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے جو مسلمان کی حاجت روائی کا معاوضہ عطا کرتا ہے کہ اس کی ضرورت میں اس کی دستگیری کرتا ہے۔ غرض مسلمان کی یہ ذمہ داری بتائی گئی کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا سلوک کرے کسی اذیت نہ پہنچائے۔ اپنی استطاعت کے مطابق اس کی اعانت کرے۔ مصیبت میں اس کو تسلی دے۔ اس مضمون کی متعدد احادیث موجود ہیں مثلاً:

۱۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔

۲۔ مومن نہ تو کسی پر طعن کرتا ہے۔ نہ کسی کو بددعا دیتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔

۳۔ مومن وہ ہے جو دوسروں سے الفت کرتا ہے اور جو نہ دوسروں سے الفت کرتا ہے۔ اور نہ کوئی اس سے الفت کرتا ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

۴۔ مومن وہ ہے جس کو لوگ امین سمجھیں۔ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ

سلامت رہیں۔

۵۔ مسلمان باہم ایک دوسرے سے مل کر اس طرح مضبوط ہوتے ہیں جس طرح دیوار کہ اس کے ایک حصّہ سے اس کا دوسرا حصہ مضبوط ہوتا ہے۔

۶ جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا اس کو فریب دے وہ ملعون ہے۔

مسلمانوں کے دلوں میں آپس میں بغض و کینہ نہ ہو ایک دوسرے کے خلاف بغض اور حسد کے جذبات نہ ہوں ایک دوسرے کے لیے معاندانہ جذبات نہ ہوں، چنانچہ قرآنِ کریم میں مسلمانوں کو یہ دعا مانگنا سکھائی گئی ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ

"اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کی جانب سے کینہ نہ رہنے دے اسے ہمارے پروردگار تو مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔"

کئی احادیث میں یہ مضمون ملتا ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو انسان کے اعمال پیش ہوتے ہیں تو جس نے خدا کے ساتھ ترک کیا خدا اس کو معاف فرماتا ہے لیکن دو آدمیوں میں آپس میں کینہ ہوتا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ "ابھی رہنے دو کہ میل کر لیں۔"

جنّت کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس میں جو لوگ ہوں گے وہ آپس میں بھائی بھائی ہوں گے اور ان میں کینہ نہ ہوگا۔ فرمایا:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ

"اور ہم نے ان کے سینوں سے کینہ نکال لیا وہ بھائی بھائی ہو کر تختوں پر سامنے بیٹھے۔"

اسی طرح ایک دوسرے کی غیبت کرنا اس سے حسد کرنا اس کی ٹوہ میں لگے رہنا وہ عیب ہیں جن سے بار بار ٹوکا گیا ہے۔ سورۂ حجرات میں غیبت کی مذمت ان الفاظ میں آئی۔

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً

"کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔"

کیونکہ جس کی غیبت کی جاتی ہے وہ موجود نہیں ہوتا اور بے بس ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کو مردہ سے تشبیہہ دی گئی پھر اس میں یہ کہنا بھی موجود ہے کہ شدّتِ محبت سے کوئی اپنے بھائی کی مردہ نعش دیکھنا گوارا نہیں کرتا، چہ جائے کہ اس کا گوشت کھائے یعنی غیبت کرنیوالا اتنے مکروہ جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ حدیث معراج میں بھی غیبت کا ذکر آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو اپنی برزخی زندگی میں مختلف سزائیں بھگت رہے تھے۔ ان میں کچھ ایسے تھے جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ آپؐ نے جبرئیل سے پوچھا، "یہ کون لوگ ہیں"؟ بتایا گیا، "یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت و آبرو لیتے تھے"۔

بَابُ الحذرِ والتأنی فی الامُور

کاموں میں احتراز اور توقف کرنے کا بیان

(۱۶۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَیْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک سوراخ سے مومن کو دوبارہ نہیں کاٹا جاتا (یعنی جس سوراخ سے مسلمان کو سانپ نے کاٹ لیا اس سے اس کو دوبارہ نہیں کاٹا جا سکتا) یعنی مسلمان پھر ہوشیار ہو جاتا ہے مطلب ہے کہ ایک مرتبہ نقصان اٹھانے کے بعد مسلمان دوبارہ نقصان نہیں اٹھاتا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۶۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَیْسِ اِنَّ فِیْكَ لَخَصْلَتَیْنِ یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبد القیس کے سردار سے فرمایا، تجھ میں دو باتیں ایسی ہیں جن کو خدا تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ ایک تو بردباری اور دوسرے غور و فکر کے بعد کام کرنا۔ (مسلم)

وضاحت

اس باب میں مصنف نے ان احادیث کو یکجا کیا ہے جن کا تعلق حلم و بردباری، میانہ روی اور امانت سے ہے۔ یہاں ہم نے اپنی گفتگو کو حلم، بردباری اور غور و فکر تک محدود کر رکھا ہے۔

حلم وبردباری: ان کی زندگی میں صبح سے شام تک بہت سے ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جو اس کی طبیعت پر گراں گزرتے ہیں۔ اس کو مشتعل کر دیتے ہیں۔ اس کو غیض وغضب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ایسے میں اشتعال انگیز بات کو برداشت کرنا اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا بردباری ہے۔ بردباری وحلم کی صفت سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو دیکھتا ہے ان کو فوراً نہیں پکڑتا۔ ان سے تعرض کرتا ہے ان کو اپنے انعامات سے محروم نہیں کرتا۔ ان پر رحمتوں کے دروازے بند نہیں کرتا۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ کے حلیم ہونے کا ذکر کیا گیا ہے وہاں جن صفات کا بالعموم ذکر کیا گیا ہے وہ اس کا علم اور اس کی غفوریت ہے۔ ان آیات سے ظاہر کرنا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کا علم رکھتا ہے۔ کوئی چیز اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن وہ پھر بھی فوراً نہیں پکڑتا بلکہ بخشش سے کام لیتا ہے اور اپنے بندوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کرتا ہے۔

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ ہ

اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بردبار ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کا حلم کسی کمزوری کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کی غفوریت کا اثر ہے کہ وہ بردباری سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح سورۂ نساء میں بیان کیا گیا ہے۔

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ہ

اور اللہ تعالیٰ ہی علم رکھنے والا اور بردبار ہے

اللہ تعالیٰ کے بعد یہ صفت سب سے زیادہ اس کے نبیوں میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے بت پرست باپ کو ہر طرح سے سمجھایا اور بعد میں ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہے۔ کیونکہ انہوں نے وعدہ کر لیا تھا۔ لیکن جب ان کے علم میں آیا کہ وہ خدا کا دشمن تھا تو اس سے مطلقاً دست بردار ہو گئے۔

قرآن کریم نے اس واقعہ کے ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو خصوصیات بیان فرمائیں وہ یہ ہیں۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝

بے شک ابراہیم بڑے نرم دل اور بردبار تھے (توبہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم کا یہ حال ہے کہ کفار کی تعذیب حد سے بڑھ گئی۔ آپؐ پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا۔ آپؐ پر نجاست پھینکی گئی۔ آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے لیکن آپؐ دشمنوں سے انتقام لینے کی بجائے ان کے حق میں دعائے خیر کرتے رہے۔ غرض تحمل ایک ایسا اخلاقی وصف ہے کہ جس میں عفو و درگذر صبر برداشت سبھی آجاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ عبدالقیس کے سردار سے فرمایا۔ مجھ میں دو باتیں ایسی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ ایک تو بردباری اور دوسرے غور و فکر کے بعد کام کرنا۔

بعض اوقات غصے میں انسان بغیر سوچے سمجھے ایسے الفاظ ادا کہہ جاتا ہے۔ ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ہے کہ بعد میں پھر پچھتانا پڑتا ہے مگر اس وقت سوائے کفِ افسوس ملنے کے اور کچھ نہیں ہو پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد بازی کو پسند نہیں فرمایا۔ ایک حدیث ہے:

"کاموں میں تاخیر کرنا (یعنی غور و فکر کے بعد کام کرنا) اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور کاموں میں جلدی کرنا (یعنی بغیر سوچے سمجھے فیصلہ کرنا) شیطان کی جانب سے ہے۔"

ایک شخص نے بار بار خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر بار جو جواب ملا وہ یہی تھا کہ "غصّہ نہ کیا کر۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپؐ کے پاس آکر عرض کی کہ مجھے کوئی

نصیحت فرمائیے۔
آپ نے فرمایا:
"اپنے کاموں کو تدبیر کے ساتھ کیا کر، اچھا انجام نظر آئے تو کر ڈال اور اگر انجام میں خرابی نظر آئے تو اس کو چھوڑ دے۔"
اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جلد بازی سے عمل کرنا اسلام کے نزدیک ناپسندیدہ فعل ہے۔ ہر معاملہ میں سنجیدگی اور متانت کا مطالبہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ باجماعت نماز کے لیے مسجد کے راستہ میں بھی چال میں متانت ہی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ سورۂ فرقان میں اچھے انسانوں کی جہاں تعریف بیان کی گئی وہاں ان کی ایک خصوصیت یہ بھی بتائی گئی۔
وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ۝ (فرقان)
اور رحمت والے خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین میں دبے پاؤں چلتے ہیں۔
یہ ٹھہراؤ اور تاخیر سے کام کرنا جس کا مطالبہ کیا گیا ہے عام امور میں ہے مگر جب آخرت کے امور کا موقع ہو تو ان میں دیر کرنا ہرگز روا نہیں بلکہ نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا حکم دیا گیا۔
ایک حدیث میں ہے کہ:
"تاخیر اور ڈھیل ہر چیز میں بہتر ہے مگر عمل آخرت میں نہیں۔"
یعنی جب سعادت آخرت کے حصول کے مواقع میسر آئیں تو وہاں غیر ضروری غور و فکر اور ٹال مٹول سے کام نہ لینا چاہیئے بلکہ اس پر بلا تاخیر عمل کرنا چاہیئے۔
غزوۂ تبوک کا وہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت کعبؓ بن مالک جو اگرچہ جہاد میں جانے کے خواہشمند تھے لیکن ٹال مٹول سے کام لیتے رہے۔ روز آج کل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے اس وقت انھوں نے اور ان کے ساتھیوں

نے ہر قسم کی تکلیفیں سہہ کر سچائی کا ثبوت دیا۔ انہیں سخت آزمائش سے گزرنا پڑا۔ ان کا سماجی بائیکاٹ ہوا۔ آخرکار ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نیک کاموں میں تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے۔

بَابُ الرِّفْقِ وَالْحَيَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ

نرمی حیا اور حسن خلق کا بیان

(۱۶۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَالَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَالَا يُعْطِيْ عَلٰى مَا سِوَاهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ لِعَائِشَةَ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا زَانَهٗ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهٗ۔

حضرت عائشہ رض کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالے مہربان ہے نرمی و مہربانی کو پسند کرتا ہے اور نرمی و مہربانی پر وہ چیز عطا فرماتا ہے جو درشتی و سختی پر عطا نہیں فرماتا نہ اور کسی چیز پر نرمی و مہربانی کے سوا چیزوں میں سے۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا۔ نرمی کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔ سختی و درشتی اور بے حیائی سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ جس چیز میں نرمی ہوتی ہے وہ نرمی اس کی زینت کا باعث ہوتی ہے اور جس چیز میں سے نرمی نکال لی جاتی ہے وہ عیب دار ہوتی ہے۔

(۱۶۳) وَعَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جریرؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کو نرمی سے محروم کیا جاتا ہے اس کو گویا نیکی سے محروم کیا جاتا ہے۔ (مسلم)

(۱۶۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَ هُوَ یَعِظُ اَخَاہُ فِی الْحَیَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْہُ فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا کے موضوع پر نصیحت کر رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اس کو چھوڑ دے اس لیے کہ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۶۵) وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حیاء، بھلائی اور نیکی کے سوا کوئی بات پیدا نہیں کرتی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حیاء کی تمام اقسام بہتر ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۱۶۶) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّۃِ الْاُوْلٰی اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انبیاء سابقینؑ کے کلام میں سے جو بات لوگوں نے پائی ہے (یعنی ایسی بات جس میں تغیر و تبدل نہیں ہوا ہے یا جس کا حکم اب تک باقی ہے) یہ بات ہے کہ جب تو نے شرم کو اٹھا کر رکھ دیا تو اب جو تیرا دل چاہے کر۔ (بخاری)

(۱۶۷) وَعَنِ النَّوَّاسِ ابْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ

فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِیْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ النَّاسُ عَلَيْهِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت نواس بن سمعانؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کا حال دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا نیکی حسنِ خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں خلش پیدا کرے اور تو اس امر کو بُرا سمجھے کہ لوگ اس سے واقف ہو جائیں۔

۱۶۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَیَّ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے مجھ کو وہ شخص بہت پیارا ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ (بخاری)

۱۶۹۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا۔ (مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں نیک ترین وہ شخص ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔

وضاحت

حیا:۔ حیا وہ خوبی ہے جو انسان میں دوسری خوبیوں کے حصول کا باعث بنتی ہے۔ سب سے زیادہ جو ہستی اس سے متصف ہے وہ خود خالق کائنات ہے جو بندوں کے عیوب دیکھتا ہے اور ان کی پردہ دری نہیں کرتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ایک مقام پر آتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْیٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً ط

"بیشک اللہ تعالیٰ اس بات سے حیا نہیں فرماتا ہے مثال بیان کرے ایک مچھر کی۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ط

بیشک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

عزت و جلال والے خدا کے سامنے جب کوئی بندہ دونوں ہاتھ پھیلا کر کچھ بھلائی مانگتا ہے تو وہ اس کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعد حیاء سب سے زیادہ انبیائے کرام میں پائی جاتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ آپؐ کے بچپن میں خانہ کعبہ کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا۔ آپؐ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، اور ان سے اینٹ کی رگڑ کندھے پر لگتی۔ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے مشورہ دیا کہ تم تہبند کھول کر کندھے پر رکھ لو تاکہ رگڑ نہ لگے۔ آپؐ نے ایسا کیا تو آپؐ بے ہوش ہو گئے۔ عرب میں شرم و حیاء کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ برہنہ برسرِ عام نہانا کوئی خاص بات نہ تھی۔ خانہ کعبہ کا طواف لوگ برہنہ ہو کر کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام امور سے نفرت تھی۔ برہنہ طواف کو ممنوع قرار دیا۔ ایک موقع پر آپؐ نے حمام میں نہانے سے منع فرمایا۔ لوگوں نے عرض کی اس سے میل چھوٹتا ہے اور بیماری دور ہوتی ہے تو آپؐ نے فرمایا پردہ کر لیا کرو۔

روزمرہ زندگی کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ انسان کو دنیا کی حیاء بھی بہت سے رذائل سے محفوظ رکھتی ہے۔ جیسے ہی انسان کو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میری فلاں خامی کسی کے علم میں آنے کا اندیشہ ہے تو وہ اپنا دامن بچاتا ہے۔ ماں اپنے بچوں کو ڈراتی ہے کہ میں تمھاری شرارتیں تمہارے باپ کے علم میں لے آؤں گی۔ آوارہ منش انسان بھی محلوں میں شریفانہ طریقوں کو اپناتے ہیں۔ غرض اہلِ محلہ کی حیا انسان کو خلافِ

شریعت امور سے روکتی ہے تو اللہ کی حیا تو ہر قسم کے رذائل اخلاق سے محفوظ رکھتی ہے ۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے ۔ ہمارے قلب و نظر کو دیکھتا ہے ہمارے ذہن و فکر سے واقف ہے ۔ اس سے کسی بات کو بھی پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا غرض اس سے حیا ہر قسم کے گناہوں سے رُکنے کا وسیلہ بنتی ہے ۔

سورۂ آلِ عمران میں حق تعالیٰ سے متعلق ارشاد ہوتا ہے :

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ؕ

"بے شک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھُپی ہوئی نہیں ۔ نہ کوئی (چیز) زمین میں اور نہ آسمان میں ۔"

حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا واقعہ بھی اللہ تعالیٰ سے حیا کی نہایت عمدہ مثال ہے ۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تنہائی میں بلایا تو اس نے اس بت کو کپڑے سے ڈھک دیا جس کی وہ پرستش کرتی تھی ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا تو اس پتھر سے شرم کرتی ہے تو میرا اللہ اس کائنات کے ہر گوشے کا مالک ہے ہر جگہ موجود ہے مخلوق کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے ۔ پھر میں کیوں نہ اس سے شرم کروں ۔

غرض حیا فطرتِ انسانی کا ایک جزو ہے ۔ بچپن ہی سے انسان میں یہ خوبی موجود ہوتی اور ماحول کے زیرِ اثر کم ہوتی چلی جاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انسان کو ان فواحش و منکرات سے بچایا ہے جو بے حیائی کی طرف لے جانے والے ہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص بہت شرمیلا تھا ۔ اس وجہ سے بعض اوقات اس کو نقصان ہو جاتا ۔ ایک دفعہ اس کا بھائی اس کی زیادتی حیا پر ٹوک رہا تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا غصّہ نہ کرو کیونکہ حیا ایمان سے ہے ۔ ایک متفق علیہ روایت ہے :

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَۃً فَاَفْضَلُھَا

قَوْلُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ○

"ایمان کی ستر یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں سب سے افضل زبان سے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار اور سب سے معمولی شاخ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے۔"

امام نووی ؒ نے ریاض الصالحین میں حیا کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھا ہے:

"حیا ایک وصف ہے جو انسان کو بُرے کام نہ کرنے پر ابھارتا ہے اور اہلِ حق کو حق کی ادائیگی میں کوتاہی سے روکتا ہے۔"

لوگوں کو ادب سکھانا اخلاق کی تعلیم دینا، علم پہنچانا اور حقیقت سے آشنا کرانا حیا کے خلاف نہیں ہے۔ حضرت زینب ؓ کی دعوتِ ولیمہ کے بعد لوگ کافی دیر بیٹھے رہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچ رہی تھی۔ لیکن ان کا اٹھا دینا مروتِ نبوی کے خلاف تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے شرم آئی۔ حق تعالیٰ کا اپنے بندوں کو ادب سکھانا اور نبوّت کا احترام ضروری تھا۔ اس لیے وحی آئی۔

اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ۔ (الاحزاب)

اس سے پیغمبر کو اذیت پہنچتی تھی اور وہ تم سے شرماتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں کسی سے حیا نہیں کرتا۔

نرمی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے بڑھ کر نرمی کرنے والا کون ہوگا۔ قرآن پاک نے احکام میں جس اصول کو بنیادی طور پر اپنایا وہ عدم حرج ہے۔ حرج کا مطلب عربی زبان میں تنگی ہے یعنی خالق کائنات نے اپنے بندوں کے معاملہ میں نرمی اور آسانی کو اختیار

فرمایا ہے۔ اس باب میں متعدد آیات موجود ہیں۔

مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔

خدا نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں کی۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا

خدا کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

بندہ کو یہ دعا مانگنے کی ہدایت دی گئی۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِہٖ

"اے اللہ ہم پر بوجھ نہ ڈال جیسا کہ تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی برداشت کی ہم میں طاقت نہ ہو۔"

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپؐ کو دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آپؐ اس کو اختیار فرماتے جس میں آسانی ہوتی بشرطیکہ وہ گناہ کی چیز نہ ہو۔

حضرت معاذ بن جبلؓ جو بزرگ صحابہ کرام میں سے ہیں، ایک محلہ میں فجر کی جماعت کی امامت فرماتے تھے۔ لوگوں نے آکر شکایت کی وہ طویل سورتیں پڑھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آیا تو بہت ناراض ہوئے۔ حضرت ابو مسعود انصاری کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اتنا ناراض نہیں دیکھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی نماز پڑھائے تو مختصر پڑھائے کیونکہ کیونکہ نماز میں بوڑھے کمزور کام والے ہر طرح کے آدمی ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپؐ کے پاس آکر عرض کی ہم لوگ یہودیوں اور عیسائیوں

کے ملک میں رہتے ہیں۔ ان کے برتنوں میں کھانا کھا لیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: اگر دوسرے برتن مل جائیں تو انھیں استعمال نہ کرو، ورنہ ان کو دھوؤ اور کھاؤ۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ کے پاس آ کر عرض کی کہ مجھ سے گناہ ہوا ہے آپؐ میرے لیے حد (شرعی سزا) جاری فرمادیں۔ آپؐ خاموش رہے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا۔ نماز کے بعد وہ دوبارہ آئے اور پھر حد جاری کرنے کی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا: "تم نے نماز پڑھی؟" جواب دیا، "ہاں" فرمایا، "تو اللہ تعالیٰ نے تمہارا گناہ معاف کر دیا۔"

آپؐ کی رحمت و شفقت تمام مخلوقات کے لیے تھی۔ اس میں دوست و دشمن کافر و مسلمان، آقا و غلام، انسان، حیوان ہر ایک کے حقوق کی نشاندہی کر دی گئی۔ جانوروں کے بارے میں فرمایا: "اپنے ذبیحہ کو راحت دو اور چھری کو تیز کر لیا کرو۔" دور سے دیکھنے پر بہت سی شخصیات متاثر کن ہوتی ہیں۔ قریب آنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جو تاثر لیا تھا وہ درحقیقت غلط تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ سب سے الگ تھا۔ آپؐ کی نرمی، عفو و درگزر، رحم و مہربانی، حلم و بردباری کی سب سے زیادہ معترف وہ ہستیاں تھیں جو سب سے زیادہ آپؐ کے قریب تھیں۔ بی بی خدیجہؓ جنھوں نے پچیس سال آپؐ کے ساتھ گزارے، نبوت کے ابتدائی زمانہ میں ان الفاظ میں تسلّی دیتی ہیں۔

"آپؐ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، مقروضوں کا قرض ادا کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔ حق کی حمایت کرتے ہیں، مصیبت میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ خدا کی قسم خدا آپؐ کو ہرگز غمگین نہیں کرے گا۔"

ایک شخص نے مسجد نبوی میں آ کر دعا کی۔

"خدایا میری اور محمدؐ کی مغفرت فرما۔" آپؐ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

"خدا کی وسیع رحمت کو تم نے تنگ کر دیا۔"

آپؐ کی نرمی اور رحمت تو پوری کائنات کے لیے تھی جس کا اعلان خود خالق کائنات نے فرمایا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

حُسنِ اخلاق:۔ دُنیا میں مختلف معلّمین اخلاق اور بانیان آئے۔ مذاہب کے مطابق ہر ایک نے اپنے اپنے اصول اخلاق پیش کیے۔ نیکی کی تاکید کی اور بدی کی ممانعت کی۔ امانت اختیار کرنے کا حکم دیا اور خیانت سے روکا۔ احسان پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی اور ظلم و زیادتی کی مذمت فرمائی۔ سچائی اور ایفائے عہد کی خوبیاں بتائیں۔ جھوٹ اور وعدہ خلافی کے مضر اثرات بتائے لیکن پیغمبرِ اسلام کا پیش کردہ ضابطۂ اخلاق جامع اور مکمّل ہے۔

یہاں تمام اخلاقی جزئیات کا احاطہ کر دیا گیا۔ غیر فطری اور غیر عقلی باتوں کو اخلاق نہیں بتایا گیا۔ جس طرح بعض مذاہب نے عورت سے لاتعلق کو روحانی معراج کے لیے ضروری قرار دیا۔ بعض نے رہبانیت کو اخلاقی ارتقاء کے لیے لازمی بتایا۔ بعض نے بدلہ لینے ہی کو سب کچھ کہا۔ بعض نے انتقام نہ لینے کو اخلاق بتایا۔ مثلاً عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس مقولہ کو انتہائی فخر کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ اگر کوئی تمہارے گال پر طمانچہ لگائے تو دوسرا بھی اس کے سامنے پیش کر دو۔ بظاہر اس قول میں بڑی کشش نظر آتی ہے لیکن غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ فطرت سے بعید ہے۔ کوئی شخص اس اخلاق کا مظاہرہ تو کر سکتا ہے کہ اپنے دشمن کو معاف کر دے لیکن یہ نہیں کہے گا کہ تم مجھ پر مزید ظلم کرو۔

اب اسلام کی تعلیم دیکھئے۔ بتا دیا گیا کہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ ہاں اگر معاف کر دو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ پیغمبر اسلام کا پیش کردہ نظامِ اخلاق نہ صرف یہ کہ عقل و حکمت پر مبنی ہے بلکہ اس کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس میں اخلاقِ انسانی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا، عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ دل کی نرمی، مسکینی، عفو و درگزر، حلم و بردباری ہی اصل اخلاق ہے انتقام، بدلہ، مساوات وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ موقع اور وقت کے لحاظ سے سختی اور نرمی دونوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کبھی عفو و درگزر سے کام لینا پڑتا ہے تو کبھی حسبِ موقع سختی کو روا رکھا جاتا ہے۔ اسی لیے اقبالؔ نے کہا تھا۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں اخلاق کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ آپؐ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی اخلاق کی تکمیل قرار دیا۔

انّما بعثت لا مکارم الاخلاق۔

میں تو اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کروں۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ سے جو دعا مانگتے تھے اس میں یہ الفاظ بھی شامل ہوتے تھے۔

"اور اے میرے خدا تو میری بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور میرے اخلاق کو مجھ سے پھیر دے اور ان کو نہیں پھیر سکتا لیکن تو۔"

اسلام میں نماز روزہ کی جو اہمیت ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے۔

لیکن کبھی کبھی حُسنِ اخلاق کو نماز روزہ کی نیابت کا منصب عطا ہو جاتا ہے۔

انسان حسنِ اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر نماز پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

قیامت کے دن جب انسان کو اپنی مغفرت کی فکر ہوگی۔ اس کے اعضاء اس کے خلاف شہادت دیں گے۔ ذرّہ برابر کی گئی نیکی اور ذرّہ برابر کی گئی بدی اس کے سامنے ہوگی۔ اس کو یہ فکر ہوگی کہ کسی طرح اس کی نیکیوں کا پلڑا وزنی ہو جائے ایسے میں کہیں سے اُمید ملے گی تو وہ اس کا دنیا میں کیا گیا حسن خلق کا مظاہرہ ہوگا۔

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے روز ترازو میں حُسنِ اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہ ہوگی۔"

باب الغضب والکبر

غصہ اور تکبر کا بیان

(۱۷۰) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِی)

حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھ کو نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا غصہ نہ کر۔ اس نے کئی مرتبہ یہی بات کہی اور ہر دفعہ آپؐ نے یہی کہا۔ غصہ نہ کر۔ (بخاری)

(۱۷۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابی ہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلوان اور طاقتور وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑے بلکہ قوی اور پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۷۲) وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيْمٍ مُتَكَبِّرٍ۔

حضرت حارثہ بن وہبؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کیا میں تم کو ان لوگوں کا بتادوں جو جنتی ہیں (یاد رکھو کہ) ہر وہ ضعیف و کمزور شخص ہے جس کو لوگ

حقیر و ضعیف سمجھیں (اور اس پر جبر و زیادتی کریں) وہ اگر خدا تعالیٰ کی قسم کھائے تو خدا تعالےٰ اس کی قسم کو سچا کر دے اور کہا میں تم کو ان لوگوں کا بتادوں جو دوزخی ہیں، دیا درکھو کہ) ہر وہ شخص ہے جو جھوٹی اور لغویات پر سخت جھگڑا کرے، درشت مزاج، مال جمع کرنے والا، بخیل اور تکبّر کرنے والا ہو۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ دوزخی ہر وہ شخص ہے جو مال جمع کرنے والا حرام زادہ اور متکبّر ہو۔

(۱۷۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا ہے جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا وہ (ہمیشہ کے لیے) دوزخ میں داخل نہ ہوگا اور جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی تکبّر ہوگا، وہ جنّت میں نہ جائے گا۔ (مسلم)

(۱۷۴) ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّ نَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبّر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (کیا یہ بھی تکبّر میں داخل ہے؟) آپؐ نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ جمیل (خوبصورت اور اچھا) ہے اور حسن و جمال (آراستگی) کو پسند کرتا ہے اور تکبّر کے معنی حق کو باطل کرنا اور لوگوں کو

ذلیل و حقیر سمجھتا ہے۔

(۱۷۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ۔ (رواہ مسلم)

وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ شَیْخٌ زَانٍ وَّمَلِكٌ کَذَّابٌ وَّعَائِلٌ مُّسْتَکْبِرٌ۔

حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین شخص ہیں جن سے قیامت کے دن خداوند تعالیٰ نہ تو بات کرے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک فرمائے گا۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا ایک تو زنا کار بڈھا دوسرا جھوٹا بادشاہ اور تیسرا مفلس و غریب تکبر کرنیوالا۔

(۱۷۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَذَفْتُهٗ فِی النَّارِ۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالےٰ فرماتا ہے (ذاتی) بزرگی میری چادر ہے یعنی جو مرتبہ تمھارے نزدیک چادر کا ہے۔ وہی میری ذاتی بزرگی کا ہے اور عظمت (یعنی صفاتی بزرگی) میرا تہبند (یعنی بمنزلہ تہبند ہے) پس جو شخص کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھینے (یعنی تکبر کرے ذات اور صفات کے اعتبار سے) میں اس کو دوزخ کی آگ میں ڈال دوں گا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں اس کو دوزخ کی آگ میں پھینک دوں گا۔ (مسلم)

وضاحت

باب الغضب: اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو جو مختلف جذبات دے کر

پیدا فرمایا ہے۔ ان میں ایک غصّہ کا جذبہ بھی ہے۔ لیکن اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کا استعمال حق کے دشمنوں کیلیے کیا جائے۔ اسلام پر جب بھی آنچ آتے دیکھے۔ انسان بے خوف و خطر مخالفین کے مقابلہ کے لیے نکل آئے لیکن غصّہ کا اعتدال سے ہٹ جانا ایک ایسی برائی ہے جو انسان کو ندامت اور پشیمانی سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ روزمرّہ زندگی کا مشاہدہ ہے کہ غصّہ کی کیفیّت میں ایسے الفاظ مُنہ سے نکل جاتے ہیں کہ بعد میں پچھتانا پڑتا ہے حالتِ غصّہ میں اس قسم کے افعال کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے کہ پھر کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اسی لیے قرآنِ کریم نے نیک مسلمانوں کی یہ خصوصیّت بیان فرمائی کہ وہ اپنے غصّہ پر قابو رکھتے ہیں۔

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (آلِ عمران۔ آیت ۱۳۴)

اور غصّہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کو محبوب ہیں۔"

وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ۔

اور جب غصّہ آئے معاف کر دیتے ہیں۔ (سورہ الشوریٰ)

اس مضمون کی متعدد احادیث موجود ہیں۔

۱۔ فرمایا "طاقتور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ قوی تو وہ شخص ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔"

۲۔ غصّہ ایمان کو خراب کرتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

۳۔ اگر کسی شخص نے اپنے غصّہ کو نافذ کرنے کی قدرت کے باوجود اس کو پی لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو تمام مخلوق پر فوقیت کے ساتھ پکارے گا۔

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض

کیا، "اے میرے رب! تیرے بندوں میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "وہ شخص جو انتقام کی قدرت رکھنے پر بھی لوگوں کو معاف کر دے۔"

حقیقت یہ ہے کہ انسان کا وقار صبر و برداشت میں ہے جس کا حقیقی امتحان غصہ کے وقت ہوتا ہے جب انسان اپنی انا کی خاطر اپنے غصہ کو کنٹرول کرنا نہ چاہے جب دوسرے کی غلطی سے دُکھ پہنچا ہو یا اپنی ہی غلط فہمی یا کسی حماقت کی بنا پر غیظ و غضب میں مبتلا ہو کر انتقام کے لیے تیار ہو جائے۔ زیادتی کرے اور دوسرے کے ساتھ غیر شائستہ سلوک روا رکھے بعد میں خواہ افسوس ہی کرنا پڑے۔ اسی لیے شریعت نے عفو و درگزر اور صبر و برداشت کی اعلیٰ قدروں کے اختیار کرنے کی تاکید کی۔ اگر اپنی ہی غلطی کے باعث غصہ میں تھا تو اب احساس ہو گا کہ اچھا ہوا میں نے کسی ناشائستگی کا مظاہرہ نہیں کیا اور اگر دوسرے کی غلطی تھی تو بھی یہ نرم رویہ بات کو بڑھنے سے بچا لیتا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہاتھا پائی کی نوبت آئے، ہنگامہ و فساد ہو پُرامن طریقہ سے تصفیہ ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات ظالم بھی سبق سیکھ لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ غصہ کو دبانے کی تاکید کی گئی اور اس پہلوان کو پچھاڑنے پر بھی فوقیت دی گئی۔

ایک شخص نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا اور تینوں مرتبہ آپؐ کا یہی جواب تھا۔ مسند احمد میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ اس شخص کا بیان ہے کہ جب میں نے غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ درحقیقت غصہ ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے عصر کی نماز کے بعد صحابۂ کرامؓ کو نصیحتیں فرمائیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ابن آدم کے مختلف طبقات میں ایک وہ ہے جنکو دیر میں غصہ آتا ہے اور جلدی سکون ہو جاتا ہے۔ دوسرا وہ ہے کہ جس کو جلدی غصہ

آتا ہے اور جلدی ختم ہو جاتا ہے تو ان دونوں میں ایک بات دوسری بات کی اصلاح کر رہی ہے۔

تیسرا وہ ہے کہ جس کو جلدی غصہ آجاتا ہے اور بہت دیر میں دور ہوتا ہے تو ان میں سب سے اچھا وہ ہے کہ جس کو دیر میں غصہ آئے اور جلدی ختم ہو جائے اور سب سے بُرا وہ ہے کہ جس کو جلدی غصہ آتا ہو اور بہت دیر میں ختم ہوتا ہے۔ غصہ ابنِ آدم کے دل کی ایک چنگاری ہے تم دیکھتے نہیں ہو کہ غصہ کے وقت رگیں پھول جاتی ہیں تو جس کو اپنے غصہ کا احساس ہو وہ زمین سے لگ جائے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو غصہ آئے وہ اگر کھڑا ہے تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے اور اگر اس سے بھی غصہ کم نہ ہو تو چاہیئے کہ لیٹ جائے۔

یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ جب ہیئت میں تبدیلی آئے گی تو توجہ ہٹ جائے گی اور غصہ کی وہ شدت باقی نہ رہے گی بلکہ غصہ کی تیزی میں انسان بیٹھے سے کھڑا ہو جاتا ہے جس سے غصہ کا زور اور بڑھ جاتا ہے۔

غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کے دو علاج بتائے۔ ایک روحانی اور دوسرا ظاہری۔ روحانی علاج تو وہی ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے لہٰذا غصہ آئے تو انسان اللہ کے حضورؐ یہ دعا کرے کہ میں شیطان سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ حضرت سلیمان بن صردؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا کہ دو آدمیوں کے درمیان آپس میں جھڑپ ہو گئی۔ ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر اس کو کہہ لے تو اس کی یہ کیفیت جاتی رہے اور وہ کلمہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ہے۔ صحابہ نے اس شخص سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعوذ پڑھ لے۔ (بخاری، مسلم)

غصہ کو رد کرنے کے جو ظاہری اسباب نبی آخر الزماںؐ نے بیان فرمائے وہ ہیئت کی
تبدیلی ہے کہ جب کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ یہ بات تجربہ میں بھی
آئی ہے کہ اس طرح غیض و غضب کی شدت میں کمی آجاتی ہے۔

باب الکبر: غرور ان رذائل اخلاق میں سے ہے کہ جس کے باعث انسان اپنے
آپ کو بڑا اور دوسرے کو حقیر و ادنیٰ سمجھنے لگتا ہے جب اللہ تعالیٰ کوئی خاص خوبی عطا
کرے تو اس کا احساس ہونا ایک فطری بات ہے لیکن جیسے ہی اپنے آپ کو افضل اور
دوسرے کو معمولی تصور کیا۔ اپنے آپ کو برتر اور دوسرے کو کمتر جانا، خود کو اعلیٰ اور
دوسرے کو گھٹیا خیال کیا تو وہیں غرور آگیا جو تباہی کے کنارے تک لے جاتا ہے۔

اس کائنات کا پہلا گناہ تکبر ہی کے باعث ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق
فرمائی، تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ رب تعالیٰ کا یہ حکم سنتے ہی تمام فرشتے
سجدے میں گر گئے سوائے ابلیس کے۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ

ابلیس نے اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کی حالانکہ وہ اب تک عبادت و ریاضت میں مصروف
رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کو لاکھوں سجدے کر چکا تھا لیکن اس وقت اس نے انکار کیا اور اس
کا یہ انکار تکبر پر مبنی تھا۔ سورۂ اعراف میں ابلیس کا یہ مناظرہ پیش کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے
اس سے دریافت کیا کہ کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں نے اس کا حکم
دیا تھا۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا۔

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝

میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے۔

غرض اپنے گھمنڈ کے باعث ابلیس کافر ہو گیا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کائنات کا پہلا گناہ
تکبر کے باعث ہوا۔ ابلیس نے اپنی تمکنت اور غرور کے سبب یہ نہ سمجھا کہ عظمت و بلندی

کا تعلق اس مادّہ سے نہیں کہ جس سے انسان تیار کیا گیا ہے بلکہ ان صفات سے ہے
جو خالقِ ارضی نے اس کو عطا کی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ابلیس سے فرمایا۔

"نکل جا بے شک تجھے ذلت کی چھوٹائی ملی"۔

قرآنِ کریم میں فرعون کا واقعہ بیان گیا ہے کہ اس کے پاس اللہ تعالےٰ نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو بھیجا کہ وہ ہدایتِ ربّانی کو فرعون اور اس کے
درباریوں کے سامنے پیش کریں۔ ان لوگوں نے غرور کا مظاہرہ کیا اور وہ غرق کر دیئے
گئے۔ سورہ مومنون میں بیان کیا گیا۔

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ۔

"تو وہ سب شیخی میں آ گئے اور وہ تھے بھی سرکش لوگ"۔

قرآنِ کریم میں ان افراد کو محبتِ خداوندی سے محروم بتایا گیا ہے جو فخر و غرور کی
عادات میں مبتلا ہیں اور اپنے لیے ترجیحی سلوک کے خواہشمند ہوتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ (نساء)

"بے شک اللہ تعالیٰ مغرور اور فخار کو پسند نہیں کرتا"۔

ایک موقعہ پہ آیا:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (مومن)

"جو مغرور اور سرکش ہیں اللہ تعالےٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ "جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر
بھی غرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا"۔

اس حدیث کی تشریح میں امام غزالیؒ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ "مسلمانوں کے جو مخصوص
اخلاق ہیں وہی جنت کے دروازے ہیں اور غرور ان تمام دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔ اس
لیے جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

یعنی جو شخص دنیا میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہا اپنے لیے دوسروں سے الگ تھلگ امتیازی مقام کو تلاش کرتا رہا۔ عام لوگوں کے ساتھ اٹھنے، بیٹھنے میں اس کو تامل ہوا، عوام کے ساتھ ملنا اس نے خلافِ شان سمجھا۔ اس کی خواہش یہ ہوتی کہ دوسرے اس کو سلام کرنے میں پہل کریں۔ اس کے سامنے ادب سے کھڑے رہیں۔ اس کے لیے مخصوص القاب و آداب استعمال کریں تو ایسے شخص کا یہی انجام ہوگا کہ وہ آخرت میں بھی عام مسلمانوں سے الگ ہو جائے گا۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنے لیے کوئی ترجیحی طرزِ عمل پسند نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک بدو نے آپؐ کو دیکھا اس پر اتنا رعب طاری ہوا کہ وہ کانپنے لگا تو آپؐ نے فرمایا:

"ڈرو نہیں میں ایک قریشی خاتون کا بیٹا ہوں جو گوشت کو سکھا کر پکاتی تھی۔"

ایک مرتبہ آپ عصا لٹکائے نکلے تو صحابہ کرام آپؐ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا،

"عجمیوں کی طرح تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوا کرو۔"

دوسری حدیث میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے سامنے لوگ کھڑے رہیں۔ اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیئے۔ ایک حدیث میں آپؐ نے گزشتہ اقوام میں سے ایک فرد کا قصہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ایک شخص لباس پہن کر زمین پر اتراتا ہوا چل رہا تھا تو اللہ تعالےٰ نے زمین کو حکم دیا اور اب وہ زمین میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔

سورہ لقمان میں باری تعالےٰ نے تاکید فرمائی۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۔ (لقمان)

"اور لوگوں سے بے رخی نہ کر اور زمین پر اترا کر نہ چل۔ بے شک اللہ تعالےٰ اس

ے محبت نہیں فرماتا جس کو گھمنڈ ہو اور غرور ہو۔"

عرب کے لوگ حسب و نسب پر بڑا فخر کرتے تھے۔ خصوصاً قریش نے اپنے لیے جو مختلف امتیازات قائم کر رکھے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ غیر قریش برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ اس موقع پر ان کی ستر پوشی صرف قریش کی فیاضی کر سکتی تھی ورنہ ان کو اپنے کپڑے دوران طواف استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اسلام آیا تو بتا دیا گیا کہ بڑائی کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔ کوئی شخص کسی قبیلہ یا خاندان سے تعلق رکھنے کی بنیاد پر قابلِ احترام نہیں ہے بلکہ یہ خاندان اور قبیلے صرف پہچان کے لیے بنائے گئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط (حجرات)

"ہم نے تم کو مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں اس لیے بنایا کہ باہم شناخت ہو سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ احترام وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبّر کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے تمھارے جاہلیت کے غرور اور باپ دادا پہ تکبّر کرنے کے طریقے مٹا دیے۔ اب صرف دو قسم کے آدمی ہیں۔ مومن پرہیزگار اور بدکار بدبخت، تم لوگ آدم کے بچے ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ لوگ ایسے لوگوں پہ فخر کرنا چھوڑ دیں جو جہنّم کا کوئلہ ہیں یا خدا کے نزدیک اس گبریلے سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو اپنے منہ سے نجاست کو گھسیٹتا چلتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اثر یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ اپنے آپ کو ان امور سے حتیٰ الوسع بچانے کی کوشش کرتے جن میں تکبر کا ادنیٰ سا بھی شائبہ ہوتا اور مستقل اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ جو اتنے جلیل القدر خلیفہ رہے ہیں ایک دن منبر پہ آئے اور صرف

یہ فرمایا:

" صاحبو! میں ایک زمانہ میں اس قدر نادار تھا کہ لوگوں کے لیے پانی بھر دیا کرتا اور اس کے بدلے میں وہ مجھے چھوارے دیتے تھے وہی کھا کر میں اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔"

یہ کہہ کر منبر سے اُتر آئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ بھلا یہ ایسی کیا بات تھی کہ منبر پر آ کر بیان کی جاتی۔ پھر خود ہی فرمایا کہ میری طبیعت میں ذرا سا غرور آ گیا تھا یہ اس کا علاج تھا۔

بزرگانِ دین کا بھی یہی طریقہ تھا کہ وہ ان افعال سے حد درجہ احتیاط کرتے جن میں غرور کا ذرا سا شائبہ بھی ہوتا۔ امام ابو حنیفہؒ کے متعلق حضرت داؤد طائی ان کی عاجزی و انکساری کے روّیہ کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں "میں نے کبھی ان کو پاؤں پھیلا کر بیٹھے نہیں دیکھا" آدمی اگر مجمع میں پاؤں پھیلا کر بیٹھے تو یہ غرور کی علامت ہے، اللہ اور اس کے رسولؐ کی نظر میں ناپسندیدہ فعل ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ گھر میں بھی پیر پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ ایک دن حضرت داؤد طائی نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ یہاں پر بھلا کون دیکھنے والا ہے۔ یہاں تو آپ پیر پھیلا کر آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔ جواب ملا: "داؤد تنہائی میں اس وجہ سے پاؤں نہیں پھیلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں"۔

باب الظلم
ظلم وستم کا بیان

(۱۷۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔ (یعنی ظالم کو قیامت کے دن ہر طرف سے تاریکی گھیر لے گی) (بخاری و مسلم)

(۱۷۸) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اللّٰہَ لَیُمْلِیْ الظَّالِمَ حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ ثُمَّ قَرَأَ وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَۃٌ اَلْاٰیَۃِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے (یعنی اس کی عمر دراز کرتا ہے تاکہ اس کے ظلم کا پیمانہ لبریز ہو جائے) پھر اس کو پکڑتا ہے کہ چھوڑتا نہیں۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَۃٌ۔ (اور تیرے پروردگار کا پکڑنا ایسا ہے جس وقت کہ وہ بستی والوں کو جو ظالم ہیں پکڑتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۷۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاکِنَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ

مَا أَصَابَهُمْ ثُمَّ قَنَّعَ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اجْتَازَ الْوَادِيَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب زمین حِجر پر سے گزرے (حجر ایک مقام کا نام ہے جہاں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود رہتی تھی) تو لوگوں سے فرمایا "ان لوگوں کے مکانوں میں نہ جانا (جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اپنے پیغمبر صالحؑ کو جھٹلایا) مگر جب کہ تم (ان کھنڈرات سے عبرت حاصل کر کے) گزرنے والے ہو تو ان کو دیکھ سکتے ہو) ممکن ہے تم پر بھی وہی مصیبت نازل ہو جاتے جو اُن پر نازل ہوئی تھی" پھر حضورؐ نے چادر سے اپنے سر کو ڈھانک لیا اور تیزی سے چلے یہاں تک کہ اس وادی سے گزر گئے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۸۰) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ وَإِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کا کسی مسلمان بھائی پر کوئی حق ہو (مثلاً آبرو ریزی وغیرہ کا حق) تو چاہیئے کہ مسلمان اس حق کو معاف کر دیں۔ اس دنیا ہی میں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے (یعنی قیامت کا دن) جس میں نہ تو درہم ہوں گے نہ دینار (کہ اس حق کے عوض ادا کیے جا سکیں) اگر اس نے اپنے حق کو معاف کر دیا تو بہتر ہے ورنہ پھر قیامت کے دن اگر ظالم کے اعمال میں کچھ نیکیاں ہوں گی تو اس کی نیکیوں میں سے اس کے ظلم کے برابر نیکیاں لی جائیں گی (اور مظلوم کو دے دی جائیں گی) اور نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیوں سے (اسی قدر برائیاں لے لی

جائیں گی اور ظالم کے حساب میں ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری)

(۱۸۱) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّيَاْتِيْ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔ (رواہ المسلم)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "تم جانتے ہو مفلس کون ہے" صحابہؓ نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ تو درہم (روپیہ پیسہ) ہو اور نہ سامان واسباب۔ آپؐ نے فرمایا "میری امت میں سے قیامت کے دن مفلس وہ شخص ہوگا جو دنیا سے نماز روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ (ہر قسم کی عبادتیں) لے کر آئے گا اور ساتھ ہی کسی کو گالی دینے، کسی پر تہمت لگانے، کسی کا مال کھا جانے، کسی کو ناحق مار ڈالنے اور کسی کو ناحق مارنے کے گناہ بھی لائے گا۔ پھر ایک مظلوم کو ان نیکیوں میں سے دیا جائے گا اور دوسرے مظلوم کو ان نیکیوں میں سے دیا جائے گا اور جب اس کی یہ نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور لوگوں کے حقوق باقی رہ جائیں گے تو ان حقداروں کی برائیاں اور گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اُس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

(۱۸۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰى اَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُقَادُ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَذُکِرَ حَدِیْثُ جَابِرٍ اِتَّقُوْا الظُّلْمَ فِیْ بَابِ الْاِنْفَاقِ)

حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن حقداروں کے حقوق ادا کیے جائیں گے۔ یہاں تک کہ بے سینگ بکری کے لیے سینگ دار بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

(مسلم) اور جابرؓ کی حدیث اِتَّقُوا الظُّلْمَ باب الانفاق میں بیان کی گئی۔

وضاحت

دنیا کے ہر مذہب نے ظلم وزیادتی سے منع کیا ہے۔ عدل وانصاف کی تعلیم دی ہے۔ کسی کے ساتھ ہمدردی کرنے کو اچھا اور بے مروتی کرنے کو بُرا قرار دیا حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا اور حقوق غصب کرنے کی ممانعت کی گئی لیکن دینِ اسلام نے اس باب میں بھی ظلم اور زیادتی کی مذمت ایسے دل نشیں انداز میں فرمائی کہ وہی عرب جو کل تک آپس میں لڑتے جھگڑتے جنگوں میں عورتوں، بچوں کو قتل کرتے، ایک دوسرے کا انتقام نسل در نسل لیتے رہتے۔ وہی ہمدردی دغم خواری، الفت ومحبت کی مجسم تصویر بن گئے۔ ظلم سے بچانے کے لیے آخرت کی سزا اور قیامت کی باز پرس کا ایسا خوف قلبِ انسانی میں پیدا ہو گیا کہ کسی طاقتور سے طاقتور کو جیسے ہی یہ احساس ہوتا تھا کہ جتنا اختیار میرا رب مجھ پر رکھتا ہے۔ اس سے کہیں کم اختیار میں اپنے ماتحت پر رکھتا ہوں۔ وہ ظلم سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا تھا ظلم کرنے کے مواقع با اختیار افراد اور حاکموں کو زیادہ ملتے ہیں۔ چنانچہ اس اندیشہ کے پیشِ نظر جب آپؐ نے حضرت معاذؓ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا تو ان کو دوسرے امور کے ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی تھی۔

"مظلوم کی بددُعا سے بچتے رہنا کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔"

قرآنِ کریم کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ ظلم جو بندے بندوں پر کرتے ہیں اس کی اتنی شدت سے مخالفت کی گئی ہے کہ اس کو حرام قرار رہا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ۔ (اعراف)

"کہہ دے کہ میرے رب نے بے حیائی کے کاموں کو جو کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ اور حق کے بغیر سرکشی کو حرام ٹھہرایا ہے"۔

جس شخص کے حق میں ظلم ہوا ہے اس کے انتقام کے حق کو اسلام نے تسلیم کیا ہے اور ظالم کو بتا دیا کہ وہ دنیا ہی میں معاف کرا لے ورنہ قیامت کے دن اس کے پاس فدیہ ادا کرنے کے لیے درہم و دینار نہ ہوں گے۔ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو مل جائیں گی اور اگر ظالم کے نامۂ اعمال میں نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں اس پر مسلّط کر دی جائیں گی۔

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر اسکو ایسا پکڑتا ہے کہ چھوڑتا نہیں"۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ

"تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟" صحابہؓ نے عرض کیا "ہم میں سے تو مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ سامان و اسباب"۔

زبانِ محمدیؐ سے جواب آیا کہ "میری امت میں سے روزِ قیامت وہ شخص مفلس ہوگا کہ جو دنیا سے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور ہر قسم کی عبادات لے کر آئے گا اور ساتھ ہی کسی کو گالی دینے، کسی پر تہمت لگانے، کسی کا مال کھا جانے، کسی کو ناحق مار ڈالنے کے گناہ بھی لائے گا۔ پھر ایک مظلوم کو ان نیکیوں میں سے دیا جائے گا اور دوسرے مظلوم کو ان نیکیوں میں سے دیا جائے گا جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور لوگوں کے حق باقی رہ جائیں گے تو ان حقداروں کی برائیاں اور گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اسلام دین فطرت ہے اور فطری طور پر ایک شخص انتقام لینے کا خواہشمند ہوتا ہے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ کہیں تم غیض و غضب میں آکر حد سے نہ بڑھ جاؤ۔ یعنی برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ اگر حد سے تجاوز کر گئے تو تم ظالم قرار پاؤ گے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ط (شوریٰ)

"اور جن پر ظلم ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا عوض اسی طرح کی برائی ہے۔"

ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ اگر انتقام کی قدرت کے باوجود ظالم کو معاف کر دے تو اس کا اجر اسے خدا کے ہاں ملے گا۔

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ہ

پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کی مزدوری اللہ کے ذمہ ہے۔

بیشک اللہ ظالم لوگوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو و درگزر کی اس قدر اعلیٰ مثال قائم فرمائی کہ تاریخ انسانیت کا ایسا نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جب مکہ فتح ہوا تو سرزمین مکہ میں حضورؐ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے مگر وہ لوگ بہت خوفزدہ تھے کہ ہم نے تیرہ سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح سے ستایا۔ آپؐ کا سماجی بائیکاٹ کیا۔ آپؐ پر نجاست ڈالی۔ آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھائے۔ آج محمدؐ با اختیار ہیں نہ جانے تیرہ سالہ بدسلوکیوں کا انتقام کس طرح لیں۔ لیکن بارگاہِ نبویؐ سے جو الفاظ ادا ہوئے وہ یہ تھے۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط

"آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں۔"

غزوۂ احد میں دشمنوں نے آپؐ پر پتھر پھینکے، تلواریں چلائیں۔ تیر برسائے۔ آپؐ کو

لہولہان کر دیا۔ جبین مبارک سے خون بہنے لگا۔ دندان مبارک شہید ہو گئے مگر ان ظالموں کے جواب میں آپؐ نے یہ فرمایا:

"خدایا ان کو معاف کرنا یہ نادان ہیں"

طائف کے لوگ جنہوں نے اسلام کا پیغام سُن کر آپؐ کی شان میں گستاخی کی۔ آپؐ کا مذاق اڑایا۔ پائے مبارک کو لہولہان کر دیا۔ اس سخت وقت میں فرشتہ آپؐ سے دریافت کرتا ہے کہ اگر حکم ہو تو پہاڑ اُن پر الٹ دیا جائے لیکن ان ظالموں کے حق میں جواب دیا جاتا ہے کہ شاید ان کی نسل میں وہ لوگ پیدا ہوں جو خدا پر ایمان لے آئیں۔

انسان تو انسان ہیں، پیغمبر اسلامؐ نے جانوروں تک کے ساتھ جور و ستم اور ظلم و زیادتی سے منع فرمایا۔ مدینے میں یہ طریقہ رائج تھا کہ زندہ اونٹ کے کوہان اور دُنبہ کی چکتی کاٹ کر کھاتے تھے۔ جب آپؐ نے یہ طریقہ دیکھا تو ایسی خوراک کو مُردار قرار دیا۔ عربوں میں ایک دستور تھا کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کی سواری کے جانور کو اس کی قبر پہ باندھ دیا جاتا۔ اس کو دانہ گھاس اور پانی نہیں دیتے تھے۔ جانور اسی حالت میں بھوکا مر جاتا تھا۔ ایسے جانوروں کو بلیہ کہتے تھے۔ اسلام نے اس ظالمانہ رسم کو ممنوع قرار دیا۔ بلا سبب کسی جانور کے قتل کو سنگین جرم قرار دیا۔ فرمایا کہ "اگر کسی شخص نے ایک گنجشک یا اس سے بھی چھوٹے کسی جانور کو بغیر حق کے ذبح کیا تو اللہ تعالےٰ اس کے متعلق اس سے باز پرس کرے گا۔

ایک حدیث ہے کہ ایک شخص راستے میں جا رہا تھا اس کو بہت پیاس لگ رہی تھی۔ راستے میں اس کو کنواں مل گیا۔ اس نے اپنی پیاس بجھائی۔ آگے بڑھا تو اس نے کتا دیکھا جو پیاس سے بے قرار ہو کر کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس کو اپنی پیاس کا خیال آیا۔ اس نے کنویں میں سے پانی نکال کر اس کو پلایا۔ اللہ کے نزدیک اس کا یہ عمل اتنا مقبول ہوا کہ اس شخص کی مغفرت ہو گئی۔

عائلی زندگی میں بیوی اور شوہر کے تعلقات بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ زوجین دو مختلف

ذہن رکھتے ہیں۔ ان میں ہم آہنگی پیدا ہونا ضروری ہے۔ اگر سوچ اور فکر میں یکسانیت نہ ہو سکے تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو سمجھا یا بجھا یا جائے۔ طلاق جو عائلی زندگی کی علیحدگی کا سبب ہے۔ اس کی اجازت انتہائی ناگزیر حالات میں دی گئی وہ بھی ان الفاظ کے ساتھ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو مباح چیزوں میں جو سب سے زیادہ ناپسند ہے وہ طلاق ہے۔ یعنی اگر شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑا انتہائی شدت اختیار کر لے۔ مصالحت کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو طلاق پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں بھی ظلم و زیادتی کا شائبہ نہ ہو۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

(بقرہ)

"طلاق (جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے) دو بار ہے۔ پھر یا تو سیدھی طرح دستور کیمطابق روک لو یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دو۔"

غرض شریعت اسلامی نے زندگی کے ہر معاملے میں ظلم و زیادتی سے منع کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ "جب مومن دوزخ سے پاک ہو چکیں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل کے پاس روک لیے جائیں گے۔ وہاں دنیا میں ایک دوسرے پر جو ظلم کیے تھے ان کا بدلہ ایک دوسرے کو دلایا جائے گا۔ جب اس سے بھی پاک ہو جائیں گے تو ان کو بہشت میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔ (صحیح بخاری)

ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ

"اے میرے بندو! میں نے اپنے لیے اور تمہارے لیے آپس میں ظلم کو حرام کیا ہے۔ تو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

(صحیح مسلم)

باب الامر بالمعروف
امر بالمعروف کا بیان

(۱۸۳) عَنْ اَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔ (رَوَاهُ الْمُسْلِمُ)

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے جو شخص کسی امر خلاف شرع کو دیکھے اس کو اپنے ہاتھوں سے تبدیل کر دے (مثلاً خلافِ شرع باجے اور شراب کی چیزیں ان کو اپنے ہاتھوں سے توڑ دے اور ضائع کر دے) اگر ہاتھوں سے تباہ و برباد کرنے کی قوت نہ ہو تو پھر زبان سے منع کر دے اور زبان سے منع کرنے کی بھی قوت نہ ہو تو پھر دل سے اس کو بُرا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (مسلم)

(۱۸۴) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِیْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا سَفِیْنَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِیْ اَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِیْ اَعْلَاهَا فَکَانَ الَّذِیْ فِیْ اَسْفَلِهَا یَمُرُّ بِالْمَاءِ عَلَی الَّذِیْنَ فِیْ اَعْلَاهَا فَتَاَذَّوْا بِهٖ فَاَخَذَ فَاْسًا فَجَعَلَ یَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِیْنَةِ فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَا لَكَ قَالَ تَاَذَّیْتُمْ بِیْ وَلَا بُدَّ لِیْ مِنَ الْمَاءِ فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ وَاِنْ تَرَکُوْهُ اَهْلَکُوْهُ وَاَهْلَکُوْا اَنْفُسَهُمْ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی (مقرر کی ہوئی) حدود میں سستی کرنے یا ان حدود میں گر پڑنے والے ان لوگوں کی مانند ہیں جو جگہ پانے کے قرعہ ڈال کر کشتی میں بیٹھے ہوں۔ یعنی بعض لوگ کشتی کے نیچے تھے اور بعض اوپر، پھر جو لوگ کشتی کے اوپر تھے وہ نیچے کے لوگوں سے اذیت پاتے تھے۔ اس لیے کہ وہ پانی لینے کے لیے اوپر جایا کرتے تھے۔ جب اُوپر والے اس سے تنگ آ گئے تھے اور نیچے والے آدمیوں کو انہوں نے آنے جانے سے روکا تو، ایک روز نیچے کے آدمیوں میں سے ایک آدمی نے تیر یا کلہاڑا اٹھایا اور کشتی کو توڑنا شروع کیا۔ اوپر کے لوگ اس کے پاس آئے اور اس سے کہا تو کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا تم میرے آنے جانے سے تکلیف پاتے تھے اور میں پانی حاصل کرنے کے لیے مجبور ہوں (اس لیے پانی کے لیے مجھ کو کوئی جگہ نکالنی چاہیئے۔ ایسی حالت میں دو ہی صورتیں سامنے تھیں) یا تو لوگ اس کو کشتی توڑنے سے روکیں اور اس شخص کے ساتھ اپنے آپ کو بھی ڈوب جانے سے بچائیں یا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں اُس کو بھی ہلاک ہونے دیں اور خود بھی ہلاک ہوں۔ (بخاری)

(۱۸۵) وَعَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَاءُ بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُہٗ فِی النَّارِ فَیَطْحَنُ فِیْھَا کَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاہُ فَیَجْتَمِعُ اَھْلُ النَّارِ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُوْنَ اَیْ فُلَانُ مَاشَانُکَ اَلَیْسَ کُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَانَا عَنِ الْمُنْکَرِ قَالَ کُنْتُ اٰمُرُکُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِیْہِ وَاَنْھَاکُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاٰتِیْہِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت اُسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کی آنتیں آگ میں جاتے ہی فوراً اس کے پیٹ سے نکل پڑیں گی اور وہ اپنی ان آنتوں کو اسطرح پیسے گا جس طرح پن چکی یا خراس کا گدھا آٹا پیستا ہے۔ دوزخی یہ دیکھ کر اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے۔ اے فلاں شخص تیرا کیا حال ہے؟ تو تو ہم کو نیک کاموں کا حکم دیتا اور بُرے کاموں سے منع کیا کرتا تھا۔ وہ جواب دے گا۔ ہاں میں تم کو امر بالمعروف کرتا تھا اور خود اس پر عمل نہ کرتا تھا اور تم کو بُری باتوں سے منع کرتا تھا اور خود باز نہیں رہتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

وضاحت

اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں ایک اصول امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے یعنی کسی شخص کا خود متقی و پرہیزگار بن جانا اور شریعت اسلامی پر عمل کرنا کافی نہیں ہے بلکہ اس پر جماعت و معاشرہ کے سلسلہ میں بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ کیا وہ جماعت کے مسائل حل کرتا ہے یا وہ دوسروں کو گمراہی سے بچاتا ہے؟ کیا وہ تبلیغ کی ذمہّ داری سے عہدہ برآء ہوتا ہے؟ کیا وہ معاشرے کے افراد کو اخلاقی پستی سے محفوظ رہنے کی روش سمجھاتا ہے؟ یہی وہ امور ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ضمن میں آتے ہیں۔

دراصل یہ کائنات جدوجہد کا وسیع میدان ہے جہاں مختلف انسان اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ ساتھ چلنے میں مختلف مسائل پیش آتے ہیں۔ ایک کو دوسرے کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ صرف اتنا کافی نہیں کہ وہ خود صحیح روش کو اپنائے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرنا اس کی ذمہّ داری ہو جاتی ہے۔ اب اگر ایک شخص جماعت سے الگ تھلگ رہ کر تنہائی کے طریقہ کو اپناتا ہے تو یقیناً وہ بزدل ہے۔

گوشہ گیری اور رہبانیت کسی بھی طرح اسلامی طریقہ نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہمارے سامنے ہے۔ نبوت ملنے سے قبل تو ایسا ہوتا تھا کہ آپ کئی کئی روز کیلئے غار حرا تشریف لے جاکر عبادت فرماتے تھے لیکن نبوت کے بعد آپؐ کی زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے گوشہ نشینی ثابت ہوتی ہو۔

قرآن کریم میں خصوصیت کے ساتھ حکم دیا گیا۔

قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔

"اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ آگ سے بچاؤ۔ (تحریم)

یعنی اگر تم اعمالِ صالحہ کو اپناتے ہو نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہو، پرہیزگاری اور دینداری کا پاس رکھتے ہو۔ خوفِ خدا کو ملحوظ رکھتے ہو تو اس پر مطمئن نہ ہو جاؤ اس لیے کہ تمہارا یہ بھی فریضہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ میں جانے سے بچاؤ۔ صحیح بخاری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مشہور فرمان ملتا ہے جس میں آپؐ نے ہر شخص کو نگراں قرار دیا ہے۔

اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَّهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ۔ اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔

خبردار: تم میں سے ہر شخص نگران و محافظ ہے اور ہر شخص سے اسکی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس امام و خلیفہ جو لوگوں پر نگہبان و محافظ ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان و محافظ ہے۔ اس سے اس کے زیر نگرانی لوگوں سے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر

اور بچوں کی محافظ ہے۔ اس سے اُن کے بارے میں پوچھا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے۔ اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا خبردار تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور تم سے تمہارے زیرِ نگرانی لوگوں سے متعلق باز پُرس ہوگی۔"

جب کوئی قوم گناہوں پر دلیر ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک مدت تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جو عذاب آتا ہے وہ کنارہ گیر افراد کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ قرآنِ کریم نے انتہائی وضاحت کے ساتھ اس نکتہ کو پیش کیا۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً۔

(انفال)

اور اس فساد سے بچو جو چُن کر صرف گنہگاروں ہی پر نہیں پڑے گا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر معاشرہ کے ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں امتِ مسلمہ کی یہ خصوصیت بیان کی گئی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور ان کو برائی سے روکتے ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آلِ عمران)

"تم سب سے بہتر امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لیے باہر لائی گئی ہو۔ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو۔" (آلِ عمران)

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ (والعصر)

"اور وہ ایک دوسرے کو سچائی اور ثابت قدمی کی تلقین کرتے ہیں۔" (والعصر)

قرآنِ کریم میں سورۂ اعراف میں بنی اسرائیل کا قصّہ بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کے ہاں ہفتہ کے دن دنیاوی کام حرام تھا۔ ان کی ایک جماعت سمندر کے کنارے رہتی تھی۔ ہفتہ کے دن وہاں بہت زیادہ مچھلیاں نظر آتی تھیں۔ شروع میں تو انہوں نے اپنے

ادپر قابو کیا مگر پھر ضبط نہ رہا اور اس سلسلہ میں سوچ بچار کرنے لگے بعض نے یہ تدبیر نکالی کہ جمعہ کی شام کو ساحل کے قریب زمین میں چھوٹے چھوٹے حوض کھودتے اور ان کو سمندر سے نالیوں کے ذریعہ ملا دیتے تاکہ ہفتہ کے دن پانی کے بہاؤ کے ساتھ مچھلیاں گڑھوں میں آجائیں۔ بعض یہ کرتے کہ جمعہ کی شام کو سمندر میں کانٹے اور جال لگا دیتے۔ اتوار کی صبح ان میں پھنسی ہوئی مچھلیاں نکال لیتے۔ جب سبت کے دن کھلم کھُلا بے حرمتی ہونے لگی تو انہی میں سے ایک جماعت نے انہیں سمجھایا۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے اگرچہ سبت کی بے حرمتی تو نہ کی لیکن مجرمین کو برائی سے روکا بھی نہیں بلکہ تبلیغ کرنے والوں سے کہتے کہ ایسے لوگوں کو سمجھانے سے کیا فائدہ جب اللہ تعالےٰ ان کے جرم کی سزا میں انہیں عذاب دینے والا اور ہلاک کرنے والا ہے۔

قرآن کریم نے جس گروہ کے لیے صراحت سے بیان فرمایا کہ "انہیں نجات دی اور عذاب سے بچالیا وہ یہی تبلیغ کرنے والوں اور برائی سے روکنے والوں کا گروہ تھا۔ جس کے لیے اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ کے الفاظ آئے۔ سورۂ اعراف میں یہ الفاظ آئے۔

"اور جب ان میں سے ایک فرقہ بولا کہ تم کیوں ایسے لوگوں کو نصیحت کرتے ہو جن کو خدا برباد کرنے والا اور نصیحت کرنے والا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم تمھارے رب کے آگے اپنے سے الزام اتارنے کے لیے ان کو نصیحت کرتے ہیں اور شاید کہ یہ نیک بن جائیں۔ تو جب وہ بھول گئے جو اُن کو سمجھایا گیا تھا تو ہم نے ان کو جو منع کرتے تھے بچالیا اور گنہگاروں کو ان کی نافرمانی کے سبب بڑے عذاب میں پکڑا۔"

اس قصہ سے یہ امر بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ دوسروں کی اصلاح کرنا اور انہیں برائی سے روکنا کتنا اہم فریضہ ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے

تفہیم القرآن میں تحریر کیا ہے۔

"بعض مفسرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے گروہ کے مبتلائے
عذاب کرنے کی اور تیسرے گروہ کے نجات پالینے کی تصریح کی ہے۔ لیکن
دوسرے گروہ کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق یہ
نہیں کہا جاسکتا کہ وہ نجات پانے والوں میں سے تھا یا مبتلائے عذاب ہونے والوں
میں سے کسی بستی پر خدا کا عذاب آنے کی صورت میں تمام بستی دو ہی گروہوں
میں تقسیم ہوسکتی ہے۔ ایک وہ جو عذاب میں مبتلا رہے اور دوسرا وہ جو بچا
لیا جائے۔ اب اگر قرآن کی تصریح کے مطابق بچنے والا گروہ صرف تیسرا
تھا تو لامحالہ پہلے اور دوسرے دونوں گروہ نہ بچنے والوں میں شامل ہوں
گے۔ اسی کی تائید مَعۡذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمۡ کے فقرے سے بھی ہوتی ہے۔
مزید برآں جو آیات اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہیں ان سے یہ بھی معلوم ہوتا
ہے کہ اس بستی پہ خدا کا عذاب دو قسطوں میں نازل ہوا تھا۔ پہلی قسط وہ
جسے عذاب بئیس (سخت عذاب) فرمایا گیا ہے اور دوسری قسط وہ جس میں
نافرمانی پر اصرار کرنے والوں کو بندر بنا دیا گیا۔ ہم ایسا سمجھتے ہیں کہ پہلی قسط کے
عذاب میں پہلے دونوں گروہ شامل تھے اور دوسری قسط کا عذاب صرف
پہلے گروہ کو دیا گیا تھا۔" (تفہیم القرآن)

بنی اسرائیل کے اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے
معاشرہ کے دوسرے افراد کو سہارا دینا اور انھیں بداخلاقیوں سے بچانا کتنا اہم کام ہے
اور اس فریضہ سے عہدہ برآ نہ ہونے والا بھی اتنا ہی گنہگار ہے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے مجمع میں بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل
میں زوال اسی طرح شروع ہوا کہ جب ان میں برائی پھیلنے لگی تو ابتدا میں ان کے

عالموں نے انہیں اس سے روکا لیکن جب وہ لوگ باز نہ آئے تو ان کے علماء بھی ان کے ساتھ بیٹھنے اُٹھنے اور کھانے پینے لگے اور صحبت کے اثر سے ان جیسے ہی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے ذریعہ ان پر لعنت بھیجی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

"نہیں جب تک تم ظالم کا ہاتھ نہ پکڑ لو اور اس کو حق پر جھکا دو۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق اور اصول و ضوابط کسی کا نجی معاملہ نہیں بلکہ پورے معاشرہ کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ جماعت اگر اس سے غفلت برتے گی تو پھر بداخلاقی کے اثرات و نتائج ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے تک پہنچتے ہوئے پورے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے اور پوری سوسائٹی میں اس کے زہریلے اثرات پھیل جائیں گے۔ برائی کی مذمت نہیں کی جائے گی تو اس کی شدت بھی کم محسوس ہو گی اور برائی کو بہت معمولی سمجھا جائے گا۔

یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کوئی شخص زبردستی کسی سے نیکی پر عمل نہیں کروا سکتا۔ لہٰذا اس کا فرض بتانے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ جبراً منوانا کسی کی ذمہ داری نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ۔

"رسول کا کام صرف پیغام کا پہنچا دینا ہے۔" (مائدہ)

اسی طرح سورۂ بقرہ میں کفار کے بارے میں اللہ نے آپؐ سے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

"بے شک وہ لوگ جو کافر ہوئے۔ آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے لیے

برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔"

یعنی اے نبی آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے لیے برابر ہے۔ آپؐ کے لیے برابر نہیں۔ آپؐ بہر حال تبلیغ کا ثواب پائیں گے غرض نیکی کا حکم اور برائی کی ممانعت ہر مسلمان کا فریضہ ہے لیکن اس سلسلے میں چند شرائط کی پابندی بھی لازمی قرار دی گئی۔ مثلاً تجسس اور ٹوہ سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ محتسب کا یہ کام نہیں کہ وہ لوگوں کی نجی زندگی کی جاسوسی کرے یا اس کے ذاتی معائب کی تحقیق کرے۔ اس لیے کہ کسی شخص کا مخفی گناہ کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ کم از کم ابھی اس میں اتنی اخلاقی روشنی موجود ہے کہ وہ لوگوں سے حیا کرتا ہے اور ہو سکتا ہے یہی کرن اس کی پوری شخصیت کو اخلاق کی روشنی فراہم کر دے لیکن اگر کسی کو یہ اندازہ ہو جائے کہ دوسروں کو اس کی گناہ آلود حرکات کا علم ہو گیا ہے تو اندیشہ ہے کہ وہ کہیں گناہوں پر پختہ نہ ہو جائے۔ اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کی کمزوریوں کی ٹوہ لگانے پھرو گے تو ان کو گمراہ کر دو گے۔

اس باب میں دوسری شرط جو عائد کی گئی ہے وہ غیبت کی ممانعت ہے غیبت کو سورۂ حجرات میں مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح مردہ انسان اپنا دفاع نہیں کر سکتا اسی طرح غیر حاضر شخص بھی اپنے پر لگائے گئے الزامات کا جواب نہیں دے سکتا۔ پیٹھ پیچھے برائی شروع کی گئی تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ثمرات حاصل نہ ہو سکیں گے بلکہ اس کا صحیح فائدہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ جب لوگوں کی ان کی عدم موجودگی میں دوسروں کے سامنے غیبت کرنے کی بجائے ان کے سامنے نرمی سے سمجھایا جائے اور مشفقانہ طریقہ اختیار کیا جائے۔

امر بالمعروف کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہدایت کرنے والا پہلے خود اس پر عمل کرے۔ اگر خود عامل نہ ہوگا تو دوسرے لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس کے پیغام میں کوئی خرابی

ہوگی جبھی یہ اس پر عمل پیرا نہیں ہے یا پھر وہ اس کی تقریر کو درخور اعتنا نہیں قرار دیں گے۔ ایسے لوگوں کے لیے احادیث میں سخت عذاب کی وعید آئی۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کی انتڑیاں آگ میں جاتے ہی فوراً اس کے پیٹ سے نکل پڑیں گی اور وہ انھیں ایسے پیسے گا جس طرح پن چکی یا گدھا آٹا پیستا ہے۔ دوزخی اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ تیرا یہ کیا حال ہے؟ تُو تو ہم کو نیک کاموں کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا تھا۔ وہ جواب دے گا۔ ہاں میں تم کو امر بالمعروف کا حکم دیتا تھا مگر خود اس پر عمل پیرا نہ ہوتا تھا اور تم کو بُری باتوں سے روکتا تھا مگر خود باز نہیں رہتا تھا۔"

اسی طرح حدیث معراج میں بے عمل واعظوں کی سزا یہ بتائی گئی کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ (بیہقی)

حصّہ دوئم

باب ۵

فقہ اسلامی کی تعریف اور اہمیت

قانون کی اہمیت

انسان کو حق تعالےٰ نے عقل و شعور سے نوازا ہے۔ اس کو غور و فکر کی صلاحیتیں بخشی ہیں۔ اس کو سمجھ بوجھ عطا کی ہے اس کو فہم و بصیرت دی ہے۔ لہٰذا انسانی زندگی اور حیوانی زندگی میں جو بنیادی فرق ہے وہ یہ ہے کہ انسان نظم و ضبط کا عادی ہے۔ قاعدہ پر عمل کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے بے قاعدگی فساد کی جانب لے جاتی ہے اور جب تک کوئی چیز قاعدہ کی پابند نہ ہو اس کی نشوونما نہیں ہوسکتی۔ معاشرہ کو نشوونما کی ضرورت ہے اور اس کی نشوونما کے لیے افراد کی نشوونما لازمی ہے اور اس کے لیے قانون کی پابندی ضروری ہے۔

کسی دفتر، کالج یا ادارہ کا نظام قانون اور ضابطہ کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اگر ہم اصول اور قانون کی پیروی نہ کریں تو معاشرہ میں بے ضابطگی پیدا ہو گی اور انسان انسان نہیں رہے گا۔ اسی طرح قانون کی اہمیت بالکل واضح ہے۔ قانون عربی زبان میں مقیاس کل شئ کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی ہر چیز کے اندازہ لگانے کا آلہ، اور یہیں سے یہ لفظ قاعدہ، ضابطہ اور اصول کے لیے بولا جانے لگا۔ کیونکہ اسلام اپنے متبعین کی زندگی باضابطہ بنانا چاہتا ہے۔ اسی لیے حیات انسانی کے ہر شعبہ سے متعلق اصول اور ضابطہ کی پیروی کی تاکید کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ اسلامی کی وسعت بہت زیادہ ہے۔

فقہ کا مفہوم

فقہ کے لغوی معنی سمجھ کے ہیں قرآن کریم اور احادیث نبویؐ میں یہ لفظ اسی مفہوم کو پیش کرتا ہے۔ اصطلاح میں فقہ سے مراد شریعت کے وہ احکام ہیں جو مکلفین کے اعمال اور افعال سے متعلق ہیں۔ علامہ زمخشری نے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ فقہ کے معنی شق کرنے کے ہیں اور فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام میں موشگافیاں کرے ان کے حقائق کو معلوم کرے اور ان کے مشکل امور کو کھول کر عوام کے سامنے بیان کرے۔

بعض نے یہ کہا:

"الفقہ علم" بالمسائل شرعیہ

یعنی شریعت کے مسائل کا علم فقہ ہے۔

علمائے فقہ نے بیان کیا:-

"فقہ ان فروعی احکام شرعیہ کا علم ہے جو تفصیلی دلائل سے ماخوذ ہیں"

اس تعریف میں جو الفاظ اہمیت رکھتے ہیں۔ وہ فرع حکم شرعی اور دلائل ہیں فرع ان مسائل کو اس لیے کہا گیا کہ وہ انسانی معاملات سے پیدا ہوتے ہیں اور دلائل شرعی کی بنیاد پر ان کے لیے حکم مرتب کیا جاتا ہے۔ اصول جن پر تمام علماء کا اتفاق ہے وہ چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔

ا۔ قرآن

حق تعالیٰ کی آخری کتاب جس نے گمراہوں کو وہ راستہ دکھایا جس پر چل کر وہ انسانیت کو اخلاق اور تہذیب کا درس دینے لگے۔ وہ کتاب جس میں چودہ سو سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی زیر وزبر کا فرق نہیں ہوا۔ وہ کتاب جس کی حقانیت کا اعتراف

غیر مسلموں تک نے کیا، مثلاً پروفیسر کارلائل نے کہا:

"میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف موجود ہے۔ ہر پہلو سے موجود ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کوئی خوبی پیدا ہو سکتی ہے تو اسی سے ہو سکتی ہے۔"

مسلمانوں میں متعدد فرقے پیدا ہوئے۔ ہر فرقہ نے اپنے خیالات کو صحیح اور مخالف کے نظریات کو باطل قرار دیا لیکن قرآن ہر فرقے کا ایک ہی رہا۔ اس طرح فقہ اسلامی کا پہلا اور بنیادی ماخذ قرآن کریم ہے۔

۲۔ حدیث

حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو کہا گیا ہے۔ حدیث و قرآن میں تفصیل و اجمال کا تعلق ہے۔ حدیث، قرآنِ کریم کی تفسیر اور شارح ہے۔ حدیث کی حجیت کے لیے امام اعظمؒ کا یہ ارشاد ہے۔

"خدا کی قسم اگر سنت نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کریم کو نہ سمجھ پاتا۔"

۳۔ اجماع

اگر کسی مسئلہ کی قرآن و حدیث سے وضاحت نہ ہو سکے تو کسی دور کے تمام مجتہدین کا کسی مذہبی مسئلہ میں اتفاق رائے سے فیصلہ کرنا اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع کی حجت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے

لَنْ یَجْمَعَ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ۔

میری امت ہرگز گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

۴۔ قیاس

قیاس کے معنیٰ اندازہ کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں فرع کو اصل کے ساتھ علت و حکم میں برابر کرنا قیاس کہلاتا ہے۔

فقہ اسلامی کی وسعت

فقہ اور کسی عام ضابطۂ قانون میں جو بنیادی فرق ہے وہ یہ ہے کہ فقہ کی بنیاد قرآن کریم پر ہے جو مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں حیاتِ انسانی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے جس کی تعلیم زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ خود قرآنِ کریم فرما رہا ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

(الانعام۔ ۵۹)

کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو قرآن کریم میں نہ ہو۔

قرآن کریم وہ ضابطہ ہے جو مذہبی، تہذیبی، اخلاقی، سیاسی، معاشی، تجارتی، دیوانی، فوجداری، قومی اور بین الاقوامی معاملات سے متعلق انسان کی رہنمائی کرتا ہے، کیونکہ فقہ اسلام کا بنیادی ماخذ قرآن کریم ہے۔ لہٰذا فقہ اسلامی تمام دوسرے ضوابط قانون سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔

پھر یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ایک عام ضابطہ قانون کیونکہ انسانی ذہن کی پیداوار ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کو وہ ہمہ گیریت حاصل نہیں ہو سکتی۔ انسان کی نظر زندگی کے ان مسائل پر ہوتی ہے جو فوری طور پر پیش آتے ہیں۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ زندگی کے تقاضے بدل جاتے ہیں، سوچنے کے انداز بدل جاتے ہیں۔ مختلف حالات کو پیشِ نظر رکھ کر جو قانون تشکیل دیئے گئے ہیں لازماً متروک ہو جاتے ہیں اور انسان نئے حالات کے اعتبار سے نئے قوانین بناتا ہے۔ فقہ اسلامی کی بنیاد قرآن کریم پر ہے جو ایک عالمگیر ضابطۂ

حیات بن کر اترا۔ اس طرح فقہ اسلامی انسانی ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ یہ قرآنی اصول اللہ تعالےٰ نے بنائے ہیں جو قیامت تک ہر آنے والے دَور کے لیے ہیں۔

جس طرح ایک کاریگر ایک مشین تیار کرتا ہے تو اس مشین کے کل پُرزوں کے استعمال کا علم اسی کو بہتر طور پر ہو سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح انسانی مشین اور اس کی ضروریات کے تقاضوں کا علم حق تعالےٰ کو ہے۔ لہٰذا حق تعالےٰ نے اس کے لیے جو اصول مقرر کر دیئے وہ دائمی اور ابدی ہیں۔ جن میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی۔ اس لیے کہ خود باری تعالےٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (حجر۔ ۹)

"بے شک ہم نے ہی ذکر (قرآن کریم) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے لیے دینِ اسلام کو پسند کیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ (آلِ عمران۔ ۱۹)

بے شک خدا کے ہاں دین تو اسلام ہی ہے۔

اس طرح جو وسعت فقہ اسلامی کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے ضابطۂ قانون کو حاصل نہیں۔ اس کا اعتراف کیے بغیر غیر مسلم بھی نہ رہ سکے۔ ذیل میں چند غیر مسلموں کے حوالے پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ سلیم باز جو لبنان کے عیسائی ہیں اور جنھوں نے مجلۃ الاحکام الشرعیہ کی تشریح لکھی ہے۔ یہ بیان فرماتے ہیں:

"میرا پختہ عقیدہ ہے کہ فقہ اسلامی کے ذریعہ حیاتِ انسانی کی تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں، خواہ وہ کاروباری معاہدے ہوں یا دوسرے مقدمات ہوں، اس میں سب

کا حل موجود ہے۔"

۲۔ پروفیسر (اسپیرل) جو واٹنا یونیورسٹی سے متعلق ہیں اور قانون کی تدریس سے وابستہ ہیں شریعتِ اسلامی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّی ہونے کے باوجود ایسی شریعت دنیا کے سامنے پیش کی کہ اگر ہم اہلِ مغرب دو ہزار سال میں بھی اس کی چوٹی پر پہنچ جائیں تو ہم سمجھیں گے ہم سب سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔"

۳۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے فلسفہ کے پروفیسر ہاکنگ نے اپنی کتاب "روح السیاسۃ العالیہ" میں یہ الفاظ لکھے۔

"میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اسلامی شریعت میں وہ تمام اصول ومبادیات موجود ہیں جو ترقی کے لیے ناگزیر ہیں۔"

فقہ اور دوسرے شرعی علوم

فقہ کے مفہوم کے تحت یہ بات بیان کی گئی کہ فقہ کے معنیٰ کھولنے کے ہیں۔ فقیہ اس اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام کو کھول کر بیان کرے کیونکہ احکام کی بنیاد قرآن وحدیث ہے لہٰذا فقہ کا علم تفسیر اور علم حدیث سے گہرا تعلق ہے۔

علمِ فقہ اور تفسیر

علم تفسیر کے تحت آیاتِ قرآنی کا مفہوم شانِ نزول ناسخ ومنسوخ وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔ لیکن فقیہ اس بات کو بھی پیشِ نظر رکھتا ہے کہ آیت مطلق ہے یا مقید، خاص ہے، یا عام وغیرہ اس آیت سے کون کون سے مسائل کا استنباط کیا جا سکتا ہے روزمرّہ زندگی

کے کون کون سے پہلوؤں پر یہ آیت رہنمائی کرتی ہے۔ غرضیکہ فقیہ کا کام مفسّر سے زیادہ ہے یا دوسرے الفاظ میں فقیہ بننے کے لیے تفسیر کا علم ضروری ہے۔

علمِ فقہ اور علمِ حدیث

اسی طرح علمِ حدیث میں حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے، راویوں کے طبقات، روایت باللفظ ہے یا بالمعنی وغیرہ سے بحث ہوتی ہے۔ لیکن علم فقہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی علّت تلاش کی جائے گی اور فقیہ اس علت کے لحاظ سے استنباط مسائل کرے گا۔ علمِ فقہ میں اس بات کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے گا کہ کون سی حدیث احکامی ہے اور کون سی حدیث غیر احکامی ہے وغیرہ۔ پس ظاہر ہوا کہ علم تفسیر اور علم حدیث علمِ فقہ کے لیے بنیاد ہیں اور فقیہ کے لیے ان کا جاننا لازمی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ "جو شخص اپنے آپ کو فتویٰ نویسی کے لیے تیار کرتا ہے اس کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ قرآن کریم کے تمام طریق سے واقفیت رکھتا ہو اور صحیح اسناد کے ساتھ احادیثِ نبوی کی معلومات بھی رکھتا ہو۔"

امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآنِ کریم کا عالم ہو محکم متشابہ ناسخ و منسوخ آیات کا شانِ نزول مکّی مدنی آیات سے مکمل واقفیت رکھتا ہو۔ رسولِ کریمؐ کی احادیث اور ان کے ناسخ و منسوخ وغیرہ کا علم رکھتا ہو۔

علمِ فقہ اور لُغت و ادب

فقیہ کے لیے علمِ لُغت اور ادب سے واقفیت بھی ضروری ہے تاکہ قرآنِ کریم کے نکات کو سمجھ سکے۔ عربی زبان اور عربی ادب محاورہ اور روزمرّہ کا علم ضروری ہے یعنی بعض الفاظ

لغت کے اعتبار سے کیا مفہوم رکھتے ہیں، قرآنِ کریم نے انھیں کس مفہوم میں پیش کیا ہے وغیرہ۔ اسی طرح حدیثوں کے متن کو سمجھنے کے لیے بھی لغت اور ادب سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔

فضائل فقہ

اوپر کی بحث سے فقہ کی اہمیت واضح کی گئی، خود قرآنِ کریم نے فقہ کے فضائل اور اہمیت پیش کی ہے، یہ بحث نامکمل رہے گی اگر اہمیت فقہ سے متعلق آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کو نہ پیش کر دیا جائے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۔

(نساء۔ ۷۸)

اس قوم کو کیا ہو گیا یہ بات کو سمجھنا نہیں جانتی۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں تفکّر اور تدبّر کی تاکید کی گئی اور استنباط کی رغبت دلائی گئی ہے۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ (نساء۔ ۸۳)

اور اگر وہ اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اولی الامر (علماء) کی جانب لوٹاتے تو وہ علماء اسے جان لیتے جو ان میں سے استنباط کرتے ہیں۔

اوپر کی ان دو آیات سے تفقّہ فی الدّین کے حکم کی نشاندہی ہوتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ہر شخص اس منصب کا اہل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی واضح ہے کہ استنباط مسائل کے لیے نبی کریمؐ اور علماء کی جانب لوٹنے کا حکم ہے اور آیت میں اولی الامر سے مراد فقہائے کرام ہیں۔

قرآنِ کریم میں بعض مقام پر حکمت کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اکثر علماء نے یہ بات
بیان کی ہے کہ حکمت سے مراد علم فقہ ہے کیونکہ علمِ فقہ میں ہر چیز کے علل و اسباب ہی
سے بحث کی جاتی ہے۔ خاص کر قرآنِ کریم کی مندرجہ ذیل آیت میں حکمت سے مراد
تفقہ فی الدین ہی قرار دیا گیا۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ
اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (بقرہ - ۲۶۹)

"اور جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو بہت بڑی بھلائی عطا کی گئی ہے اور اہل عقل
ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔"

آیتِ قرآن نے ارشاد فرمایا کہ جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کی گئی ہے۔
اسی آیت کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ہوتی ہے:۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ۔

"اللہ تعالےٰ جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ بخشتا
ہے۔"

یہاں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ تفقہ فی الدین ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا۔ بلکہ
اسی کو عطا ہوتا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔

"ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔"

حدیثِ رسولؐ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان کا مقابلہ فقیہ زیادہ بہتر کر سکتا ہے
اس لیے کہ فقیہ فہم و بصیرت کے جس مقام پر ہوتا ہے عابد کو وہ منصب حاصل نہیں۔

لہٰذا بہت ممکن ہے کہ شیطان عابد کے قلب میں نوافل کی اہمیت بٹھا دے اور فرائض سے غافل کر دے یا ایک معمولی نیکی کی تاکید دے اور بڑی نیکیوں سے اس کی توجہ دوسری طرف مبذول کرا دے۔ جیسا کہ ہم آج کل ایسے بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ جو نوافل کو بے انتہا اہمیت دیتے ہیں اور فرائض کی جانب سے غفلت برتتے ہیں۔ یہ بھی شیطان کی پھیلائی ہوتی گمراہی ہے۔ فقیہ کو شیطان اس طرح گمراہ نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں اس کو ہزار عابدوں پر بھاری بتایا گیا۔

آنحضرتؐ کی دُعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حق میں اللہ تعالےٰ سے جو دعا فرمائی اس دعا میں فقہ کی عرضداشت ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

"اے اللہ تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرما"

غور فرمائیے اللہ کا آخری نبیؐ جو قربِ الٰہی کے بلند ترین مقام پر فائق ہے، حق تعالےٰ سے نزدیکی کے اس موقع پر اپنے رشتہ دار کے لیے جو سوال کر رہا ہے وہ تفقہ فی الدین ہے۔

مآخذِ فقہ

۱۔ قرآنِ کریم

فقہ اسلامی کا مآخذِ اوّل قرآنِ کریم ہے

وہ کتاب جس نے گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔ لڑنے والی قوموں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ مشرکین کے سینوں کو ایمان کی روشنی سے منور کر دیا۔ وہ کتاب جو حکمت اور بصیرت کا سرچشمہ ہے۔ قرآنِ کریم سے قبل بھی مختلف انبیائے کرام پر آسمانی کتب نازل ہوئیں لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلیاں ہوگئیں اور ان میں سے کوئی بھی اصل حالت میں باقی نہیں صرف ترجمے رہ گئے ہیں۔ لیکن جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے، چودہ سو سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی اور یہی وجہ ہے کہ اس میں آج تک زیر زبر پیش کا بھی فرق نہیں ہوا۔

جہاں تک قرآن کریم سے قبل کی کتب کا تعلق ہے وہ ان انبیائے کرام کے بعد ضبط تحریر میں لائی گئیں۔ جبکہ قرآن کریم کا پہلا نسخہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں تیار ہو چکا تھا۔ اگرچہ اس دور میں کتابت کا رواج کم تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبین وحی کی ایک جماعت مقرر کر دی تھی جو آیات قرآنی کی کتابت کرتی تھی۔

جہاں تک آلاتِ تحریر کا تعلق ہے یہ درست ہے کہ کاغذ عام نہیں تھا۔ تاہم بہت سی ایسی چیزیں موجود تھیں جن پر کتابت کی جاتی تھی۔ یہود و نصاریٰ کے پاس کتب خانے موجود تھے۔ سبع المعلقات خانہ کعبہ پر آویزاں کئے گئے تھے۔ صلح نامہ حدیبیہ کسی چیز پر لکھا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف آلات تحریر موجود تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جب بھی آیات نازل ہوتیں آپؐ کاتبین وحی کو بلواتے اور ان آیات کو لکھوا دیتے اس طرح جب آپؐ نے وفات پائی پورا قرآن کریم مختلف اجزا پر لکھا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں موجود تھا۔ اس کے بعد بھی عہدِ صحابہ میں متعدد

صحابہ کرام نے قرآن کریم کے متعدد نسخے تیار کئے تھے۔ صحابہ کرام میں بکثرت حفاظِ قرآن موجود تھے۔ یقیناً یہ نسخے کسی ترتیب کے تحت تیار کئے گئے ہوں گے اور حفاظ نے ترتیب ہی سے حفظ کئے ہونگے یہ ترتیب ترتیبِ نزولی سے مختلف ہے۔ اس لئے کہ بعض اوقات کئی سورتیں بیک وقت نازل ہونا شروع ہوجاتیں۔ لہٰذا واقعہ نزول کے لحاظ سے ترتیب ناممکن تھی جیسا کہ عکرمہ کا قول ہے کہ اگر تمام جن والنس بھی قرآن کریم کو ترتیب نزولی کے مطابق لکھتے تو یہ ناممکن تھا۔

سورتوں کی ترتیب اور سورتوں میں آیات کی ترتیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی زبانی کے ذریعہ کی جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ

"اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیا کرو اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہماری ذمہ داری ہے۔"

اس طرح قرآن کریم کی پہلی تدوین دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی لیکن قرآن کریم کو کتابی شکل نہیں دی گئی تھی۔ دورِ صدیقی میں جنگ یمامہ میں حفاظِ قرآن کی ایک بڑی تعداد شہید ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے خلیفہ اوّل کو اس جانب راغب کیا کہ قرآن کریم کو ایک کتابی شکل دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن کا ایک بڑا حصہ ختم ہوجائے گا۔ ابتدا میں حضرت ابوبکرؓ کو تامل ہوا کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کو میں کیسے کروں۔ تاہم حضرت عمرؓ کے اصرار پر وہ اس کام کے لئے آمادہ ہوگئے اور حضرت زید بن ثابتؓ کی سربراہی میں مختلف صحابہ کرام نے اس کام کو انجام دیا۔ متفرق اجزا سے قرآن کریم کو نقل کیا گیا اور زبانی روایت پر اعتماد نہیں کیا گیا۔ کوئی آیت اس وقت تک قبول نہیں کی جاتی تھی جب تک اس کے لئے دو تحریری شہادتیں موجود نہ ہوں۔ البتہ سورۃ توبہ کی دو آخری آیتیں صرف حضرت ابوخزیمہؓ کے پاس لکھی ہوئی ملیں۔ اگرچہ یہ اکثر صحابہ کو یاد تھیں لیکن اندراج کے لئے دو تحریری شہادتوں کی شرط تھی۔ لہٰذا حضرت زیدؓ بن ثابت نے اس کو خصوصیت سے بیان کیا۔ حضرت ابوخزیمہؓ کی شہادت اس لئے قبول کرلی گئی کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ان کی شہادت کو دوہری شہادت قرار دیا تھا۔

یہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان کی وفات کے بعد اِن کی صاحبزادی حفصہؓ کے پاس رہا۔ خلیفۂ سوم کے دور میں حضرت حذیفہؓ آرمینیا اور آذربائیجان کی جنگ میں شریک ہوئے۔ انہوں نے لوگوں کے درمیان قرأت کے اختلافات دیکھے تو گھبرا گئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ "اے امیر المومنین اس اُمت کی خبر لیجیے قبل اس کے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح یہ لوگ کتاب یعنی قران میں اختلافات کرنے لگیں"۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس سے قرآن کریم کا وہ نسخہ منگوایا اور اس کی نقلیں کرا کے مختلف اسلامی شہروں میں بھیج دیں اور حکم دے دیا کہ لوگوں نے اس کے علاوہ جو کچھ بھی لکھا ہے وہ جلا دیا جائے۔ اس طرح قرآن کریم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا۔ اعراب اس وقت تک قرآن کریم میں نہیں لگائے گئے تھے۔ وہ اموی دور میں لگائے گئے اور اس طرح غیر عربوں کے لئے قرآن کریم پڑھنا زیادہ آسان ہو گیا۔

قرآن کریم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا اور آج تک اسی حالت میں محفوظ ہے۔ اگرچہ مسلمانوں میں ہزاروں فرقے پیدا ہوئے ایک فرقہ نے دوسرے فرقہ کو کافر تک کہہ دیا لیکن قرآن ہر فرقہ کا وہی رہا۔ اس کتاب پر سب متفق ہیں۔

دشمنانِ اسلام بعض شیعہ علماء کی ایسی تصریحات سامنے لاتے ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شیعہ حضرات قرآن کریم میں تغیّر کے قائل ہیں۔ مگر بلند پایہ شیعہ محققین نے اس اعتراض کو رد کیا ہے۔ علامہ نور اللہ شوستری نے لکھا ہے۔

"شیعہ امامیہ کی طرف جو یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ وہ قرآن میں تغیّر کے قائل ہیں یہ ایک ایسی بات ہے جو جمہور امامیہ نے نہیں کہی۔ ہاں ایک چھوٹا سا گروہ ہے جو اس قسم کی باتیں کرتا ہے لیکن وہ ان کے درمیان کسی حیثیت اور شمار میں نہیں ہے۔"

اور شیعہ حضرات کے اس چھوٹے سے گروہ کے اعتراض کا بھی جواب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جن کی حق گوئی، بیباکی، شجاعت اور بہادری ضرب المثل ہے جیسی ہستی قرآن کریم میں معمولی تغیر کو بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اگر بالفرض حضرت علیؓ اس وقت کسی وجہ سے خاموش

بھی رہے تو اپنے دورِ خلافت میں اس تغیّر کی نشاندہی فرما سکتے تھے اور یقیناً تمام صحابہ کرام ان کا ساتھ دیتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم اسی طرح آج بھی موجود ہے جس طرح نازل ہوا تھا اور اس حقیقت کا اعتراف عیسائیوں تک نے کیا۔ مثلاً وان ہمیر کا قول ہے:۔

"ہم ایسے ہی یقین کے ساتھ قرآن کو بعینہٖ محمدؐ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔"

قرآن کریم بغیر کسی تغیّر و تبدل کے ہم تک پہنچا ہے اور اس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ فقہ اسلامی کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے۔ تمام دوسرے ماخذوں کی بنیاد قرآن ہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی حدیث کا مضمون قرآنی منشاء کے خلاف ہو تو اس کو محدثین نے قبول نہیں کیا اور موضوع قرار دیا ہے۔

قرآن کریم پر عمل کرنے ہی سے ہم پھر کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ جدید دور میں مسلمانوں کے زوال کا سبب قرآن کریم سے بُعد ہے۔ غیر مسلم علماء بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے اتباع ہی میں کامیابی ہے۔ مثلاً موسیو اوجین نے کہا "قرآن مذہبی قواعد و احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں اجتماعی احکام بھی ہیں جو انسانی زندگی کے لئے ہر حالت میں مفید ہیں۔"

۲۔ حدیث

فقہ اسلامی کا دوسرا ماخذ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ حدیث قرآن کریم کی شارح اور مفسّر ہے اور قرآن و حدیث میں اجمال و تفصیل کا تعلق ہے خود قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کو اطاعتِ خداوندی قرار دیا۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسول کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(حدیث کی حجیت پر باب اوّل میں تفصیل سے روشنی ڈالی جا چکی ہے)

۳- اجماع

تعریف :

فقہ اسلامی کا تیسرا مآخذ اجماع ہے۔ لغت میں اجماع سے مراد پختہ ارادہ کرنا اور متفق ہو جانا ہے۔ جب شریعت کی اصطلاح میں لفظ اجماع استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی اُمت کے تمام مجتہدین کا کسی ایسے شرعی معاملہ پر متفقہ فیصلہ صادر کرنا جس کی وضاحت قرآن و سُنّت سے نہ ہوتی ہو۔

اس تعریف کا آغاز جن الفاظ سے ہوا ہے وہ ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد"۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی حیاتِ طیّبہ میں اجماع نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ کسی بھی مسئلہ کے حل کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی موجود تھی اور آپؐ کے فرمان پر عمل ہر ایک کے لئے لازمی تھا۔

اجماع میں مجتہدین کی رائے اہمیت رکھتی ہے۔ یعنی وہ افراد جو قرآن و سُنّت کی روشنی میں مسائل کا استنباط کرنے کی قدرت رکھتے ہوں اور استنباط کے لئے جو شرائط ہیں وہ ان میں پائی جائیں۔ جب مجتہدین متفق ہو گئے تو یہ اجماع ہے۔ عوام کا اختلاف کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

تعریف میں یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ اجماع کسی شرعی معاملہ سے متعلق ہو گا یعنی اگر کسی غیر شرعی معاملہ پر اتفاق ہوا تو وہ اتفاق شرعی اعتبار سے حجت نہیں ہے۔

اس اتفاق کی تین قسمیں ہو سکتی ہیں۔ اتفاق قولی۔ اتفاق عملی اور اتفاق سکوتی۔ جہاں تک اتفاق قولی اور عملی کا تعلق ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ البتہ اتفاق سکوتی سے متعلق بعض نے اختلاف کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ کسی معاملہ پر کسی مجتہد کا سکوت کرنا اس بات کو ظاہر نہیں کرتا کہ اس نے اتفاق کیا ہو سکتا ہے وہ اس معاملہ پر غور و فکر کر رہا ہو اس لئے خاموش ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے دوسرے بزرگ مجتہدین کے سامنے اپنی رائے ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا ہو۔

لیکن جن لوگوں نے اتفاق سکوتی کو حجت قرار دیا انہوں نے یہ کہا کہ اس سے مراد غور و فکر کا دور ختم ہونے کے بعد سکوت ہے، یا لوگوں کا عمل شروع ہو جائے۔ پھر اس کے بعد بھی مجتہد کا سکوت برقرار رہنا اتفاق ہی قرار دیا جائے گا۔ اس لئے کہ مجتہد کا منصب اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ غلط باتوں کو رائج نہ ہونے دے۔

تعریف میں آخری فقرہ یہ ہے کہ "وہ ایسا مسئلہ ہے جس کی وضاحت قرآن وسنت سے نہ ہوتی ہو" یعنی جو مسائل قرآن وسنت سے واضح نہ ہوں ان سے متعلق قرآن وسنت کو بنیاد بنا کر حل تلاش کیا جائے گا۔ وہ مسائل جن کے بارے میں قرآن وحدیث کے واضح احکامات موجود ہیں وہاں اجماع کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی اور جو تم میں سے اولی الامر ہوں۔ ان کی اطاعت کرو اور اگر تم میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو اس کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹاؤ۔

اجماع پر اعتراضات

بعض افراد کی جانب سے اجماع پر یہ اعتراضات کئے گئے کہ کسی ایسے مسئلہ پر جو پہلے سے معلوم نہ ہو مجتہدین کا اتفاق ناممکن ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ مجتہدین دور دراز مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان کا کسی ایک مقام پر یکجا ہونا ممکن نہیں حقیقت یہ ہے کہ دونوں اعتراضات باطل ہیں کسی بھی مسئلہ کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں تلاش کیا جاتا ہے اور قرآن وسنت پر سب کا اتفاق ہے۔

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ علماء دور دور پھیلے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ایک مقام پر جمع نہیں ہو سکتے، یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ آج کے دور میں جب دنیا کی وسعتیں محدود ہو گئی ہیں اور سائنس کی ترقی کے بعد مختلف علاقوں کے لوگ قریب آچکے ہیں۔ سیاسی معاملات وغیرہ سے

متعلق کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں تو کیا مذہبی معاملات سے متعلق مجتہدین کسی مقام پر اکٹھے نہیں ہو سکتے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کے دور میں اجماع ہوا جبکہ ذرائع آمد و رفت انتہائی کم تھے۔ تو آج کے دور میں اجماع کے لئے مجتہدین کا یکجا ہونا مشکل امر نہیں رہا۔

اجماع کی حجیّت

قرآن کریم اور حدیث نبویؐ دونوں سے اجماع کی حجیّت ثابت ہے۔ قرآن کریم کی جس آیت کو حجیت اجماع کے سلسلہ میں دلیل بنایا جاتا ہے وہ یہ ہے

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت ظاہر ہو چکی ہو اور وہ مومنین کے راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راستہ کا اتباع کرے تو ہم بھی اس کی پسندیدہ شے کو اس کا دوست بنا دیں گے اور اسے جہنم میں ڈالیں گے اور بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں ویتبع غیرا سبیل المؤمنین کے الفاظ واضح طور پر اس امر کو پیش کرتے ہیں کہ جو کوئی مومنین کے راستہ کو چھوڑے گا اور ان کی روش سے ہٹ کر غیر اسلامی راہ کو اختیار کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور آیت کے آغاز میں اس کو رسولؐ سے شقاق کرنا کہا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اجماع کی حجیّت مختلف احادیث سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک مقام پر آتا ہے:

لَنْ يَجْتَمِعَ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ

میری امت ہرگز گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

اور استنباط مسائل سے متعلق صحابہ کرام کا طریقہ بھی یہی رہا کہ جب کوئی معاملہ پیش آتا تو

پہلے قرآن کریم میں تلاش کرتے، اگر اس سے وضاحت نہ ہوتی لوگوں کو بلاتے اور دریافت کرتے کہ اس بارے میں کسی کو حدیث معلوم ہے۔ اگر کوئی حدیث بھی نہ ملتی تو پھر اہل علم کو بلاتے اور ان سے مشورہ کرتے۔

حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو جو حکم نامہ تحریر فرمایا تھا اس سے بھی اجماع کی حجیت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

"کتاب اللہ کے مطابق تم فیصلہ کرو اور اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں موجود نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں بھی موجود نہ ہو اور سُنّتِ رسولؐ میں بھی نہ ہو تو جو صالح افراد نے کیا ہے، اس کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر وہ مسئلہ ایسا ہو کہ کتاب اللہ اور سُنّتِ رسولؐ میں نہ ہو اور نہ اس سے متعلق صالحین کا فیصلہ موجود ہو تو تیری مرضی ہے کہ تو آگے بڑھے یا پیچھے ہٹ جا (یعنی اپنے قیاس سے فیصلہ دے یا نہ دے) اور میں تیرے لئے پیچھے ہٹ جانا زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

ان دلائل سے اجماع کی حجیّت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ پھر بھی بعض فرقوں نے اس کا انکار کیا۔ معتزلہ کے نزدیک کسی نامعلوم مسئلہ پر علماء کا اتفاق ناممکن ہے۔ اہلِ تشیع اور خاص طور سے امامیہ اجماع کو حجت قرار نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک امام معصوم ہے اور صرف امام کی رائے حجت ہے۔ ابن تیمیہ اور ظاہریہ نے صرف اجماعِ صحابہ کو حجت قرار دیا۔

تاہم جمہور کا مسلک یہی ہے کہ آیاتِ قرآن، حدیث اور صحابہ کرام کے طرزِ عمل ہمارے سامنے ہیں اور ان کی بنیاد پر ہم اجماع کو حجت قرار دے سکتے ہیں۔

صحابۂ کرام کا اجماع

صحابۂ کرام وہ خوش قسمت ہستیاں ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا دیدار کیا اور ان سے براہ راست دین کی تعلیم حاصل کی۔ لہٰذا مومنین میں صحابہ کرام بلند ترین مقام کے حامل ہیں، چنانچہ فقہاء نے صحابہ کرام کے اجماع کو نص کا درجہ دیا ہے۔ صحابہ کی اتباع سے متعلق مختلف

روایات بھی موجود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو تمام مخلوق میں صحابہ کے دلوں کو سب سے زیادہ پسند فرمایا اور انہیں اپنے نبی کا وزیر کیا۔ یہ دین کی خاطر لڑتے ہیں، تو جسے یہ صحابہ اچھا کہیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسے یہ بُرا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی بڑا ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

"میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی بھی پیروی کروگے راہ پالوگے"۔

ایک حدیث میں ہے کہ یہود میں بہتّر فرقے پیدا ہوئے لیکن میری اُمّت میں تہتّر فرقے پیدا ہوں گے جن میں سے ایک جنّت میں جائے گا اور باقی سب دوزخ میں جائیں گے"۔ اس کے بعد صحابہ نے عرض کی کہ جنّت میں جانے والا کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں"۔

دورِ صحابہؓ کے اجماع کی مثالیں

۱۔ صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی اور اس طرح آپ خلیفہ بنائے گئے۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے نمازِ تراویح کے لئے جماعت مقرر فرمائی۔

۳۔ شرابی کی سزا اسّی کوڑے مقرر کی گئی۔

۴۔ نماز جنازہ میں چار تکبیرات متعین کی گئیں۔

۵۔ حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کریم کو مصحف میں جمع کرایا۔

۶۔ حضرت عثمانؓ نے نمازِ جمعہ میں پہلی اذان کا اضافہ کیا۔

اوپر جو مثالیں پیش کی گئیں ان میں اوّل الذکر کو چھوڑ کر باقی مثالوں میں چند صحابہ نے رائے دی اور اس پر عمل ہوا۔ دوسرے صحابہ نے سکوت فرمایا اس کو اجماع اس لئے قرار دیا گیا کہ خلافِ حق بات کے نافذ ہونے پر کوئی بھی خاموش نہ رہتا۔

اجماع کا حکم

جب کسی معاملہ پر اجماع ہو گیا تو اس کے حکم کو قطعیت حاصل ہے اور اس پر عمل لازمی ہے۔اس کی مخالفت حرام ہے۔

۴۔قیاس

فقہ اسلامی کا چوتھا مآخذ قیاس ہے۔لغوی اعتبار سے قیاس کے معنیٰ اندازہ لگانا یا رائے قائم کرنا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ انسان مختلف معاملات میں اپنے عقل وشعور کی روشنی میں قیاس کرتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔انسان کے بہت سے امور کی بنیاد قیاس ہی ہے اکثر دنیاوی معاملات میں قیاس کو دلیل بنایا جاتا ہے۔

آج کے انسان نے ترقی کی جن منازل کو طے کیا ہے ان میں بہر حال قیاس کا کردار بہت اہم ہے۔

شرعی اصطلاح میں جب لفظ قیاس بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب فرع کو اصل کے ساتھ علّت اور حکم میں برابر کرنا ہے یعنی اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کی وضاحت قرآن وسُنّت سے نہ ہوتی ہو اور نہ ہی اجماع موجود ہو تو اس صورت میں قیاس پر عمل واجب ہے۔جمہور قیاس کی حجیّت کو تسلیم کرتے ہیں البتہ فرقہ ظاہریہ خوارج اور اہل تشیع نے اس کی حجیّت کا انکار کیا۔

حجیّت قیاس کے دلائل

قیاس کی حجیّت قرآن کریم اور سُنّتِ رسولؐ دونوں سے ثابت ہے۔قرآن کریم کی مختلف آیات میں غور وفکر کرنے اور عقل وتدبیر سے کام لینے کیلئے حکم دیا گیا ہے اور کائنات کی مختلف اشیاء سے متعلق فرمایا گیا کہ اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔قرآن کریم میں ایک مقام پر آتا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ

اے ایمان والو! عبرت حاصل کرو۔

علماء نے یہ بیان کیا کہ اس آیت میں اعتبار کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو قیاس کیلئے بولا جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں پر قیاس کرنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کی حدیث بھی قیاس کی حجیّت کی وضاحت کرتی ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا تو ان سے دریافت کیا کہ "تم کس چیز کے مطابق فیصلہ کرو گے؟" انہوں نے جواب دیا اللہ کی کتاب کے مطابق۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ "اگر تم اس مسئلہ کو کتاب اللہ میں نہ پاؤ۔" انہوں نے جواب دیا "پھر سُنّت کے مطابق۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا" اگر (وہ مسئلہ) سُنّتِ رسول میں بھی نہ پاؤ" انہوں نے جواب دیا۔ "اَجْتَهِدُ بِرَائِی۔" میں اپنی رائے سے قیاس کروں گا۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے" ہر قسم کی حمد و ثنا اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہے جس نے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس کو وہ پسند فرماتا ہے۔"

یہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ واضح طور پر قیاس کی حجیّت ثابت کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق ملتا ہے کہ ایک دن ان کے پاس بڑا ہجوم تھا۔ انہوں نے فرمایا" ایک وہ وقت بھی گزرا ہے کہ ہم فیصلہ نہ کرتے تھے اور نہ ہی فیصلہ دینے کے اہل تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ بات مقدر فرمائی کہ ہم اس مقام پر پہنچ گئے جس پر تم لوگ دیکھ رہے ہو تو آج کے بعد جس کسی شخص کو کوئی معاملہ درپیش ہو وہ قرآن کریم کے مطابق فیصلہ دے اور اگر قرآن کریم میں نہ پائے تو حدیثِ رسول کے مطابق فیصلہ دے لیکن اگر کتاب اللہ اور حدیثِ رسول میں نہ پائے تو اس کے مطابق فیصلہ دے جو صالحین کا طرزِ عمل رہا۔ اگر نہ کتاب اللہ اور نہ سُنّتِ رسول میں اس مسئلہ کا حل ہو اور نہ ہی اس کے بارے میں صالحین کا فیصلہ موجود ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے بھی مختلف مواقع پر اپنی رائے سے فیصلے صادر فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیاس حدیث کہلایا اور صحابہ کرام کا قیاس اجماع کہلایا۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض گذشتہ ابواب میں بیان کی گئی ہیں۔ یہاں پر

ہم قیاسِ رسولؐ اور قیاسِ صحابہؓ سے متعلق چند اور مثالیں بیان کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیاس

۱۔ قرآن کریم نے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمادیا۔ کیونکہ یہ قطع رحمی کا باعث ہے لیکن اس سلسلہ میں کوئی حکم نہیں کہ عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں کیونکہ اس میں بھی وہی قطع رحمی کی علت ہے۔ لہٰذا آپؐ نے کسی عورت کے ساتھ اُس کی پھوپھی یا خالہ سے نکاح کرنے کو حرام قرار دیا۔

۲۔ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کی میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی اور پوری کئے بغیر مرگئی کیا میں اس کی جانب سے حج ادا کروں۔ آپؐ نے فرمایا "اگر تیری بہن پر قرض ہوتا اور تو ادا کرتا تو ادا ہو جاتا۔ اس نے عرض کی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

۳۔ اسی طرح ایک عورت نے آکر بتایا کہ اس کی بہن نے ایک ماہ کے روزوں کی منّت مانی اور پورے کئے بغیر مرگئی تو آپؐ نے اسی کو روزے رکھنے کا حکم دیا۔

۴۔ تمام درندوں کا گوشت حرام ہے اور ان کا جھوٹا بھی حرام ہے۔ بلّی بھی ایسا درندہ ہے اور اس کا جھوٹا بھی حرام ہونا چاہیئے۔ صحابہ کرام نے آپؐ سے بلّی کے جھوٹے کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا "وہ نجس نہیں اس لئے کہ وہ تمہارے گھر میں ہر جانب سے گھوم کر آنیوالی والی ہے۔

۵۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا ہر نیک کام صدقہ ہے۔ یہاں تک کہ جو اپنی بیوی کے مُنہ میں لقمہ دے وہ بھی صدقہ ہے لوگوں نے عرض کی کہ کیا خواہش نفس کی تکمیل پر بھی ثواب ہے آپؐ نے فرمایا اگر وہ اس کو ناجائز مقام پر صرف کرتا کیا عذاب نہ ہوتا؟

۶۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ دیہات کے لوگ دیہات سے جانور ذبح کرکے گوشت لاتے ہیں معلوم نہیں کہ وہ اللہ نام لے کر ذبح کرتے ہیں یا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا "اس پر اللہ کا نام لو اور کھاؤ" یعنی جب ذبح کرنے والا مسلمان ہے تو محض شک کی بنیاد پر اس کے ذبیحہ کو حرام قرار نہ دیا جائے۔

صحابہؓ کرام کا قیاس

صحابہ کرام کے قیاس کی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں :۔

۱۔ حضرت عمرؓ کے دور میں یہ مسئلہ پیش آیا کہ لوگ شراب نوشی کو معمولی گناہ سمجھتے ہیں کیونکہ اس کی سزا قرآن میں مذکور نہیں اور اس وجہ سے وہ شراب نوشی میں لطف لینے لگے ہیں۔ اس موقع پر حضرت علیؓ نے یہ رائے پیش کی کہ جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو بیہودہ گوئی کرتا ہے اور مدہوشی میں دوسرے پر تہمت بھی لگا سکتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں تہمت لگانے والے کی سزا اسّی کوڑے ہے اس لئے شرابی کی سزا اسّی کوڑے ہونی چاہیئے۔ دوسرے صحابہ کرام نے اس سے اتفاق کیا اور شرابی کی حد اسّی کوڑے مقرّر کی گئی۔

۲۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک شخص اپنے غلام کو لایا اور کہا اس نے میرا آئینہ چرایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "غلام بھی تیرا ہے اور آئینہ بھی تیرا ہے۔ لہٰذا قطع ید نہیں۔ یعنی جہاں بھی حق ملکیت پایا جائے وہاں قطع ید نہیں ہوگا۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ عورت، گدھا یا کتّا اگر نمازی کے آگے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا "خدا ابوہریرہؓ پر رحم کرے کہ انہوں نے عورتوں کو گدھے اور کتّے کے برابر کر دیا۔"

صحابہ کرام کے قیاس کی متعدد مثالیں موجود ہیں بعض اوقات یہ قیاسات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبّہ میں پیش آئے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی توثیق فرما دی۔ مثلاً جب حضرت عمرؓ نے ایک منافق کو صرف اسلئے قتل کر دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے مطمئن نہ تھا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے یہ الفاظ فرمائے تھے "تو نے آج حق و باطل میں فرق قائم کر دیا ہے۔"

ثابت ہوا کہ قیاس دین کا اہم جزو ہے اور اللہ کے رسولؐ نے خود بھی قیاس کیا اور اس کی اجازت دیدی (جیسا کہ معاذ بن جبلؓ کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے) اگر ایسا نہ ہوتا تو اُمّت کے لئے پیش آنے والے مسائل کا حل ناممکن ہو جاتا۔

چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا :-

"جب حاکم فیصلہ کرتا ہے اور اجتہاد کرتا ہے اور وہ صحیح اجتہاد کرتا ہے اس کے لئے دوہرا ثواب ہے اور اگر اجتہاد میں غلطی کرتا ہے تو اس کے لئے ایک ثواب ہے۔"

باب ۶

متنِ فقہ

طہارت

اسلام نے دُنیا کو طہارت اور پاکیزگی کا سبق پڑھایا اور اس کے اصول وضوابط بتائے۔ طہارت کا دینِ اسلام میں کیا مقام ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر جو دوسری وحی نازل ہوئی اس میں طہارت کا ذکر تھا اور یہ الفاظ آئے :۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔

قرآن کریم اور احادیث نبوی میں اس کی تعلیم دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو طہارت رکھتے ہیں۔ سورۂ توبہ میں یہ الفاظ آئے :۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ

اس مسجد میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ پاک اور صاف رہیں اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

نماز پڑھنے کے لئے یہ لازمی قرار پایا کہ انسان کا جسم لباس اور نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو اور طہارت کے یہ احکام ایسی قوم میں آئے جو انسانی تمدن کے اس بنیادی اُصول سے ناواقف تھی۔ ایک مرتبہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک بدو نے آکر سب کے سامنے پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کو مارنے کے لئے دوڑے۔ آپؐ نے منع فرمایا اور اس کو قریب بلا کر کہا "یہ نماز ادا کرنے کی جگہ ہے اس قسم کی نجاستوں کے لئے مناسب نہیں"۔ پھر صحابہ سے فرمایا کہ نجاست پر پانی بہا دو۔

اسی طرح حدیث میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک قبر کے پاس سے گزرے اور فرمایا اس قبر والے پر عذاب کا سبب یہ ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔

قرآن و حدیث کی اس تعلیم نے عربوں کو طہارت کے وہ اصول سکھائے جن سے آج کی بہت سی قومیں واقف نہیں۔

اسلام نے نجاست کی ۲ دو قسمیں بتائیں۔

نجاست حکمی اور نجاستِ ظاہری

۱۔ نجاست حکمی وہ ہے جو دیکھنے میں نظر نہ آئے لیکن شریعت کے حکم کی رُو سے وہ نجاست ہے۔ اس کی ۲ دو قسمیں ہیں:۔

(ا) حدثِ اکبر اس کے بعد غسل واجب ہوتا ہے۔

(ب) حدثِ اصغر جس کے بعد وضو واجب ہوتا ہے۔

۲۔ نجاستِ ظاہری وہ ہے جو ظاہر میں نظر آئے اس کی ۲ دو قسمیں ہیں:۔

(ا) نجاستِ غلیظہ

(ب) نجاست خفیفہ

نجاستِ غلیظہ اگر گاڑھی ہو اور سوکھنے کے بعد بھی اس کا وجود رہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ کپڑے یا جسم پر ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا ضروری ہے بغیر پاک کئے اگر نماز ادا کی گئی تو نماز ادا نہیں ہوتی۔ اگر اس سے کم ہے تو نماز ادا ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ نجاستِ غلیظہ اگر پتلی ہو تو ایک روپیہ کے پھیلاؤ تک معاف ہے۔

نجاست خفیفہ اگر جسم یا کپڑے پر لگے تو اس وقت معاف ہے جب ایک چوتھائی سے کم ہو یعنی اگر پاک کرنے کا موقع نہیں اور نماز پڑھ لی تو ہو گئی لیکن بہتر یہی ہے کہ جیسے ہی موقع ملے پاک کر لیا جائے۔

وضو

اسلام نے طہارت پر زور دیا اس کے حصول کے طریقہ اس کی اقسام اور اس کے اختیار کرنے پر اجر بیان کیا۔ یعنی طہارت رکھنے والوں کے بارے میں بتایا گیا کہ خدا ان کو دوست رکھتا ہے۔ طہارت کی ۲ دو قسمیں ہیں :۔

۱۔ طہارتِ صغریٰ جو حدثِ اصغر کے بعد فرض ہوتی ہے۔ اس کو وضو کہتے ہیں۔

۲۔ طہارتِ کبریٰ جو حدثِ کبریٰ کے بعد فرض ہے۔ اس کو غسل کہتے ہیں۔

وضو کیا ہے

شرعی اصطلاح میں وضو یہ ہے کہ جب انسان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیئے کہ پاک وصاف پانی لے کر کلی کرے۔ پھر تین مرتبہ چہرہ دھوئے پھر تین بار کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر سر اور گردن کا مسح کرے اور اس کے بعد ٹخنوں تک پاؤں دھوئے۔

وضو کے فضائل

ایک متفق علیہ حدیث میں یہ الفاظ آئے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، "قیامت کے دن میری اُمّت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ چہرہ اور ہاتھ پاؤں وضو کے آثار سے چمک رہے ہوں گے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو تم میں سے وضو کرے، کامل وضو اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھے اس کے لئے جنّت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ وہ جس دروازے سے خواہش کرے جنّت میں داخل ہو جائے۔

ایک روایت میں وضو کو مومن کا ہتھیار بتایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کا یہ طریقہ رہا کہ جب وہ کسی ایسے مقام پر تشریف لے جاتے جہاں کسی خوفناک صورتِ حال کے پیش آنے کا اندیشہ ہوتا تو وہ وضو کرکے جاتے۔

وضو کے مواقع

یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ نماز کے لئے وضو فرض ہے اور پھر بغیر وضو نماز ادا کرنا سخت گناہ ہے اور نماز بھی نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مواقع پر وضو ضروری اور بہتر ہے۔ مثلاً قرآن کریم چھونے کے لئے اور خانۂ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے وضو کرنا واجب ہے۔ اس کے علاوہ جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح شرعی کتابوں کے چھونے کے لئے خطبہ پڑھنے کے لئے (خواہ وہ نکاح کا خطبہ ہو) نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے قیام عرفات کے لئے، میّت کے غسل دینے اور میّت کے اٹھانے کے لئے باوضو ہونا مستحسن ہے۔

وضو کرنے کا طریقہ

جب کوئی وضو کرے تو یہ نیّت ہو کہ میں پاکیزگی کے حصول کے لئے اور ناپاکی دور کرنے کے لئے وضو کرتا ہوں۔

پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ جس نے اللہ کا نام نہیں لیا اس نے وضو نہیں کیا۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ (وضو کامل نہیں ہوا) اور ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ یہ ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "جس نے بسم اللہ کہہ کر وضو کیا اس کا سارا جسم پاک ہو گیا اور جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کے صرف اعضائے وضو دھل گئے"۔

پھر مسواک کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تمہارے منہ قرآن کریم کے راستے ہیں انہیں مسواک سے بہتر کرو"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔

"مسواک کے بعد کی نماز بغیر مسواک کی ستّر نمازوں سے بہتر ہے"۔

مسواک کے بعد تین بار منہ میں پانی ڈال کر کلی کرے اس طرح کہ منہ کا حصہ حلق تک تر ہو جائے۔

پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور ناک کی جڑ تک پہنچائے (لیکن یہ دونوں کام یعنی حلق تک کلی کرنا اور ناک کی جڑ تک پانی پہنچانا اس وقت کرے کہ جب روزہ سے نہ ہو)۔

پھر تین بار چہرہ دھوئے، سر کے بال سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک اور داڑھی کا خلال کرے اور حالتِ احرام میں ہو تو خلال نہ کرے)۔

اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھوئے، پہلے دایاں ہاتھ اور پھر بایاں ہاتھ۔ انگلیوں میں اگر انگوٹھیاں وغیرہ ہوں تو ہلا لیا جائے یا اتار لیا جائے تاکہ نیچے کی جگہ خشک نہ رہ جائے اسی طرح ناخن کے اندر کی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔

اب سر اور کانوں کا مسح کرے چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ مسح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ تر کرکے سر پر اور کانوں کے اندر پھیرے۔

پھر گردن کا مسح نئے پانی سے کرے۔ مسح کرنے کے بعد دونوں پاؤں تین تین بار دھوئے پہلے دایاں پاؤں اور پھر بایاں پاؤں۔

جب وضو کر چکے تو ایک بار کلمۂ شہادت پڑھے۔

یہ وضو کا مکمل طریقہ ہے جو ہمیں شریعت کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس میں بھی نماز کی طرح کچھ فرائض ہیں۔ کچھ سنن کچھ مستحبات اور کچھ مکروہات ہیں۔ ضروری ہے کہ ان امور کو الگ الگ عنوانات کے تحت واضح کر دیا جائے۔

فرائضِ وضو

جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ فرض وہ ہے کہ جو قطعی دلیل سے ثابت ہو اور اس میں کوئی شبہ نہ ہو۔ وضو کے فرائض چار ہیں جو قرآن کریم کی آیت سے ثابت ہیں۔ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۝

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو دھوؤ اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں (دھوؤ) ٹخنوں

تک۔ اس آیت کی رُو سے چار فرائضِ وضو ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۱۔ چہرہ کا دھونا یعنی چہرہ پیشانی سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھونا۔

۲۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔

۳۔ سر کا مسح کرنا۔

۴۔ دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک تمام سر کا مسح فرض ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک اگر بال یا دو بال کا مسح کرلے گا درست ہوگا۔

وضو کی سُنّتیں

مندرجہ ذیل امور وضو میں سنّت کا درجہ رکھتے ہیں۔

۱۔ نیّت کرنا کہ میں ناپاکی دُور کرنے اور پاکی حاصل کرنے کے لئے وضو کرتا ہوں۔

۲۔ بسم اللہ کہنا۔

۳۔ دونوں ہاتھوں کا کلائیوں تک دھونا حدیث میں آتا ہے "جب تم میں سے کوئی جاگے تو پانی میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک اس کو تین بار نہ دھوئے"۔

۴۔ مسواک کرنا حدیث میں ہے جب بندہ نماز شروع کرتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے ہو کر کھڑا ہو کر سنتا ہے یہاں تک کہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے"۔

۵۔ تین بار کلی کرنا۔

۶۔ تین بار ناک میں پانی ڈالنا۔

۷۔ داڑھی میں انگلیوں سے خلال کرنا کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو ایک کف پانی ٹھوڑی کے نیچے لاتے اور اس طرح داڑھی کا خلال فرماتے۔

۸۔ دونوں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

۹۔ ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا کیونکہ جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک اعرابی کو وضو کا طریقہ بتایا تو ہر عضو کو تین بار دھویا فرمایا یہی وضو ہے۔

اس سے زیادہ کرنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ ارشاد ہے :۔

لَا تَغْلُوْا فِی الدِّیْنِ

دین کے معاملات میں غلو نہ کرو۔

۱۰۔ ایک مرتبہ مسح کرنا اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین بار سر کا مسح سُنّت ہے۔

۱۱۔ دونوں کانوں کا مسح سر کے مسح کے پانی سے کرنا کیونکہ حدیث ہے" دونوں کان سر میں ہیں"۔

۱۲۔ اعضائے وضو کے دھونے میں ترتیب ملحوظ رکھنا اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ فرض ہے۔

۱۳۔ مسلسل وضو کرنا یعنی ایک عضو خشک ہونے سے قبل دوسرا عضو دھویا جائے اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ فرض ہے۔

مستحباتِ وضو

مستحب وہ فعل ہے جس کے انجام دینے میں ثواب اور چھوڑ دینے میں عذاب نہیں۔ وضو میں جو چیزیں مستحب کا درجہ رکھتی ہیں مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ تیامن یعنی اعضاء کے دھونے میں دائیں جانب سے شروع کرنا کیونکہ حدیث میں آتا ہے :۔

"اللہ تعالیٰ تیامن کو ہر چیز میں پسند فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ وضو کرنے میں۔ جوتا پہننے میں۔ کنگھی کرنے میں اور ہر کام کرنے میں"۔

۲۔ گردن کا مسح کرنا۔

۳۔ وضو کے سلسلے میں پانی وغیرہ خود حاصل کرنا دوسروں سے مدد نہ لینا۔

۴۔ وضو کرتے وقت قبلہ رو ہونا۔

۵۔ بلند اور پاک جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

۶۔ انگوٹھی کو حرکت دینا۔

۷۔ اطمینان سے وضو کرنا۔

۸۔ دائیں ہاتھ سے کلی کرنا وغیرہ۔

۹۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

مکروہات وضو

مکروہ وہ فعل ہے جس کو ترک کرنے میں ثواب ہے اور کرنے میں عذاب نہیں لیکن ایک قسم کی ناپسندیدگی ضرور ہے۔ وہ امور جو وضو کو مکروہ کرتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ ناپاک مقام پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

۲۔ وضو کے دوران دنیا کی باتیں کرنا۔

۳۔ سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

۴۔ زیادہ پانی خرچ کرنا یا اتنا کم کہ سُنّت کے مطابق وضو نہ ہو سکے۔

۵۔ دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا۔

۶۔ بائیں ہاتھ سے کلی کرنا۔

۷۔ سُنّت کے خلاف وضو کرنا۔

نواقض وضو

نواقض وضو اُن امور کو کہا جاتا ہے جن سے وضو فاسد ہو جاتا ہے اور اس کا اعادہ لازمی ہے۔

۱۔ بول و براز کرنا یا ان راستوں سے کچھ نکلنا۔

۲۔ ریاح کا خارج ہونا۔

۳۔ حالت نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنا۔ لیکن اگر نابالغ نے قہقہہ لگایا تو اس کا وضو نہ ٹوٹا۔ اگر صرف مسکرایا کہ آواز نہیں نکلی تو وضو نہیں ٹوٹا۔

۴۔ لیٹ کر سو جانا۔ لیکن اگر کوئی کھڑے کھڑے بغیر سہارا لگائے سو گیا تو وضو نہیں ٹوٹا اور انبیائے کرام کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا تھا۔ اونگھے یا بیٹھے بیٹھے جھونکنے لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا

اگر کوئی نماز کی حالت میں سو گیا وضو نہیں ٹوٹتا۔

۵۔ منہ بھر کر قے ہوئی وضو ٹوٹ گیا۔ اگر متلی سے مسلسل کئی بار قے ہوئی اور اس کا مجموعہ منہ بھر قے کے برابر ہوا وضو ٹوٹ گیا۔

۶۔ اگر قے میں خالص بلغم نکلا وضو نہیں ٹوٹا لیکن اگر خون، پت، کھانا وغیرہ نکلے وضو ٹوٹ گیا۔

۷۔ اگر کسی شخص میں غشی کی کیفیت طاری ہوگئی اس کا وضو ٹوٹ گیا۔

۸۔ زخم سے یا کان سے کیڑا نکلو وضو نہیں ٹوٹتا۔

۹۔ ستر پر نظر ڈالنے سے وضو نہیں ٹوٹا لیکن ستر کھلا رکھنا منع ہے۔

۱۰۔ آنکھ دکھنے کے دوران جو رطوبت خارج ہوتی ہے اس کی وجہ سے ناقص وضو ہے۔

۱۱۔ خون یا پیپ نکل کر جسم کے ان اعضاء پر بہا جن کا وضو اور غسل میں دھونا فرض ہے، وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں رمثلاً کان میں پھنسی تھی پھوٹ کر اس کا خون بہا لیکن کان کے اندر ہی رہا وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۲۔ کسی زخم میں خون چمک رہا ہو لیکن بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۳۔ کسی نے دانت مانجھے اور برش پر خون کا اثر پایا اگر وہ بہنے کے قابل نہیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

تیمّم

اگر پانی ایک میل کی حد تک موجود نہ ہو یا انسان اتنا بیمار ہو کہ پانی استعمال نہ کر سکتا ہو۔ یا یہ اندیشہ ہو کہ پانی کے استعمال سے مرض شدت اختیار کر جائے گا تو اس صورت میں تیمّم جائز ہے۔

قرآن کریم میں سورہ مائدہ میں تیمّم کا حکم ان الفاظ میں آتا ہے:۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ

اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آیا ہو یا عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کر دیں اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرو۔

آیت تیمّم کا شانِ نزول

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ سفر میں تھے کہ میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہار کی تلاش میں لوگ روانہ کئے لیکن ہار نہیں مل سکا۔ نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب تھا لوگ پریشان تھے کیونکہ وہاں کہیں بھی پانی نہ تھا کہ وضو کر کے نماز ادا کرتے۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضؓ سے شکایت کی کہ آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے سب کو ٹھہرنا پڑا۔ حضرت ابوبکر رضؓ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ پر عتاب کیا۔ لیکن میں نے حرکت نہ کی۔ اس لئے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے زانو پر آرام فرما رہے تھے۔ جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم بیدار ہوئے تو آپؐ پر تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ لوگوں نے تیمّم کر کے نماز ادا کی اس طرح آیت تیمّم کے نزول کا ظاہری سبب حضرت عائشہ رضؓ کی ذاتِ گرامی ہے (پھر جب آپ کی سواری کا اونٹ اٹھایا گیا تو ہار اس کے نیچے سے مل گیا)

تیمّم کے فضائل

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک موقع پر تیمّم کی اہمیت ان الفاظ میں فرمائی کہ وہ امور جن کی بناء پر ہمیں دوسری قوموں پر فضیلت حاصل ہے۔ ان میں یہ تین باتیں بھی ہیں:۔

۱۔ ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کی طرح ہیں۔

۲۔ تمام روئے زمین کو ہمارے لئے مسجد بنایا گیا۔

۳۔ اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی ہمارے پاک کرنے کے لئے بنائی گئی۔ ایک دوسری حدیث ہے کہ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے۔ اگر پانی نہ پائے اور جب پانی پائے تو اپنے جسم کو پہنچائے۔

تیمّم کا طریقہ

تیمّم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلا رکھے کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قسم سے ہو مارے۔ جب کافی گرد لگ جائے تو پورے چہرے پر پھیرے۔ پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو دوبارہ گرد پر مارے اور کہنیوں سے ناخن تک مسح کرے کہ بال برابر بھی جگہ نہ رہ جائے ورنہ تیمّم نہ ہوگا۔

تیمّم کے فرائض

تیمّم کے تین فرائض ہیں:۔

۱۔ نیّت۔

۲۔ پورے چہرے کا مسح کرنا۔

۳۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرنا۔

۱۔ نیّت:

(۱) نیّت کا مطلب یہ ہے کہ یہ ارادہ ہو کہ میں طہارت حاصل کرنے کے لئے تیمّم کر رہا ہوں۔ اگر کسی نے یونہی گرد پر ہاتھ مار کر چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کر لیا تو تیمّم نہیں ہوا۔

(ب) اگر کسی کو غسل اور وضو کا تیمّم کرنا ہو تو ایک دفعہ میں دونوں کی نیت کرے۔
(ج) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو طریقہ بتانے کے لئے تیمّم کر رہا ہے تو اس سے نماز نہیں ہوگی اس لئے کہ طہارت کی نیّت نہ تھی۔
(د) اگر کوئی اپاہج ہے اور کوئی دوسرا اس کو تیمّم کرائے تو کرانے والے کی نیّت کا اعتبار نہیں۔

۲۔ پورے چہرہ کا مسح کرنا

یعنی پورے چہرہ پر اس طرح ہاتھ پھیرے کہ بال برابر جگہ بھی نہ رہ جائے۔ مثلاً کسی شخص نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے اور اس طرح ہونٹ کا کچھ حصّہ رہ گیا یا عورت ناک میں کوئی زیور پہنے ہے اور اس کے نیچے مسح نہیں ہوسکتا تو ان صورتوں میں تیمّم نہ ہوگا۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ چہرہ کا اس طرح مسح کیا جائے کہ کہیں ہاتھ پھیرنے سے رہ نہ جائے۔

۳۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا

ہاتھوں کا مسح کرنے میں بھی خیال رہے کہ بال برابر جگہ نہ رہ جائے اگر انگوٹھی وغیرہ پہنے ہوئے ہو تو اس کو اتار کر وہاں کا بھی مسح کرے۔

تیمّم کی سُنّتیں

وہ امور جو تیمّم میں سُنّت کا درجہ رکھتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ بسم اللہ کہنا۔
۲۔ ہاتھوں کو زمین پر مارنا۔
۳۔ انگلیوں کو کُھلا رکھنا۔
۴۔ پہلے چہرہ کا پھر ہاتھوں کا مسح کرنا۔
۵۔ پہلے دائیں ہاتھ پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔
۶۔ داڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے تیمّم جائز ہے

۱۔ تیمّم ہر اس چیز سے جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو۔

۲۔ اگر گدے وغیرہ پر غبار ہو تو اس سے تیمّم ہو سکتا ہے۔

۳۔ پاک مٹی سے تیمم ہو سکتا ہے۔

۴۔ جو نمک کان سے نکلتا ہے اس سے تیمم ہو سکتا ہے۔

۵۔ اگر دیوار گرنے یا کسی اور صورت میں گرد اڑی اور ہاتھ اس میں اٹ گئے۔ پھر اگر تیمّم کی نیّت سے چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کیا تیمّم درست ہے۔

۶۔ جہاں سے ایک شخص نے تیمّم کیا دوسرا بھی کر سکتا ہے۔

۷۔ ریت، چونا، سرمہ، گندھک وغیرہ سے تیمّم جائز ہے۔

۸۔ اناج، لکڑی، شیشہ پر اگر غبار ہو تو اس سے تیمّم جائز ہے۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے تیمّم درست نہیں

۱۔ ہر وہ چیز جو زمین کی جنس سے نہ ہو اس سے تیمّم نہیں ہو سکتا۔

۲۔ جو نمک سمندر سے نکلتا ہے اس سے تیمّم [illegible]

۳۔ اگر کسی مقام پر نجاست گری اور خشک ہو گئی تو اس سے تیمّم نہیں ہو سکتا

۴۔ مشک عنبر کافور وغیرہ سے تیمّم جائز نہیں۔

۵۔ سونے چاندی وغیرہ کے کُشتوں سے تیمّم جائز نہیں۔

۶۔ نجس کپڑے کے غبار سے تیمّم جائز نہیں۔

۷۔ مصنوعی مردہ سنگ سے تیمّم جائز نہیں۔

تیمّم کے متفرّق مسائل

۱۔ جس کو طہارت کرنا ہو اور وہ پانی پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کو تیمّم کرنا چاہیئے۔

۲۔ اگر کوئی شخص ایسے مرض میں مبتلا ہے کہ پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہے تو اس کو تیمّم درست ہے۔

۳۔ کسی شخص کے پاس صرف اتنا پانی ہے کہ اگر وضو یا غسل کیا تو پیاسا رہ جائے گا۔ اس کو

تیمّم درست ہے۔

۴۔ اگر کسی مقام پر پانی فروخت ہوتا ہو اور کسی شخص کے پاس بنیادی ضرورت سے زائد رقم نہ ہو تو تیمّم درست ہوگا۔

۵۔ اگر کوئی شخص قید میں ہے اور اس کو وضو کے لئے پانی نہیں دیا جاتا تو تیمم درست ہے۔

۶۔ اگر کسی کے پاس پانی ہے اور اندازہ ہے کہ وہ مانگنے پر دیدے گا تو اس سے مانگنے سے قبل تیمّم درست نہیں۔

۷۔ اگر یہ گمان ہے کہ آس پاس پانی مل جائے گا تو تلاش کئے بغیر تیمّم درست نہیں۔

۸۔ اگر پانی کی تلاش میں ریل چھوٹ جانے کا خوف ہو تو تیمّم درست ہے۔

۹۔ نماز جنازہ کے لئے غیر ولی کو تیمم درست ہے۔ اگر نماز چھوٹ جانے کا خوف ہو لیکن جنازہ کے ولی کے لئے تیمم جائز نہیں اس لئے کہ لوگ نماز کے لئے خود اس کا انتظار کریں گے۔ لہٰذا اس کو چاہیئے کہ وہ وضو کرے۔

۱۰۔ ایک شخص نے نماز جنازہ کے لئے تیمم کیا پھر اتنا وقت ملا کہ وضو کر سکتا تھا مگر اس نے نہیں کیا کہ اب دوسرا جنازہ آگیا۔ اگر موقع ہو تو وضو کرے ورنہ وہ تیمّم کافی ہے۔

۱۱۔ اگر کسی شخص کے پاس اتنا پانی ہو کہ وہ صرف وضو کر سکتا ہو اور اس پر غسل بھی واجب ہو تو اس صورت میں پانی کو وضو کے لئے استعمال کرے اور غسل کا تیمّم کرے۔

۱۲۔ اگر دو باپ بیٹوں کے پاس صرف اتنا پانی ہے کہ ایک وضو کر سکتا ہو اور دونوں کو وضو کرنا ہو تو باپ وضو کرے اور بیٹا تیمم کرے۔

۱۳۔ اگر کسی کے لباس یا جسم پر اتنی نجاست ہے کہ نماز نہیں ہو سکتی اور صرف اتنا پانی ہے کہ یا وضو ہو جائے یا کپڑا یا جسم پاک کرے تو پہلے کپڑا یا جسم پاک کرے اور وضو کے لئے تیمم کرے۔

۱۴۔ اگر کسی نے سجدۂ شکر کی نیّت سے تیمّم کیا تو اس سے نماز نہیں ہوگی۔

نواقضِ تیمّم

۱۔ وہ تمام چیزیں جن سے وضو ٹوٹتا ہے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۔ کسی شخص نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمّم کیا تھا اور پانی حاصل ہو گیا تو تیمّم جاتا رہا۔

۳۔ کسی شخص نے اس وجہ سے تیمم کیا تھا کہ مرض شدّت اختیار کر جائے گا۔ اب وہ کیفیت نہیں رہی اس کا تیمم جاتا رہا۔

۴۔ کسی شخص نے وضو اور غسل کے لئے تیمّم کیا پھر اتنا پانی مل گیا کہ وضو کر سکتا ہے تو وضو کے حق میں اس کا تیمّم جاتا رہا۔

۵۔ کسی شخص نے پانی نہ ملنے کے سبب تیمّم کیا تھا جب پانی ملا تو وہ اس قدر بیمار تھا کہ پانی نقصان دیتا۔ اب وہ پہلا تیمّم جاتا رہا اور دوبارہ تیمم کرے۔

۶۔ اگر کسی نے تیمّم کی نیّت سے مٹی پر ضرب لگائی پھر تیمّم ٹوٹنے کا کوئی سبب پایا گیا تو اب ہاتھ پر لگی ہوئی اس گرد سے مسح درست نہیں۔

۷۔ تیمم کرنے والا شخص اگر کسی ایسے مقام پر پہنچا کہ پانی موجود ہے لیکن وضو کرنے میں گاڑی چھوٹنے کا خوف ہے یا جان کا خوف ہے تیمّم نہیں ٹوٹتا۔

۸۔ کسی شخص نے غسل کیا اور کچھ حصّہ خشک رہ گیا لیکن اب اتنا پانی نہیں کہ وہ غسل کرے تو اس صورت میں تیمّم کرے۔

۹۔ تیمم کرنے والے شخص کو کنواں نظر آ گیا لیکن رسی ڈول وغیرہ نہیں کہ وہ پانی حاصل کر سکے تو اس کا تیمّم برقرار رہے۔

غسل

نجاست کی دو قسمیں ہیں حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر۔ حدثِ اکبر کے بعد غسل واجب ہے اور حدثِ اصغر کے بعد وضو واجب ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا

اگر تم ناپاک ہو جاؤ تو خوب پاک ہو جاؤ

اسی طرح عورتوں کے بارے میں کہا گیا:۔

حَتّٰی یَطْہُرْنَ

یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں

اِن دونوں آیات میں طہارت سے مراد غُسل ہے۔

غُسل کا طریقہ

غُسل کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل دونوں ہاتھ دھوئے پھر جسم سے نجاست دُور کرے اس کے بعد وضو کرے۔ پھر پورے جسم پر پانی مَلے اس کے بعد پورے جسم پر تین مرتبہ پانی اسطرح بہائے کہ پہلے سر پر سے تین بار پھر تین بار دائیں مونڈھے پر سے اور پھر تین بار بائیں مونڈھے سے اس طرح کہ پورا جسم تر ہو جائے اور کہیں بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔

غُسل کے فرائض

فرائضِ غُسل تین ہیں :-

۱۔ کلی کرنا۔

۲۔ ناک کی جڑ تک پانی پہنچانا۔

۳۔ تمام جسم پر ایک بار پانی بہانا۔

۱۔ کُلّی

کُلّی اس طرح کی جائے کہ منہ کے ہر حصّہ میں حلق کی جڑ تک پانی پہنچ جائے۔ اگر یونہی منہ میں پانی تھوک دیا گیا تو کلی نہیں ہوئی۔

اگر دانتوں میں کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہو جس کے وجہ سے پانی نہ بہہ سکے تو اس کا چھڑانا ضروری ہے لیکن اگر اس کو ہٹانے میں تکلیف ہو تو اس صورت میں معاف ہے۔

۲۔ ناک میں پانی ڈالنا

یعنی ناک میں سونگھ کر پانی اس طرح چڑھایا جائے کہ ناک کی جڑ تک پہنچ جائے۔ اگر کوئی عورت ناک میں زیور وغیرہ پہنے ہو تو اس کو ہلا لیا جائے کہ اس کے نیچے کی جگہ پر پانی بہہ جائے۔

۳۔ ظاہر جسم پر پانی بہانا

یعنی سر کے بال سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک ہر حصہ پر پانی بہانا ضروری ہے۔

اگر عورت کے بالوں کی چوٹی گندھی ہوئی ہو تو صرف تر کر لینا کافی ہے۔ اگر اتنی سخت گندھی ہو کہ بغیر کھولے جڑ تک پانی نہ پہنچ سکے تو کھولنا ضروری ہے۔ اسی طرح کانوں میں بالیاں وغیرہ ہوں تو ان کو اس طرح حرکت دی جائے کہ وہاں پانی پہنچ سکے۔

اگر کسی کو زکام ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ سر سے نہانے میں مرض بڑھ جائے گا تو وہ صرف وضو کرے اور گردن سے نہا لے۔ سر کا اس طرح مسح کرے کہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے۔

اگر کسی کے زخم پر پٹی بندھی ہے اور کھولنا ممکن نہ ہو تو زخم کے حصہ پر پٹی کا مسح کرے۔

غسل کے دوران نہ گفتگو کرے اور نہ کوئی دعا پڑھے غسل کرتے وقت قبلہ رُخ نہ ہو۔

اگر کوئی بہتے پانی میں ٹھہرا تو اس کا غسل ہو گیا لیکن اگر پانی ٹھہرا ہو تو اس کو چاہیئے کہ غسل کی نیت سے تین مرتبہ اعضاء کو حرکت دے۔

غسل یا وضو کے لئے پانی کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں بلکہ ہر ایک کے لئے اس کی حاجت کے لحاظ سے الگ الگ مقدار کی ضرورت ہوگی۔

باب

نماز

ایمان کے بعد اسلام کے جس فریضہ کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ نماز ہے۔
اس کے لئے عربی لفظ صلوٰۃ ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ دعا، تلاوتِ قرآن اور رحمت وغیرہ کے مفاہیم میں استعمال ہوا حقیقت یہ ہے کہ نماز میں سب امور موجود ہیں۔ یعنی نمازی حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اللہ کے کلام کی تلاوت کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔
نماز وہ حکم ہے جس کا نزول اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور توحید کے بعد سب سے پہلا حکم جو آپؐ کو دیا گیا نماز ہی سے متعلق تھا۔ ارشاد ہوا:۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ہ

"اے لحاف میں لپٹے ہوئے اور ہوشیار کر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر"
اور ربّ کی بڑائی بیان کرنا ہی نماز کی بنیاد ہے۔
اسی طرح سورۂ روم میں توحید کا حکم ان الفاظ میں دیا گیا:۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ط

اپنا رُخ ہر جانب سے موڑ کر دینِ توحید پر سیدھا رکھ۔
اس کے بعد اسی سورۃ میں دوسرا حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے:۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ہ

اور نماز کو قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ جاؤ۔
پس معلوم ہوا کہ عقائد کی درستگی اور ایمان کے بعد تمام فرائض میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کو حاصل ہے اور اگر کوئی اس کو ترک کرتا ہے تو اس کے شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔
قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اس کے تارکین پر اور اس سے غفلت برتنے والوں پر وعید آئی ارشاد ہوتا ہے۔

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ہ

افسوس ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں۔
اس آیت کے سلسلہ میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ "ویل" جہنم کی ایک وادی کا نام ہے اور

اس وادی کی سختی کا یہ عالم ہے کہ جہنم تک اس سے لرزتا ہے۔ لہٰذا جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والوں کا یہ ٹھکانہ قرار دیا گیا۔ اسی طرح نماز کی ادائیگی میں کاہلی اور سستی برتنے کو نفاق کی نشانی قرار دیا گیا۔ ارشاد ہوا:۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى

اور جب وہ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو کاہلی اور کسلمندی سے اٹھتے ہیں

قرآن کریم نے نماز کو متقین کی ایک صفت بتایا۔ چنانچہ سورۂ بقرہ کے آغاز میں اہلِ تقویٰ کی جہاں خصوصیات بیان کی گئی ہیں، ارشاد ہوا:۔

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

اور وہ نماز قائم کرتے ہیں

دینِ اسلام کے اس فرض کو وہ مقام حاصل ہوا کہ شریعت کے تمام احکامات حق تعالیٰ نے زمین پر بھیجے مگر نماز کے احکام حق تعالیٰ نے اپنے محبوب کو آسمان پر بلا کر دیئے اور یہ معراج کا تحفہ ہے۔

یہی وہ عبادت ہے جو دن میں پانچ بار فرض ہے جبکہ دوسری عباوات کا یہ حال نہیں۔ مثلاً زکوٰۃ اور رمضان کے روزے سال میں ایک بار فرض کئے گئے ہیں اور حج عمر میں ایک بار فرض ہے۔

اس کے علاوہ نماز ہر شخص پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا بچہ دولت مند ہو یا غریب، صحت مند ہو یا بیمار فرض ہے۔ نماز کسی شخص سے ساقط نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان کھڑے ہونے کے قابل نہ ہو تو بیٹھ کر ادا کرے۔ اگر بیٹھنے کے قابل نہ ہو تو لیٹ کر اشارے سے ادا کرے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص حالتِ خوف میں سواری پر سے نہ اتر سکتا ہو تو جس سمت بڑھ سکتا ہو اسی سمت میں ادا کرے۔

نماز ہی کو یہ اہمیت حاصل ہے۔ دوسری عبادات کا یہ حال نہیں۔ مثلاً روزہ کے سلسلہ میں حکم ہے کہ مسافر اور مریض قضا کر سکتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ صاحب نصاب پر فرض ہے اور حج کے متعلق بھی یہی حکم ہے کہ وہ لوگ جو خانۂ کعبہ تک سفر کی استطاعت رکھتے ہوں اُن کو حج ادا کرنا ہے۔

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں سو مرتبہ سے زیادہ اس کی تاکید اور تعریف آئی اور اس کی بجا آوری کا حکم دیا گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ارشادات میں اس کی تاکید کی۔ یہاں ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے قیامت کے دن بندہ سے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر یہ صحیح ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر یہ بگڑی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام اعمال بگڑ گئے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک نیکی لکھتا ہے، ایک گناہ معاف کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔

نماز کے مسائل

۱۔ نماز فرض عین ہے یعنی چند کے ادا کرنے سے باقی پر سے ساقط نہیں، ہر مکلف کے لئے اس کا ادا کرنا فرض ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور جو قصداً نماز کو ترک کرے خواہ وہ ایک وقت ہی کی کیوں نہ ہو وہ فاسق ہے۔

۲۔ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز ادا کرنا سکھایا جائے اور جب وہ دس سال کا ہو جائے تو اس پر نماز ادا کرنے کے لئے سختی کی جائے۔ صحاح کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دس سال کا بچہ نماز ادا کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو اس کو مار کر پڑھوائی جائے۔

۳۔ نماز کے فرض کا حقیقی سبب اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے اور ظاہری سبب وقت کا ہونا ہے۔ یعنی نماز کا وقت شروع ہونے سے اختتام تک جس وقت بھی نماز پڑھے گا ادا ہو جائے گی۔

اگر کوئی کافر مسلمان ہوا، دیوانہ حالتِ شعور میں آیا یا عورت پاک ہوئی یا نابالغ بالغ ہوا، اور صرف اتنا وقت ہے کہ وہ اللہ اکبر کہہ سکتا ہے تو اس قسم کے لوگوں پر اس وقت کی نماز فرض ہو گئی۔ لہٰذا قضا پڑھیں۔

کسی نے نماز کا وقت شروع ہونے پر نماز نہیں پڑھی تھی۔ اب آخر وقت میں کوئی ایسا عذر ہو گیا کہ وہ نماز ادا کرنے کے قابل نہیں۔ مثلاً اس پر جنون یا بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی تو اس صورت میں اس وقت کی نماز اسے معاف ہو گی مگر جنون و بیہوشی میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر یہ کیفیت متصل پانچ نمازوں کو محیط ہو تو اس صورت میں ان نمازوں کی قضا نہیں ورنہ قضا واجب ہو گی۔

نماز خالص بدنی عبادت ہے۔ لہٰذا اس میں کسی دوسرے کو اپنی طرف سے نماز ادا کرنے پر مامور نہیں کیا جا سکتا اور نہ یہ ممکن ہے کہ زندگی میں کسی نماز کے بدلہ فدیہ ادا کرے۔ ہاں اگر

کسی شخص کی کچھ نمازیں رہ گئیں ہوں اور اس کا آخری وقت آ گیا ہو تو وہ بوقت انتقال اپنے وارثوں کو وصیت کر سکتا ہے کہ ان نمازوں کے بدلہ فدیہ ادا کریں۔

نماز کیسے پڑھی جائے

جب نماز کا وقت ہو تو پہلے وضو کرے۔ پھر قبلہ رُخ ہو کر اس طرح کھڑا ہو کہ دونوں قدموں میں چار انگل کا فاصلہ پایا جائے۔

پھر کہے" نیّت کی میں نے (دو، تین، چار) رکعت نماز (فرض، واجب، سُنّت، نفل) وقت (فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء) منہ خانہ کعبہ کی سمت۔

اس کے بعد دونوں ہاتھ کانوں کی لَو تک لے جائے کہ انگوٹھے کانوں کی لَو سے چھُو جائیں انگلیاں نہ بالکل کھلی ہوں نہ ہی ملی ہوں بلکہ انگلیوں کو ان کی اصلی حالت پر چھوڑ دے۔

اس کے بعد تکبیر تحریمہ (اَللّٰهُ اَكْبَر) کہے۔

تکبیر تحریمہ کے بعد مرد اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پہ رکھ کر ناف کے نیچے باندھ لے لیکن عورت سینہ پر ہاتھ باندھے۔

اب ثنا پڑھے وہ یہ ہے :۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ

اے اللہ تعالیٰ! تو پاک ہے اور میں تیری حمد بیان کرتا ہوں اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری عظمت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اب اگر مصلّی کسی امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے تو اس دُعا کے بعد خاموش ہو جائے۔

یعنی مقتدی یہ نہ پڑھے بلکہ خاموشی سے امام کی قرأت سُنے۔

اگر تنہا نماز ادا کر رہا ہے یا امامت کر رہا ہے تو ثناء کے بعد تعوذ پڑھے (تعوذ یہ ہے)

(میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں راندے ہوئے شیطان سے)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا :۔

وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
اور جب تو قرآن پڑھے تو اللہ کی پناہ میں آ۔

اس کے بعد تسمیہ پڑھے یعنی
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے۔

پھر سورۂ فاتحہ پڑھے اور سورۂ الحمد کے اختتام پر آمین کہے۔

ثنا، تعوذ، تسمیہ اور آمین آہستہ کہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔

سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورہ پڑھے یا کم از کم تین آیات پڑھے یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو۔

اس کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے اور دونوں انگلیوں کو خوب کشادہ رکھے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو یہی سکھایا تھا۔ رکوع میں کم از کم تین مرتبہ یہ کلمات کہے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ
میرا رب پاک اور عظمت والا ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی رکوع کرے تو کم از کم تین بار سبحان ربی العظیم کہے اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہے۔

اس کے بعد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اگر تنہا نماز ادا کر رہا ہے تو اس کے بعد رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے کلمات ادا کرے اور اگر مقتدی ہے تو صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے۔

اس کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے۔

سجدہ میں اوّل دونوں زانو زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ برابر رکھے بعد ازاں چہرہ کو

دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ پیشانی اور ناک کی ہڈی جم جائے اور انگلیاں قبلہ رُخ ہوں اور یہ کلمات کہے :۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى

یہ تسبیح جو رکوع اور سجدہ میں کہی جاتی ہے اگر تین سے زیادہ کہے تو طاق عدد میں کہے پانچ یا سات یا نو وغیرہ ۔ حدیث میں آتا ہے :۔

كَانَ يَخْتِمُ بِالْوِتْرِ

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر سے ختم کرتے تھے ۔

سجدہ میں مرد دونوں بازوؤں کو پیٹ سے الگ رکھے اور پیٹ زانو سے علیحدہ ہو لیکن عورت سمٹ کر سجدہ کرے ۔ یعنی اس کے دونوں بازو کروٹوں سے اور پیٹ دونوں رانوں سے ملا رہے ۔

اگر لوگوں کے بے انتہا ہجوم کے باعث ایک شخص نے دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو اگر وہ شخص بھی یہی نماز ادا کر رہا ہے تو یہ سجدہ درست ہوگا ورنہ نہیں ۔

اگر پگڑی کے پیچ یا کسی اور فاضل کپڑے پر سجدہ کر رہا ہے تو ان چیزوں پر اگر پیشانی سختی سے جم جائے تو سجدہ جائز ہے ورنہ نہیں ۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے پیچ پر سجدہ فرماتے تھے ۔

سجدہ کے بعد سر اٹھا کر تکبیر کہے اور اطمینان سے بیٹھ جائے پھر تکبیر کہے اور سجدہ کرے اگر کوئی شخص پوری طرح سیدھا نہ بیٹھا اور دوسرا سجدہ کر لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سجدہ ہو گیا ۔ لیکن بعض ائمہ کا اختلاف ہے ۔ صحیح یہ ہے اگر بیٹھنے سے قریب تھا تو سجدہ ہو گیا اور اگر سجدہ سے قریب تھا تو نہیں ہوا ۔

دونوں سجدوں کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے اور اب نہ بیٹھے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک بیٹھے اور اس کو جلسۂ استراحت کہا جاتا ہے ۔ امام نے یہ دلیل دی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضعیفی میں ایسا کرتے تھے ۔

دوسری رکعت میں بھی اسی طرح ارکانِ نماز ادا کئے جائیں گے لیکن ثنا اور تعوذ نہیں پڑھا

جائے گا۔ البتہ تسمیہ سورۂ فاتحہ سے قبل ہر رکعت میں پڑھے۔ اب ہاتھ بھی نہ اٹھائے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ہر رکعت میں رفع یدین ہے۔

دوسری رکعت مکمل کرنے کے بعد بائیں قدم کو بچھا کر اس پر بیٹھے اور دائیں قدم کو کھڑا کرے اور دونوں ہاتھوں کو رانوں پر گھٹنوں کے پاس رکھے اور انگلیاں قبلہ رخ ہوں۔

عورت اپنے دونوں قدم سیدھی جانب نکال دے اور بائیں کولہے پر بیٹھے۔

اب تشہد پڑھے تشہد یہ ہے:-

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۝

تمام تحیتیں اور پاکیزگیاں اللہ کے لئے ہیں۔ سلام آپؐ پر اے نبیؐ اللہ کی رحمت اور برکتیں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جب کلمۂ لا پر پہنچے تو انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ پہلے قعدہ میں کلمہ شہادت تک پڑھے اور اس سے زیادہ نہ پڑھے۔ امام احمدؒ نے حضرت ابن مسعودؓ نے روایت کی کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تشہد سکھایا تو قعدۂ اول ہی عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک پڑھتے اور اگر یہ آخر کا قعدہ ہو تو تشہد کے بعد دعا مانگے اور پھر سلام پھیرے۔

آخر کی دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی جائے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

قعدۂ آخری میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ

مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ہ

اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمدؐ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے درود بھیجا سیّدنا ابراہیمؑ اور ان کی آل پر بیشک تو سراہا ہوا بزرگ ہے۔ اے اللہ برکت نازل کر ہمارے سردار محمدؐ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی سیّدنا ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر بیشک تو سراہا ہوا بزرگ ہے۔

درود شریف پڑھنے کے متعدد فضائل احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ نسائی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے تھے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس درود نازل فرمائے گا اس کی دس خطائیں معاف کر دی جائیں گی اور اسکے دس درجات بلند فرمائے گا۔

درود شریف پڑھنے کے بعد کوئی دعائے ماثورہ پڑھے۔ مثلاً

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِىْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِىْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا بے شک تیرے سوا گناہوں کا مغفرت کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اپنی طرف سے میری مغفرت فرما مجھ پر رحم کر بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اس کے بعد دائیں جانب منہ پھیر کر یہ کلمات کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ پھر بائیں جانب منہ پھیر کر یہی کلمات کہے۔

جب سلام پھیرے تو فرشتوں اور ان لوگوں کی نیّت کرے جو نماز میں موجود تھے۔ اگر مقتدی ہے تو امام کی بھی نیت کرے یعنی جس طرف امام اس کی جانب سلام پھیرتے وقت اس کی نیّت ہو اور اگر امام سامنے ہو تو دونوں جانب سلام پھیرتے وقت اس کی نیّت کی جائے اور اگر تنہا نماز ادا کر رہا ہے تو صرف ملائکہ کی نیت کرے۔

نماز کی شرائط

صحت نماز کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں :۔
(۱) طہارت (۲) ستر عورت (۳) استقبالِ قبلہ (۴) وقت (۵) نیّت۔

۱۔ طہارت

یہ نماز کی بنیادی شرط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے آغاز ہی سے طہارت پر زور دیا۔ سورۂ علق کے بعد جو دوسری وحی حضور انور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر نازل ہوئی۔ اس میں ارشاد ہوا :۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (مدثر)

اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ۔

اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیغمبر نے طہارت کے اصول معیّن فرما دیئے اور نماز کے لئے ضروری ہے کہ مصلّی کا جسم اس کا لباس اور نماز پڑھنے کا مقام پاک ہو۔ قرآن کریم نے اس کی اس حد تک تاکید کی کہ طہارت کو حق تعالیٰ کی محبّت کے حصول کا ذریعہ بتایا۔ ارشاد ہوا :۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ٥

اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے

طہارت کے مسائل

۱۔ نماز کے لئے شرطِ اوّل انسان کے جسم کا حدثِ اکبر، حدث اصغر اور نجاستِ حقیقی قدر مانع سے پاک ہونا ہے۔ قدر مانع یہ ہے کہ نجاستِ غلیظہ درہم سے زیادہ اور نجاست خفیفہ کپڑے یا جسم کے چوتھائی حصہ سے زیادہ ہو اگر اس سے کم ہے تو نماز تو ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔

۲۔ اگر مصلّی کا لباس یا جسم دورانِ نماز بقدر مانع ناپاک ہوگیا اور تین تسبیح کا وقفہ ہو تو نماز نہ ہوئی۔

۳۔ اگر نماز شروع کرتے وقت مصلّی کا لباس ناپاک تھا یا اس کے پاس کوئی ناپاک چیز تھی اس

نے اللہ اکبر ادا کرنے کے بعد اس کو الگ کیا تو نماز کا انعقاد ہی نہ ہوا۔

۴۔ کسی شخص نے اپنے آپ کو بے وضو تصور کیا۔ اسی حالت میں نماز ادا کی۔ بعد میں اسے پتہ چلا کہ وہ بے وضو نہ تھا تو نماز نہیں ہوئی۔

۵۔ نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے۔ اس سے دونوں قدموں، گھٹنوں اور سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا مراد ہے۔

۶۔ اگر کسی کے پاؤں کے نیچے ایک درہم سے زیادہ نجاست ہو تو نماز نہ ہوگی۔

۷۔ سجدہ میں اگر پیشانی پاک جگہ پر ہے اور ناک نجس جگہ پر تو نماز ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ناک ایک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے۔

۸۔ اگر کوئی شخص کسی سخت چیز پر نماز ادا کرے جو پاک ہو لیکن اس کی دوسری جانب پاک نہ ہو تو نماز ہو جائے گی۔

۹۔ اگر نجس جگہ پر اس قدر باریک کپڑا بچھا کر نماز ادا کی کہ نیچے کی نجاست جھلکتی ہو تو نماز نہ ہوگی۔

۱۰۔ اگر ناپاک مقام پر کپڑا بچھایا لیکن کپڑا اتنا موٹا تھا کہ نیچے کی نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوں تو اس پر نماز درست ہے۔

۲۔ ستر عورت

نماز کی دوسری اہم شرط ستر عورت ہے۔ اسلام سے قبل اہل عرب ستر پوشی کی اہمیت سے ناواقف تھے حتّٰی کہ غیر قریشی اکثر برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ جب عرب میں دینِ اسلام کا ظہور ہوا تو اس نے ستر پوشی کو لازمی قرار دیا حکم آیا کہ ستر عورت کے بغیر نماز درست نہیں۔

خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ

مختلف احادیث میں ستر عورت کی تاکید کی گئی۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جب نماز پڑھو تہبند باندھ لو اور چادر اوڑھ لو اور یہود سے مشابہت نہ کرو۔

دن میں پانچ بار ستر پوشی کی اس تاکید نے دینِ اسلام کے متبعین کو ہمیشہ کے لئے ستر پوش بنا دیا اور ہر قسم کی برہنگی اور بے حیائی سے بچنے کی تعلیم دی۔

مسائل

۱۔ انسان کو ہر حال میں ستر عورت واجب ہے خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز کے باہر۔

۲۔ مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک جسم کو چھپانا واجب ہے۔

۳۔ آزاد عورت کے لئے تمام جسم کا چھپانا لازمی ہے۔ لیکن چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں، پاؤں عورت (جسم کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے) میں شامل نہیں۔

۴۔ اگر کسی نے اتنے باریک کپڑوں سے نماز ادا کی کہ اندر کا جسم چمکتا تھا تو اس کی نماز نہ ہوئی۔

۵۔ اگر کوئی عورت اس قدر باریک دوپٹہ پہن کر نماز ادا کرے جس سے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی تاوقتیکہ اس دوپٹہ پر کوئی موٹا کپڑا نہ ڈالے۔

۶۔ وہ اعضاء جن کا چھپانا لازم ہے اگر ان میں سے کوئی عضو چوتھائی سے کم کھلا تو نماز ہوگی اسی طرح اگر چوتھائی کھلا اور اس شخص نے فوراً ڈھانک لیا تو نماز ہوگئی اور اگر اتنی دیر کھلا رہا کہ ایک رکن کا وقت گزر گیا۔ یعنی وہ تین بار سبحان ربی العظیم کہہ سکتا تھا تو نماز فاسد ہوگی۔

۷۔ اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر کوئی عضو کھولا تو نماز فوراً ختم ہوگئی۔

۸۔ کسی شخص کے مختلف اعضاء کے کچھ حصے کھل گئے جن میں سے ہر ایک اس عضو کے چوتھائی سے کم تھا۔ لیکن ان کھلے ہوئے حصوں کا مجموعہ کھلے ہوئے اعضاء میں جو سب سے چھوٹا ہے اس کے چوتھائی کے برابر ہے تو نماز نہ ہوئی۔

۹۔ اگر کوئی شخص کپڑا بالکل نہیں رکھتا اور برہنہ نماز پڑھنے پر مجبور ہے تو اس کو چاہیئے کہ بیٹھ کر نماز ادا کرے خواہ دن کا وقت ہو یا رات ہو۔

۱۰۔ اگر کوئی مرد جائز کپڑا (ریشم کے علاوہ) نہیں رکھتا۔ البتہ ریشمی کپڑا موجود ہے تو اس صورت میں اس پر واجب ہے کہ اسی ریشمی کپڑے سے ستر کرے اور برہنہ نماز ادا نہ کرے۔

۱۱۔ کوئی دوسرا شخص برہنہ نماز ادا کر رہا تھا کہ کسی نے اس کو کوئی کپڑا عاریۃً دے دیا اس شخص کی نماز ختم ہوگئی۔ اس کو چاہیئے کہ ستر عورت کر کے دوبارہ نماز ادا کرے۔

۱۲۔ کوئی دوسرا شخص کپڑا رکھتا ہے اور یہ اندازہ ہے کہ اگر مانگا جائے گا تو وہ دے دیگا تو اس صورت میں مانگنا واجب ہے۔

۱۳۔ اگر کوئی شخص اتنا کپڑا رکھتا ہے کہ بعض اعضاء کا ستر ہو سکتا ہے تو انہی سے ستر کرنا واجب ہے۔

۱۴۔ اگر برہنہ آدمی پتوں وغیرہ سے ستر کر سکتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ پتوں اور گھاس وغیرہ ہی سے ستر کرے۔

۱۵۔ کسی شخص کو انتہائی مجبوری کے عالم میں حالتِ برہنگی میں نماز ادا کرنی پڑی۔ نماز کے بعد اس کو کپڑا مل گیا تو اس کا اعادہ نہیں۔ اس کی نماز ہو گئی۔

۳۔ استقبال قبلہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی اعمال کو جس طرح زمانی قید کا پابند ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح مکانی قید کا پابند ہونا ضروری ہے۔ پس عبادت کے لئے بھی کسی نہ کسی سمت کا تعین لازمی تھا۔ اسلام سے قبل بھی مختلف اقوام کے قبلے موجود تھے۔ مثلاً ستارہ پرست قطب شمالی کی طرف رُخ کرتے۔ اسی طرح آتش پرستوں کا قبلہ آگ اور آفتاب پرستوں کا قبلہ طلوع آفتاب کا مقام مشرق تھا۔

الہامی مذاہب میں وہ مساجد جن کو قبلہ کی حیثیت حاصل تھی ۲ دو تھیں۔ ایک مسجد حرام' دوسری مسجد اقصیٰ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ معظمہ میں رہے۔ اس طرح نماز ادا فرماتے رہے کہ یہ دونوں قبلے آپؐ کے سامنے ہوتے۔ تاہم مدینہ آنے کے بعد ایسا ممکن نہ تھا کیونکہ خانۂ کعبہ مدینہ کے جنوب میں واقع ہے اور بیت المقدس مدینہ سے شمالاً۔ آپؐ بیت المقدس ہی کی جانب رُخ کر کے نماز ادا کرتے۔ تاہم آپؐ کی آرزو یہی تھی کہ اسلام کا قبلہ خانۂ کعبہ قرار پائے۔ چنانچہ سورۂ بقرۃ میں تبدیلیٔ قبلہ سے متعلق احکام نازل ہوئے جہاں وضاحت کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام سمتوں کو محیط ہے وہ بے سمت ہے اس کو کسی مخصوص سمت سے کوئی علاقہ نہیں۔ اسی کے لئے مشرق و مغرب ہے۔ اس کے بعد مزید وضاحت کی گئی۔

"بے وقوف لوگ کہیں گے کہ ان کو (مسلمانوں کو) ان کے قبلہ سے کس نے ہٹا دیا جس پر وہ تھے۔ کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب دونوں خدا کے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے راستہ دکھاتا ہے۔"

سورۂ بقرۃ کے اس مضمون سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قبلہ کا کیا مقام ہے لیکن نماز کے

لئے یہ ضروری تھا کہ ایک مخصوص سمت میں ادا کی جائے کیونکہ اگر سمت کا تعین نہ ہوتا تو مختلف لوگ ایک ہی مسجد میں الگ الگ جہات میں نماز ادا کرتے اور انتہائی مضحکہ خیز شکل ہوتی۔ عبادت کی کوئی صوری یکسانیت قائم نہ رہتی پس قرآن کریم نے یہ سمجھانے کے بعد کہ

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط

تو جدھر رُخ کرے اُدھر ہی خدا کا منہ ہے

مسجد حرام کو قبلہ بنانے کا حکم دیا :۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ

پس تو اپنا منہ خانۂ کعبہ کی جانب پھیر اور تم لوگ جہاں بھی ہو اسی جانب منہ اپنے پھیرو

مسئلہ

۱۔ کعبہ صرف سمت ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

۲۔ خانۂ کعبہ کی عمارت کا نام قبلہ نہیں ہے بلکہ وہ فضا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص پہاڑ پر یا آبدوز وغیرہ میں یا کنوئیں میں قبلہ کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرے نماز ہو گئی۔

۳۔ اگر کوئی شخص مرض میں مبتلا ہے اور قبلہ کی جانب رُخ نہیں کر سکتا نہ ہی کوئی ایسا شخص ہے جو مریض کو سہارا دے کر قبلہ کی طرف رُخ کرائے یا سواری پر ہے اور یہ خوف ہے کہ سواری روکے گا تو قافلہ نظروں سے اوجھل ہو جائے گا یا کوئی شخص شریر جانور پر سوار ہو جو اس کو اترنے میں مانع ہے یا اگر وہ اُتر جائے گا تو سوار ہونے میں دشواری ہو گی وغیرہ ان تمام صورتوں میں یونہی ادا کرے ہاں اگر یہ ممکن ہو کہ سواری ٹھہر سکے اور بعد میں بہ آسانی سواری پر چڑھ جائے تو اس صورت میں سواری روک کر نماز ادا کرے۔

۴۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے مقام پہنچ جائے جہاں قبلہ کا تعیّن نہ کر پائے تو اس کو چاہیئے کہ وہ تحری کرے یعنی وہ غور و خوص کرے اور جہاں قبلہ ہونے سے متعلّق اس کے قلب میں اطمینان کی کیفیت پائی جائے۔ اسی جانب رُخ کر کے نماز ادا کرے۔

۵۔ ایک شخص نے سوچکر نماز ادا کی۔ بعد میں اس کو علم ہوا کہ تحرّی کے بعد اس نے جہاں رُخ کیا تھا وہ قبلہ نہ تھا۔ نماز ہوگئی دہرانا ضروری نہیں۔

۶۔ کسی شخص نے تحرّی کے بعد نماز شروع کی۔ دورانِ نماز اس کو قبلہ کا علم ہوتا ہے یا اس کی رائے بدل جاتی ہے تو یہ ضروری ہے کہ وہ فوراً گھوم جائے۔

۷۔ اگر کسی نمازی نے قصداً اپنا رُخ قبلہ کی سمت سے پھیر دیا، نماز ختم ہوگئی۔ اگر غیر ارادی طور پر پھر گیا تو اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ وقفہ تین تسبیح ادا کرنے سے زیادہ کا نہ ہو۔

۸۔ امام تحرّی کر کے نماز پہلے ہی سے ٹھیک سمت میں پڑھ رہا ہے تو اگرچہ مقتدی تحرّی نہ کرے اس کا اتباع کر سکتا ہے۔

۴۔ وقت

نماز کی چوتھی شرط وقت کی پابندی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

بے شک نماز ایمان والوں پر وقتِ مقررہ پر فرض کی گئی ہے

چونکہ انسان فطرتاً آرام و راحت پسند کرتا ہے۔ لہٰذا انسانی زندگی کو منظم بنانے کے لئے اس کے اوقاتِ کار بالجبر مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔ اسلام نے نماز کے سلسلہ میں دن میں پانچ اوقات مقرر کئے اور ان کی پابندی لازمی ٹھہرائی اس طرح نماز کے پابند افراد خود بخود اپنی زندگی کے امور کو باقاعدگی سے انجام دیتے ہیں۔

۵۔ نیّت

لغت میں نیّت کے معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔ کیونکہ ارادہ ہی کسی فعل کا محرّک ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمارے اعمال کی جزا یا سزا کا دارومدار نیّت ہی پر ہے۔ مذہبی امور تو بہرحال مذہبی امور ہیں دنیاوی معاملات میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر عمل اسی قدر قابلِ قبول ہوتا ہے جتنا کہ اس میں اخلاص پایا جائے۔ حضور انور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے نیّت کی اہمیت ان الفاظ میں بیان فرمائی :۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

اعمال کا دارو مدار نیّت پر ہے

نماز میں نیّت کے مسائل

۱۔ نیت میں زبان سے ادا کئے گئے الفاظ کی اہمیت نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے نمازِ ظہر کا ارادہ کیا اور اس کی زبان سے لفظ عصر نکل گیا، ظہر کی نماز ادا ہو گئی۔

۲۔ عربی ہی میں نیت کرنا ضروری نہیں، کسی دوسری زبان میں بھی ہو سکتی ہے۔

۳۔ اگر مقتدی یہ نیت کرے کہ جو نماز امام پڑھا رہا ہے وہ بھی ادا کر رہا ہے نماز ہو جائے گی۔

۴۔ نماز فرض کی صورت میں اتنی نیّت کافی نہیں کہ آج کے فرض ادا کر رہا ہوں بلکہ اس کا بھی تعین کرنا ہے کہ یہ کون سے فرض ہیں یعنی ظہر یا عصر وغیرہ۔

۵۔ نیّت میں رکعات کی تعداد کا تعین کرنا ضروری نہیں لیکن بہتر ہے کہ اس طرح کہے کہ چار رکعت ظہر یا ۲ رکعت فجر وغیرہ۔

۶۔ اگر کوئی شخص قضا نماز ادا کر رہا ہو تو اس طرح کہے میں فلاں دن کی فلاں نماز کی نیّت کرتا ہوں صرف قضا نماز کہدینا کافی نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی شخص پر صرف ایک ہی وقت کی نماز ہو تو وہ صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ قضا نماز جو میرے ذمہ ہے۔

۷۔ اگر کسی شخص کی بہت سی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور دن اور وقت ٹھیک سے یاد نہ ہوں تو پھر وہ نیت میں اس قسم کے الفاظ کہے کہ تمام نمازوں میں آخری قضا نماز جو میرے ذمہ ہے۔

۸۔ کسی شخص نے قضا نماز ادا کی نیت سے پڑھ لی یا پھر ادا نماز قضا کی نیّت سے پڑھی نماز ہو گئی۔ مثلاً ایک شخص ظہر کی نماز کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کو اندیشہ ہوا کہ وقت ختم ہو چکا ہے (اگرچہ وقت باقی ہے) اس نے قضا کی نیّت سے نماز پڑھی، نماز ہو گئی۔ اسی طرح اس کے برعکس صورت حال میں یعنی نماز کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ اس شخص کو یہ گمان ہوا کہ وقت باقی ہے اس نے ادا کی نیت سے نماز پڑھی نماز ہو گئی۔

۹۔ مقتدی کو نماز کے ساتھ اقتدا کی بھی نیّت کرنی ہے۔

۱۰۔ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا اقتدا کی نیت سے یہ کہے کہ جو نماز امام پڑھ رہا ہے وہی نماز میری ہے، نماز درست ہے۔

۱۱۔ جنازہ کی نماز کی نیت یہ ہوگی کہ نماز اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے اور دعائے مغفرت اس میت کے لئے ہے۔

۱۲۔ نماز بڑے خلوص سے شروع کی پھر نعوذ باللہ اس میں دکھاوا آگیا تو شروع نماز ہی کا اعتبار کیا جائے۔

۱۳۔ کوئی شخص خلوص سے نماز پڑھ رہا تھا کہ وہاں دوسرے لوگ آگئے اور اس کو خیال ہوا کہ نماز میں دکھاوے اور نماز کا عنصر نہ شامل ہو جائے تو اس صورت میں استغفار پڑھے اور نماز ادا کرے۔

صفتِ نماز

(۱) فرائض نماز

نماز کے فرائض سات ہیں :۔

۱۔تکبیر تحریمہ، ۲۔ قیام، ۳۔قرأت ، ۴۔ رکوع ، ۵۔سجدہ ، ۶۔ قعدۂ اخیرہ ۷۔خروج بضعہ ،

۱۔ تکبیر تحریمہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

۲۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

اور تو اپنے ربّ کی بڑائی بیان کر

۳۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ۔

اور اپنے ربّ کا نام لے کر نماز پڑھی

حق تعالیٰ کے نام سے نماز شروع کرنا ضروری قرار پایا۔ اس کے علاوہ اس سلسلہ میں

بہت سی ایسی احادیث ہیں کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے نماز کا آغاز فرماتے۔
اس کو تکبیر تحریمہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے وہ تمام امور جو نماز کے منافی ہیں۔ مثلاً
دکھانا، پینا، بولنا، وغیرہ) حرام ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے :۔

مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ
وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ

نماز کی کلید طہارت ہے اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل سلام ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کوئی شخص اللہ اکبر کے بجائے اس قسم کے کلمات کہے اَللّٰہُ اَجَلُّ۔ اَللّٰہُ کَبِیْرٌ۔
اَلرَّحْمٰنُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَعْظَمُ۔ اَللّٰہُ اِلٰہٌ۔ تو بھی نماز ہو گئی۔ مگر یہ تغیّر مکروہ ہے۔

۲۔ کوئی شخص تعجب کے اظہار کے لئے اللہ اکبر کہتا ہے اور پھر اسی سے نماز شروع کرتا ہے،
نماز نہیں ہوئی۔

۳۔ اسی طرح کوئی شخص اگر مؤذن کے الفاظ کے جواب میں اللہ اکبر کے کلمات کہتا ہے، اور پھر اسی تکبیر
سے نماز شروع کرتا ہے، نماز نہیں ہوگی۔

۴۔ وہ تمام نمازیں جن میں قیام فرض ہے ان میں تکبیر تحریمہ کے لئے بھی قیام فرض ہے۔ اب
اگر کسی شخص نے اللہ اکبر کے الفاظ اس وقت اپنی زبان سے ادا کئے کہ جب وہ
بیٹھا ہوا تھا پھر اس نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی، نماز نہیں ہوئی۔

۵۔ ایک شخص نماز باجماعت کے لئے گیا اور امام کو دیکھا کہ رکوع میں ہے، وہ شخص تکبیر تحریمہ کہتا
ہوا رکوع میں چلا گیا یعنی اس کی تکبیر اس وقت ختم ہوئی کہ جب ہاتھ رکوع کے لئے بڑھائے
تو گھٹنوں تک پہنچیں۔ یہ نماز نہیں ہوئی۔

۶۔ اگر کوئی شخص پہلی رکعت کا رکوع پا گیا ہے، تو تکبیر اولیٰ کا ثواب اس کو مل گیا۔

۲۔ قیام

نماز کا دوسرا فرض قیام ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا :۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ کے واسطے کھڑے ہو جاؤ خشوع و خضوع کے ساتھ

قیام کی کم از کم حد یہ ہے کہ اگر انسان ہاتھ پھیلائے تو اس کے گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں اور قیام کا مکمل درجہ یہ ہے کہ انسان سیدھا کھڑا ہو۔

قیام کے مسائل

۱۔ فرض۔ وتر۔ عیدین اور فجر کی سُنتوں میں قیام فرض ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے بغیر کسی عُذر کے یہ نمازیں بیٹھ کر ادا کیں تو نہیں ہوئیں۔

۲۔ اس کو عذر قرار نہیں دیا جاسکتا کہ کھڑے ہونے میں کچھ تکلیف ہوتی ہے بلکہ اس صورت میں قیام ساقط ہو جاتا ہے جبکہ انسان کھڑا ہونے پر قدرت نہ رکھتا ہو یا کھڑے ہونے پر زخم کے بہنے کا اندیشہ ہو یا کھڑے ہونے سے چوتھائی ستر کھل جائے یا وہ قرأت نہ کر پائے وغیرہ۔

۳۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کے سہارے سے کھڑا ہو سکتا ہے تو اس پر قیام فرض ہے۔

۴۔ اگر کوئی شخص تھوڑی دیر کھڑا ہو سکتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اتنی دیر نماز کھڑے ہو کر ادا کرے۔

۵۔ کوئی شخص سواری پر ہو اور کھڑا ہونا ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہے۔

۳۔ قرأت

نماز کا تیسرا فرض قرأت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

پڑھو تم جو آسان ہو قرآن سے

قرأت کا مفہوم یہ ہے کہ تمام حروفِ قرآنی مخارج سے ادا کرے کہ ایک حرف دوسرے حرف سے ممتاز ہو جائے اور جو شخص آہستہ نماز ادا کر رہا ہے تو بھی اتنا ہو کہ وہ خود سُنے۔ اگر اس نے اتنی آہستہ پڑھی کہ وہاں شور وغیرہ نہ ہونے کے باوجود بھی وہ خود نہ سُن سکا تو نماز نہ ہوئی۔

اگر کسی نے فرض کی تمام رکعتوں میں یا کسی ایک رکعت میں قرأت نہ کی تو نماز نہ ہوئی۔
اگر کوئی شخص صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے تو فرض ادا نہ ہوا۔
اسی طرح کسی شخص نے قرأت کرنے کی جگہ آیت کی ہجے کی۔ اس صورت میں بھی نماز نہیں ہوئی۔
مقتدی کے لئے کسی نماز میں قرأت کرنا درست نہیں کیونکہ اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے

۵۔ رکوع

رکوع کے لفظی معنیٰ جھکنے کے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ نماز میں جب دونوں ہاتھ پھیلائے جائیں تو گھٹنوں پر ٹک سکیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِرْکَعُوْ یعنی رکوع کرو۔
اگر کسی شخص کی کمر اس حد تک جھک گئی ہے کہ رکوع کو پہنچ جائے تو اس کو چاہیئے کہ رکوع کرنے کے لئے وہ اپنے سر سے اشارہ کرے۔

۶۔ سجدہ

سجدہ نماز کا پانچواں فرض ہے۔ اس کی فرضیت قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہوتی ہے۔
وَارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا
مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب اس حالت میں ہوتا ہے کہ وہ سجدہ میں ہو۔ لہٰذا اسے چاہیئے کہ وہ دعا زیادہ کرے۔

سجدہ کے مسائل

۱۔ ایک رکعت میں دو بار سجدہ ضروری ہے۔
۲۔ سجدہ پیشانی اور ناک کا زمین پر جمنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ پیر کی ایک انگلی کا زمین سے لگنا سجدہ کی شرط ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اس انداز سے سجدہ کرتا ہے کہ

اس کے دونوں پاؤں زمین سے اُٹھے رہے تو اس صورت میں اس کی نماز نہ ہوئی۔

۳۔ اگر کوئی شخص کسی عذر کے باعث پیشانی زمین پر نہیں جا سکتا تو صرف ناک سے سجدہ جائز ہے۔ یہ صاحبین کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ورنہ امام اعظمؒ کے نزدیک بغیر کسی عذر کے بھی صرف ناک سے سجدہ جائز ہے۔

۴۔ کسی شخص نے نرم چیز پر سجدہ کیا تو یہ ضروری ہے کہ پیشانی جم جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو سجدہ نہ ہو سکا۔

۵۔ کسی شخص نے بھیڑ کے باعث دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا۔ اگر وہ شخص نماز میں اس کا شریک ہو تو اس کا سجدہ ہو گیا ورنہ نہیں۔

۶۔ اگر بھیڑ کے باعث اپنی ران پر سجدہ کرنا پڑا تو جائز ہے۔ بلا عذر کے جائز نہیں۔

۶۔ قعدۂ اخیرہ

یعنی نماز کی تمام رکعتیں ادا کرنے کے بعد کم از کم اتنی دیر بیٹھے کہ تشہد پڑھے۔

ایک شخص قعدۂ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھا۔ بعد میں اس کو خیال آیا کہ سجدۂ تلاوت رہ گیا، یا نماز کا کوئی سجدہ رہ گیا تو اس کو چاہیئے کہ وہ سجدہ ادا کرنے کے بعد پھر تشہد پڑھنے کی مقدار کے برابر بیٹھے۔

اسی طرح سجدہ سہو کے بعد بھی تشہد پڑھنا واجب ہے۔

۷۔ خروج بصنعہ

یعنی نماز کو قصداً ختم کرنا اور اس سے باہر آنا۔

پہلے چھ فرائض تمام ائمہ کے نزدیک فرض ہیں لیکن جہاں تک ساتویں فرض کا تعلق ہے وہ صرف امام اعظم کے نزدیک فرض ہے۔

اگر کوئی نماز کے ارکان اطمینان سے ادا نہ کرے یا ان فرائض میں سے کوئی ایک رہ جائے تو نماز کو دوہرانا ضروری ہے کیونکہ کسی فرض کے فوت ہو جانے کی تلافی سجدۂ سہو سے نہیں ہوگی۔ ہاں اگر کسی فرض میں تاخیر ہو جائے تو سجدۂ سہو کیا جائے۔

(ب) واجباتِ نماز

واجباتِ نماز یہ ہیں :-

۱۔ تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر کہنا۔

۲۔ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا۔

۳۔ سورۃ کا ملانا یعنی ایک چھوٹی سورۃ یا تین چھوٹی آیات فرض کی ابتدائی دو۲ رکعتوں میں اور نفل و وتر کی تمام رکعتوں میں سورۃ ملانا واجب ہے۔

۴۔ نماز کے وہ امور جو بار بار آتے ہیں ان میں ترتیب قائم رکھنا۔

۵۔ نمازِ عیدین کی تکبیریں پڑھنا۔

۶۔ نمازِ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔

۷۔ قعدۂ اولیٰ۔

۸۔ دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا۔

۹۔ پہلی دو رکعتوں میں قرأت کا متعین کرنا۔

۱۰۔ لفظ سلام کہنا اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ فرض ہے۔

۱۱۔ تعدیلِ ارکان یعنی ٹھہر ٹھہر کر نماز کے ارکان ادا کرنا۔

۱۲۔ جہری نمازوں میں امام کو جہر سے قرأت کرنا اور سری نمازوں میں آہستہ۔

۱۳۔ اگر آیتِ سجدہ پڑھی ہو تو سجدۂ تلاوت کرنا۔

۱۴۔ اگر نماز میں سہو ہوا تو سجدۂ سہو کرنا۔

۱۵۔ جب امام قرأت کرے تو مقتدی کا خاموش رہنا۔

(ج) نماز کی سُنّتیں

مندرجہ ذیل امور نماز میں سُنّت کا درجہ رکھتے ہیں :-

۱۔ تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔

۲۔ مرد کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اور عورت کا اپنے سینہ پر ہاتھ باندھنا۔

۳۔ ثنا یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنا۔

۴۔ تعوذ اور تسمیہ کا آہستہ پڑھنا۔

۵۔ فرض کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

۶۔ آمین آہستہ سے کہنا۔

۷۔ رکوع اور سجدہ کے لئے اللہ اکبر کہنا۔

۸۔ رکوع میں گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا، رکوع میں مرد کے لئے حکم ہے کہ انگلیاں کشادہ رکھے اور عورت ایسا نہ کرے۔

۱۰۔ سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا۔ رکوع اور سجدہ میں تین بار تسبیح پڑھنا ادنیٰ درجہ ہے کیونکہ اگر اس سے کم پڑھا گیا تو سُنّت پوری نہ ہوگی۔ اس سے زیادہ تعداد میں پڑھنا بہتر ہے لیکن ضروری ہے کہ طاق اعداد میں ہو۔

۱۱۔ جب رکوع سے اُٹھے تو ہاتھوں کو لٹکا ہوا چھوڑ دے۔

۱۲۔ امام کا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنا اور مقتدی کا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا۔

۱۳۔ اور جو کوئی تنہا نماز ادا کرتا ہے۔ اس کے لئے دونوں کہنا سُنّت ہے۔

۱۴۔ سجدہ میں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا۔

۱۵۔ سجدہ میں پہلے گھٹنوں کا زمین پر ٹکانا پھر ہاتھ۔ پھر ناک اور پھر پیشانی اور سجدہ سے اٹھتے وقت اس کے برعکس کرنا۔

۱۶۔ مرد کے لئے بازوؤں کا کروٹوں سے اور پیٹ کا رانوں سے جُدا رکھنا۔

۱۷۔ عورت کے لئے سمٹ کر سجدہ کرنا یعنی بازو کروٹوں سے ملے ہوں۔ پیٹ رانوں سے اور رانیں پنڈلیوں سے۔

۱۸۔ تشہد پڑھتے وقت دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

۱۹۔ سجدہ میں انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا اور ملا ہونا۔

۲۰۔ تشہد میں کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

۲۱۔ قعدۂ اخیرہ میں دعا اور درود شریف پڑھنا۔

۲۲۔ نماز میں دُعا عربی زبان میں پڑھنا کیونکہ عربی کے علاوہ کسی زبان میں پڑھنا مکروہ ہے۔

۲۳۔ وقت سلام دائیں اور بائیں جانب منہ پھیرنا۔

۲۴۔ امام کے لئے فرشتوں اور مقتدیوں کے سلام کی نیت کرنا۔

۲۵۔ امام کے لئے دوسرا اسلام پہلے سلام کی نسبت آہستہ کہنا۔

(د) مستحباتِ نماز

نماز کے مستحبات مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ قیام کی حالت میں سجدہ گاہ کی طرف نظر کرنا۔

۲۔ اوّل سلام میں دائیں کاندھے کی جانب اور دوسرے میں بائیں کی جانب نظر کرنا۔

۳۔ تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کے لئے کپڑے سے باہر ہاتھ نکالنا لیکن عورت کے لئے کپڑے میں رکھنا بہتر ہے۔

۴۔ جماہی آئے تو منہ بند رکھنے کی کوشش کرنا۔

۵۔ کھانسی کو روکنے کی کوشش کرنا۔

۶۔ دونوں قدموں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا۔

مکروہاتِ نماز

مندرجہ ذیل امور کے باعث نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

۱۔ چادر کو سر یا کندھوں پہ ڈالنا اور اس کے کناروں کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ کُرتے وغیرہ کی آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالنا اور اسی طرح چھوڑ دینا۔

۳۔ کپڑے یا داڑھی یا جسم کے ساتھ کھیلنا۔

۴۔ انگلیاں چٹکانا۔ ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تو نماز میں ہو تو انگلیاں نہ چٹکا۔

۵۔ کمر پر ہاتھ رکھنا۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور انورصلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کمر پر نماز میں ہاتھ رکھنا جہنمیوں کی راحت ہے (یعنی یہ یہودیوں کا عمل ہے کیونکہ وہ جہنمی ہیں)۔

۶۔ نماز میں اِدھر اُدھر گردن پھیر کر دیکھنا۔ حضور انورصلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو حق تعالیٰ اپنی خاص رحمت کے ساتھ اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور جب وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے" اے بنی آدم! تو کس کی طرف التفات کرتا ہے؟ کیا مجھ سے کوئی بہتر ہے جس کی طرف التفات کرتا ہے؟" تو خدائے بزرگ و برتر اپنی اس خاص رحمت سے اس کو پھیر لیتا ہے بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نماز کے اندر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا" یہ اچک لینا ہے کہ بندہ کی نماز میں سے شیطان اچک لیتا ہے"۔

۷۔ آسمان کی طرف نظر کرنا۔

۸۔ کنکر ہٹانا لیکن سجدہ کرنے کے مقصد سے ہٹائے گئے کہ سجدہ کی جگہ نہ تھی تو اس صورت میں جائز ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں کنکر چھونے سے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا ایک بار،

۹۔ اگر کوئی شخص کاہلی اور سستی کے باعث ننگے سر نماز پڑھے تو مکروہ ہوگی لیکن اگر اس کا مقصد عاجزی کا اظہار کرنا ہے تو مکروہ نہیں۔

۱۰۔ کپڑے میں انسان اس طرح لپٹ جائے کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو۔

۱۱۔ اگر کسی کو بیت الخلا جانے کی حاجت ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ قضائے حاجت کے بعد نماز ادا کرے خواہ جماعت چلی جانے کا اندیشہ ہو۔ ہاں اگر یہ خیال ہو کہ قضا حاجت اور وضو کے بعد نماز وقت ختم ہو جائے گا تو پھر نماز پڑھ لے۔

۱۲۔ بلا عذر چار زانو بیٹھنا مکروہ ہے۔ اگر عذر کے باعث اس طرح بیٹھتا ہے تو پھر اجازت ہے۔

۱۳۔ بالوں کا لپیٹ کر جوڑے میں داخل کرنا صحاح کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کو نماز سے اس وقت منع کیا جب وہ بالوں کی سر پر باندھے تھا۔

۱۴۔ مرد کا سجدہ میں کلائیوں کو بچھا دینا بھی نماز کو مکروہ کر دیتا ہے۔

۱۵۔ امام کا کسی خاص آنے والے کی خاطر نماز کو طول دینا مکروہ ہے لیکن اگر نماز میں اس کی مدد کے لئے ایک دو تسبیح کے برابر طول دیا تو مکروہ نہیں۔

۱۶۔ مصلی کے سامنے قبر کا ہونا جبکہ نمازی اور قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔

۱۷۔ امام سے پہلے مقتدی کا رکوع اور سجدہ میں چلا جانا۔

۱۸۔ امام کا تنہا کسی بلند مقام پر ہونا اور نمازیوں کا نیچے ہونا۔ کیونکہ یہ اہلِ کتاب کے مشابہ ہے وہ امام کے لئے ایک اونچا مقام رکھتے تھے۔

۱۹۔ بلا ضرورت کھنکارنا۔

۲۰۔ کسی شخص کا ایسی صف کے پیچھے کھڑا ہو جانا جو کہ ابھی نامکمل ہے۔

۲۱۔ کوئی شخص جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کر صف میں داخل ہو۔ یہ مکروہ ہے۔

۲۲۔ کپڑے یا چادر کو اس طرح لپیٹنا کہ جس سے پورا چہرہ ڈھک جائے۔

۲۳۔ جو شخص بڑے لوگوں سے ملنے جائے تو عمدہ لباس پہنے اور نماز میں برے کپڑوں میں رہے تو یہ مکروہ ہے یعنی وہ دوسرے لوگوں کی عزت کرتا ہے اور نماز کی عزت نہیں کرتا

جبکہ وہ خدا کے دربار میں جا رہا ہے۔

۲۴۔ نماز میں آیتوں اور سورتوں وغیرہ کا انگلیوں پر شمار کرنا۔ کیونکہ اس طرح سے انگلیاں اپنی جگہ پر نہیں رہیں گی۔ (اگر نماز کے باہر انگلیوں پر شمار کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

۲۵۔ بلا عذر کسی چیز کو ٹیک لگا کر کھڑا ہونا۔ اگر عذر سے کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

۲۶۔ دورانِ نماز آنکھیں بند رکھنا مکروہ ہے لیکن اگر کھلی رکھنے سے خشوع و خضوع کی کیفیت نہ پائی جائے تو بند رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲۷۔ خانہ کعبہ اور مسجد کی چھت پہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۲۸۔ ان چیزوں کے سامنے جو توجہ مبذول کرائیں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

۲۹۔ تعوذ، تسمیہ، ثنا اور آمین کا زور سے پڑھنا مکروہ ہے۔

۳۰۔ نماز میں خاک کو دور کرنے کے لئے پیشانی کا زمین پر رگڑنا مکروہ ہے۔

۳۱۔ ایسا کپڑا پہن کر نماز ادا کرنا جس میں تصویر بنی ہو مکروہ ہے۔

۳۲۔ تصویر کا نمازی کے سامنے یا دائیں بائیں ہونا مکروہ ہے۔ پس پشت ہونے میں کراہیت کم ہے۔

۳۳۔ اگر تصویر فرش پہ ہے اور وہ فرش پہ سجدہ نہیں کرتا تو مکروہ نہیں۔

۳۴۔ اگر تصویر غیر جاندار مثلاً دریا، پہاڑ وغیرہ کی ہے تو مکروہ نہیں۔

۳۵۔ اگر تصویر کا سر کٹا ہوا ہو یا چہرہ کھرچ ڈالا گیا ہو یا تصویر اس قدر چھوٹی ہو کہ اعضا کی تفصیل نہ ملتی ہو تو مکروہ نہیں۔

۳۶۔ نماز میں انگڑائی لینا۔

۳۷۔ عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا۔

۳۸۔ مچھر یا جوں وغیرہ اگر تکلیف دے رہے ہوں تو پکڑ کر مارنے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔

۳۹۔ نماز میں سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا مکروہ نہیں کیونکہ حدیثِ نبوی میں آتا ہے:۔

"تم سانپ اور بچھو کو مار ڈالو اگرچہ تم نماز میں ہو"۔ اگر یہ عمل بار بار بھی دوہرایا جائے تو بھی حرج نہیں ہے۔

مفسدات نماز

مندرجہ ذیل امور نماز کو فاسد کر دیتے ہیں اور اس کا اعادہ لازم ہو جاتا ہے:۔

۱۔ دورانِ نماز کلام کرنا خواہ وہ قصداً ہو یا سہواً کلام میں کم یا زیادہ کا لحاظ نہیں بلکہ ایک لفظ نکالنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

۲۔ نماز میں عمداً یا سہواً کسی کو سلام کرنا۔ سلام کا جواب دینا یا سلام کی نیّت سے مصافحہ کرنا۔

۳۔ کسی مسرّت کی خبر سن کر جواب میں الحمدللہ کہا یا کوئی بُری خبر سُننے کے بعد اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ کہا تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو گئی۔

۴۔ دورانِ نماز اذان کا جواب دینا۔

۵۔ شیطان کا تذکرہ سُن کر اس پر لعنت کا اظہار کرنا۔

۶۔ نمازی کا اپنے امام کے علاوہ کسی کو لقمہ دینا۔

۷۔ امام کا اپنے مقتدی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا لقمہ لینا۔
(اپنے امام کو لقمہ دینا اور امام کا اس کو قبول کرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا)

۸۔ چھینک جماہی یا کھانسی وغیرہ میں اگر بحالتِ مجبوری کچھ حروف زبان سے نکلیں، تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۹۔ بغیر کسی عذر کے بلند آواز سے کھنکارنا۔

۱۰۔ قرآن شریف سے دیکھ کر نماز پڑھنا۔

۱۱۔ محراب وغیرہ میں جو آیات قرآنی لکھی ہوئی ہوں انہیں دیکھ کر پڑھنا۔

۱۲۔ کسی مرض کی تکلیف سے اُف کہنا یا درد تکالیف کے سبب رونا مفسد نماز ہے۔ البتہ اگر کوئی عذاب خداوندی کی آیات پڑھ رہا تھا اور دوزخ کے خوف سے رویا تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔

۱۳۔ سینہ کا قبلہ سے پھر جانا۔

۱۴۔ کوئی شخص کپڑے نہ ہونے کے سبب برہنگی کی حالت میں نماز ادا کر رہا تھا تو لباس کا ملجانا اس کی نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

۱۵۔ کسی شخص نے پانی نہ ملنے کے باعث تیمّم کیا اور بعد میں پانی مل گیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

۱۶۔ ناپاک جگہ پر بغیر کوئی چیز درمیان میں لائے سجدہ کرنا۔

۱۷۔ سجدہ میں ہاتھوں یا پاؤں وغیرہ کا ناپاک جگہ پر لگنا۔

۱۸۔ امام کا دورانِ نماز بے وضو ہو جانے کی صورت میں کسی ایسے شخص کو امام مقرّر کرنا جو امامت کا اہل نہ ہو۔ اس طرح تمام لوگوں کی نماز فاسد ہوگئی۔

۱۹۔ دانتوں میں کوئی کھانے کا ریزہ وغیرہ رہ گیا تھا۔ اس کو مصلّی نگل گیا اگر وہ چنے کی مقدار سے زیادہ ہے تو نماز فاسد ہوگئی۔

۲۰۔ نماز پڑھتے میں کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہوا تو نماز فاسد ہوگئی۔ ہاں اگر دورانِ نماز سواری سے اُتر آیا تو فاسد نہ ہوئی۔

۲۱۔ نمازی کا امام سے آگے بڑھ جانا۔

۲۲۔ نماز کا بلند آواز سے سُننا۔

۲۳۔ کسی ایک رکن کی ادائیگی کے وقت تین بار کھجانا مفسد نماز ہے، ایک بار کھجانا مکروہ ہے۔

۲۴۔ بے وضو یا بے ہوش ہو جانا۔

۲۵۔ کسی ایسے لباس کو پہن کر نماز ادا کرنا جس کی نجاست کی مقدار بقدر معاف سے زیادہ ہو۔

۲۶۔ بلا ضرورت دو صفوں کی مقدار کے برابر چلنا۔

۲۷۔ دانت سے خون نکلا جو تھوک پر غالب تھا یعنی نمازی کو حلق میں اس کا ذائقہ محسوس ہوا۔ نمازی اگر اس کو نگل گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

۲۸۔ سوار کا گھوڑے کو چابک مارنا۔

۲۹۔ عورت کا مرد کے برابر کھڑا ہونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ ہاں اگر مرد کسی بلند جگہ پر ہو اور عورت نیچی جگہ پر ہو تو اس صورت میں نماز ہو گئی۔

۳۰۔ امام کے لئے ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ سے قبل عورتوں کی نیت کرے۔ اگر درمیان میں کی تو عورت کی نماز نہ ہوئی۔

۳۱۔ کسی کی چھینک کے جواب میں نمازی کا یَرْحَمُكَ اللهُ کہنا۔

۳۲۔ نمازی کو چھینک آئی کسی نے یَرْحَمُكَ اللهُ کہا نمازی نے بغرض جواب آمین کہا تو نماز فاسد ہو گئی۔

۳۳۔ اگر کسی نے چار رکعتی نماز میں دو کے بعد سہواً سلام پھیرا تو اس کو چاہیئے کہ بغیر گفتگو کئے کھڑے ہو کر بقیہ نماز پوری کرے اور سجدۂ سہو ادا کرے۔

اذان اور اقامت

اذان نماز کے لئے اعلان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مؤذن کے اجر سے متعلق ارشاد فرمایا کہ مؤذن قیامت کے دن دراز گردن والے ہوں گے یعنی وہ اللہ کی رحمت کے بہت زیادہ امیدوار ہوں گے۔ دارمی و ابو داؤد کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "دو دعائیں نامقبول نہیں ہوتیں یا بہت کم رد ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ جو اذان کے وقت کی جائے اور دوسری جو جہاد کے وقت کی جائے۔"

پانچ فرض نمازوں کے لئے اذان سنّت موکدہ ہے۔ اذان نماز کے وقت سے آگاہی کے لئے ہے۔ لہٰذا اگر وقت سے پہلے اذان دیدی گئی تو وقت پر اس کا دوہرانا ضروری ہوگا۔

فرض نماز کے علاوہ نمازِ جنازہ، عید، وتر، چاشت وغیرہ کے لئے اذان نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص گھر میں نماز ادا کرے اور اذان نہ کہے تو اس میں حرج نہیں کیونکہ وہاں کی مسجد کی اذان کافی ہے۔

اسی طرح اگر گاؤں کی مسجد میں اذان و اقامت ہوتی ہے تو وہاں بھی گھر میں پڑھنے والے کیلئے وہی حکم ہے جو شہر میں گھر کے اندر پڑھنے والے کیلئے ہے یعنی مسجد کی اذان کفالت کرتی ہے۔

لوگوں نے مسجد میں جماعت ادا کی بعد میں پتہ چلا ہے کہ نماز فاسد ہوگئی تو وہ نماز دہرائیں لیکن اذان کا اعادہ نہیں ہوگا۔

عورتوں کا اذان یا اقامت کہنا مکروہ ہے اور اس کا اعادہ کرنا مستحب ہے۔ غلام، نابینا اور بے وضو کی اذان صحیح ہے۔

جمعہ کے دن نمازِ ظہر کے لئے اذان نہیں ہے۔

اذان کے دوران گفتگو کرنا ممنوع ہے۔ اگر ایسا کیا تو اذان کا اعادہ کرے۔

مؤذن کے لئے موسیقی کے لحاظ سے گا کر اذان دینا جائز نہیں۔

اگر اذان کے کلمات میں کسی کو مقدم یا مؤخر کر دیا تو اسی کو درست کرے۔ پوری اذان کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

مؤذن کو چاہیئے کہ اذان بلند مقام پر کھڑے ہو کر دے تاکہ زیادہ دور تک آواز جائے۔
جب مؤذن حیّ علی الصّلوٰۃ کے الفاظ ادا کرے تو دائیں جانب منہ کرے اور حیّ علی الفلاح کے الفاظ کی ادائیگی کے وقت بائیں جانب منہ کرے۔ مینار پر ہو تو حی علی الصلوٰۃ کے وقت دائیں طاق سے سر باہر نکال کر یہ الفاظ کہے اور حی علی الفلاح کے الفاظ بائیں طاق سے سر باہر نکال کر کہے۔
مرغ کی اذان کا اعتبار نہیں اس لئے کہ بعض مرغ نصف رات سے اذان دینا شروع کر دیتے ہیں۔
نماز فجر کے لئے اذان امام ابو یوسف اور امام شافعیؒ کے نزدیک آدھی رات سے درست ہے لیکن احناف کے نزدیک آدھی رات سے درست نہیں۔
قضا نماز کے لئے وقت کے بعد اذان کہنا درست ہے لیکن قضا نماز اگر مسجد میں پڑھے تو اذان نہ کہی جائے۔
مؤذن کو چاہیئے کہ اذان دیتے وقت قبلہ رخ ہو اور شہادت کی انگلیاں کانوں میں دے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو یہی حکم دیا تھا۔

اذان کے الفاظ

اذان کے الفاظ مقرر ہیں :-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَر

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ

حیّ علی الصّلوٰۃ حیّ علی الصّلوٰۃ

حیّ علی الفلاح حیّ علی الفلاح

اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ

نمازِ فجر کی اذان میں حی علے الفلاح کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کے

الفاظ ادا کرنا مستحب ہے۔

اقامت

فرض نماز شروع کرنے سے قبل اقامت کہنا سنّت ہے۔ اذان اور اقامت مردوں کے لئے کہنا سنّت ہے عورتوں کی نماز کے لئے یہ ضروری نہیں۔ اقامت بھی اذان کی طرح کہی جاتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں کلمات جلدی جلدی ادا کئے جائیں اور حی علے الفلاح کے بعد دوبارہ قدقامتِ الصلٰوۃ کہے۔ اقامت کہتے وقت نہ کان پر ہاتھ رکھے اور نہ انگلیاں۔

نمازِ فجر کی اقامت میں الصلوٰۃ خیرمن النوم کے الفاظ نہیں ہوتے۔

اقامت کہتے وقت آواز اتنی بلند ہو کہ حاضرین سن سکیں۔ اگر مؤذن نہ ہو تو دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے اور اگر مؤذن موجود ہو تو بھی کسی دوسرے شخص کو اقامت کی اجازت دے سکتا ہے۔

اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ ہونا چاہیے کہ اگر کوئی کھانا کھانے میں مشغول ہو تو فارغ ہو سکے۔

مغرب کی اذان کے بعد اقامت کے لئے اتنا وقفہ دیا جائے کہ تین آیات پڑھی جا سکیں۔

مسافر کو چاہیے کہ اذان اور اقامت دونوں کہے۔ اگر مسافر نے اقامت یا اذان اور اقامت دونوں کو ترک کیا تو مکروہ ہوگی۔

اذان اور اقامت کا جواب

جب اذان ہو اپنے تمام کام چھوڑ کر اسی کی طرف متوجہ ہو جائے اور اذان کا جواب اس طرح دے کہ مؤذن جن کلمات کو ادا کرے وہی یہ بھی کہے۔ البتہ حی علے الصلوٰۃ حی علے الفلاح کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ کہے۔

اقامت کا جواب بھی اسی طرح ہے سوائے اس کے کہ قدقامت الصلوٰۃ کے جواب میں

یہ کہے اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

نماز فجر کی اذان میں الصّلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں یہ الفاظ ادا کرے :۔

صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ۔

تو سچا ہے اور نیک ہے اور تو نے سچ کہا۔

امامت اور نماز باجماعت

اسلام نے نماز باجماعت کو فرض کر کے مسلمانوں کو تنظیم کی تربیت دی ہے۔اس لئے کہ نظم جماعت کے بغیر کوئی قوم قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر نظم ختم ہو گئی تو قومی زندگی کا شیرازہ انتشار اور پراگندگی کا شکار ہو جائیگا۔ امت مسلمہ کی تاریخ اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی اسی نماز سے قائم تھی اور جب اس فریضہ کی جانب سے غفلت برتی گئی تو ان کے نظم جماعت کی گرہ کھل گئی۔

امامت

احادیث نبوی میں جماعت کی بے انتہا فضیلت بیان کی گئی اور امامت کا مستحق ان لوگوں کو قرار دیا گیا جو دینداری، تقویٰ اور علم و فضل میں افضل ہوں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے اچھے لوگ اذان دیں اور قراء امامت کریں"۔

استحقاق امامت

امامت کا مستحق پہلے وہ شخص ہے جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو اور منکرات و نواہی سے گریز کرتا ہو۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جو قرآن کریم زیادہ پڑھتا ہو اور اگر اس میں برابر ہوں تو پھر وہ شخص جو تقویٰ میں زیادہ ہو یعنی شبہات تک سے اجتناب کرتا ہو۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جو اسلام لانے میں اوّل ہو اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ جو زیادہ معمر ہو۔ پھر وہ جس کے اخلاق بہت اچھے ہوں۔

اس کے بعد وہ جو نسبی اعتبار سے محترم ہو۔ ایک روایت ہے کہ قوم کی امامت وہ کرے جو فقہ میں سب سے زیادہ ہو۔

کس کی امامت مکروہ ہے

فاسق، شرابی، جواری، زنا کار وغیرہ کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور اس نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔

غلام، گنوار، اندھے، بدعتی اور مجہول النسب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

غلام کے پیچھے اس لئے مکروہ ہے کہ اس کو اپنے آقا کی خدمت سے فرصت نہیں کہ وہ نماز کے احکام سے واقفیت حاصل کر سکے۔

گنوار اکثر جاہل ہوتے ہیں۔

اندھے کے پیچھے نماز میں کراہیت کا سبب یہ ہے کہ وہ نجاست سے پرہیز نہیں کر سکتا۔

مجہول النسب کے پیچھے اس لئے مکروہ ہے کہ لوگ اس کو پسند نہیں کریں گے کیونکہ اس کے باپ کا علم نہیں۔

مندرجہ بالا صورتوں میں کراہیت اس وقت ہے کہ ان سے بہتر لوگ موجود ہوں۔ اگر یہی لوگ فقیہ زیادہ ہیں تو ان کی امامت مکروہ نہیں۔

نابالغ، دیوانے اور نشہ کرنے والے اور نہ عورتوں کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔

جس کے پاس ستر کے لائق لباس نہیں اس کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کے پیچھے ستر والوں کی نماز درست نہیں۔

نفل پڑھنے والوں کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی اور ایک فرض پڑھنے والے کے پیچھے دوسرے فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

معذور یا اشارہ سے پڑھنے والے کے پیچھے تندرست کی نماز درست نہیں۔

عورتوں کی جماعت جبکہ مرد امام نہ ہو مکروہ ہے اور اگر عورتوں کی جماعت قائم ہو تو خاتون امام مقتدیوں کے برابر کھڑی ہوں۔

جماعتی نماز کے فضائل

مختلف احادیث میں نماز با جماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "نماز با جماعت تنہا پڑھنے سے ستائیس درجہ افضل ہے"۔

طبرانی کی روایت ہے کہ اگر نماز با جماعت سے پیچھے رہ جانے والے کو یہ علم ہوتا کہ اس کیلئے کیا نقصان ہے تو وہ گھسٹتا ہوا حاضر جماعت ہوتا۔

ترمذی کی روایت ہے کہ جو کوئی چالیس دن با جماعت اس طرح نماز ادا کرے کہ اس کی تکبیر کوئی فوت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو آزادیاں لکھ دے گا۔ ایک آگ سے آزادی اور دوسری نفاق سے آزادی۔

امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا تھا کہ اگر راستہ میں کیچڑ ہو تو جماعت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپؒ نے فرمایا "لا احب ترکھا" میں اس کا ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث میں اس کی رخصت موجود ہے۔ یعنی اگر راستہ میں اس قدر کیچڑ وغیرہ ہو کہ نمازی کے دونوں جوتے تر ہو جائیں تو نماز اپنے مقام پر پڑھے۔

لنگڑا۔ معذور۔ اپاہج۔ بیمار جو مسجد تک نہ آسکتا ہو ایسے لوگ گھر پر نماز ادا کر سکتے ہیں۔

گاڑی چھوٹ جانے کا خوف ہو یا سخت آندھی بارش ہو یا راستہ میں سخت کیچڑ ہو تو اس صورت میں نماز گھر پر ادا کی جاسکتی ہے۔

مسائل

جماعت سنت مؤکدہ ہے اور اس کا درجہ واجب کے قریب ہے۔

عاقل۔ بالغ۔ آزاد۔ مرد اور جو مسجد تک آنے پہ قادر ہو اس پر جماعت واجب ہے۔

تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے اور رمضان کے مہینہ میں وتر کا با جماعت پڑھنا مستحب ہے۔

صفیں مل کر کھڑی ہوں کہ درمیان میں جگہ نہ رہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں اس طرح صفیں باندھتے ہو جیسے فرشتے اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔ عرض کی

ملائکہ اپنے ربّ کے حضور کس طرح صفیں باندھتے ہیں؟ فرمایا اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر پہلی صف میں جگہ رہ گئی ہو تو نئی صف نہ بنائے امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جو صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا اور جو کوئی صف کو قطع کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو قطع کرے گا۔"

اگر امام کی نماز میں فساد پایا جائے تو مقتدیوں کو بھی دوبارہ نماز پڑھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ جب امام کی نماز نہیں ہوتی تو مقتدیوں کی نماز بھی نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:۔

"جب کوئی شخص کسی نماز کی امامت کر چکا، بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ وہ بے وضو تھا یا ناپاک تھا تو وہ اپنی نماز دہرائے اور مقتدی بھی دہرائیں۔"

امام کو مختصر نماز پڑھانا چاہیئے کیونکہ جماعت میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے:۔

"جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو اسے تخفیف کرنا چاہیئے کیونکہ جماعت میں کمزور ضعیف بیمار اپاہج ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔"

مرد کا اقتداء عورت کے ساتھ درست نہیں اس لئے کہ حدیث میں عورتوں کو آخری صف میں جگہ دینے کو کہا گیا۔

اس کے علاوہ خواتین کے لئے گھر میں ہی نماز بہتر ہے۔ حدیث میں ہے کہ عورت کی نماز گھر کے صحن سے بہتر ہے کمرے میں اور کمرے سے بہتر ہے تہہ خانے میں۔

جوان عورتوں کے لئے ہر نماز میں اور بوڑھی عورتوں کے لئے ظہر اور عصر میں آنا منع ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو اس طرح نکلنے سے منع کرتے تھے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں نکلا کرتی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا بنی اسرائیل پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی تھی جب تک ان کی عورتوں نے مسجد کی راہ میں زیب و زینت کا اظہار نہ کیا تھا۔

اگر عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گئی اور امام نے اس کی امامت کی نیت کر لی تو مرد کی نماز فاسد ہو گئی اور اگر امام نے اس عورت کی نماز کی نیت نہیں کی تو اس صورت میں عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر مقتدی صرف ایک ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو جائے لیکن اگر زیادہ ہوں تو امام آگے بڑھ جائے۔

اگر صرف دو اشخاص نماز پڑھ رہے ہوں اور انہوں نے امام کے پیچھے یا بائیں جانب ہو کر پڑھی تو نماز درست ہوگی لیکن سنّت کی مخالفت کے باعث وہ گنہگار ہوں گے۔

اگر مقتدی نے امام سے قبل سجدہ کر لیا لیکن اس کے سر اُٹھانے سے قبل امام بھی سجدہ میں آگیا تو سجدہ ہو گیا لیکن مقتدی کو ایسا کرنا درست نہیں۔ یعنی امام کی پیروی ضروری ہے۔

نمازِ وتر

نمازِ وتر واجب ہے اور اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً إِلٰى صَلٰوتِكُمْ وَهِيَ الْوِتْرُ

بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری نمازوں میں ایک نماز کو زیادہ کیا اور وہ وتر ہے۔

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون ملتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی جو سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ وتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عشا اور طلوعِ فجر کے درمیان رکھا ہے۔"

ایک حدیث میں آتا ہے "وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔"

ان احادیث کے مضمون کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نمازِ وتر واجب ہے۔ یہاں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک وتر سُنّت ہے۔ اس کی دلیل انہوں نے اس روایت کو بنایا جس میں یہ مضمون ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم وتر سواری پر پڑھتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے۔

عذر کے باعث فرض نماز بھی سواری پر جائز ہو جاتی ہے پھر یہ صرف ایک واقعہ ہے۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرتؐ عام طور پر وتر سواری پر پڑھتے تھے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ واقعہ (یعنی آنحضرتؐ کا وتر سواری پر ادا فرمانا) وتر واجب ہونے سے پہلے کا ہو کیونکہ حضرت ابراہیم نخعی کی روایت موجود ہے کہ صحابۂ کرام اور نمازیں سواری پر پڑھ لیتے مگر وتر اور فرض کی ادائیگی کے لئے زمین پر اترتے تھے۔

نماز وتر کی تین رکعتیں ہیں جو ۲ دو قعدوں کے ساتھ ادا کی جائیں گی۔ جیسا کہ نمازِ مغرب میں کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص وتر میں دُو رکعت کے بعد تشہد پڑھنے کے بجائے بھول کر کھڑا ہو گیا تو آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں کانوں تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے پھر ہاتھ باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھے۔ اس کے بعد عام نمازوں کی طرح نماز مکمل کرے۔ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے۔

وتر کی تین رکعتیں احناف کے نزدیک ایک سلام سے ہیں اور شوافع کے نزدیک ۲ دو سلام سے اسے ادا کیا جائے احناف نے حضرت عائشہؓ کی اس روایت کو دلیل بنایا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تین رکعت وتر پڑھتے تھے ایک سلام سے۔

اس کے علاوہ اس مضمون کی حدیث بھی موجود ہے۔ وتر حق ہے ہر مسلمان پر جو شخص چاہے وتر پڑھے۔ پانچ رکعتوں کے ساتھ یا تین رکعتوں کے ساتھ یا ایک رکعت کے ساتھ۔

غرض دونوں جانب حدیثیں موجود ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ تین رکعتیں پڑھے۔ اس لئے کہ تین رکعتوں کا ثبوت نماز مغرب سے ملتا ہے اور پانچ اور ایک رکعت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

دعائے قنوت آہستہ پڑھے خواہ وہ امام ہو یا مفرد

جو دعائے قنوت نہ پڑھ سکے وہ یہ دعا پڑھے :-

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے ربّ تو ہمیں دُنیا اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اگر بھول کر پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو تیسری میں پھر پڑھے۔

وتر کے علاوہ اور کسی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا درست نہیں لیکن شوافع کے نزدیک فجر کی آخری رکعت میں قنوت پڑھی جائے۔

شافعی کے پیچھے حنفی وتر پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرے اور جب امام تیسری رکعت میں رکوع سے قبل قنوت پڑھے تو امام کے ساتھ یہ بھی پڑھے لیکن نمازِ فجر میں شافعی امام اگر قنوت پڑھ رہا ہے تو حنفی خاموش سُنتا رہے۔

بعض کے نزدیک حنفی کا شافعی امام کے پیچھے نماز وتر ادا کرنا درست ہے اور بعض کے نزدیک نہیں کیونکہ شوافع کے ہاں وتر سُنّت ہے اور احناف کے ہاں واجب ہے اور سُنّت پڑھنے والے کے پیچھے واجب پڑھنے والے کی اقتدا درست نہیں ہے۔

جس شخص کو اپنی بیداری پر یقین ہے وہ آخر شب میں وتر پڑھے ورنہ عشاء کے بعد پڑھے۔

رمضان شریف کے علاوہ عام دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھے۔

وتر کی نماز قضا ہوگی تو قضا واجب ہے۔

نماز تراویح

تراویح کی بیس رکعتیں رمضان میں عشا کے بعد اور وتر سے قبل پڑھی جائیں گی۔ تراویح کے معنی راحت کے ہیں۔ ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا مستحب ہے۔ اس طرح کل پانچ ترویحے ہیں۔ ایک ترویحہ میں دو سلام ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی اور اس کو پسند فرمایا۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی تو ان کے ساتھ اور لوگوں نے بھی پڑھی۔ پھر دوسری رات بہت لوگ جمع ہوئے۔ پھر تیسری رات آپؐ باہر تشریف نہ لائے۔ صبح ہوئی تو آپؐ نے بتایا کہ میں اس واسطے باہر نہیں نکلا کہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرضیت کے خوف سے باہر تشریف نہ لائے۔ پھر آپؐ کی وفات سے یہ خوف نہیں رہا۔ لہٰذا تراویح سُنّت ہوگئی۔ چنانچہ تمام صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ ایک رات مسجد میں تشریف لائے اور آپ نے دیکھا کہ لوگ نماز ادا کر رہے ہیں لیکن کوئی تنہا ہے کسی کے ساتھ چند ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا: "میں مناسب سمجھتا

ہوں کہ ان سب کو ایک امام کے تحت جمع کر دوں"۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے سب کو حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت میں اکٹھا کر دیا۔ دوسرے دن جب حضرت عمرؓ تشریف لائے اور انہوں نے دیکھا کہ سب لوگ ایک امام کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں تو انھوں نے یہ الفاظ ادا فرمائے :۔

نِعْمَةِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ

یہ ایک اچھی بدعت ہے

صحابہ کرام نے اس پر مداومت فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے :۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ اَصْحَابِيْ

میری اور میرے صحابہ کی سنّت کو لازم پکڑو

اس کے علاوہ ایک حدیث میں یہ مضمون ملتا ہے :۔

"اللہ نے تم پر فرض کیئے روزے رمضان کے اور سنّت کیا قیام"۔

جمہور کا مذہب یہی ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔ اس سلسلہ میں متعدد روایات موجود ہیں۔ مؤطا کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئس رکعتیں پڑھا کرتے تھے (یعنی بیس تراویح کی اور تین وتر کی)۔

نماز تراویح کی جماعت سنّت کفایہ ہے۔ یعنی اگر محلہ کی مسجد میں جماعتِ تراویح ہوتی ہے اور کوئی شخص گھر میں پڑھے تو درست ہے لیکن اگر کوئی بھی جماعت سے نہ پڑھے تو گنہگار سب ہوں گے۔

تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔ اگر کسی شخص کی کچھ رکعتیں رہ گئیں اور امام وتر کو کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں وتر پڑھے اور باقی رکعتیں بعد میں مکمل کر لے۔

تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔

تراویح میں ایک بار قرآن کریم ختم کرنا سنّت ہے۔ اگر قرآن کریم پہلے ختم کر لیا تو بھی تراویح آخر رمضان تک پڑھتے ہیں۔

تراویح کی بیس رکعتیں دس سلام سے پڑھی جائیں۔ یعنی ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے۔ ہر دو رکعت کی ایک نیّت کی جائے اور اگر بیس رکعتوں کی ایک ساتھ نیّت کر لی تو بھی

جائز ہے۔

تراویح مسجد میں با جماعت پڑھنا بہتر ہے۔

نابالغ کے پیچھے بالغ کی تراویح درست نہیں اگر کوئی بلا عذر بیٹھ کر تراویح پڑھے تو یہ مکروہ ہے۔

مقتدی کا قرأت کے وقت بیٹھنا اور رکوع کے لئے جب امام کھڑا ہو تو اس کا کھڑا ہو جانا مکروہ ہے کیونکہ قرآن کریم نے منافقین کے لئے یہ فرمایا کہ وہ نماز کے لئے کسلمندی سے اُٹھتے ہیں:۔

وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى

اور جب وہ کھڑے ہوتے ہیں نماز کے لئے کسلمندی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں

رمضان شریف میں وتر بھی جماعت سے پڑھے جائیں خواہ اسی امام کے پیچھے یا کسی دوسرے امام کے پیچھے کہ ایک ہی امام نماز وتر اور تراویح پڑھائے یا نماز ایک اور تراویح دوسرا۔ دونوں صورتیں درست ہیں حضرت عمرؓ نماز عشاء اور نماز وتر کی امامت فرماتے تھے اور حضرت ابی بن کعبؓ تراویح کی امامت فرماتے تھے۔

اگر کسی شخص نے عشاء کی سُنتوں پر سلام نہ پھیرا اور انہی سُنتوں میں تراویح کی سُنتیں ملا دیں تو اس کی تراویح کی نماز نہیں ہوئی۔

اگر ایک شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ لی اور تراویح الگ پڑھی تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے یہ درست ہو گا لیکن اگر عشاء جماعت سے نہیں پڑھی تو وتر جماعت سے نہ پڑھے (خواہ اس نے تراویح با جماعت ادا کی ہو)

اگر کوئی امر تراویح میں فساد کا باعث ہو تو جتنا قرآن کریم ان رکعتوں میں پڑھا گیا ہے اس کا اعادہ کیا جائے۔

نماز تراویح میں قرأت کے دوران ایک بار بسم اللہ جہر سے پڑھی جائے اور بعد کی سورتوں میں آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ فرضِ کفایہ ہے۔ یعنی اگر ایک شخص نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو گئے اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گنہگار ہوئے۔

نماز جنازہ میں دو قسم کی شرائط ہیں:۔

اوّل وہ جو نماز پڑھنے والے سے متعلق ہیں۔

دوم وہ جو میت سے متعلق ہیں۔

اوّل الذکر شرائط نماز جنازہ میں بھی وہی ہیں جو دوسری نمازوں میں یعنی طہارت، سترِ عورت، قبلہ رُخ ہونا وغیرہ لیکن ایک چیز زیادہ ہے۔ یعنی موت کی خبر ہونا۔ البتہ وقت یہاں پر شرط نہیں۔ جس طرح کہ دوسری نمازوں میں یہ شرط ہے جیسے اگر ظہر کا وقت نہیں ہوا تو نمازِ ظہر بھی نہیں۔

وہ شرائط جو میت سے متعلق ہیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ میّت کا مسلمان ہونا یعنی غیر مسلم کی نماز جنازہ نہیں ہوگی اگر چھوٹے بچہ کے ماں باپ، دونوں یا ایک مسلمان ہے تو وہ مسلمان ہے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

۲۔ میّت کا پاک ہونا یعنی میّت کو غسل دیا گیا ہو اور اس کو پاک کفن پہنایا گیا ہو اگر بغیر غسل دیئے نماز جنازہ پڑھی تو نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھی جائے گی۔

۳۔ جنازہ کا وہاں موجود ہونا۔ لیکن اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

۴۔ جنازہ زمین پر رکھا ہو۔

۵۔ جنازہ نمازیوں کے آگے قبلہ رُخ ہو۔

۶۔ میّت کے ان اعضاء کا چھپانا جن کا چھپانا فرض ہے۔

نمازِ جنازہ کے ارکان

نمازِ جنازہ میں دو باتیں فرض ہیں:۔

۱۔ چار تکبیریں۔

۲۔ قیام

یعنی اگر بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھی تو نہیں ہوئی۔

نمازِ جنازہ میں تین امور سنتِ مؤکدہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

۱۔ ثناء ۲۔ درود ۳۔ دعائے مغفرت

نمازِ جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور پھر ناف پر ہاتھ باندھ لے۔ اس کے بعد ثنا پڑھے۔ یعنی

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ

پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اگر اس کے علاوہ بھی کوئی درود پڑھ لیا تو کوئی حرج نہیں تاہم بہتر یہ ہے کہ اسی نماز کا درود شریف ہو۔

پھر ہاتھ اٹھائے بغیر اللہ اکبر کہے اور دعائے مغفرت پڑھے۔

اگر مقتدی کو دعائیں یاد نہ ہوں تو وہ آمین کہے۔

اگر جنازہ بالغ مرد یا عورت کا ہو تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ۔

اے اللہ ہمارے زندہ اور مُردوں، حاضرین و غائبین، مَردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما دے۔ اے اللہ ہم سے جسے تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے تو مارے اسے ایمان پر موت دے۔

اگر جنازہ نابالغ لڑکے کا ہو تو اس صورت میں یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا۔

اے اللہ تعالیٰ تو اس کو ہمارے لئے باعثِ نجات بنا اور اس کی جدائی کی مصیبت

ہمارے لئے اجر اور ذخیرۂ آخرت بنا اور اس کو ہمارے شفاعت کرنے والا اور شفاعت قبول کیا ہوا بنا۔

اگر جنازہ نابالغ لڑکی کا ہو تو دعا یہی ہوگی صرف اتنی تبدیلی کے ساتھ کہ اَجْعَلْهُ کی جگہ اَجْعَلْهَا کہا جائے گا اور شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا کی جگہ شَافِعَةً مُشَفَّعَةً کہا جائے گا۔

اس کے بعد چوتھی تکبیر ہے۔ چوتھی تکبیر کہے اور ہاتھ کھول دے اور سلام پھیرے۔ سلام میں میّت، انسانوں اور فرشتوں کی نیّت کی جائے۔

بعض لوگوں کی نمازِ جنازہ نہیں

اگرچہ نماز ہر مسلمان کے لئے ہے۔ خواہ وہ کیسا ہی گنہگار کیوں نہ ہو۔ حتّٰی کہ خودکشی کرنے والے کی بھی نمازِ جنازہ ہے اور اس کی بھی جو رجم کیا گیا اور مارا گیا لیکن چند لوگوں کے لئے نمازِ جنازہ نہیں ہے۔

۱۔ وہ باغی جس نے امام برحق کے خلاف ناحق بغاوت کی ہو اور اس بغاوت میں مارا جائے۔

۲۔ جنہوں نے اپنے والدین کو مار ڈالا ہو۔

۳۔ ڈاکو جو ڈاکہ ڈالنے میں مارا جائے۔

۴۔ جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اسی حالت میں مارا گیا۔

نمازِ جنازہ کے متفرّق مسائل

۱۔ نمازِ جنازہ میں قرآن کریم یا تشہد وغیرہ پڑھنا منع ہے۔

۲۔ نمازِ جنازہ میں امامت حاکم پھر قاضی پھر امام پھر ولی کرے اور ولی کی اجازت سے کوئی دوسرا شخص بھی نماز پڑھا سکتا ہے۔

۳۔ اگر میّت نے وصیّت کی کہ فلاں شخص میری نماز جنازہ پڑھائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔

۴۔ نماز جنازہ میں تین صفیں بنائی جائیں کیونکہ حدیث میں مضمون ملتا ہے کہ جس شخص کی نماز تین صفوں نے پڑھ لی اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

۵۔ جنازہ میں پچھلی صف کو تمام صفوں پر افضلیت حاصل ہے۔

۶۔ اگر کئی جنازے ہوں تو ان کی نماز ایک ساتھ پڑھی جا سکتی ہے۔ یعنی ایک ہی میں سب کی نیت کرے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ الگ الگ پڑھائی جائے اور پہلے اس کی پڑھائی جائے جو افضل ہو۔

۷۔ اگر کئی جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھائی جائے اور جنازے آگے پیچھے ہوں تو ان میں جو افضل ہو وہ امام کے قریب ہو۔

۸۔ اگر نمازِ جنازہ میں امام بے وضو ہو گیا تو کسی کو اپنا خلیفہ بنا سکتا ہے۔

۹۔ جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا تو اگر نماز جمعہ سے قبل تجہیز و تکفین کا انتظام ہو سکے تو پہلے ہی کر لیں۔ نماز جمعہ تک تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

۱۰۔ مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں۔

۱۱۔ بچہ اگر زندہ پیدا ہوا تو اس کے لئے غسل اور نماز جنازہ ہے اور اگر پیدا ہی مردہ ہوا ہو تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

۱۲۔ اگر کوئی شخص بغیر نماز کے دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے اور ابھی مٹی نہیں دی ہے تو نکال کر پڑھی جائے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک انصاری عورت کی نماز پڑھی اور وہ دفن ہو چکی تھی۔

نمازِ جمعہ کا بیان

یوم الجمعہ کے فضائل

اس سے قبل کہ نماز جمعہ کے مسائل بیان کئے جائیں یہ ضروری ہے کہ یوم الجمعہ کے فضائل پیش کر دیئے جائیں۔ احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس دن کی بے انتہا فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہاں پر ہم مشہور احادیث کو بیان کرتے ہیں۔

۱۔ ایک متفق علیہ حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد

فرمایا جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اگر اس وقت مومن اپنے رب سے بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے عطا فرماتا ہے (وہ گھڑی کون سی ہے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے) لہٰذا مومن کو چاہیئے کہ جمعہ کے دن خاص طور پر ذکر و عبادت میں مشغول رہے۔

۲۔ ابنِ ماجہ کی روایت ہے کہ حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجو کہ فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور درود پڑھنے والے کا درود پیش کرتے ہیں۔

۳۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے قبر کے فتنے سے محفوظ فرمائے گا۔

۴۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ جو کوئی جمعہ کے دن غسل کرے، خوشبو استعمال کرے اور پھر نماز کو نکلے اور دو آدمیوں کو ہٹا کر درمیان میں نہ بیٹھے اور خطبہ خاموشی سے سننے میں محو ہو جائے تو حق تعالیٰ آئندہ جمعہ تک کے اُس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

۵۔ طبرانی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جو اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک ہوں اور تین دن زیادہ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک نیکی کا اجر دس گنا بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔

۶۔ بیہقی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جمعہ کی شب روشن شب ہے اور جمعہ کا دن چمکدار دن ہے۔

۷۔ دارمی کی روایت ہے کہ جو کوئی جمعہ کی شب سورہ کہف کی تلاوت کرے گا۔ اُس کے لئے اس مقام سے خانہ کعبہ تک نور ہو گا۔

ترکِ جمعہ پر وعید

جس شخص پر جمعہ فرض تھا اور وہ جمعہ کی نماز کو نہ گیا اُس کے لئے احادیث میں وعید آئی ہے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تین جمعہ اپنی سستی اور کاہلی کے باعث چھوڑے

گا اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔

۲۔ طبرانی کی ایک روایت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ جمعہ سے پیچھے رہ گئے ہیں جا کر اُن کے گھروں کو جلا دوں۔

جمعہ کی فرضیت

جمعہ فرض ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔ قرآنِ مجید و فرقانِ حمید میں اللہ تبارک و تعالیٰ

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥

ترجمہ:۔ "اے مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو حق تعالیٰ کے ذکر کی جانب دوڑو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔"

نمازِ جمعہ فرض ہونے کی شرائط

نمازِ جمعہ فرض ہونے کی چند شرائط ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی نہ پائی گئی تو فرض نہیں ہوا۔

۱۔ شہر میں مقیم ہونا۔ یعنی مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔

۲۔ صحت مند ہونا۔ یعنی بیمار پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ بیمار سے مراد ایسا شخص ہے جو نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد تک نہ پہنچ سکے۔ اسی طرح ایسے تیماردار پر بھی جمعہ واجب نہیں جس کے چلے جانے سے مریض کو دشواری ہو۔

۳۔ آزاد ہونا۔ یعنی غلام پر جمعہ واجب نہیں لیکن ملازم وغیرہ پہ لفظ غلام کا اطلاق نہیں ہوگا۔

۴۔ مرد ہونا۔ عورت پر جمعہ نہیں ہے۔

۵۔ بالغ ہونا۔ نابالغ پر جمعہ نہیں ہے۔

۶۔ عاقل ہونا۔ دیوانے اور مجنوں پر جمعہ نہیں ہے۔ (جہاں تک ان دو شرائط یعنی عقل اور بلوغ کا تعلق ہے، یہ صرف جمعہ کے لئے نہیں بلکہ ہر عبادت کی فرضیت کے لئے یہ شرائط لازمی ہیں)۔

۷۔ آنکھ کا سلامت ہونا۔ یعنی نابینا شخص پر جمعہ نہیں۔ ہاں ایسا شخص جو نابینا ہونے کے باوجود بآسانی مسجد تک پہنچ سکے، اس پر جمعہ واجب ہے۔

۸۔ ٹانگ کا سلامت ہونا۔ یعنی ایسا اپاہج شخص کہ جو چلنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ مثلاً فالج کا اثر ہے یا پاؤں کٹ گیا ہے وغیرہ اس پر جمعہ نہیں۔ ہاں اگر مسجد تک آ سکے تو اس پر جمعہ فرض ہے۔

۹۔ ماحول کا پُرامن ہونا۔ یعنی اگر یہ ڈر ہے کہ باہر نکلے تو قتل کر دیا جائے گا یا قید ہو جائے گا تو اس صورت میں جمعہ واجب نہیں۔

۱۰۔ قیدی نہ ہونا۔

نمازِ جمعہ کے قائم ہونے کی شرائط

۱۔ شہر ہونا خواہ شہر کا کنارا ہو۔

شہر کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے اس سلسلہ میں یہ کہا کہ شہر اس کو کہا جائے گا کہ جہاں حاکم موجود ہے کہ جو شریعت کے احکام کا نفاذ کر سکے اور حدود قائم کرے۔ بعض کے خیال میں شہر وہ مقام ہے کہ جب وہاں کے لوگ جمع ہوں تو اس علاقہ کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں۔

موسم حج میں منٰی میں جمعہ پڑھا جائے گا جبکہ وہاں امیرِ حجاز موجود ہو۔ حج کے علاوہ وہاں جمعہ نہیں ہو سکتا اور عرفات میں کسی زمانہ میں بھی جمعہ درست نہیں۔

اگر کوئی دیہات کا مکین شہر آیا اور اس کا یہ خیال ہے کہ جمعہ کے دن یہیں قیام کرے گا تو اس صورت میں اس پر جمعہ فرض ہے۔

شہر میں ایک سے زیادہ مقامات پر بھی جمعہ ہو سکتا ہے لیکن بلاضرورت متعدد مقامات پر جمعہ قائم نہیں کرنا چاہیئے۔

(امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شہر میں دو جگہ جمعہ درست نہیں۔ مگر امام محمدؒ کے نزدیک درست ہے)

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ بادشاہ یا اُس کا نائب موجود ہو۔

حاکم عادل ہو یا غیر عادل جمعہ قائم کر سکتا ہے۔

اگر حاکم کا انتقال ہوگیا، یا وہ شہر میں موجود نہیں ہے تو اس کا نائب ہونا کافی ہے۔

۳۔ ظہر کا وقت ہونا۔ یعنی اگر ظہر کے وقت سے پہلے یا زوالِ آفتاب کے بعد جمعہ پڑھا تو وہ درست نہیں۔ اسی طرح اگر لوگ نماز ادا کر رہے تھے کہ دورانِ نماز عصر کا وقت آگیا تو جمعہ باطل ہوگیا۔ لہٰذا اب ان لوگوں کو ظہر کی قضا نماز ادا کرنی چاہیئے۔ بس وقت کا مطلب یہی ہے کہ نماز جمعہ پوری ظہر کے وقت میں ہو جائے۔

۴۔ خطبہ ہونا۔ نماز جمعہ کے لئے چوتھی شرط یہ ہے کہ نماز سے قبل خطبہ پڑھا جائے، جو ظہر کے وقت میں ہو اور جن لوگوں کے سامنے پڑھا جائے اُن کی کم از کم اتنی تعداد ہو کہ جماعت کا اطلاق ہوتا ہو۔ (یعنی خطبہ پڑھنے والے کے علاوہ تین[۳] اشخاص کا ہونا)۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مختصر خطبہ اور صاحبین کے نزدیک طویل خطبہ پڑھا جانا چاہیئے۔ امام شافعیؒ کے خیال میں دو خطبے ہوں جن میں اوّل خطبہ قرأت کے طور پہ ہو اور دوسرا خطبہ بحیثیت دُعا ہو۔

خطبہ دراصل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ لہٰذا اگر ایک بار بھی الحمدللہ یا سبحان اللہ کہا گیا تو فرض ادا ہوگیا۔ لیکن صرف اتنا کہنا مکروہ ہے۔

سُنّت یہی ہے کہ دو مختصر خطبے پڑھے جائیں۔ اوّل حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی ہو۔ پھر پہلے خطبہ میں پند و نصائح اور دوسرے میں مومنین کے لئے دعا ہو۔

جب امام خطبہ پڑھے تو تمام لوگ اُسی طرف متوجہ ہوں۔ اس وقت تمام اُمور حرام ہیں۔ حتیٰ کہ نماز بھی منع ہے، سوائے نماز فائتہ کے اور وہ بھی صرف اہلِ ترتیب کے لئے درست ہے۔

امام دونوں خطبوں کے درمیان ایک مرتبہ بیٹھے۔ دوسرے خطبے میں امام کی آواز پہلے خطبہ کی نسبت پست ہو۔

خطبہ کو طول دینا مکروہ ہے کیونکہ جماعت میں معذور، اپاہج، ضرورت مند ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز اور خطبہ کا قصر فرماتے تھے۔

بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب امام دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے تو دُعا مانگتے ہیں

یہ بھی مکروہ ہے۔

۵۔ جماعت ہونا :۔ نمازِ جمعہ کے قائم ہونے کے لئے پانچوں شرط جماعت کا ہونا ہے۔ یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین مرد ہوں۔

اگر امام کے سجدہ کرنے سے قبل مقتدی بھاگ جائیں تو اس وقت امام تنہا نماز پڑھے۔ (یعنی نئے سرے سے ظہر کی نیت کرے)۔

خطبہ کے وقت جو افراد موجود تھے وہ چلے گئے اور پھر دوسرے تین افراد آگئے تو امام اُن کے ساتھ جمعہ پڑھ سکتا ہے۔ یعنی ان لوگوں کی موجودگی لازم نہیں کہ جنہوں نے خطبہ سُنا تھا۔

۶۔ اذان ہونا :۔ یعنی تمام لوگوں کو بلا روک ٹوک مسجد میں داخل ہونے کی اجازت ہو کہ جو شخص آنا چاہے آجائے۔ فتاویٰ عالمگیری کے مطابق جامع مسجد میں لوگ آگئے۔ پھر دروازہ بند کر کے نمازِ جمعہ ادا کی گئی تو درست نہ ہوا۔ اس لئے کہ اذنِ عام نہ تھا۔

نمازِ جمعہ کے لئے جلد آنا افضل ہے

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن ملائکہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں اور جو لوگ مسجد میں داخل ہوتے ہیں ان کے نام لکھتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب امام خطبہ شروع کرتا ہے تو فرشتے لکھنا بند کر کے خطبہ سُننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ دیر سے آتے ہیں اُن کا جمعہ گیا۔ لیکن ملائکہ کی فہرست میں ان کا نام شامل نہیں ہو پاتا۔

نمازِ عید

ہر قوم اور مذہب میں بعض ایسے دن مقرر ہوتے ہیں جن میں وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ اسلام نے بھی سال میں ایسے دو دن مقرر کئے۔ لیکن ان دونوں دنوں میں خوشی کے اظہار کے ساتھ اللہ کی یاد کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ عید الفطر حق تعالیٰ کے اس شکریہ کا اظہار ہے کہ اُس نے رمضان کے روزے

رکھنے کی توفیق بخشی۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ

اور تم روزوں کی گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی۔

اسی طرح عید الضحیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یاد ہے جو اس جذبہ کو بیدار رکھنے کے لئے منائی جاتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ قربانی کا حکم سورۂ کوثر میں ان الفاظ میں آیا ہے :۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ط

پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی دو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو اس زمانہ میں مدینہ کے لوگ دو دن خوشیاں مناتے تھے۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ یہ کیا دن ہیں؟ جواب دیا۔ "ایام جاہلیت میں ہم ان دنوں میں خوشیاں مناتے تھے۔" آپؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے بہتر دن عطا فرمائے عید الفطر اور عید الضحیٰ"۔

عید کے دن غسل کرنا، ناخن ترشوانا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، اچھا لباس پہننا، نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ نماز سے قبل کھجور یا میٹھی چیز کھا لینا، خوشی کا اظہار کرنا، ایک دوسرے کو مبارک باد دینا بھی مستحب امور ہیں۔

نمازِ عید اور نمازِ جمعہ

نمازِ عید اُنہی لوگوں پر واجب ہے جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادائیگی کی شرائط بھی وہی ہیں جو نمازِ جمعہ کی ادائیگی کی ہیں۔ البتہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور نمازِ عید میں خطبہ سنّت ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جائے گا اور نمازِ عید کا خطبہ بعد میں پڑھا جائے گا۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ نمازِ عید میں نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔

نمازِ عید کا وقت

نمازِ عید کا وقت بقدر نیزہ آفتاب بلند ہونے سے نصف النہارِ شرعی تک ہے۔ افضل یہ

ہے کہ عید الفطر میں تاخیر کی جائے اور عید الضحٰی جلد پڑھی جائے۔ اگر سلام پھیرنے سے پہلے زوال ہو گیا تو نماز جاتی رہی۔

نمازِ عید کا طریقہ

نمازِ عید کی دو رکعتیں ہیں جن میں چھ تکبیریں زائد ہیں۔ تین زائد تکبیریں پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں۔ ان تکبیروں کی تعداد میں اختلاف ہے کیونکہ مختلف مضامین کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً ابو داؤد اور ابنِ ماجہ کی روایت میں یہ ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہتے۔ امام شافعیؒ نے اسی بات کو اختیار فرمایا ہے۔

پہلی رکعت کی تکبیریں قرأت سے پہلے ہیں اور دوسری رکعت کی تکبیریں قرأت کے بعد ہیں اور ہر دو تکبیروں کے درمیان بقدر تین تسبیح وقفہ کرے۔

اس طرح نماز کا طریقہ یہ ہے کہ نیّت کرکے تکبیر تحریمہ پڑھے اور ہاتھ باندھ لے۔ پھر ثنا (یعنی سبحان) پڑھے۔ پھر ہاتھ اُٹھا لے۔ کانوں تک لے جاکر اللہ اکبر کہے اور دوبارہ ہاتھ اُٹھائے کانوں تک لے جائے، اللہ اکبر کہے اور چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اُٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔

اس کے بعد تعوذ، تسمیہ، الحمد اور سورۃ پڑھی جائے گی اور رکعت مکمل ہوگی۔

دوسری رکعت میں پہلے الحمد اور سورۃ پڑھی جائے گی۔ پھر پہلی رکعت کی طرح تین بار ہاتھ اُٹھائے، اللہ اکبر کہے اور چھوڑ دے۔ چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور نماز کو مکمل کرے۔

نمازِ عید کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ عید الفطر کے خطبہ میں صدقۂ فطر کے احکام اور عید الضحٰی کے خطبہ میں قربانی کے احکام بیان کئے جائیں۔

اگر کسی وجہ سے عید کی نماز نہیں ہو سکی۔ مثلاً سخت بارش ہو گئی یا آندھی آگئی وغیرہ تو دوسرے دن پڑھی جائے لیکن تیسرے دن نہیں ہو سکتی اور اگر کسی شخص نے بغیر عذر نماز عید

پہلے دن نہ پڑھی تو دوسرے دن نہیں پڑھ سکتا۔
عید الضحیٰ کی نماز اگر پہلے دن یعنی دس ذی الحج کو نہیں پڑھی جاسکی تو بارہ تاریخ تک پڑھ سکتے ہیں۔

اوقاتِ نماز

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-
اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ؕ
بیشک نماز مومنوں پر وقت مقررہ کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔
نماز کے جہاں دوسرے اخلاقی اور معاشرتی فائدے ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ نماز انسان کو وقت کا پابند بناتی ہے۔
اگر آج کے دور میں ترقی یافتہ اقوام کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو ان کی ترقی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ اسلام نے دن میں پانچ بار نماز فرض کر کے مؤمنین کو پابندی وقت کی عادت ڈالی ہے۔
فطری طور پر انسان کاہل واقع ہوا ہے اور اکثر اوقات وہ سہل پسندی میں وقت کی پابندی نہیں کر پاتا۔ اسی لئے نماز کے پانچ اوقات مقرر کر دیئے گئے تاکہ یہ اوقات انسان کے دوسرے کاموں کے لئے معیار بن جائیں اور اس کی زندگی میں باقاعدگی اور باضابطگی آجائے۔

مسائل :-

۱۔ فجر کا وقت صبح صادق سے آفتاب طلوع ہونے تک ہے۔
۲۔ ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے سے اُس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ اُس کے اصلی سائے سے دُگنا ہو جائے یعنی اصلی سے مراد کسی چیز کا وہ سایہ ہے جو زوال کے وقت ہوتا ہے۔
۳۔ عصر کا وقت ظہر ختم ہونے سے غروبِ آفتاب تک ہے۔
۴۔ مغرب کا وقت غروبِ آفتاب سے شفق غروب ہونے تک ہے۔
(شفق اس سفیدی کا نام ہے جو سرخی ڈوبنے کے بعد مغرب میں شمالاً جنوباً پھیلی رہتی ہے)۔

۵۔ عشاء کا وقت شفق ڈوبنے سے صبح صادق تک ہے۔ نماز وتر کا وقت بھی وہی ہے جو عشاء کا وقت ہے۔ البتہ عشاء کی نماز وتر سے پہلے پڑھی جائے۔ اگر کسی نے عشاء سے پہلے وتر کی نماز پڑھ لی تو نہیں ہوئی۔

مختلف نمازوں کے مستحب اوقات

۶۔ فجر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے لیکن اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ وقت میں تنگ پڑ جائے۔ یعنی فجر کا مستحب وقت وہ ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیات ترتیل کے ساتھ پڑھی جاسکیں۔
۷۔ ظہر گرمیوں میں دیر سے اور جاڑوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے۔
۸۔ عصر میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے لیکن اتنی تاخیر نہ ہو کہ آفتاب میں زردی آجائے۔
۹۔ نمازِ مغرب ابر کے روز کے علاوہ ہمیشہ اوّل وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔
۱۰۔ نمازِ عشاء میں تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ لیکن ابر میں عشاء کی نماز جلدی ادا کرنا مستحب ہے۔
۱۱۔ نماز عشاء سے قبل سونا اور نماز کے بعد دُنیاوی باتیں کرنا مکروہ ہے۔
۱۲۔ وتر عشاء کے بعد ہیں اور جس کسی کو اپنی بیداری پر یقین ہو اس کے لئے وتر آخر رات میں پڑھنا مستحب ہے۔

کس وقت نماز پڑھنا منع ہے

۱۔ نمازِ فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک نماز پڑھنا منع ہے کتنا ہی وقت ہو۔ یہاں تک کہ اگر فجر کے فرض پڑھنے سے قبل سنتیں نہ پڑھی ہوں پھر بھی اس وقت پڑھنا جائز نہیں۔
۲۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد آفتاب ڈوبنے تک نماز پڑھنا جائز نہیں۔
۳۔ آفتاب غروب ہونے کے بعد مغرب کے فرض پڑھنے تک وقتِ ممنوعہ ہے۔ لیکن بعض نے یہ کہا کہ اس دوران دو مختصر رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔
۴۔ عید کی نماز سے قبل نفل پڑھنا منع ہے۔ خواہ گھر میں پڑھے یا عید گاہ میں۔

۵۔ عید کی نماز کے بعد مسجد یا عید گاہ میں نفل مکروہ ہیں۔ لیکن گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں۔

۶۔ جس وقت کوئی خطبہ پڑھا جا رہا ہو، خواہ وہ جمعہ کا خطبہ ہو، عید کا خطبہ ہو، نکاح کا خطبہ ہو یا حج کا خطبہ ہو وغیرہ، نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ البتہ جب جمعہ کے خطبہ کے لئے امام کھڑا ہو گیا تو صاحبِ ترتیب کو اس وقت قضا نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔

۷۔ اگر وقت اتنا کم ہو کہ صرف فرض پڑھے جا سکتے ہوں تو اس وقت ہر نماز مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ ظہر اور فجر سے پہلے جو چار اور دو سنتیں ہیں ان کا پڑھنا مکروہ ہے۔

۸۔ اگر کھانا سامنے آ گیا ہو اور توجہ اسی طرف مشغول ہو تو ایسے وقت بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح کھانے کے علاوہ کوئی بھی ایسا امر ہو کہ اس وقت توجہ ادھر ہو جائے اور نماز میں خشوع و خضوع برقرار نہ رہ سکے تو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

طلوعِ آفتاب، غروبِ آفتاب اور نصف النہار کے وقت کوئی نماز فرض ہو یا نفل، ادا یا قضا، سجدۂ سہو یا سجدۂ تلاوت درست نہیں سوائے عصر کی نماز کے۔ یعنی ایک شخص اس کو دن میں نہیں پڑھ سکا اب غروبِ آفتاب کے وقت پڑھ سکتا ہے۔ مگر قصداً نماز میں اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔

اگر جنازہ وقت مکروہ میں لایا گیا تو اسی وقت نماز پڑھ لی جائے لیکن جنازہ پہلے لایا گیا تھا تو تاخیر درست نہیں۔

اگر کسی نے ان اوقات میں آیتِ سجدہ پڑھی تو اس کو چاہیئے کہ سجدۂ تلاوت وقت مکروہ گزرنے کے بعد کرے۔

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت واجب ہے اور آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے سے یہ واجب ہو جاتا ہے۔

قرآنِ کریم کی چودہ سورتوں میں سجدے آئے ہیں۔ وہ چودہ سورتیں یہ ہیں:۔

۱۔ سورۂ اعراف۔ ۲۔ سورۂ رعد۔

۳۔ سورۂ نحل۔ ۴۔ سورۂ بنی اسرائیل۔

۵۔ سورۂ مریم۔
۶۔ سورۂ حج میں پہلی جگہ جہاں سجدے کا ذکر ہے۔
۷۔ سورۂ فرقان۔
۸۔ سورۂ نمل۔
۹۔ سورۂ الٓمٓ تنزیل۔
۱۰۔ سورۂ صٓ
۱۱۔ سورۂ حٰمٓ السجدہ۔
۱۲۔ سورۂ نجم
۱۳۔ سورۂ انشقاق
۱۴۔ سورۂ اقرأ۔

ان میں سے دو آیات میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سورۂ صٓ مین سجدہ نہیں ہے اور احناف کے نزدیک سورۂ صٓ میں سجدہ ہے۔ شوافع کی دلیل وہ روایتیں ہیں کہ جن میں یہ مضمون ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صٓ پڑھی اور سجدہ کیا اور فرمایا کہ اس کا سجدہ حضرت داؤد علیہ السلام نے توبہ کی نیت سے کیا اور ہم شکر کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس روایت سے سجدہ کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے سجدہ کا سبب دوسرا تھا اور ہمارے لئے سبب دوسرا ہے۔

اس کے علاوہ سورۂ حج کے سجدہ سے متعلق بھی احناف اور شوافع کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سورۂ حج میں دو سجدے ہیں اور دلیل وہ حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ "کیا سورۂ حج کو اس وجہ سے فضیلت دی گئی کہ اس میں دو سجدے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ اور جو ان دونوں سجدوں کو نہ کرے اس سورۃ کو بھی نہ پڑھے۔

احناف نے اس سلسلہ میں یہ بات کہی۔ کیونکہ سورۂ حج میں جہاں وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا کے الفاظ آئے ہیں اس سے نماز کا سجدہ مراد ہے اور جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جسے شوافع نے دلیل بنایا، وہ ضعیف ہے۔ امام ترمذیؒ نے بھی اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا۔ اس کے علاوہ سورۂ حج کے دو سجدوں سے متعلق ایک حضرت عمر بن العاص کی روایت بھی ملتی ہے۔ اسے بھی احناف نے ضعیف قرار دیا اور اس کے راوی کو مجہول بتایا۔

سجدۂ تلاوت کے مسائل

۱۔ آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ پوری آیتِ سجدہ پڑھی جائے۔ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مفہوم پایا جائے اس کو اگلے یا پچھلے لفظ سے ملا کر پڑھا تو سجدہ واجب ہوگیا۔

۲۔ اگر امام نے قرأت میں آیتِ سجدہ پڑھی تو یہ سجدہ مقتدیوں پر بھی واجب ہوگیا۔ خواہ انہوں نے آیتِ سجدہ سُنی ہو یا وہ سجدہ تلاوت پڑھنے کے بعد نماز میں داخل ہوئے ہوں۔

۳۔ اگر کسی نے آیتِ سجدہ پڑھی جسے نمازی نے سُنا تو اُس پر سجدہ واجب ہے۔ وہ نماز مکمل کرنے کے بعد سجدۂ تلاوت کرے گا۔

۴۔ آیتِ سجدہ کے پڑھنے یا سُننے سے صرف اُن لوگوں پر سجدہ واجب ہے جو نماز کے وجوب کے اہل ہوں یعنی کافر نابالغ، مجنوں ناپاک نے اگر آیتِ سجدہ سُنی تو اس پر سجدہ واجب نہ ہوگا۔

۵۔ سجدہ کی نیّت کے وقت یہ ضروری نہیں کہ فلاں آیت کا سجدہ ہے، بلکہ صرف سجدہ کی نیّت کرنا کافی ہے۔

۶۔ کسی زبان میں آیتِ سجدہ کا ترجمہ پڑھا تو بھی سننے اور پڑھنے والے پر سجدہ واجب ہوگیا۔

۷۔ آیتِ سجدہ کو تحریر میں لانے یا اس کی طرف نظر کرنے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

۸۔ سجدۂ تلاوت کی شرائط بھی وہی ہیں جو عام نماز کے سجدوں کی ہیں۔ یعنی طہارت سترِ عورت، قبلہ رُخ ہونا وغیرہ۔

۹۔ جن اُمور سے نماز فاسد ہو جاتی ہے وہ سجدہ کو بھی فاسد کر دیتے ہیں۔

۱۰۔ اگر ایک مجلس میں سجدہ کی چند آیات پڑھی گئیں تو ایک سجدہ کافی نہیں۔ اُتنے ہی سجدے کریں جتنی آیات کی تلاوت کی گئی۔

۱۱۔ اگر ایک مجلس میں ایک ہی آیتِ سجدہ کئی بار پڑھی گئی تو ایک ہی سجدہ کافی ہوگا۔

۱۲۔ اگر پڑھنے والے نے ایک آیت بار بار پڑھی اور اس کی مجلس بدلتی گئی تو اس پر اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔ لیکن سننے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور اگر پڑھنے والا

کی مجلس ایک ہی رہی اور سننے والے کی مجلس تبدیل ہوتی گئی تو سننے والے پر اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے اور پڑھنے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ حالتِ مرض میں اشارہ سے بھی سجدہ ہو جائے گا۔

۱۳۔ اسی طرح اگر مسافر سواری پر سجدہ کرے تو سجدہ درست ہوگا۔

۱۴۔ اگر کوئی شخص قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہا ہو اور آیتِ سجدہ پر پہنچ کر اُسے چھوڑ کر آگے بڑھ جائے تو یہ مکروہ ہے۔

۱۵۔ اگر قرآنِ کریم پڑھنے والا کسی بڑی مجلس میں تلاوت کر رہا ہو تو جب وہ آیتِ سجدہ کے مقام پر پہنچے تو اس آیت کو آہستہ پڑھے۔

۱۶۔ جب آیتِ سجدہ پڑھے تو بہتر ہے کہ فوراً سجدہ کر لیا جائے۔ اگر اس وقت کرنا ممکن نہ ہو تو جیسے ہی موقع ملے کر لیا جائے۔ اگر اس وقت کر سکتا تھا پھر بھی نہیں کیا تو مکروہ ہے۔

۱۷۔ اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ تلاوت فوراً کرنا واجب ہوگا۔ اگر بھول گیا اور تاخیر ہو گئی تو جب تک حالتِ نماز میں ہے سجدہ کرے اور بعد میں سجدۂ سہو کرے۔ تاخیر سے مراد تین آیات سے زیادہ پڑھنا ہے۔ اگر ایک رکعت میں بار بار وہی آیتِ سجدہ پڑھی گئی تو ایک ہی سجدہ کافی ہے۔

۱۸۔ سجدۂ شکر مثلاً کوئی انعام پایا، پریشانی دور ہوئی یا کوئی تندرست ہوا وغیرہ، مستحب ہے اور اس کی ادائیگی کا بھی وہی طریقہ ہے جو سجدۂ تلاوت کا ہے۔

سجدۂ سہو

سہو کے لغوی معنی بھول چوک کے ہیں۔ اس طرح سجدۂ سہو وہ سجدہ ہے جو دورانِ نماز واجباتِ نماز میں سے اگر کوئی واجب بھولے سے رہ جائے، اس کی تلافی کے لئے ادا کیا جائے۔ سجدۂ سہو واجب ہے۔

سجدۂ سہو سے متعلق ترمذی میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں۔ پھر آپؐ نے سلام کے بعد سجدہ

سہو نہ پایا۔

سجدۂ سہو کی ادائیگی کا طریقہ

سجدۂ سہو کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ قعدۂ اخیر میں تشہد پڑھنے کے بعد داہنی جانب سلام پھیرے۔ اب دو سجدے کرے۔ ان سجدوں کے بعد التحیات وغیرہ پڑھ کر دونوں جانب سلام پھیرے۔

اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لئے تو یہ مکروہ ہے۔

سجدۂ سہو کے مسائل

۱۔ اگر فرائض نماز میں سے کچھ رہ جائے تو سجدۂ سہو سے اس کی تلافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ نماز کا اعادہ کیا جائے۔

۲۔ اگر واجباتِ نماز میں سے کسی شخص نے جان بوجھ کر واجب ترک کیا تو سجدۂ سہو نہیں ہوگا بلکہ نماز کو دُہرایا جائے۔

۳۔ سجدہ سہو اس وقت واجب ہوتا ہے کہ وقت میں گنجائش پائی جائے۔ اگر سلام پھیرتے ہی وقت ختم ہو جائے تو سجدۂ سہو ساقط ہو گیا۔

۴۔ اگر کسی شخص سے ایک نماز میں کئی واجبات ترک ہوئے تو سہو کے وہی دو سجدے کافی ہیں۔

۵۔ سُنن اور نوافل کی نماز میں بھی اگر واجب ترک ہو گیا تو سجدہ سہو واجب ہے۔

۶۔ سورہ پڑھی اور الحمد بعد میں پڑھی یا سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان اتنی دیر خاموش رہا کہ ایک رکن ادا ہو سکتا تھا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

۷۔ آیتِ سجدہ پڑھی اور پھر سجدۂ تلاوت میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ تین آیتیں پڑھ سکتا تھا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

۸۔ کسی شخص نے سورۂ فاتحہ کے بجائے سورۃ شروع کر دی۔ پھر یاد آیا کہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی ہے تو سورۂ فاتحہ پڑھے پھر سورۃ پڑھے اور بعد میں سجدہ سہو کرے۔

۹۔ تین یا چار رکعتی نماز میں اگر قعدۂ اوّل کے بعد درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کرے۔

اس لئے نہیں کہ درود شریف پڑھا، بلکہ اس لئے کہ تیسری رکعت میں تاخیر ہوئی۔

۱۰۔ کسی بھی قعد میں اگر تشہد کا کوئی حصہ رہ گیا تو سجدۂ سہو کرے۔

۱۱۔ اگر نماز کے ارکان میں ترتیب برقرار نہ رہی، مثلاً رکوع کی جگہ سجدہ کر لیا، سجدہ کی جگہ رکوع کر لیا یا کسی رُکن کی ادائیگی میں تقدیم و تاخیر ہوگئی تو سجدہ سہو واجب ہوگیا۔

۱۲۔ نمازِ عید کی تمام تکبیریں بھول گیا یا چند تکبیریں زیادہ کہہ گیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگیا۔

۱۳۔ اگر کسی نے فرض کے بعد کی دو رکعتوں میں سورۃ ملالی تو سجدۂ سہو نہیں ہوگا۔

۱۴۔ دورانِ نماز کسی موقع پر کچھ سوچنے لگا اور اتنا وقفہ ہوا کہ ایک رکن ادا ہو سکتا تھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگیا اور اگر ایک رُکن سے کم وقفہ ہوا تو سجدہ سہو نہیں ہوگا۔

۱۵۔ اگر امام پر سہو ہوا اور امام نے سجدہ سہو کیا تو مقتدیوں پر بھی سجدہ سہو واجب ہوگیا۔

۱۶۔ اگر دورانِ نماز بے وضو ہوگیا اور اسی حالت میں ایک رکن ادا کر لیا تو نماز دوبارہ پڑھے۔ سجدۂ سہو سے تلافی نہیں ہوگی۔

۱۷۔ اگر کسی کو یہ شک ہوگیا کہ اس وقت کی نماز ادا کی یا نہیں۔ اگر وقت ہے تو نماز پڑھ لے ورنہ نہیں۔

۱۸۔ امام نماز پڑھا رہا تھا اُسے یہ شک ہوگیا کہ یہ دوسری رکعت یا تیسری یا چوتھی رکعت ہے تو اُس نے مقتدیوں کی جانب دیکھا۔ اگر مقتدی کھڑے ہوں تو وہ بھی کھڑا ہو جائے ورنہ نہیں۔ اس میں کوئی ہرج نہیں اور سجدۂ سہو واجب نہیں۔

۱۹۔ تشہد پڑھنا بھول گیا اور سلام پھیر دیا پھر یاد آیا تو لوٹ آئے تشہد پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔

۲۰۔ اگر کسی مقتدی سے سہو ہوا تو اس پر سجدۂ سہو نہیں۔ کیونکہ وہ امام کا تابع ہے۔

۲۱۔ اگر امام نے جہری نماز میں ایک آیت آہستہ پڑھ لی یا سرّی نماز میں ایک آیت زور سے پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب ہوگیا۔

۲۲۔ اگر کسی شخص کو رکعتوں کی تعداد میں شک واقع ہوا ہو تو اگر یہ شک پہلی بار ہوا ہو تو نماز سے باہر آجائے اور نماز دوبارہ پڑھے۔ اگر اس سے قبل بھی شک کی کیفیت پیدا ہو چکی ہو تو پھر اس وقت کم کو پیشِ نظر رکھے۔ یعنی اُسے یہ شک ہے کہ دو رکعتیں ہوئیں یا تین تو دو

کے لحاظ سے نماز ادا کرے۔ یا اسی طرح تین اور چار میں شک واقع ہوا تو تین کے لحاظ سے نماز پڑھے لیکن تیسری اور چوتھی میں الحمد پڑھے اس لئے کہ تیسری رکعت میں یہ احتمال ہے کہ یہ شاید چوتھی ہو۔ اس لئے سجدۂ سہو کرے اور نماز مکمل کرے۔

۲۳۔ اگر ایک جانب گمان غالب ہو تو اسی کو اختیار کرے اور نماز مکمل کرے۔ اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے لیکن اگر سوچنے میں اتنا وقفہ ہو گیا کہ بقدر ایک رکن خاموش رہا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔

۲۴۔ نماز جمعہ یا نماز عیدین میں سہو ہو جائے اور مجمع کثیر ہو تو سجدۂ سہو نہ کرنا درست ہے۔

۲۵۔ اگر امام سلام پھیر رہا تھا اور اس نے السلام کہا کہ ایک نیا نمازی داخل ہو گیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ امام سلام کہتے ہی نماز سے باہر ہو گیا۔ لیکن اگر اس کے بعد امام نے سجدہ سہو کیا تو نئے آنے والے کو نماز مل گئی۔

باب ۸

زکوٰۃ

قرآن کریم کے اوراق میں بیسیوں مقامات پر اقامِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ کے احکام کا تذکرہ ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ اس سے اس فریضہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نماز خالق و مخلوق کے تعلق کو ظاہر کرتی ہے اور زکوٰۃ مخلوق کے درمیان ہمدردی محبت اور مالی امداد کا نام ہے۔ اس طرح شریعتِ اسلامی نے وہ نظام قائم کیا ہے کہ امیر امیر تر اور غریب غریب تر نہ ہو سکیں۔

زکوٰۃ کی فرضیت سے اسلام نے حبِّ مال کے زنگ کو قلبِ انسانی کے آئینہ سے دھو دیا۔ ورنہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان پیسہ کی محبت میں دیوانہ ہو جاتا ہے اور اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتا۔ اسی لئے زکوٰۃ کے ذریعہ سے نفسِ انسانی کو پاکیزہ کیا گیا۔ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا

"ان کے مالوں سے زکوٰۃ لے ان کو پاک و صاف بنا۔"

زکوٰۃ کو بعض لوگ ٹیکس سے تعبیر کرتے ہیں کہ سماجی بہبود کا وہ ٹیکس جو مذہب نے ثروت پر لگایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زکوٰۃ دوسرے ٹیکسوں سے اس لئے مختلف ہے کہ وہ آمدنی پر عائد ہوتے ہیں اور زکوٰۃ بچت پر عائد ہوتی ہے۔

زکوٰۃ دینے سے بظاہر مال گھٹتا ہے، لیکن حقیقت میں بڑھتا ہے۔ جس طرح ایک کسان اپنا اناج استعمال کے لئے رکھ لے اور دوسرا بو دے۔ بظاہر زمین میں بونے والے نے خرچ کر دیا لیکن کل وہی اس کو بہت زیادہ مقدار میں حاصل کرے گا۔ اسی طرح قرآن کریم نے دوسروں کی اعانت کو قرضِ حسنہ سے تعبیر کیا ہے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھا کر دے گا۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ

ترجمہ:۔ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض دو اور جو تم آگے بھیجو گے اپنے لئے اس کو خدا کے پاس بہتر اور اجر میں بڑا پاؤ گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب لوگ آکر دین کے احکامات دریافت کرتے تو ان میں ہمیشہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا تذکرہ ہوتا اور بعض اوقات آنحضرتؐ جن امور پر بیعت لیتے ان میں منجملہ اور باتوں کے زکوٰۃ بھی بیعت کی شرائط میں ہوتی۔ مثلاً حضرت جریر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین باتوں پر بیعت کی تھی، نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا اور ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنا۔

بخاری شریف میں ایک حدیث میں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے تو روزِ قیامت وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا۔ وہ سانپ اس کے گلے میں طوق کی طرح ہوگا اور اس کی باچھیں پکڑ کر کہے گا، میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب دورِ صدیقی میں فتنۂ انکارِ زکوٰۃ ظاہر ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھائی۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو عقیدۂ توحید کو مانتا ہو اس کا قتال جائز نہیں۔ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔" حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا تھا" خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے لڑوں گا۔ خدا کی قسم کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھیڑ کا ایک بچہ بھی دیتا تھا اس کو دینا پڑے گا۔"

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں واللہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے صدیقؓ کا سینہ کھول دیا اس وقت میں نے بھی سمجھ لیا کہ وہی حق ہے۔

حضرت ابوبکرؓ جو محرمِ اسرارِ نبوت تھے۔ انہوں نے منکرینِ زکوٰۃ کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو مناسب تھا اور حضرت ابوبکرؓ کے اس رویہ میں بعد کی حکومتوں کے لئے درسِ عمل موجود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر نظامِ زکوٰۃ پر عمل کیا جائے تو معاشرہ سے غربت بدحالی ختم ہو جائے جس طرح کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں معاشی استحکام کا وہ دور آچکا تھا کہ زکوٰۃ دینے والے تو بہت تھے لیکن لینے والے نہ ملتے تھے اور لوگ اسلام کی راہ میں اپنا سرمایہ خرچ کرنے کو خوش قسمتی سمجھتے تھے۔

مسائل :-

زکوٰۃ فرض ہے اس کا انکار کرنے والا کافر ہے جو زکوٰۃ نہ دے وہ فاسق اور قتل کا مستحق ہے۔

زکوٰۃ فرض ہونے کی شرائط

۱۔ مسلمان ہونا یعنی کافر پر زکوٰۃ نہیں۔ جب کوئی کافر حلقہ اسلام میں آیا تو زمانہ کفر کی زکوٰۃ اس سے ساقط ہوگئی۔

۲۔ آزاد ہونا، غلام پر زکوٰۃ نہیں۔

۳۔ بالغ ہونا، نابالغ پر زکوٰۃ نہیں۔

۴۔ عاقل ہونا، مجنوں پر زکوٰۃ نہیں۔ اگر کسی شخص کا جنون پورے سال رہے تو اس پر زکوٰۃ نہیں لیکن اگر شروع اور ختم سال میں افاقہ ہو جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے۔

۵۔ سرمایہ کے نصاب کا ایک سال تک اس کی ملکیت میں رہنا۔ اگر شروع سال میں نصاب تھا درمیان میں کم ہو گیا پھر آخر سال میں پورا ہو گیا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب نہیں۔

۶۔ نصاب کا مالک ہونا یعنی اگر کسی کا مال گم ہو گیا یا کسی نے غصب کر لیا اور دینے کو تیار نہیں یا اس نے کہیں رکھا اور بھول گیا۔ پھر بعد میں ملتا ہے تو جتنے عرصہ اس کے پاس نہیں رہا اس عرصہ کی زکوٰۃ نہیں
لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ان برسوں کی زکوٰۃ بھی دینا ہوگی۔

اگر رقم کسی ایسے شخص کے پاس ہے جو دینے کا اقرار کرتا ہو یا اگر انکار بھی کرتا ہو اور اس کے ملنے پر گواہ موجود ہوں اور رقم حاصل ہونے کی امید ہو، پھر بعد میں جب یہ مال حاصل ہو جائے تو پچھلے برسوں کی زکوٰۃ دینا ہوگی۔

۷۔ نصاب کا حاجتِ اصلیہ سے زیادہ ہونا۔ یعنی وہ چیزیں جن کی ضرورت روزانہ زندگی

بن پڑتی ہے۔ جیسے رہنے کا مکان، پہننے کا لباس سواری وغیرہ حاجتِ اصلیہ ہیں۔ ان چیزوں پر زکوٰۃ نہیں۔

۸۔ نصاب کا دین سے فارغ ہونا۔ یعنی ایک شخص مالکِ نصاب تو ہے لیکن ساتھ ہی اس قدر مقروض بھی ہے کہ اگر اُس نے قرض ادا کر دیا تو اس کا مال بقدرِ نصاب نہیں رہتا اُس پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔

زکوٰۃ کی ادائیگی

۱۔ زکوٰۃ کے لئے نیّت کرنا ضروری ہے خواہ وہ مال نکالتے وقت نیت کرے یا فقرا کو دیتے وقت نیّت کرے۔ نیت کے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

۲۔ ایک شخص نے سال بھر صدقہ و خیرات کیا، سال کے آخر میں نیت کرتا ہے کہ یہ زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

۳۔ ایک شخص نے کسی کو وکیل بنایا اور وکیل کو دیتے وقت نیّت نہیں کی، لیکن جب وکیل فقرا کو دے رہا تھا تو مؤکل نے نیّت کرلی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

۴۔ زکوٰۃ کے سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ جس کو دی جائے اس کا مالک کر دیا جائے۔ یعنی اگر کسی کو زکوٰۃ کی نیّت سے کھانا کھلایا زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی لیکن اگر فقرا کو مالک کر دیا کہ وہ کھائیں یا لے جائیں زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

۵۔ اگر کسی مالکِ نصاب نے اپنی کوئی چیز فقیر کے استعمال کے لئے دے دی اور یہ تصوّر کیا کہ اس کے کرائے میں زکوٰۃ ہوگئی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ اسلئے کہ اُسے اُس چیز کا مالک نہیں کیا گیا۔

۶۔ اگر کوئی شخص چاہے تو چند سال پہلے کی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

۷۔ اگر نصاب کا مالک سال ختم ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرے تو یہ درست ہوگی۔

۸۔ اگر کسی فقیر پر صاحبِ نصاب کا قرض تھا، اُس نے پورا معاف کر دیا تو زکوٰۃ ساقط ہوگئی۔

۹۔ زکوٰۃ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ فقیر کو یہ کہہ کر دی جائے کہ زکوٰۃ ہے۔ اس لئے کہ بعض

غریب زکوٰۃ کے نام پر قبول نہ کریں گے کیونکہ ان کی عزّت نفس مجروح ہوتی ہے۔

۱۰۔ ایک شخص کے پاس پانچ سو درہم ہیں اُس نے ایک ہزار کی زکوٰۃ اس نیّت سے دے دی کہ سال کے خاتمہ پہ اگر اور آ گئے تو یہ اُن کی زکوٰۃ ہے ورنہ آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شامل ہو جائے گی، یہ درست ہے۔

۱۱۔ اگر کوئی شخص سال بھر تھوڑی تھوڑی کر کے زکوٰۃ ادا کرتا رہا اور سال کے آخر میں حساب کر کے باقی رقم دے دی تو اس میں کوئی حرج نہیں اس کی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

۱۲۔ جس شخص کو زکوٰۃ دی تھی اگر بعد میں وہ فقیر صاحبِ نصاب ہو گیا یا مرتد ہو گیا تو اس سے زکوٰۃ پر اثر نہیں پڑا۔ اس لئے کہ جب اُسے دی گئی اُس وقت وہ مستحق تھا۔

۱۳۔ ایک شخص نے سال کے اختتام پر اپنا تمام سرمایہ خیرات کر دیا تو زکوٰۃ اُس پر سے ساقط ہو گئی۔

۱۴۔ اگر کسی شخص کا تمام مال تباہ ہو گیا تو زکوٰۃ اُس پر سے ساقط ہو گئی۔ اگر مال کا ایک حصّہ ہلاک ہوا تو صرف اُس جزو کی ساقط ہوئی۔

۱۵۔ کسی نے ایک ہزار روپے کی زکوٰۃ دی بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے پاس کم رقم تھی تو اُس نے جو کچھ دیا آئندہ سال کی زکوٰۃ میں اس کا حساب لگا سکتا ہے۔

۱۶۔ زکوٰۃ کا ظاہر طور پر دینا بہتر ہے بشرطیکہ اس میں نمائش کا پہلو نہ ہو۔ اس لئے کہ زکوٰۃ فرض ہے اور لوگ اس کے بارے میں بدگمانی نہ کریں کہ اس نے ادا نہیں کی لیکن صدقہ خیرات کو چھپا کر دینا بہتر ہے۔

۱۷۔ اگر صاحبِ نصاب کے پاس کوئی خدمت گار ہے تو اس کی خدمت کے معاوضہ میں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ ہاں اگر معاوضہ کے علاوہ دی تو درست ہے۔

۱۸۔ اگر کسی ایسے شخص کو قرض دیا جو واپس کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اور زکوٰۃ کی نیت کر لی تو ادا ہو گئی۔

زکوٰۃ کا نصاب

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے۔ یعنی ساڑھے سات تولہ ہے اس پر ایک سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

چاندی کا نصاب دو سو درہم یا ساڑھے باون تولہ ہے۔ یعنی جب دو سو درہم سے کم کی چاندی ہوگی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ دو سو درہم چاندی پر پانچ درہم بطورِ زکوٰۃ واجب ہوں گے۔ اگر دو سو درہم سے ۳۹ درہم تک زیادہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس زائد ایک درہم زائد زکوٰۃ ہوگی جب پورے چالیس درہم ہوں۔ لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جس قدر زائد ہوگی اتنی ہی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورتوں کے استعمال کے زیور پر بھی زکوٰۃ ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر بنے ہوئے زیور پر زکوٰۃ ہوگی لیکن عورتوں کے استعمال کے زیور پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیں کہ ایک عورت اور اس کی بیٹی آنحضرتؐ کے پاس آئیں ۔ وہ سونے کے کنگن پہنے تھی۔ آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے یا نہیں ؟ اس نے کہا "نہیں"۔ آپؐ نے فرمایا "کیا تو یہ پسند کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن آگ کے دو کنگن پہنا دے ؟"

اگر کسی چیز میں دو دھاتیں ہیں تو زکوٰۃ کے سلسلے میں اُسی کا حکم لگایا جائے گا جس کا غلبہ ہو گا۔ مثلاً اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہے، اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے۔

اگر کسی شخص کے پاس سونا اور چاندی ہوں لیکن دونوں کا نصاب پورا نہ ہو تو سونے کی قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کر کے ملایا جائے۔ اگر ملانے سے نصاب بن جائے تو زکوٰۃ ادا کریں۔

اگر کسی شخص کے پاس سونے اور چاندی دونوں کا مکمل نصاب ہے تو ہر ایک کی الگ الگ زکوٰۃ ادا کرنی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ایک ہی چیز سے دونوں نصابوں کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

اسباب پر زکوٰۃ اس صورت میں واجب ہوگی جب سامان تجارت کا ہو اور وہ نصاب کو پہنچ جائے۔

اگر اسباب کی قیمت کم ہو لیکن وہ اور سونا چاندی ملا کر نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

عاشر

عاشر اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے حاکم وقت نے راستہ پر تاجروں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے کام پر مقرر کر دیا ہو۔

اگر کوئی تاجر عاشر سے یہ کہے کہ میرے مال کو ایک سال نہیں ہوا یا یہ مال تجارت نہیں ہے، یا میں دوسرے عاشر کو زکوٰۃ دے چکا ہوں۔ یا میرے اوپر اتنا قرض ہے جو مال کے برابر ہے۔ یا یہ کہ میں فقیروں کو دے چکا ہوں تو عاشر کو چاہیئے کہ بغیر قسم کے اس کے بیان کو قبول نہ کرے۔ اگر وہ قسم کھا کر کہے تو عاشر اسکی بات مان لے۔

اگر تاجر یہ کہے کہ میں سوائم فقیروں کو دے چکا ہوں تو اس معاملہ میں تاجر کا قول تسلیم نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ سوائم کا فقراء کو دینا درست نہیں بلکہ حاکم کو دیئے جائیں۔

اگر چند سال بعد معلوم ہوا کہ اس تاجر نے عاشر کو جھوٹا بیان دیا تو اس سے گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ مسلمان سے عاشر چالیسواں حصّہ ذمّی سے بیسواں حصّہ اور حربی سے دسواں حصّہ وصول کرے۔

امام محمدؒ نے روایت کیا کہ جب حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو عاشر مقرر کیا تو اُس کو یہ حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کے مالِ تجارت سے دس حصّوں میں سے چوتھا حصّہ، ذمّیوں کے مال سے دس حصّوں میں سے آدھا اور حربی کے مال سے دسواں حصّہ وصول کرے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ہمیں یہ نہ معلوم ہو کہ کافر ہمارے تاجروں سے کیا لیتے ہیں۔ اگر یہ بات معلوم ہو جائے تو ہم بھی اسی شرح سے لیں گے۔

جن امور میں مسلمان کا قول قابلِ اعتبار ہے، ذمّی کا بھی قابلِ اعتبار ہے۔ لیکن اگر ذمّی یہ بیان دے کہ میں نے شہر میں فقراء کو زکوٰۃ دے دی تو اس کا قول معتبر نہیں اور حربی کے قول کا

اعتبار نہیں کیا جائے گا سوائے اس صورت میں کہ وہ لونڈی کو اپنی اُمِّ وَلد بتلائے۔
اگر کوئی تاجر دو سو درہم سے کم مالیّت کا مال رکھتا ہو تو کچھ وصول نہ کیا جائے گا۔

رکاز کا بیان

رکاز اس مال کو کہا جاتا ہے جو زمین کے اندر پیدا ہوا ہو۔ یا کبھی زمین میں دفن کیا گیا ہو۔
یعنی کان یا دفینہ وغیرہ۔

کان سے جو کچھ نکلے اُس میں سے پانچواں حصّہ لیا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا رکاز میں خمس ہے۔ چنانچہ پانچواں حصّہ وصول کیا جائے گا اور باقی اس شخص کا ہے جس نے وہ مال پایا۔

یہ اُس وقت ہے جب زمین کسی کی ملکیت نہ ہو۔ اگر وہ زمین کسی کی ملکیّت ہو تو مالک کا ہے۔ اس میں کچھ واجب نہیں۔

موتی۔ عنبر۔ فیروزے وغیرہ اگر پہاڑ یا سمندر کے ملیں تو ان پر کچھ واجب نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے:۔

لَا زَکٰوۃَ فِی الْحَجَرِ۔
پتھر پر زکوٰۃ نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک موتی پتھر وغیرہ اگر مالِ تجارت کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہے۔ امام ابویوسفؒ کا یہ خیال ہے کہ پانی سے جو چیز بھی زیور کی قسم کی نکالی جائے اس پر پانچواں حصّہ ہے۔

اگر کوئی ایسا دفینہ نکلا جس میں کُفر کی نشانی ہے تو خمس لیا جائے گا باقی پانے والے کی ملکیت ہے۔

اگر کسی دفینہ میں اسلام کی نشانی پائی جائے تو اس کا حکم لقطہ کا ہے۔ یعنی اس کے مالک کو تلاش کیا جائے اور اگر یقین ہو جائے کہ مالک اب نہیں ملے گا تو پھر فقراء کو دے دیا جائے۔
اگر کسی دفینہ میں نہ اسلام کی علامت ہو نہ کفر کی تو اس پر وہی حکم لگایا جائے گا جو کفر

کے دفینہ کا ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ

قرآنِ کریم سے آٹھ مصارفِ زکوٰۃ معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔
إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

"صدقات ہیں فقراء، ومساکین کے لئے اور اُن کے لئے جو اس کی وصولی کے کام پر مقرر ہیں، اور تالیفِ قلوب کے لئے، اور گردن چھڑانے میں، اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، اور اللہ علم والا حکمت والا ہے"۔

۱۔ **فُقَرَاء** : فقیر اُسے کہا جائے گا جس کے پاس کچھ سامان ہو۔ مثلاً کپڑے، برتن، بستر وغیرہ۔ لیکن اتنا نہ ہو کہ نصاب تک پہنچ جائے۔

۲۔ **مِسکین** :۔ مسکین سے وہ شخص مراد لیا جائے گا جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ یہاں تک کہ لباس وخوراک جیسی بنیادی ضروریات کے سلسلہ میں بھی دوسروں کا محتاج ہو۔

۳۔ **عامِل** : عامل سے وہ شخص مراد ہے جسے حاکمِ وقت نے زکوٰۃ اور عشر کی وصولی کے لئے مقرر کیا ہو۔ عامل اگر دولت مند ہو تو بھی اپنے کام کی اُجرت لے سکتا ہے لیکن اگر وہ ہاشمی ہے تو اُسے اس میں سے نہیں دیا جا سکتا۔ اگر کسی شخص نے خود ہی بیت المال میں جا کر زکوٰۃ جمع کردی تو اس صورت میں عامل کو کچھ نہیں ملے گا۔

۴۔ **مؤلفۃ قلوبھم** :۔ عامل کے بعد قرآنِ کریم نے ان افراد کا تذکرہ کیا ہے جن کے دلوں کو اُلفت دلانا مقصود ہے یعنی کسی کو اسلام کی طرف رغبت دلانے کے لئے زکوٰۃ خرچ کی جا سکتی ہے یا پھر کسی نومسلم کی مالی امداد کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔
دورِ نبوی ؐ کے بعد یہ گروہ ساقط ہوگیا شیخین نے اس کو منسوخ کر دیا اور اس سلسلہ

میں کئی روایتیں ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے فرمایا "یہ وہ چیز ہے جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے تاکہ تمہارے دِل اسلام پر ملا دیں اور اب اللہ نے اسلام کو عزت دی تو اب اگر تم توبہ کرو اسلام پر تو اچھا ہے۔ ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے۔"

یعنی حضرت عمرؓ نے یہ دلیل قائم فرمائی کہ کیونکہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ لہٰذا تالیفِ قلوب کی ضرورت نہیں رہی۔

موجودہ دور میں چونکہ اسلام کا وہ غلبہ نہیں رہا کہ جس دلیل پر حضرت عمرؓ نے ساقط کیا اسلئے اسی دلیل پر ہم اس کو قائم رکھتے ہیں۔

۵۔ رقاب :۔ رقاب کا مطلب یہ ہے کہ مکاتب غلام کو دی جائے تاکہ وہ اس رقم کے ذریعہ اپنے آپ کو آزاد کرلے۔ یہ احناف کا مسلک ہے۔ امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ غلام خرید کر آزاد کر دیا جائے۔

۶۔ غارِم :۔ غارم سے مراد ایسا شخص ہے جس کے لئے قرض ادا کرنا دشوار ہو۔

۷۔ فی سبیل اللہ :۔ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ فی سبیل کے الفاظ نیکی کے بہت سے کاموں کو محیط ہیں۔ مثلاً کسی طالب علم کو دینا، یا تبلیغِ اسلام کے لئے دینا، یا کوئی شخص حج کو جا رہا ہو اس کی مدد کرنا۔ وغیرہ۔

۸۔ ابن السبیل :۔ یعنی ایسا مسافر جس کے پاس سفر کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہا ہو۔ اگرچہ گھر پر اُس کے پاس مال موجود ہو۔ لیکن وہ مسافر جو مالک نصاب ہو اُس کو چاہیئے کہ صرف اتنا ہی لے کہ جس سے ضرورت پوری ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ وہ قرض لے کر کام چلائے۔

زکوٰۃ دینے والے کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اِن سب کو دے یا کسی ایک کو دے دے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک ہر گروہ کے تین اشخاص کو دی جائے۔

اگر کسی نے ایک شخص کو نصاب کے برابر زکوٰۃ دے دی تو یہ مکروہ ہے۔ لیکن اگر اس کے اہل و عیال کثیر ہیں کہ نصاب کے باوجود اگر فی کس تقسیم کیا جائے تو نصاب سے کم ملتا ہے تو اس صورت میں مکروہ نہیں۔ اگر فقیر پر قرض ہو اور قرض ادا کرنے کے بعد نصاب برقرار نہیں رہے

گا تو اس صورت میں نصاب سے زیادہ دینا مکروہ نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے

(بنی ہاشم سے مراد حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولاد ہیں)۔

کوئی شخص ہاشمی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو دے سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے اہلِ بیت پر صدقہ حرام فرما دیا ہے"۔ اسی طرح روایت بھی ملتی ہے کہ امام حسنؓ نے صدقہ کی ایک کھجور منہ میں رکھ لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکنے کا حکم دیا۔ شریعت کے اس حکم میں کتنی زبردست حکمت ہے کہ جس نبیؐ نے صدقہ کا حکم دیا اُس نے اپنے خاندان کے لئے اس کا قبول کرنا حرام قرار دے دیا۔ جب کہ بعض دوسرے مذاہب کے پیشوا قبول کرتے ہیں۔

اگر کسی شخص کی ماں ہاشمی ہو اور اس کا باپ غیر ہاشمی ہو، اُس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اس لئے کہ نسب کے معاملہ میں ماں کا اعتبار نہیں ہے بلکہ باپ کا اعتبار ہے۔

اپنی اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔

اسی طرح اپنی اولاد یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسے، نواسی وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ لیکن صاحبین کے نزدیک اگر بیوی شوہر کو زکوٰۃ دے تو وہ درست ہے۔

دولت مند یا اُس کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ لیکن بالغ بچوں کو جبکہ وہ غریب ہوں، دی جا سکتی ہے۔

ایک شخص نے کسی کو مصارف سمجھ کر زکوٰۃ دی۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ اس کے باپ کا بیٹا ہے یا وہ شخص ہاشمی یا ذمّی یا صاحبِ نصاب ہے تو اُس کی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پھر ادا کرے۔

اگر کسی نے بغیر سوچے سمجھے دی بعد میں پتہ چلا کہ وہ مصرف زکوٰۃ نہ تھا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

ایک شہر سے دوسرے شہر زکوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ لیکن بعض صورتوں میں جائز ہے مثلاً دوسرے شہر کے لوگ تقویٰ میں افضل ہوں، یا اُس کے غریب رشتہ دار وہاں بستے ہوں وغیرہ۔

زکوٰۃ میں بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے رشتہ داروں کو دی جائے۔ بعد میں اہلِ محلہ کو۔ اسکے بعد اہلِ شہر کو اور اسی طرح درجہ بدرجہ دوسرے لوگوں کو۔ حدیث میں آتا ہے۔

"اے اُمّتِ محمدیہ اُس کی قسم ہے جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالےٰ اُس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اُس کے حسنِ سلوک کے زیادہ ضرورت مند ہوں اور وہ غیروں کو دے۔"

اگر کوئی شخص ایک علاقہ میں ہو اور اس کا مال دوسرے علاقہ میں ہو تو اس کے لئے شہر وہ ہے جہاں اس کا مال ہے۔

زکوٰۃ کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس کو دی جائے اُس کو مالک کر دیا جائے۔ چنانچہ مردہ کی تجہیز و تکفین میں، یا مُردہ کا قرض ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔

مسجد، مدرسہ، اسکول، پل وغیرہ کی تعمیر پر زکوٰۃ نہیں خرچ کی جا سکتی۔ اس لئے کہ اس میں تملیک نہیں ہے۔

صدقہ فطر

ترمذی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے گلی کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔

صدقہ فطر آزاد اور مالکِ نصاب مسلمان پر واجب ہے۔ نصاب کا حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہونا ضروری ہے۔ یعنی پہننے کے کپڑوں، رہنے کے مکان اور اسباب سے زائد ہو۔

صدقہ فطر میں عاقل اور بالغ کی شرط نہیں۔ یعنی نابالغ اور مجنوں کا صدقہ فطر ان کا ولی ادا کرے۔ باپ پر واجب ہے کہ اپنا اور اپنے نابالغ بچوں کا صدقہ فطر ادا کرے۔

اگر باپ نہ ہو تو دادا کو چاہیئے کہ وہ صدقہ فطر ادا کرے۔

مدبر اور اُمّ ولد کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ کافر غلام کا صدقہ فطر بھی واجب ہے کیونکہ حدیث ہے کہ اس میں غلام اور کافر کی قید نہیں۔

اگر ایک غلام دو یا چند افراد میں مشترک ہے تو اُس کا صدقۂ فطر کسی پر واجب نہیں۔

صدقۂ فطر عمر بھر واجب ہے یعنی اگر پچھلے سال ادا نہیں کیا تو اب ادا کرے۔ اس لئے کہ یہ ساقط نہیں ہوتا۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "بندہ کا روزہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتا ہے جب تک کہ وہ صدقۂ فطر ادا نہ کرے۔"

صدقۂ فطر مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہ ہوگا۔ جس طرح زکوٰۃ کُل مال کے ہلاک ہونے پر ساقط ہو جاتی ہے۔

صدقۂ فطر میں روزہ شرط نہیں ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص رمضان کے روزے نہیں رکھ سکا ہے تو صدقۂ فطر اُس سے ساقط نہیں ہوا۔

صدقۂ فطر عید کی صبح صادق سے واجب ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا تو احناف کے نزدیک صدقۂ فطر واجب نہیں۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے۔ اگر صبح صادق طلوع ہونے کے بعد مرا تو سب کے نزدیک صدقۂ فطر واجب ہوا۔

اگر عید کی صبح صادق طلوع ہونے سے قبل بچہ پیدا ہوا یا کافر مسلمان ہو گیا یا فقیر دولت مند ہو گیا اُس پر صدقۂ فطر واجب ہو گیا۔ صدقۂ فطر کا عید سے پہلے یا بعد میں دینا درست ہے۔ لیکن پہلے دینا افضل ہے۔

صدقۂ فطر ان تمام لوگوں کو دیا جا سکتا ہے، جن کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ سوائے عامل کے یعنی عامل کو فطرہ نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو یا کئی افراد کا فطرہ ایک یا کئی مساکین کو دینا درست ہے۔

صدقۂ فطر کی مقدار میں گیہوں، اس کا آٹا یا ستّو نصف صاع ہے اور اگر جَو یا کھجوریں دی جائیں تو ایک صاع ہے۔

اگر ان کے علاوہ کوئی چیز دی گئی تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا۔ یعنی اس کی قیمت نصف صاع گندم یا ایک صاع جَو کے برابر ہو۔

گندم یا جَو کے بجائے قیمت دینا درست ہے۔ بلکہ اکثر فقہائے نے اس کو افضل قرار دیا ہے۔

باب ۹

روزہ

روزہ بھی نماز کی طرح بدنی عبادت ہے، اس میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی یعنی ایک شخص کسی دوسرے کی جانب سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔

قرآن کریم نے روزہ کی فرضیت سے متعلق ارشاد فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

اس آیتِ قرآنی کی رو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام سے قبل بھی روزے موجود تھے اور جب ہم مختلف اقوام مذاہب کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں ہر ایک کے ہاں کسی نہ کسی انداز میں روزہ کا تصوّر پایا جاتا ہے۔ مثلاً ہندوؤں میں برت اور ان کے جوگیوں کی چلّہ کشی روزہ ہی کی ایک شکل ہے۔ قدیم یونان میں عورتوں کے لئے روزہ ہوتا تھا۔

پارسیوں کی مذہبی کتاب میں بھی دینی پیشواؤں کے لئے روزہ کا تصوّر موجود ہے۔ یہود کے ہاں بھی روزہ کی عبادت ملتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو وہاں انہوں نے چالیس دن بھوکے پیاسے رہ کر گزارے اور ان کی تقلید میں یہودی بھی چالیس دن کے روزے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی چالیس روزوں کا ذکر موجود ہے۔ اسلام سے قبل عرب بھی عاشورہ کو روزہ رکھتے تھے۔ کیونکہ اس دن خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا۔ غرض کہ ہر مذہب میں روزے کا فریضہ موجود تھا۔ لیکن اس کے اصول و قواعد غیر فطری تھے۔ اسلام کیونکہ دینِ کامل بن کر آیا اس لئے اس نے اس عبادت میں مختلف اصلاحات کیں۔

دوسرے مذاہب میں روزوں سے متعلق شمسی سال کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اگر اس کو اختیار کر لیا جاتا تو پھر ہمیشہ کے لئے روزے گرمی یا سردی سے متعلق ہو کر رہ جاتے۔ بعض خطّوں کے

کے رہنے والوں کے لئے یہ سہولت کا باعث ہوتا اور بعض کے لئے پریشانی کا باعث ہوتا۔ اس لئے اسلام نے قمری سال کے لحاظ سے روزے رکھے۔ اس طرح ہر موسم میں روزے آتے ہیں اور اسلام اپنے متبعین کو ہر دور میں مشقت برداشت کرنے کا خوگر بناتا ہے۔

پھر بھول چوک کیونکہ انسانی فطرت میں شامل ہے۔ لہٰذا روزے میں اگر کوئی بھول چوک سے کھالے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس کے علاوہ دوسرے ادیان کے روزوں کے احکام بڑی حد تک اعتدال سے بعید ہیں مثلاً چالیس دن کا روزہ اور اس میں اناج اور گوشت کے علاوہ سب کچھ کھانے کی اجازت ہے۔ اسلام نے ایک معین وقت کے لئے سب کچھ کھانے پینے سے پرہیز کا حکم دیا۔

حدیث میں روزے کے بے شمار فضائل آئے اور ایک حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ اگرچہ ہر چیز کا اجر اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے لیکن روزہ کو خاص طور پر اپنی جانب منسوب فرمایا جس طرح پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن خانہ کعبہ کو یہ خصوصیت دی گئی کہ اسے اپنا گھر کہا۔ اسی حدیث کی روشنی میں بعض مفسرین نے یہ بات کہی کہ وہ آیت جس میں صابرین کے لئے بے حساب اجر کا وعدہ کیا گیا ہے، وہاں صابرین کا اشارہ روزہ داروں کی جانب ہے۔ آیت یہ ہے:۔

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ط

بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا۔

مسائل:۔

ا۔ رمضان کے روزے فرض ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ اب اس کی فرضیت کا منکر کافر اور ترک کرنے والا فاسق ہوا۔ رمضان کے ادا روزوں کو فرض معین اور قضا روزے اور کفارے کے روزوں کو فرضِ غیر معین کہا جاتا ہے۔

منت کا روزہ واجب ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا:۔

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ اور اپنی نذریں پوری کریں۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔ نذرِ معین اور نذرِ غیر معین۔ نذرِ معین وہ ہے جس میں کوئی خاص تاریخ

مقرر کی جائے اور نذرِ غیر معین وہ ہے جس میں کوئی خاص تاریخ معین نہ کی جائے۔
اس کے علاوہ عاشورہ کا اور اس کے ساتھ نو تاریخ کا روزہ۔ شش عید کے روزے،
یومِ عرفہ کا روزہ۔ ہر ماہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ کے روزے مستحب ہیں۔
صرف ہفتہ کو روزہ رکھنا، یا صومِ سکوت یعنی ایسا روزہ جس میں کلام نہ کیا جائے مکروہِ تنزیہی
ہیں۔ عید الفطر، عید الضحیٰ اور ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

روزہ کی نیّت :۔

روزہ کی نیّت کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص نے بغیر نیّت کے روزہ کے ممنوعات سے
گریز کیا تو وہ روزہ نہیں ہوگا۔
کسی شخص نے رات میں روزہ کی نیّت کر لی تھی، پھر اس کا ارادہ ہو گیا کہ وہ نہیں رکھے
گا تو یہ نیّت ختم ہو گئی۔ لہٰذا اُسے دوبارہ نیّت کرنا ہو گی۔
اگر کسی شخص کو یہ علم نہیں کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اور اس نے کسی اور روزہ کی نیّت
کر لی تو بھی یہ رمضان ہی کا روزہ ہوا۔
مسافر اور مریض نے رمضان کے مہینہ میں کسی اور واجب کی نیّت کی تو ان کا وہ روزہ
ادا ہو گیا جس کی نیت کی۔ لیکن غیر مریض (صحت مند) اور غیر مسافر نے اگر کسی اور واجب کی نیّت
کی تو بھی ان کا رمضان کا روزہ ادا ہوا۔
رمضان کے ادا روزے، نذرِ معین اور نفل روزوں کے لئے نیّت کا وقت غروب آفتاب
سے لے کر دوپہر سے قبل تک ہے لیکن رات میں نیّت کرنا بہتر ہے۔
قضا کفارہ اور نذرِ غیر معین کے روزوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ صبح صادق سے قبل نیّت
کرے۔ اگر دن میں ان روزوں کی نیّت کی تو یہ نفل ہوئے۔
اگر کسی شخص نے نذرِ معین کے روزے کی نیّت کی (یعنی میں فلاں تاریخ کو روزہ رکھوں گا)۔
پھر اس دن کسی اور واجب کی نیّت سے روزہ رکھا تو وہی ہوا جس کی اس نے نیت کی تھی۔ لہٰذا
اب اُسے چاہیئے کہ منّت کے روزے کی قضا کرے۔

سحری کھانا بھی نیت ہی ہے لیکن اگر کسی شخص کا سحری کھاتے وقت یہ ارادہ ہو کہ وہ روزہ نہیں رکھے گا تو یہ سحری نیت نہیں ہوگی۔

رمضان، نذرِ معین اور منت کے روزے مطلق روزہ کی نیت سے ادا ہو گئے۔ اس مخصوص روزے کا نام لینا ضروری نہیں لیکن نذرِ غیر معین، قضا اور کفارہ کے روزوں کی نیت میں صرف روزہ کی نیت کافی نہیں، بلکہ نیت کرتے وقت اِن روزوں کا نام لینا ضروری ہے، کہ میں فلاں روزے کی نیت کرتا ہوں۔

اگر کسی شخص نے نفلی روزے کی نیت کی تو وہ اس پر واجب ہو گیا۔ لہٰذا اب اگر اس نے توڑا تو اس پر قضا واجب ہوگی۔

اگر کسی نے دن میں نیت کی تو یہ نیت کرے کہ میں صبح صادق سے روزہ سے ہوں۔ اگر یہ نیت کی کہ میں دن سے روزے سے ہوں تو یہ نیت نہیں ہوئی۔

کسی شخص نے رات کو اگلے دن کے روزہ کی نیت کر لی پھر کچھ کھایا پیا تو اس سے نیت باطل نہیں ہوئی۔

اگر کسی شخص نے روزہ کے دوران اسے توڑنے کی نیت کر لی لیکن پھر توڑا نہیں تو اس کا روزہ برقرار ہے۔ اس نیت کا روزہ پر اثر نہیں پڑا۔

دن کی نیت اس وقت درست ہے جبکہ اس نے صبح صادق سے اس وقت تک کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ اگر صبح میں کوئی امر روزے کے خلاف پایا گیا تو روزہ نہیں ہوا۔

رویتِ ہلال

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ

آپ سے لوگ ہلال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس میں لوگوں کے معاملات اور حج کے لئے اوقات ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ

روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور افطار کرو چاند دیکھ کر۔ (متفق علیہ)

شعبان کی انتیس تاریخ کو اگر رمضان کا چاند نظر آئے تو اگلے دن سے رمضان کا مہینہ شروع ہوگیا۔ ورنہ شعبان کے تیس دن کے بعد رمضان شروع ہوگا۔

کسی شخص نے چاند دیکھا لیکن اس کی گواہی قاضی نے قبول نہیں کی، تو اسے چاہیئے کہ وہ خود روزہ رکھے۔

اگر کسی شخص نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا اور پھر قاضی کے حکم کا انتظار کئے بغیر توڑ دیا۔ اگر قاضی نے اس کی گواہی قبول کرلی تو کفّارہ لازم آئے گا اور قاضی نے اس کی گواہی قبول نہ کی تو قضا لازم آئے گی۔

اگر مطلع ابر آلود ہو تو رمضان کے چاند کے لئے ایک عادل شخص کی گواہی کافی ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ آزاد ہو یا غلام۔ یا اس پر زنا کی حد لگائی جاچکی ہو، اور پھر وہ توبہ کرچکا ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہے۔

کسی شخص عادل نے چاند دیکھا اور اسی کی گواہی پر ثبوت کا دارو مدار ہے تو اس پر واجب ہے کہ قاضی کے سامنے شہادت پیش کرے۔

اگر مطلع صاف ہو تو اس صورت میں بہت سے لوگ یہ گواہی دیں کہ انہوں نے چاند دیکھا۔ یہ تعداد اتنی ہونی چاہیئے کہ عقل انہیں جھوٹا تسلیم نہ کرے۔

اگر مطلع صاف نہ تھا اور ایک شخص کی گواہی پر روزے شروع کردیئے گئے۔ تیس روزے مکمل ہوگئے اور چاند نظر نہیں آیا تو افطار نہیں ہوگا۔ البتہ اگر رمضان کے چاند کی گواہی دو عادل اشخاص نے دی تھی تو تیس روزے کے بعد افطار درست ہو۔

اگر مطلع ابر آلود ہے اور رمضان کے علاوہ شوال یا ذی الحج کے چاند کا معاملہ ہو تو یہ ضروری ہے کہ دو عادل آزاد مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتیں گواہی دیں مگر ان میں سے کسی پر حدزنا قائم نہ کی گئی ہو۔

اگر ایک جگہ چاند ہونے کا شرعی ثبوت مل جائے تو اس کا حکم دوسرے شہر کے لوگوں کے لئے بھی ہے۔

سحری اور افطار

حدیثوں میں سحری کھانے کے فضائل بیان کیے گئے۔ آپؐ نے فرمایا "ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں سحری کا فرق ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے :۔

"سحری کھاؤ، سحری کھانے میں برکت ہے"۔

طبرانی اوسط میں ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :

"اللہ اور اُس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ سحری میں تاخیر بہتر ہے۔ مگر اتنی نہیں کہ وقت میں شک پڑ جائے"۔

اگر کسی شخص نے رات سمجھ کر کچھ کھا لیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا تو اس کا روزہ نہیں ہوا۔ اُس کو چاہیئے کہ قضا رکھے۔

سحری میں مرغ کی اذان کا اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ بعض مرغ آدھی رات سے اذان دینا شروع کر دیتے ہیں۔

افطار :۔ افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ سورج غروب ہو چکا ہے۔ حدیث میں اُس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جو روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا غازی کے لئے جہاد کا سامان کرے تو اس کے لئے بھی اتنا ہی اجر ہے۔

کھجور یا کسی میٹھی چیز سے افطار کرنا مستحب ہے۔

روزے کے مکروہات

۱۔ روزہ دار کا کوئی چیز چکھنا یعنی زبان پر رکھ کر مزہ معلوم کرنا اور اگر حلق میں گیا تو مکروہ نہیں بلکہ روزہ ٹوٹ گیا۔ کسی عورت کا شوہر اگر بد مزاج ہو تو اُس کو اجازت ہے کہ کھانے کا نمک چکھ کر تھوک دے۔

۲۔ روزہ دار کا کوئی چیز چبانا۔ چھوٹے بچے کے منہ میں دینے کے لئے اگر مجبوراً چبائی جائے تو مکروہ نہیں۔

۳۔ سرمہ لگانے اور مسواک کرنے سے امام شافعیؒ کے نزدیک روزہ مکروہ ہے لیکن احناف کے نزدیک نہیں ہے۔

۴۔ منہ میں تھوک جمع کرکے اس کو نگل جانا۔

۵۔ سحری میں اتنی تاخیر کرنا کہ صبح کا شک ہوجائے۔

۶۔ گالی دینا، بیہودہ باتیں کرنا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ روزہ یہ نہیں کہ انسان کھانے پینے سے گریز کرے، بلکہ روزہ تو یہ ہے کہ بیہودہ اور لغو باتوں سے پرہیز کیا جائے۔ ایک دوسری حدیث ہے کہ بُری بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔

۷۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کرنا وغیرہ۔ حدیث ہے کہ روزہ ڈھال ہے، جب تک اس میں چھید نہ کیا جائے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ اس میں کس چیز سے سوراخ ہوتا ہے فرمایا جھوٹ اور غیبت سے۔

۸۔ عورت کا بوسہ لینا۔

۹۔ کلّی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنے کے وقت مبالغہ کرنا۔

۱۰۔ روزے میں بے چینی اور پریشانی کا اظہار کرنا۔

۱۱۔ کسی پر غسل واجب ہو اور وہ صبح صادق تک غسل نہ کرے۔

وہ صورتیں جن میں قضا لازم ہے

۱۔ کنکر، پتھر، کاغذ، قصداً نگل جانا۔

۲۔ جان بوجھ کر، منہ بھر کر قے کرنا۔

۳۔ اگر قے آئے تو اس کا واپس پیٹ میں لوٹا لینا۔

۴۔ کان میں یا ناک میں دوا ڈالنا۔

۵۔ سر کے زخم میں دوا ڈالنا کہ اس کا اثر دماغ تک پہنچے۔

۶۔ اگر دانت میں غذا کا ریزہ لگا رہ گیا اور اس کی مقدار چنے یا اس سے زیادہ ہے تو

روزہ قضا ہو گیا لیکن اگر اُس نے غذا کا وہ ریزہ منہ سے نکال کر پھر نگل لیا تو چنے کی مقدار سے کم ہونے پر بھی روزہ جاتا رہا۔

۷۔ رات سمجھ کر سحری کھانا جبکہ صبح صادق ہو چکی ہو۔

۸۔ منہ سے خون نکلا جو تھوک پر غالب تھا۔ اس کو نگل لینے سے روزہ جاتا رہا۔

۹۔ کلّی کرتے وقت پانی کا حلق میں چلا جانا۔

۱۰۔ کسی شخص نے بھول کر کھا پی لیا۔ اب یہ سوچ کر کہ روزہ جاتا رہا جان بوجھ کر کچھ کھا پی لیا۔

۱۱۔ کسی عذر کے باعث روزے چھوٹ گئے قضا رکھنا ضروری ہے۔

۱۲۔ روزہ رکھا لیکن کسی مجبوری سے توڑنا پڑا۔ قضا لازم ہے۔

۱۳۔ اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ جائے تو اس کو چاہیئے کہ شام تک کھانے پینے سے گریز کرے اور قضا رکھے۔

۱۴۔ ایک شخص گزشتہ رمضان کے روزے رکھ رہا تھا کہ دوسرا رمضان آگیا تو اُس کو چاہیئے کہ پہلے اس رمضان کے روزے رکھے بعد میں قضا روزے مکمل کرے۔

۱۵۔ اگر کسی نے نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اس کا حکم واجب کا سا ہے۔ یعنی اس کی قضا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص کمزور ہے گرمی میں اس کو روزہ رکھنا دشوار ہے لیکن سردیوں میں رکھ سکتا ہے تو پھر بعد میں قضا رکھے۔

اگر میّت نے روپیہ چھوڑا ہو اور وصیّت کی ہو کہ اُس کے قضا روزوں کے بدلہ فدیہ دیا جائے تو میّت کے ولی کے لئے لازم ہے کہ وہ فدیہ دے دے۔

وہ امور جن سے کفّارہ لازم آتا ہے

اگر کسی نے قصداً رمضان کا روزہ توڑ دیا تو اُس پر کفّارہ لازم ہے۔ اگر رمضان کے علاوہ کوئی روزہ توڑا تو صرف قضا لازم ہے۔ کفّارہ یہ ہے کہ دو ماہ کے روزے مسلسل رکھے جائیں اگر درمیان میں سلسلہ منقطع ہو گیا تو ازسرِنو شروع کرے۔

اگر کفّارہ کے روزوں کے دوران کسی کو شدید مرض لاحق ہو گیا تو اُس کو چاہیئے کہ ساٹھ مسکینوں

کو دو وقت کھانا کھلائے یا ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن کھانا کھلائے۔ اگر کسی شخص نے ایک ہی رمضان میں کئی روزے توڑ ڈالے تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا۔

وہ صورتیں جب روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

اگر کوئی شخص سفر میں ہے یا اسے ایسی بیماری ہو کہ روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بعد میں گنتی پوری کر لے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط

اگر تم میں کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو وہ بعد میں روزے رکھ لے۔

اگر کوئی شخص اتنا کمزور ہو کہ اس میں اب قوت آنے کی امید نہ ہو اور وہ دائمی طور سے معذور ہو تو اس کو چاہیئے کہ ایک مسکین کا کھانا دے۔ ارشادِ قرآنی ہے۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ط

اور وہ لوگ جو بمشکل روزہ رکھ سکتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا دیں۔

اگر حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا بچہ کی جان کا اندیشہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ اُتنے روزے رمضان کے بعد میں رکھ لے جیسا کہ حدیث میں حضرتِ انس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے روزہ اتار لیا"۔

اگر کسی شخص نے عید کے دن روزہ رکھنے کی منت مانی تو اس کو چاہیئے کہ عید کے بجائے کسی اور دن روزہ رکھے۔

اگر کوئی شخص منت مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں خدا کی قسم عید کے دن روزہ رکھوں گا تو اس قسم کا کفارہ دے اور اس کے بجائے کسی اور دن روزہ رکھے۔

اعتکاف

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اعتکاف سے متعلق کہا گیا ہے:۔

وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ط

اور جب کہ تم مسجد میں اعتکاف کئے ہوئے ہو۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ بیہقی کی روایت ہے کہ جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کیا اس کو اتنا ثواب ملا گویا اُس نے دو حج اور دو عمرے کئے۔

مسائل

رمضان کا اعتکاف سنّتِ مؤکدہ ہے اور یہ سنّت علی الکفایہ ہے۔ یعنی اگر ایک نے بھی کر لیا تو دوسروں سے ساقط ہو گیا اور اگر کسی نے نہ کیا تو سب گنہگار ہوں گے۔

معتکف کی شرائط

معتکف کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مسلمان عاقل اور پاک ہو۔ بالغ ہونا شرط نہیں ہے۔ یعنی اگر نابالغ سمجھ دار ہے اور اعتکاف کرے تو درست ہے۔ آزاد ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ یعنی اگر غلام اپنے آقا کی مرضی سے اعتکاف کرے تو وہ درست ہو گا۔

اعتکاف کہاں ہو سکتا ہے؟

مرد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ بیسویں روزہ کی مغرب سے شوال کا چاند نظر آنے تک مسجد میں اعتکاف کرے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ جامع مسجد ہو۔

عورت کے لئے مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے۔ اس کو چاہیئے کہ گھر میں اعتکاف کرے اور اپنی عبادت کے لئے کوئی مقام مقرر کرے۔

اعتکاف کے لئے سب سے افضل مسجد، مسجدِ حرام ہے۔ پھر مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلّم) پھر مسجد اقصیٰ، پھر وہ جہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں :-

۱۔ واجب ۲۔ سنّتِ مؤکدہ ۳۔ نفل مستحب

۱۔ اعتکافِ واجب وہ ہے کہ ایک شخص نے اعتکاف کی منت مانی۔ اس میں بھی روزہ شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی ایسے شخص نے منت مانی جو روزہ نہیں رکھ سکتا تو اعتکاف نہیں ہوا۔ اگر کسی نے اس طرح منت مانی کہ مجھ پر ایک رات کا اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح نہیں۔ اس لئے کہ رات میں روزہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اعتکاف سنّتِ مؤکدہ ہے رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف یعنی معتکف بیسویں روزے کو غروبِ آفتاب سے قبل اعتکاف کی نیت سے مسجد میں جائے اور شوال کا چاند ہونے کے بعد اعتکاف سے باہر آئے۔

۳۔ اعتکافِ مستحب وہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی مرضی سے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد میں اعتکاف کی نیت سے جائے۔ اس کے لئے نہ وقت مقرر ہے نہ ہی روزہ کی شرط ہے۔ بلکہ جب بھی کوئی مسجد میں گیا اور اعتکاف کی نیت کی جب تک وہ مسجد میں ہے معتکف ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی مسجد میں ہے بہتر ہے کہ اعتکاف کی نیت کرے تاکہ اس کو اعتکاف کا ثواب ملے۔

اعتکاف کے دیگر مسائل

اعتکافِ سنّتِ مؤکدہ اور اعتکافِ واجب کے لئے روزہ شرط ہے۔ اگر کسی مریض نے اعتکاف کیا اور روزہ نہ رکھا تو اس کا اعتکاف نہ ہوا۔

معتکف کو چاہیئے کہ مسجد میں کھائے پیئے اور بلا ضرورت مسجد سے باہر نہ نکلے۔

اگر کوئی شخص قضائے حاجت کو مسجد سے باہر گیا تو ضرورت پوری ہونے کے بعد فوراً آجائے۔

اگر اس مسجد میں نمازِ جمعہ نہ ہوتی ہو تو نمازِ جمعہ کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر وضو اور غسل کا مسجد میں انتظام نہ ہو تو باہر جا سکتا ہے۔ لیکن بلا ضرورت مسجد سے

باہر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔

اگر کسی نے اعتکاف کے زمانہ میں حج کا احرام باندھ لیا تو اُسے چاہیئے کہ اعتکاف پورا کر کے جائے لیکن اگر بعد میں جانا ممکن نہ ہو تو حج کو چلا جائے اور اعتکاف بعد میں پورا کرے۔ اگر کسی شخص نے عید کے دن اعتکاف کی منّت مانی تو یہ اعتکاف کسی اور دن کرے۔ اس لئے کہ عید کے دن روزہ نہیں ہو سکتا۔

اگر کسی نے ایک روز کے اعتکاف کی منّت مانی ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ طلوع فجر سے قبل مسجد میں چلا جائے اور بعد مغرب آجائے۔ اگر کسی نے صرف رات کی منّت مانی تو یہ باطل ہے کیونکہ رات کو روزہ نہیں ہو سکتا۔

باب ۱

حج

لغت میں حج کے معنی قصد اور ارادہ کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد مقررہ تاریخوں میں طوافِ خانۂ کعبہ اور دوسرے مقدس مقامات پر حاضر ہو کر کچھ اعمال انجام دینا ہے۔ یہ وہ عبادت ہے جو مسلمانوں کو مرکزیت کی ترغیب دیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تاریخ کے اہم واقعات اسی سرزمین میں رونما ہوئے۔ آج کے مسلمانوں کے انتشار کا سبب مرکزیت سے ہٹ جانا ہے۔ مختلف اقوامِ عالم اپنے تنازعات کے حل کے لئے اقوامِ متحدہ کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہیں۔ لیکن اسلام میں یہ مجلس آج سے چودہ سو سال پہلے سے موجود ہے۔ اگر عبادت کی اصل روح پیدا ہو جائے تو خانۂ کعبہ کی مرکزیت کے ذریعہ آج بھی مسلمانانِ عالم کی شیرازہ بندی ہو سکتی ہے۔

حج وہ عبادت ہے جو دورِ ابراہیمیؑ سے رائج ہے۔ اسلام سے قبل بھی مشرکینِ عرب حج کیا کرتے تھے لیکن انہوں نے اس میں بہت سی مشرکانہ رسوم شامل کر لی تھیں۔ اسلام نے ان مشرکانہ رسوم کا خاتمہ کر دیا۔ یہاں پر ان کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

۱۔ اہلِ عرب جب قربانی دیتے تو اس کا خون خانۂ کعبہ کی دیواروں پر لگاتے اور اس کو ثواب سمجھتے تھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔

لَن يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنكُمْ

اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری قربانیوں کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

۲۔ انصار جب حج کر کے واپس آتے تو دروازے سے آنے کے بجائے پچھلی دیوار سے کود کر داخل ہوتے۔ قرآنِ کریم میں حکمِ ربانی ہوا:

"گھر کے پچھواڑے سے آنا کوئی نیکی نہیں ہے۔"

۳۔ قبیلۂ قریش نے اپنے لئے جو امتیازی حیثیت قائم کر رکھی تھی وہ یہ تھی کہ ان کے علاوہ

دوسرے قبیلوں کے افراد برہنہ ہوکر طوافِ خانہ کعبہ کرتے تھے ان کی ستر پوشی کے لئے قریش کے افراد لباس فراہم کرتے تھے۔ باقی حالتِ برہنگی میں طواف کرتے۔ قرآن نے اس کو ممنوع قرار دیا اور فرمایا:۔

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

ہر عبادت کے وقت اپنے کپڑے پہنو۔

۴۔ اہلِ یمن بھیک مانگ کر ضروریاتِ حج پوری کرتے تھے۔ اسلام نے زادِ راہ ساتھ لے کر چلنے کا حکم دیا۔

۵۔ بعض لوگ پیدل حج کرنے کی منت مانتے۔ آنحضرتؐ نے جب ایک بوڑھے شخص کو اس طرح حج کرتے دیکھا تو فرمایا "خدا اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنی جان عذاب میں ڈالے"۔

۶۔ مناسک حج سے فارغ ہو کر قبائلِ حج منٰی میں آکر عبادت کے بجائے اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے بیان کرتے تھے۔ اس طرح عبادت کو انہوں نے نمود و نمائش کا ذریعہ بنالیا تھا۔ قرآن نے فرمایا "جس طرح اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ خدا کا ذکر کرو"۔

۷۔ بعض لوگ اپنے گناہ کی ندامت کے اظہار کے لئے اپنے نکیل ڈال کر اس طرح طواف کرتے کہ دوسرا شخص اس نکیل کو کھینچتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک شخص کو اس طرح حالتِ طواف میں دیکھا تو اس کی نکیل کٹوادی۔

۸۔ بعض لوگ خاموش حج کرتے۔ یعنی حالتِ احرام میں بالکل کلام نہ کرتے تھے یہ بھی غیر فطری تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک عورت کو خاموش دیکھا تو اس کا سبب دریافت کیا۔ بتایا گیا کہ یہ خاموش حج ادا کر رہی ہے۔ آپؓ نے اس کو جاہلیت کا کام قرار دیا۔

مسائل:۔

حج فرض ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ حج کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ط

"اور اللہ کے واسطے لوگوں پر (فرض) ہے بیت اللہ کا حج جو اس طرف استطاعت رکھتے ہیں۔" حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ لوگوں سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم پر حج فرض کیا گیا، لہٰذا حج کرو۔ اقرع بن حابس نے دریافت کیا۔ کیا ہر سال فرض ہے؟ آپؐ خاموش رہے۔ تین بار یہی سوال کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے سکوت فرمایا۔ پھر جواب دیا۔ "اگر میں کہہ دیتا ہاں، تو ہر سال فرض ہو جاتا اور تم ادا نہ کر پاتے۔ لہٰذا جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں، تم مجھ سے سوال نہ کرو۔ گزشتہ اقوام سوالات کی کثرت اور انبیاءؑ کی مخالفت کے باعث ہلاک ہو گئیں"۔

جب حج کو جانے پر قادر ہو تو فوراً حج کرنا ضروری ہے۔ اگر دوسرے یا تیسرے سال حج کیا تو ادا ہو جائے گا لیکن اگر ادا کئے بغیر مر گیا تو گنہگار ہوگا۔

مالِ حرام سے حج کو جانا یا نمود و نمائش کے لئے حج کو جانا ناجائز ہے۔

عورت کے لئے بغیر شوہر یا محرم کے حج کو جانا درست نہیں۔ اگر اس عورت کے لئے مکّہ تک مدّتِ سفر کی راہ ہو (یعنی تین دن تین رات)۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کوئی قافلہ ہو اور معتبر عورتیں ہوں تو بغیر محرم کے حج درست ہوگا لیکن احناف کے نزدیک درست نہیں ہوگا۔ امام شافعیؒ نے اپنے فتوے کی دلیل فرضیتِ حج کی ہدایات کو بنایا کہ اس میں عموم ہے۔ اس کے علاوہ حدیث میں آپؐ نے فرمایا "حج کرو"! یہاں بھی مرد اور عورت کا ذکر نہیں۔ احناف کی دلیل وہ حدیث ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ کے پاس آکر یہ کہا "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا نام فلاں غزوہ میں لکھا جا چکا ہے اور میری بیوی حج کو جانے والی ہے"۔ آپؐ نے فرمایا "واپس چلا جا اور اس کے ساتھ حج کر!"

حج کو جانے کے لئے جن کی اجازت لینا ضروری ہے ان کی بغیر اجازت کے حج کو جانا مکروہ ہے مثلاً ماں باپ۔ اُس کی خدمت کے محتاج ہوں تو ان سے اجازت لینا ضروری ہے۔

حج کے وجوب کی شرائط

حج واجب ہونے کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:۔

۱۔ دین اسلام پر ہونا۔ ۲۔ بالغ ہونا۔

۳۔ عاقل ہونا۔ ۴۔ آزاد ہونا۔
۵۔ تندرست ہونا۔ ۶۔ سفر خرچ کا مالک ہونا۔
۷۔ حج کا معینہ وقت ہونا۔

۱۔ اسلام پر ہونا:۔

حج کے واجب ہونے کی پہلی شرط اسلام ہے۔ یعنی ایک شخص اسلام لانے سے قبل دولت مند تھا جب اسلام قبول کیا تو حج کی استطاعت نہ تھی تو پچھلی استطاعت کی بنا پر اس پر حج فرض نہیں۔ ہاں اگر مسلمان کو استطاعت حاصل تھی اور اس وقت اس نے حج نہیں کیا۔ پھر وہ فقیر ہو گیا تو اس سے حج ساقط نہیں ہوا۔

اسی طرح اگر کوئی حج کرنے کے بعد مرتد ہو گیا، اور پھر اسلام لایا پچھلے اعمال باطل ہو گئے اور اُسے دوبارہ حج کرنا ہے۔

۲۔ بالغ ہونا:۔

یعنی نابالغ پر حج فرض نہیں۔ چنانچہ جو نابالغ حج کرتے ہیں، جیسے والدین کے ساتھ اکثر بچے چلے جاتے ہیں ان کا حج نفل ہو گیا اور فرض ان کے ذمّہ ہے۔ لہٰذا بالغ ہونے کے بعد پھر حج کرنا ہے۔

۳۔ اگر کسی نابالغ نے حج ادا کرنے کے لئے احرام باندھا پھر وہ عرفات پہنچنے سے قبل بالغ ہو گیا تو اگر وہ اسی احرام سے حج ادا کرتا ہے تو نفل ہو گا۔ اگر نئے احرام سے حج ادا کرتا ہے تو فرض ادا ہو گیا۔

۴۔ آزاد ہونا:۔

یعنی غلام پر حج فرض نہیں۔ اگر کسی غلام نے حج کیا تو نفل ادا ہو گیا اور حج فرض اُس کے ذمّہ ہے۔ آزاد ہونے کے بعد دوبارہ حج ادا کرنا ہو گا۔

اگر کوئی غلام اپنے آقا کے ساتھ حج کو جا رہا تھا اور آقا نے احرام سے قبل اُسے آزاد کر دیا، اب غلام نے حج ادا کیا تو اس کا فرض حج ادا ہو گیا۔

۵۔ تندرست ہونا :۔

یعنی اس قابل ہو کہ حج کے ارکان انجام دے سکے۔ اگر ایک شخص تندرستی کی حالت میں استطاعت رکھتا تھا مگر وہ حج کو نہ گیا۔ اب معذور ہو گیا اور جانے کے قابل نہیں ہے تو حج اس سے ساقط نہیں ہوا۔ اس کو چاہیئے کہ حج بدل کرائے۔

۶۔ سفر خرچ پہ قادر ہونا :۔

یعنی اتنا سرمایہ ہو کہ وطن سے مکہ معظمہ اور دوسرے مقامات تک جا سکے اور وطن واپس آ سکے۔

اگر کسی شخص کے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ یا حج کر سکتا ہے یا نکاح اور حج کا زمانہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے حج کرے کیونکہ حج فرض ہے اور نکاح سنت ہے۔ ہاں اگر تجرد میں معصیت کا خوف ہو تو نکاح کرے۔

۷۔ وقت :۔

یعنی حج کے مہینوں میں یہ شرائط پائی جائیں۔ حج کے مہینے شوال، ذلیقعد اور ذی الحج کے دس دن ہیں۔ اس سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا :۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ

حج کے مہینے مقرر ہیں۔

حج کی ادائیگی کا طریقہ

۱۔ میقات پر پہنچے تو احرام باندھ لے۔

۱۔ میقات :۔

میقات وہ مقام ہے کہ مکہ معظمہ جانے والے اس مقام سے بغیر احرام باندھے نہیں گزرتے۔

۱۔ ذوالحلیفہ جو مدینہ والوں کی میقات ہے۔

۲۔ ذات عرق جو اہلِ عراق کی میقات ہے۔

۳۔ جحفہ جو اہلِ نجد کی میقات ہے۔

۴۔ یلملم جو اہلِ یمن کی میقات ہے۔

۵۔ قرن جو اہلِ نجد کی میقات ہے۔

اگر اِن مقامات پر پہنچنے سے قبل احرام باندھ لے تو بہتر ہے۔

احرام سے قبل وضو کرے ۔ غسل کرنا بہتر ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لئے غسل فرمایا۔

حالتِ احرام میں بیہودہ گوئی، فحش کلامی، خوشبو کو استعمال کرنا، ناخن کاٹنا، سر منڈوانا، بال کتروانا، سلا ہوا لباس پہننا، بری شکار کرنا، فسق و فجور کرنا، صحبت کرنا ممنوع ہیں۔

۲۔ طوافِ قدوم :۔

جب مکہ معظمہ پہنچے تو بیت اللہ کا طواف کرے۔ یہ طواف سنّت ہے۔ اسے طوافِ قدوم کہا جاتا ہے۔ طواف میں سات پھیرے ہیں۔ ایک پھیرا حجرِ اسود پر تمام ہوتا ہے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دے اور طواف مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیمؑ پر یا جہاں ممکن ہو دو رکعت نماز ادا کرے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔

۳۔ سعی :۔

دو رکعتیں پڑھنے کے بعد حجرِ اسود کی طرف لوٹ آئے پھر صفا و مروہ کے درمیان دوڑے۔ اِسے سعی کہتے ہیں۔

صفا و مروہ مکہ کے قریب دو پہاڑیاں تھیں۔ ان کے متعلق یہ روایت ملتی ہے کہ جب حضرت اسمٰعیلؑ کو پیاس محسوس ہوئی تو حضرت ہاجرہؑ نے پانی کی تلاش میں ان پہاڑیوں پر چکر لگائے تھے ۔ آخر میں اُنہیں حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس پانی نظر آیا جس کا نام زم زم پڑ گیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند کو اللہ کے حکم پر قربان کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو انہوں نے سواری کے جانور اور اپنے ملازموں کو صفا کی پہاڑی پر چھوڑا وہ مروہ کی پہاڑی پہ اپنے فرزند کو قربان کرنا چاہتے تھے کہ حق تعالیٰ نے جانور بھیج دیا۔

ان پہاڑیوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی قدرت کے جلوے نظر آئے ۔ ان پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا بھی حج کا ایک رکن ہے۔ قرآنِ کریم میں

اس کے بارے میں آتا ہے :۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ

بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں تو جو کوئی خانہ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ ادا کرے اس پر ان کے پھیرے لگانا کوئی گناہ نہیں۔

سعی کے مسائل :۔

سعی احناف کے نزدیک واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔ احناف کی دلیل آیت قرآنی ہے کہ "ان دونوں کے درمیان چکر لگانا کوئی گناہ نہیں ہے"۔ امام شافعیؒ کی دلیل وہ حدیث ہے "دوڑو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا فرض کیا ہے"۔

سعی کو صفا سے شروع کیا جائے کیونکہ حدیث میں ہے "شروع کرو اس سے جس سے اللہ نے شروع کیا ہے"۔

صفا سے مروہ تک ایک پھیرا ہے اور مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا ہے۔

سعی میں طہارت شرط نہیں لیکن مستحب یہ ہے کہ باوضو سعی کرے۔

سعی کے ساتوں پھیرے پے در پے کرے۔ لیکن اگر جنازہ آ گیا یا جماعت قائم ہو گئی تو اس صورت میں سعی چھوڑ کر نماز کے لئے چلا جائے اور پھر بعد میں مکمل کرے۔

۴۔ منیٰ کو روانگی :۔

پھر آٹھ ذی الحج یعنی یوم الترویہ کو منیٰ کی طرف روانہ ہو۔ ترویہ کے معنی سیراب کرنا ہیں۔ کیونکہ اہل عرب اس دن اونٹوں کو سیراب کرتے تھے۔ لہٰذا اس یوم کو یوم الترویہ کہا گیا۔

۵۔ ۹ ذی الحج کی فجر تک وہاں ٹھہرے۔

۶۔ عرفات کا وقوف :۔

۹ ذی الحج کو عرفات میں آئے۔ اسی مناسبت سے اس دن کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے۔ مسلم اور نسائی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یوم عرفہ سے زیادہ اللہ

تعالیٰ کسی دن بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں فرماتا"۔

عرفات میں سوائے بطن عرنہ کے کہیں بھی ٹھہر جائے۔

وقوف عرفات فرض ہے۔

زوال آفتاب کے بعد امام خطبہ پڑھے۔

وادی عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھی جائیں۔

غروب آفتاب سے قبل یہاں سے جانا مکروہ ہے۔

۷۔ وقوف مزدلفہ :۔

غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ آئے۔ یہاں پر وہ مسجد واقع ہے جس کو مشعرالحرام کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں آتا ہے :۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۔

پس جب عرفات سے چلو تو مشعر الحرام کے پاس خدا کو یاد کرو۔

مزدلفہ میں سوائے محسر کے جہاں چاہے ٹھہرے۔

۸۔ مزدلفہ میں عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی جائیں۔

اگر کوئی شخص یہاں نہ آیا تو اسے چاہئے کہ مغرب کے وقت ہی نماز پڑھے۔ لیکن مزدلفہ میں وقوف کرنے والے نے اگر راستہ ہی میں نماز ادا کی یا مزدلفہ میں آنے کے بعد عشاء کے وقت سے پہلے پڑھ لی تو اس کیلئے طلوع فجر سے قبل اس نماز کا اعادہ کر لینا ضروری ہے۔

اگر وہ نماز کا اعادہ نہ کر سکا اور فجر طلوع ہو گئی تو پھر مغرب کی وہی نماز درست ہے۔

۹۔ منیٰ کو روانگی اور رمی جمار :۔

مزدلفہ میں رات گزارے، پھر یہاں سے کنکریاں چن کر منیٰ کو آئے اور رمی جمار کرے۔

رمی جمار سے متعلق روایت یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے چلے تو شیطان نے ان کے قلب میں وسوسہ ڈالا اور انہوں نے شیطان کو رجم کیا۔ رجم کے لغوی معنی کنکر مارنے کے ہیں۔ اسی وجہ سے شیطان کو رجیم کہا گیا۔

یہاں پر پتھر کے تین ستون ہیں جو منیٰ سے قریب ہیں، پہلا جمرۂ اولیٰ اس کے بعد والا جمرۂ وسطیٰ اور آخر والا جو مکہ سے قریب ہے جمرۂ عقبہ کہلاتا ہے۔ پہلے دن جمرہ عقبیٰ کو سات کنکر مارے ہر کنکر مارتے وقت تکبیر کہے۔ کنکر اگر نجس ہوں تو ان کو دھولے۔

۱۰۔ قربانی :۔

کنکر مارنے کے بعد قربانی دے۔ یہ قربانی بقرعید کی قربانی نہیں ہے کیونکہ وہ تو مسافر پر واجب نہیں بلکہ یہ شکرانہ ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے فریضۂ حج کی ادائیگی کی توفیق بخشی۔

قربانی کا اصل مقام مروہ کی پہاڑی ہے کیونکہ یہیں حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قربانی کو پیش کیا تھا بعد میں سبب حجاج کی کثرت ہونے کی تو منیٰ کے میدان کو اس مقصد کے لئے منتخب کر لیا گیا۔

قربانی حج قران اور حج تمتع ادا کرنے والے پر واجب ہے اور حج فرد ادا کرنے والے کے لئے مستحب ہے۔

اگر کوئی قاران یا متمتع قربانی نہ دے سکے تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے۔ ان میں سے تین حج کے مہینوں میں رکھے جائیں۔ (سات، آٹھ اور نو ذی الحج کو رکھنے افضل ہیں) اور باقی سات اور تیرہ ذی الحج کے بعد رکھے۔ (وطن پہنچ کر رکھنا بہتر ہے) قرآن کریم میں قربانی سے متعلق ارشاد ہوا :۔

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ۔

تو جو کوئی عمرہ اور حج دونوں کا فائدہ اٹھائے تو جو قربانی اس سے ممکن ہو وہ کرے۔ اور اس پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ تین روزے حج میں رکھے اور سات روزے واپس ہونے کے بعد۔

جانور کے اعضا اور عمر وغیرہ سے متعلق شرائط وہی ہیں جو بقرعید کی قربانی کے جانور کی ہیں۔

ذبح کے وقت حج اور قربانی کی قبولیت کی دعا کرے۔

۱۱۔ حلق راس :۔

قربانی کے بعد بال کٹوائے۔ قدیم دور میں جب نذر کرنے والے نذر کے دن پورے کر

اپنے نو بال منڈواتے تھے ۔ اس کے علاوہ جب غلام بنا کر آزاد کیا جاتا تھا تو اس کے سر کے بال
منڈوائے جاتے تھے اور اس کو غلامی کی علامت تصور کیا جاتا تھا چنانچہ اس میں یہ مصلحت ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی غلامی کا عملاً اعتراف کیا جاتا ہے ۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے :۔

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ

اپنے سر منڈوا کر یا بال کترا کر ۔

متمتع اور قارن نے اگر قربانی سے قبل بال منڈوائے تو اس پر ایک دم واجب ہوگا قربانی
اور بال کتروانے کا وقت دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ ہے لیکن دس ذی الحج کو افضلیت حاصل ہے ۔

اب سوائے عورتوں کے تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی ۔

۱۲۔ طوافِ زیارت :۔

یہ طواف فرض ہے ۔ اس کا وقت ۱۲ تاریخ تک ہے ۔ اس کے بعد بغیر عذر کے
تاخیر کرنا گناہ ہے ۔

بہتر یہ ہے کہ اسی تاریخ ہی کو قربانی اور حلق کے بعد خانہ کعبہ جا کر طوافِ زیارت انجام
دے ۔ اس طواف کے بعد عورتیں حلال ہو جائیں گی ۔

۱۳۔ اگلے دو دنوں کی رمی :

گیارہ کو امام کا خطبہ سن کر زوالِ آفتاب کے بعد کنکر مارنے چلے اور جمرۂ اولیٰ سے شروع
کرے ۔ پھر جمرۂ وسطیٰ اور پھر جمرۃ العقبہ پر ۔ اسی طرح بارہ تاریخ کو تینوں جمروں کی رمی کرے ۔
بارہ کو رمی کے بعد چاہے تو غروب آفتاب سے پہلے مکہ چلا جائے ۔ مگر تیرہ کی رمی کرنا بہتر ہے ۔

اگر تیرہ کی صبح ہو گئی تو رمی نہ کرنے پر دم واجب ہوگا

تیرہ کی رمی کا وقت صبح سے غروب آفتاب تک ہے ۔

رمی پیدل بھی کی جا سکتی ہے اور سواری پر بھی ۔

۱۴۔ طوافِ وداع یا طوافِ رخصت :۔

پھر خانہ کعبہ جا کر طوافِ رخصت کرے ۔ یہ طواف باہر والوں پر واجب ہے ۔ اہلِ مکہ

اور میقات میں رہنے والوں پر یہ طواف واجب نہیں۔

پھر زمزم کا پانی پیئے۔ خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر انتہائی عاجزی سے قبول حج کے لئے دعا مانگے۔ پھر ملتزم کے پاس آکر خانہ کعبہ کا غلاف تھام کر دعا کرے اور پھر حجرِ اسود کا بوسہ دے اور خشوع وخضوع سے دعا مانگے۔

۱۵۔ مدینہ طیبہ کی حاضری :۔

حج سے پہلے یا حج کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کرے، صلوٰۃ اور سلام کا نذرانہ پیش کرے: بیہقی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص میری زیارت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا اور جو حرمین میں مرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے امن والوں میں اٹھائے گا۔

ایک دوسری حدیث ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔

حج کے فرائض

اوپر کی بحث میں حج کی ادائیگی کا طریقہ بیان کیا گیا ان میں بعض مراسم حج فرض ہیں، بعض واجب، بعض مستحب اب ضروری ہے کہ ان کی تفصیل بیان کر دی جائے۔

فرائض حج تین ہیں :۔

۱۔ احرام ۲۔ وقوفِ عرفہ ۳۔ طوافِ زیارت

۱۔ احرام :

احرام اللہ تعالےٰ کے حضور حاضری کا یونیفارم ہے۔ اس کے ساتھ ہی تمام لذات وخواہشات، نفسانی حرام ہو جاتی ہیں یہ لباس زیب و زینت اور جاہ وجلال سے مبرا ہے اور سادگی کا مظہر ہے۔ کرۂ ارض کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے مسلمان ایک سادہ لباس میں حج ادا کرتے ہیں۔

احرام کے مسائل :

میقات آنے سے قبل غسل کرے، مسواک کرے اور باطہارت، احرام باندھے۔

سِلے ہوئے کپڑے اُتار دیں اور دو چادروں سے جسم ڈھانکیں ایک چادر کمر کے گرد لپیٹ

جائے اور دوسری چادر گردن کے گرد لپٹی جائے ۔

جب میقات پر پہنچے تو اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت نماز احرام کی نیت سے ادا کرے ۔

اگر حج فرد کا ارادہ ہو تو ان الفاظ میں نیت کرے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِہٖ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی ۔

اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں پس اس کو میرے لیے آسان بنادے اور اس کو مجھ سے قبول فرما میں نے حج کی نیت کی اور خاص اللہ کے لئے اس کا احرام باندھا ۔

اگر حج تمتع کا ارادہ ہو تو یہاں عمرہ کی نیت کرے اور مکہ معظمہ جانے کے بعد حج کا احرام باندھے ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَاَحْرَمْتُ بِھَا مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی ۔

اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو میرے لئے آسان بنا دے اور اس کو مجھ سے قبول فرمالے اور میں نے عمرہ کی نیت کی اور خاص اللہ کے لئے اس کا احرام باندھا

اگر حاجی قران کا ارادہ رکھتا ہو تو عمرہ اور حج دونوں کی نیت کرے گا :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِھِمَا مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی ۔

اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں انہیں میرے لئے آسان بنادے اور ان کو مجھ سے قبول فرمالے اور میں نے عمرہ اور حج کی نیت کی اور خاص اللہ کے لئے ان کا احرام باندھا ۔

نیت کے بعد لبیک کہے مرد بلند آواز سے کہے اور عورت آہستہ کہے لبیک کے الفاظ یہ ہیں

لَبَّیْکَ ط اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ط لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ ط لَا شَرِیْکَ لَکَ ط

تیرے پاس حاضر ہوں اے اللہ میں تیرے پاس حاضر ہوں، تیرے حضور حاضر ہوں

تیرا کوئی شریک نہیں، میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ بیشک حمد اور نعمت اور ملک تیرے ہی لئے ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

لبیک کے ان الفاظ میں کمی نہ کی جائے۔ البتہ زیادتی کی جا سکتی ہے لیکن زیادتی آخر میں ہو۔ احرام کے لئے ایک مرتبہ لبیک کہنا لازمی ہے۔

بہتر یہ ہے کہ لبیک کی کثرت کی جائے۔ پہاڑ پر چڑھتے اترتے وقت غرض ہر حالت کے بدلنے وقت لبیک کہی جائے۔

اگر کوئی شخص حج بدل کے لئے گیا تو لبیک کے وقت لَبَّيْكَ عَنْ فُلَانٍ (یعنی میں فلاں کی طرف سے حاضر ہوں) کہے۔ اگر اس کا نام نہ لیا لیکن ارادہ ہے، تو بھی کافی ہے۔

اگر کسی شخص پر حج فرض ہے اور احرام کے وقت اس نے یہ نیت نہ کی کہ یہ نفل یا فرض ہے تو فرض ہی ادا ہوا۔

اگر کسی شخص نے عمرہ کی نیت کی اور زبان سے حج کہا، یا حج کی نیت کی اور زبان سے عمرہ کہا تو اسی کا اعتبار ہے جس کی نیت کی۔

اگر کسی شخص نے دو حج کا احرام باندھا تو اس پر دو حج واجب ہو گئے۔ اسی طرح اگر دو عمروں کا احرام باندھا تو اس پر دو عمرے واجب ہو گئے۔

احرام کے ممنوعات

حالتِ احرام میں عورت کا بوسہ لینا، صحبت کرنا، جھگڑا کرنا، خشکی کا شکار کرنا، کسی کو شکار کا پتہ بتانا، شکار کے لئے کسی شخص کو چاقو وغیرہ دینا، سلا ہوا کپڑا پہننا، عمامہ باندھنا یا کسی اور چیز سے سر ڈھکنا، خوشبو لگانا، مہندی یا خضاب لگانا حرام ہیں۔

۲۔ وقوف عرفات

حج کا دوسرا فرض وقوف عرفات ہے۔ ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنا فرض ہے۔

عرفات میں پورا وقت دعا اور استغفار میں گزارے۔

وقوف میں کھڑا رہنا بہتر ہے۔ اگر بیٹھا رہا تو بھی ہرج نہیں۔

امام کے دونوں خطبوں کا سننا، باوضو رہنا، ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر پڑھنا،

وقوفِ عرفات کی سنتیں ہیں۔

وقوف کا وقت ۹ تاریخ کے آفتاب ڈھلنے سے دس کی طلوعِ فجر تک ہے۔

اگر اس کے علاوہ کسی وقت عرفات میں ٹھہرا تو حج نہیں ہوگا۔

اگر ان اوقات میں تھوڑی دیر بھی ٹھہرا تو اس کا حج ہوگیا۔

اگر کسی کا وقوف نہ ہوسکا تو اس کے حج کے بقیہ افعال ساقط ہوگئے اور یہ احرام عمرہ کی طرف منتقل ہوگیا یعنی اس کو چاہیے کہ عمرہ ادا کر کے احرام کھول دے اور آئندہ سال حج کرے۔

وقوفِ عرفات کے باقی مسائل حج کی ادائیگی کے طریقہ کے تحت بیان کیے جاچکے ہیں۔

۳۔ طوافِ زیارت

حج کا تیسرا فرض طوافِ زیارت ہے جو قربانی کے بعد ۱۲ ذی الحج تک کسی وقت بھی خانہ کعبہ جاکر ادا کرسکتا ہے۔ بارہ کے بعد تاخیر کرنا گناہ ہے اور اس کے جرمانہ میں ایک دم واجب ہوگا۔

افضل یہ ہے کہ دس تاریخ ہی کو یہ طواف ادا کرے۔

اس طواف کے بعد عورتیں حلال ہوجائیں گی۔ طواف کے سات پھیرے ہیں جن میں پہلے چار فرض ہیں یعنی ان کے بغیر طواف درست نہیں۔

طواف کے عمومی مسائل

ہر طواف میں سات پھیرے ہیں۔ ہر پھیرا حجرِ اسود سے شروع کیا جائے۔

حجرِ اسود کو چومنا اور بوسہ دینا افضل ہے۔ اگر افراد کی کثرت سے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو اشارہ کردینا کافی ہے۔

طواف، خانۂ کعبہ کو اپنے بائیں طرف رکھ کر شروع کیا جائے۔

طواف میں نیت فرض ہے۔ بغیر نیت کیا ہوا طواف نہیں ہوا۔

طواف کے پہلے تین پھیروں میں رمل ہے۔ رمل صرف مرد کے لئے ہے۔ عورت رمل نہ کرے۔

اگر کوئی شخص پہلے پھیرے میں رمل بھول گیا تو صرف دوسرے اور تیسرے پھیرے میں کرے۔

رمل اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی کی جائے۔

ایک شخص طواف کر رہا تھا کہ بے وضو ہو گیا، یا جماعت شروع ہو گئی یا جنازہ آ گیا تو اُسے چاہیئے کہ بعد میں اسی پھیرے سے آغاز کرے جہاں سے اس نے چھوڑا تھا۔

ایک شخص کو دورانِ طواف شک ہو گیا کہ یہ کون سا پھیرا ہے، اگر یہ فرض یا واجب طواف تھا تو پھر نئے سرے سے آغاز کرے اور اگر کوئی عادل بتا دے تو اس کے کہنے پر عمل کرے۔ لیکن اگر سنّت یا نفل طواف ہے تو اُس پر عمل کرے جہاں گمان غالب ہے۔

طواف کے بعد مقامِ ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز ادا کرے۔ اگر بھیڑ کے باعث مقامِ ابراہیمؑ پر نہ پڑھ سکے تو مسجدِ حرام میں کسی اور مقام پر پڑھ سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص معذور ہے اور خود طواف نہیں کر سکتا تو اُس کو اُس کے ساتھی طواف کرا سکتے ہیں۔

اگر کسی نے بیمار کو طواف کرایا اور اپنے طواف کی بھی نیّت کر لی تو دونوں کے طواف ہو گئے۔

حج کے واجبات

واجباتِ حج مندرجہ ذیل ہیں :-

۱۔ میقات سے احرام باندھنا۔
۲۔ سعی کو صفا سے شروع کرنا۔
۳۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا۔
۴۔ اگر عذر نہ ہو تو سعی میں چلنا۔
۵۔ مزدلفہ میں ٹھہرنا۔
۶۔ مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں ادا کرنا۔
۷۔ طوافِ زیارت کا ایامِ نحر میں کرنا۔
۸۔ طوافِ صدر کرنا۔
۹۔ طواف دائیں جانب سے شروع کرنا یعنی کعبہ شریف طواف کرنے والے کے بائیں طرف ہو۔
۱۰۔ اگر کوئی عذر نہ ہو تو طواف میں چلنا۔

۱۱۔ حج قران اور حج تمتع ادا کرنے والے کے لئے قربانی کرنا۔

۱۲۔ قربانی کا حرم شریف میں ایام نحر میں کرنا۔

۱۳۔ تینوں جمروں پر کنکر مارنا۔ دس کو صرف جمرۃ العقبہ، اور گیارہ بارہ کو تینوں جمروں پر کنکر مارنا۔

۱۴۔ ہر روز کی رمی اسی دن کرنا۔

۱۵۔ بال کتروانا، سر منڈوانا۔

۱۶۔ طواف کا حطیم کے باہر سے ہونا۔

۱۷۔ حالتِ طہارت میں طواف کرنا۔

۱۸۔ سترِ عورت کا ہونا۔

۱۹۔ طواف کے بعد دو رکعت نماز ادا کرنا۔ لیکن اگر نہ پڑھ سکے تو دم واجب نہیں۔

۲۰۔ کنکر پھینکنے، قربانی کرنے اور سر منڈوانے میں ترتیب مدِ نظر رکھنا۔

۲۱۔ سلا ہوا کپڑا استعمال نہ کرنا۔

۲۲۔ سر اور چہرہ نہ ڈھانکنا۔

حج کی قسمیں

۱۔ حج فرد ۲۔ حج تمتع ۳۔ حج قران

۱۔ حج فرد:

وہ حج جس میں عمرہ نہ کیا جائے۔ صرف حج ہو۔ میقات کے رہنے والے حج فرد ادا کرتے ہیں۔ اس حج میں قربانی ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ حج تمتع:

حج تمتع یہ ہے کہ پہلے حج کے مہینے میں عمرہ ادا کرے اور پھر عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد احرام کھولے یا بغیر احرام کھولے حج کرے۔ تمتع کے معنی فائدہ اٹھانے کے ہیں۔ اس حج کو تمتع اس لئے کہا جاتا ہے کہ محرم عمرہ اور حج کے درمیان ان چیزوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جو ممنوع ہیں۔ جبکہ قارن ایسا نہیں کر سکتا۔

متمتع کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ میقات کا رہنے والا نہ ہو۔ متمتع احرام باندھتے وقت صرف عمرہ کی نیت کرے گا۔

عمرہ کی ادائیگی کے بعد حج کے لئے دوبارہ احرام باندھے۔

تمتع کرنے والے عمرہ کے لئے حج کے مہینوں سے قبل بھی احرام باندھ سکتے ہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ عمرہ کے افعال یا بیشتر طواف، حج کے مہینوں میں ادا کریں۔

۳۔ حج قران :

وہ حج جس میں عمرہ اور حج ایک ہی احرام سے ادا کئے جائیں۔

حج قران میں میقات پر احرام باندھتے وقت عمرہ اور حج دونوں کی نیت کی جائے۔

قران کا احرام شوال سے پہلے بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کے افعال حج کے مہینوں میں ادا کرنے ضروری ہیں۔

قارن کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے عمرہ کرے یعنی طواف اور سعی کرے۔

اس کے بعد طوافِ قدوم کرے، پھر سعی کرے اور ابھی سعی نہیں کی تو طوافِ زیارت کے بعد کرے۔

اگر قارن نے دو طواف (ایک عمرہ کی نیت سے اور ایک حج کی نیت سے) اور دو سعی ایک ساتھ کیں تو بھی درست ہے لیکن یہ عمل سنّت کے خلاف ہے۔

اگر قارن نے دو طواف کئے اور اس بات کا تعین نہ کیا کہ یہ عمرہ کا ہے یا حج کا ہے تو پہلا طواف عمرہ کا اور دوسرا طواف حج کا ہوا۔

قارن اور متمتع کے لئے قربانی کرنا واجب ہے۔

یہ قربانی حرم سے باہر نہیں ہو سکتی۔

قربانی کا وقت دس ذی الحج کی صبح سے بارہ ذی الحج کی غروبِ آفتاب تک ہے لیکن دس کو کرنا افضل ہے۔

اگر قارن اور متمتع قربانی پر قدرت نہ رکھتے ہوں تو انہیں چاہیئے کہ دس روزے رکھیں، ان میں سے تین روزے تو وہیں رکھے جائیں یعنی یکم شوال سے نو ذی الحج تک رکھے جا سکتے ہیں اور باقی سات

روزے وطن واپس آکر رکھیں تو تیرہ ذی الحج کے بعد رکھیں۔
اگر کوئی شخص قربانی نہیں کر سکتا اور اس نے تین روزے رکھ لئے۔ پھر دس کو وہ حلق سے قبل قربانی پہ قادر ہو گیا تو اس کو چاہیئے کہ قربانی ادا کرے اور حلق کے بعد جانور ملا تو قربانی نہ کرے۔
حج مفرد سے تمتع افضل ہے اور تمتع سے قران افضل ہے۔

حج بدل

عبادات کی دو قسمیں ہیں۔ بدنی عبادات اور مالی عبادات، بدنی عبادات میں انسان جسم پر مشقت جھیلتا ہے جیسے نماز اور روزہ۔ مالی عبادت میں انسان اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے، جیسے زکوٰۃ۔ جہاں تک حج کا تعلق ہے اس میں انسان اپنا سرمایہ بھی خرچ کرتا ہے اور جسمانی مشقت بھی برداشت کرتا ہے۔ اس لئے اسے مرکب عبادت کہتے ہیں۔
جسمانی عبادت میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی لیکن مالی عبادت میں نیابت جاری ہو سکتی ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے حج کرے تو وہ ادا ہو جائے گا۔ اس کو حج بدل کہتے ہیں۔
حضرت ابنِ عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حج کی نذر مانی تھی۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بھائی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آیا اور اپنی بہن کے حج کے متعلق دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر تیری بہن پر قرض ہوتا تو کیا اُسے ادا کرتا؟ اس نے عرض کیا۔ جی ہاں! تو آپؐ نے فرمایا "اللہ کا قرض ادا کر۔ وہ ادائیگی کے زیادہ لائق ہے۔
حضرت ابنِ عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور عرض کی کہ میرے باپ پر حج فرض ہے اور وہ بہت ضعیف ہیں کہ سواری پہ بیٹھنا ممکن نہیں۔ اگر میں ان کو سواری پہ باندھتا ہوں تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مر نہ جائیں۔ کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا" اگر اس پہ قرض ہوتا اور تو اُسے ادا کرتا تو کیا وہ ادا نہ ہو جاتا؟ اس نے عرض کیا ضرور ادا ہو جاتا۔"
" آپؐ نے فرمایا" تو اپنے باپ کی طرف سے حج کر دا!"

حج بدل کے مسائل

۱۔ اگر کسی شخص پر حج فرض ہے اور وہ جانے سے معذور ہے تو کسی دوسرے کو اپنی جانب سے حج کرنے کے لئے بھیج سکتا ہے۔

۲۔ نفل حج کے لئے معذوری شرط نہیں۔ یعنی اگر کسی نے بغیر ناچاری کے بھی دوسرے کو حج کے لئے بھیجا تو درست ہو گا۔

۳۔ اگر کوئی شخص مرتے دم تک ایسا معذور ہے کہ حج کو نہیں جا سکتا اور اس پر حج فرض ہے تو اس کو چاہیئے کہ کسی دوسرے کو حج کے لئے بھیجے۔ جب کوئی شخص گیا تو حج اس کا ہو گا جس کی طرف سے گیا ہے۔ کرنے والے کو ثواب ملے گا۔ لیکن اس کا فرض حج ادا نہ ہو گا۔

۴۔ اگر دو اشخاص ایک آدمی کو حج کے لئے بھیجیں اور وہ ان دونوں کی جانب سے احرام باندھے تو حج کسی کا نہیں ہو گا۔ صرف اس کا اپنا ہو گا۔ اس کو ان دونوں کا پیسہ واپس کر دینا چاہیئے۔

۵۔ اگر احصار ہو جائے تو قربانی اس کے ذمہ واجب ہو گی جس نے حج کے لئے بھیجا۔

۶۔ اگر کوئی شخص اپنے ماں اور باپ دونوں کی جانب سے احرام باندھ لے اور بعد میں یہ تعین کرے کہ یہ ماں کی طرف سے ہے یا باپ کی طرف سے ہے تو یہ درست ہو گا۔

۷۔ اگر کسی پر حج فرض ہو یا قضا یا منت کا حج اس کے ذمہ ہو اور وہ قریب المرگ ہو تو اس کو چاہیئے کہ حج کی وصیت کرے۔

۸۔ اگر اس نے حج کی وصیت نہ کی تو وہ گنہگار ہوا۔ ہاں ورثاء اگر حج کرا دیں تو بہتر ہے۔

۹۔ اگر کسی نے حج کی وصیت کی تو تہائی مال تک عمل ہو گا۔

۱۰۔ اگر تہائی کی رقم اتنی کم ہو کہ وطن سے سفر خرچ پورا نہ ہو سکتا ہو تو ورثاء کو چاہیئے کہ مکہ معظمہ کے کسی شخص کا انتظام کر دیں۔

۱۱۔ کسی نے یہ وصیت کی کہ میری طرف سے حج کے لئے فلاں کو بھیج دیا جائے۔ پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا تو کسی اور کو اس کی جگہ بھیجا جا سکتا ہے۔

۱۲۔ جس شخص کو حج بدل کے لئے بھیجا گیا، اس کو چاہیئے کہ واپسی میں جو رقم بچی ہو خواہ اتنی زیادہ تھوڑی کیوں نہ ہو واپس کر دے۔

۱۳۔ ایک شخص پر حج فرض ہو گیا اور پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو اس کی جانب سے حج بدل کرایا جا سکتا ہے۔

منّت کا حج

اگر ایک شخص نے حج کرنے کی منّت مانی کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے حج کرنا ہے۔ یا اگر فلاں کام ہو جائے تو میں حج کروں گا (اور وہ کام ہو گیا) تو حج کرنا واجب ہے۔ کفارہ دینے میں وہ بری الذمہ نہ ہو گا۔

احصار کا بیان

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ

اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو قربانی میسر آئے کر دو اور اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک قربانی اپنے مقام (حرم) تک نہ پہنچ جائے۔

اگر کسی شخص نے عمرہ یا حج کا احرام باندھا اور وہ نہ جا سکا تو وہ محصر ہے۔

احصار کی صورتیں مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ ایسے مرض میں مبتلا ہو جانا کہ جانا ممکن نہ ہو۔

۲۔ راستہ میں بدامنی کا ہونا۔

۳۔ مصارفِ حج کا ہلاک ہو جانا۔

۴۔ عورت نفلی حج کر رہی تھی کہ اس کے شوہر نے روک دیا۔ فرض حج میں شوہر منع نہیں کر سکتا۔

۵۔ قید ہو جانا۔

۶۔ عورت محرم کے ساتھ جا رہی تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اب اگر تین دن سے کم مسافت ہے تو احصار نہیں ورنہ وہ محصرہ ہے۔

۷۔ احرام کے بعد عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی تو وہ محصرہ ہے۔

۸۔ محصر کو چاہیئے کہ قربانی بھیج دے اور جب وہ قربانی حرم میں ذبح ہو جائے تو وہ حالت احرام

سے باہر آئے۔

۹۔ محصر کو چاہیے کہ قربانی کا وقت وغیرہ معلوم کرے اور اس کے بعد احرام سے باہر آئے۔ اگر وہ قربانی بعد میں ہوئی اور وہ پہلے احرام سے باہر آ گیا تو اس پر دم واجب ہے۔

۱۰۔ اگر کسی شخص نے صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اس پر ایک قربانی واجب ہے۔

۱۱۔ اگر قارن محصر ہو تو دو قربانیوں کو بھیجے، ایک حج کی اور ایک عمرہ کی۔

۱۲۔ اگر قارن نے دو قربانیاں بھیجیں اور یہ معین نہ کیا کہ یہ عمرہ کی ہے یا حج کی ہے تو بھی درست ہے لیکن معین کرنا بہتر ہے۔

۱۳۔ اگر قارن عمرہ کر چکا تھا اور وقوفِ عرفات سے قبل محصر ہو گیا تو اس کو چاہیے کہ وہ ایک قربانی بھیجے۔

۱۴۔ محصر جب قضا کرے تو اگر اس نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو بعد میں ایک عمرہ کرے۔ اگر حج کا احرام باندھا تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ کرے۔ اگر وہ قارن تھا تو ایک حج اور دو عمرے کرے۔ اگر قارن عمرہ ادا کرنے کے بعد محصر ہوا تو ایک حج اور ایک عمرہ کرے۔

۱۵۔ جن صورتوں میں احصار ہوا تھا اگر وہ ختم ہو گئیں اور اتنا وقت ہے کہ حج اور قربانی کو پا لے گا تو اسے چاہیے کہ حج اور قربانی کرے۔

وقوفِ عرفات کے بعد احصار نہیں۔

حج فوت ہو جانا

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفہ ہے جس نے مزدلفہ کی رات میں فجر طلوع ہونے سے قبل عرفات کا وقوف پا لیا اس نے حج پا لیا۔ ایک دوسری حدیث ہے کہ جس کا وقوف عرفہ رات تک فوت ہو گیا اس کا حج فوت ہو گیا۔ جو عرفات میں نہ آ سکا اس کا حج فوت ہو گیا۔ لہٰذا اب اس کو چاہیے کہ عمرہ کرکے احرام کھول ڈالے اور اگلے سال حج کی قضا کرے اس پر دم واجب نہیں۔

قارن کو اگر وقوفِ عرفات نہ ملا تو اس کو چاہیئے کہ ایک طواف اور سعی عمرہ کی کرے ۔ پھر ایک طواف و سعی اور کرے ، اس کے بعد احرام سے باہر آجائے ۔

اگر کسی شخص کا حج فوت ہو گیا اور طواف و سعی کر کے احرام سے باہر نہ آیا اور آئندہ سال اسی احرام سے حج ادا کیا تو یہ درست نہیں ۔

عمرہ فوت نہیں ہو سکتا ، یہ سال کے کسی بھی حصّہ میں ادا کیا جا سکتا ہے ۔

باب الجنایات

حج کے اعمال کی ادائیگی میں محرم سے جو غلطیاں سرزد ہو جائیں تو ان کی تلافی کے لئے محرم پر کفّارہ واجب ہے ۔ خواہ وہ جان بوجھ کرے یا عذر سے کرے ۔ اگر عذر کے باعث یا لاعلمی میں ان غلطیوں کا مرتکب ہوا تو صرف کفّارہ ہے ۔ لیکن قصداً ارتکاب کی صورت میں وہ گنہگار بھی ہوا ۔ لہٰذا کفّارہ بھی دے اور توبہ و استغفار بھی کرے ۔

بعض صورتوں میں صدقہ واجب ہوتا ہے یعنی پونے دو سیر گیہوں سے کچھ زیادہ بعض صورتوں میں دَم واجب ہے یعنی بکری یا بھیڑ اور بعض صورتوں میں بدنہ واجب ہے یعنی گائے یا اونٹ ۔

جنایات کے مسائل :۔

۱۔ اگر محرم ایک عضو پر خوشبو لگائے تو دم واجب ہے اور اگر کم خوشبو لگائے تو صدقہ دے ۔

۲۔ اگر محرم نے تھوڑی سی خوشبو مختلف اعضا پر لگائی کہ مل کر پورے ایک بڑے عضو کی مقدار کے برابر ہو تو اُسے چاہیئے کہ بکری یا بھیڑ قربان کرے ورنہ صدقہ دے ۔

۳۔ اگر محرم کسی ایسے مقام سے گزرا جہاں خوشبو سُلگ رہی تھی اور اس کا پورا لباس خوشبو میں بس گیا تو کچھ واجب نہیں ۔ لیکن اگر محرم نے خود سُلگا کر کپڑوں میں خوشبو بسائی تو کم ہونے کی صورت میں صدقہ اور زیادہ ہونے کی صورت میں دَم واجب ہے ۔

۱۔ اگر محرم سر یا داڑھی میں مہندی لگائے تو اُس پر دم واجب ہے ۔

۸ اگر محرم نے کُسم یا زعفران میں رنگا ہوا لباس چار پہر پہنا تو دَم واجب ہے ۔ اس سے کم پہنا ، خواہ تھوڑی دیر کے لئے کیوں نہ ہو صدقہ واجب ہے ۔

اسی طرح محرم نے اگر سِلا ہوا لباس چار پہر پہنا تو دم واجب ہے۔ اس سے کم مدّت کے لئے پہنا تو صدقہ واجب ہے۔

اگر محرم نے سردی یا مرض کے باعث سِلا ہوا لباس پہنا یا جسم کو ڈھانکا تو جب تک وہ ضرورت باقی ہے اُس پر ایک دَم واجب ہے۔ اگر بلا ضرورت دوسرے وقت بھی پہنا تو اب دوسرا کفارہ واجب ہوگا۔ یعنی چار پہر تک پہننے پر دم اور کم پہ صدقہ خواہ تھوڑی دیر کے لئے ہو صدقہ واجب ہے۔

۷۔ اگر محرم نے سر یا داڑھی کے چوتھائی بال دُور کئے تو دَم واجب ہے اور کم ہوں تو صدقہ واجب ہے۔

۸۔ اگر محرم نے سر منڈوایا اور دَم دیدیا۔ پھر داڑھی منڈوائی تو اب دوسرا دَم دے۔

۹۔ اگر محرم نے مونچھ کتروائی تو صدقہ دے۔

۱۰۔ اگر ایک محرم نے دوسرے محرم کا سر مونڈا تو اس پر بھی صدقہ ہے اور غیر محرم کا مونڈا تو کچھ خیرات کر دے۔

۱۱۔ اگر بغیر ہاتھ لگائے بیماری کے سبب خود بال گر گئے تو کچھ واجب نہیں۔

۱۲۔ اگر محرم نے طوافِ زیارت بغیر طہارت کے کیا تو بُدنہ واجب ہے، اور بے وضو کرنے کی صورت میں دَم واجب ہے۔ اگر طواف کا اعادہ کر لیا تو کچھ واجب نہ رہا۔

۱۳۔ اگر محرم نے طوافِ فرض بلا عذر سواری پر کیا تو دم واجب ہے۔ اگر اعادہ کر لیا تو دم ساقط ہو گیا۔

۱۴۔ اگر فرض کے علاوہ کوئی طواف عدم طہارت میں کیا تو دَم واجب ہے اور بے وضو کیا تو صدقہ اور اگر اعادہ کر لیا تو کفّارہ ساقط ہو گیا۔

اگر طوافِ رخصت کُل یا اُس کے چار پھیرے چھوڑے تو دَم واجب ہے اور اگر کم پھیرے چھوڑے تو ہر پھیرے کے بدلہ صدقہ دے۔

۱۶۔ اگر سعی کے چار پھیرے یا زیادہ چھوڑے تو دَم واجب ہے۔ کم چھوڑے تو صدقہ واجب ہے۔ اعادہ کر لیا تو کفّارہ ساقط ہو گیا۔

۱۷۔ اگر طواف سے قبل سعی کر لی اور پھر سعی کا اعادہ نہ کیا تو دَم واجب ہے۔

۱۸۔ اگر آفتاب غروب ہونے سے قبل عرفات سے چلا گیا تو دَم واجب ہے۔ پھر اگر غروبِ آفتاب سے پہلے واپس آ گیا تو دم ساقط ہو گیا۔

۱۹۔ اگر کسی دن بھی رمی نہ کی، یا ایک دن کی رمی کُل یا اکثر چھوڑ دی تو دَم واجب ہے۔

۲۰۔ اگر نصف سے کم رمی چھوڑی تو ہر کنکر کے عوض صدقہ دے۔

۲۱۔ اگر ایک ہاتھ یا پاؤں کے پورے یا بیسوں ناخن ایک ساتھ کاٹے تو دَم واجب ہے اور اگر متفرق ناخن کاٹے اور ہاتھ یا پاؤں کے پورے پانچ نہ کاٹے تو ہر ناخن کے بدلے صدقہ واجب ہے۔

۲۲۔ اگر حرم سے باہر حلق کیا یا بارہ تاریخ کے بعد کیا تو دَم واجب ہے اور اگر دونوں غلطیاں کیں۔ یعنی بارہ کے بعد حرم سے باہر حلق کیا تو اُس پر دو دَم واجب ہوئے۔

۲۳۔ اگر حج قران اور تمتّع ادا کرنے والے نے قربانی سے پہلے حلق کیا، یا رمی سے پہلے قربانی کی تو دم واجب ہے۔

۲۴۔ اگر محرم نے خشکی کا شکار کیا، یا دوسرے کو شکار کا پتہ بتایا تو اس پر جزا واجب ہوگی اور یہ اُس کی وہ قیمت ہے جو دو عادل وہاں کے لحاظ سے مقرر کر دیں۔

۲۵۔ اگر محرم نے بھوک سے عاجز ہو کر شکار کیا تو بھی جزا واجب ہوگی۔

۲۶۔ اگر محرم جانور کو زخمی کرے یا اُس کے بال یا پَر نوچ ڈالے تو اس عضو کے لحاظ سے جزا واجب ہے اور اگر زخم کے بعد وہ جانور مر گیا تو پوری قیمت واجب ہے۔

۲۷۔ اگر غیر محرم نے محرم کو شکار کا پتہ دیا تو غیر محرم پر کچھ واجب نہیں۔ ہاں اُسے توبہ کرنی چاہیے۔

۲۸۔ چیل، بچھو، سانپ، چوہا، چھچھوندر اور حملہ کرنے والے درندوں کو مارنے پر کچھ واجب نہیں۔

۲۹۔ حرم کے جانور کا شکار کرنا محرم اور غیر محرم دونوں پر حرام ہے اور دونوں پر کفارہ ہے۔ البتہ غیر محرم اس نیت کے بدلے اگر چاہے تو روزہ رکھ سکتا ہے لیکن محرم نہیں رکھ سکتا۔

۳۰۔ اگر محرم شکار کو خریدے یا بیچے تو اس کی بیع باطل ہوگی۔

۳۱۔ اگر کوئی میقات سے بغیر احرام کے گزرا اور پھر واپس آنے کے بجائے جہاں تھا اسی مقام پر احرام باندھ لیا تو دم واجب ہے۔ اگر اس نے واپس میقات آکر احرام باندھا تو دم اس سے ساقط ہو گیا۔

۳۲۔ کسی شخص کا حج یا عمرہ کا ارادہ تھا اور وہ میقات سے بغیر احرام کے گزرا، اب اتنا وقت نہیں کہ واپس میقات آکر احرام باندھ لے۔ لہٰذا اُسے چاہیئے کہ وہیں پر احرام باندھ لے اور دَم دے۔

۳۳۔ اگر حج کرنے والے نے دس سے تیرہ تک عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اسے چاہیئے کہ عمرہ کی قضا کرے احرام توڑ دے اور دم دے۔

وہ تمام غلطیاں جن کے ارتکاب سے ایک دم یا صدقہ ہے اگر قارن کرے تو دو ہیں۔ ایک حج کے سلسلہ میں اور ایک عمرہ کے لئے۔ ہاں اگر قارن میقات سے بغیر احرام کے گزرے تو ایک دَم ہے۔ اس لئے کہ میقات پر ایک احرام واجب ہے اور ایک واجب کے تاخیر کی لہٰذا ایک دم واجب ہے۔

باب الھدیٰ

ہدی وہ جانور ہے جو قربانی کے لئے حرم کو لے جائیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ قربانیوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ط

اور قربانی کی گا ے اور اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنایا۔ اور ان میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔

اور قرآن کریم نے اسی مقام پر آگے چل کر یہ بھی فرمادیا کہ "اللہ تعالیٰ کے پاس قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ یعنی انسان خلوصِ نیت کے ساتھ اپنے ربّ کے حضور قربانی دے۔

مسائل :-

۱۔ ہدی کی کم سے کم حد ایک بکری ہے۔

۲۔ قران یا تمتع کرنے والے پر قربانی واجب ہے۔

۱۔ وہ جانور جن کی قربانی بقر عید میں درست ہے انہیں ہدی میں بھیجنا بھی درست ہے۔ یعنی گائے دو سال کی، اونٹ پانچ سال کا، بکری ایک سال کی، بھیڑ یا دنبہ ایک سال سے کم ہوں لیکن سال بھر والے کی طرح ہوں تو ان کی قربانی درست ہے۔

۴۔ اونٹ یا گائے وغیرہ میں سات آدمی شرکت کر سکتے ہیں لیکن ساتوں کے لئے قربانی کی نیت کرنا ضروری ہے۔

۵۔ اگر ہدی کی دم یا کان کٹا ہو تو قربانی کے لئے صرف اس صورت میں درست ہے کہ ایک تہائی سے کم کٹا ہو۔

۶۔ ہدی کی نکیل وغیرہ خیرات کر دیں اور قصاب کو وہ اجرت کے طور پر نہ دیں۔ اسی طرح جانور کی کھال بھی خیرات کر دینی چاہیئے۔

۷۔ ہدی کے جانور پر بلا ضرورت سوار نہیں ہونا چاہیئے۔

۸۔ اس قربانی کا کھانا درست نہیں جسے حرم میں قربان ہونا تھا اور اس کے علاوہ کسی اور مقام پر قربان کیا جائے۔

۹۔ کسی ہدی نے بچہ جنا تو بچہ کو بھی ذبح کر دیا جائے یا پھر صدقہ کر دیا جائے۔

۱۰۔ اگر وہ بچہ فروخت کر دیا تو اس کی قیمت خیرات کر دی جائے۔

۱۱۔ اگر دو آدمیوں نے غلطی سے ایک دوسرے کے جانور کو قربان کیا تو دونوں کی قربانیاں ہو گئیں۔

۱۲۔ اگر ہدی مرنے کے قریب ہو تو اس کو ذبح کر کے غرباء میں تقسیم کر دے۔ اگر وہ نفل ہدی تھی تو دوسرا جانور لے جانا ضروری نہیں لیکن اگر وہ واجب تھی تو دوسرا جانور لے جائے۔

باب ۱۱

جہاد

جہاد کا لفظ جہد سے نکلا ہے اور اس کے لغوی معنی کوشش و محنت کے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد وہ کوشش ہے جو انسان حق کی سربلندی کے لئے کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کوشش میں اپنا سرمایہ مال و دولت عزیز و اقارب اور جان تک کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتا۔

عام طور پر تلواروں سے لڑنا اور میدانِ کارزار میں بلند ہمتی اور شجاعت کا مظاہرہ کرنا کلمۂ حق کی بلندی کے لئے جان کی بازی لگانا جہاد تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام کی تعلیمات کو سامنے رکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ایک مومن کی پوری زندگی جہاد ہے اور ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ دین کی نصرت، مذہب کی اشاعت، حق کی تائید، کمزوروں کی امداد، مفلسوں کی اعانت، مسکینوں کی خبر گیری کے لئے تیار رہے۔ شریعتِ الٰہی کی تعمیل اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کے فرض کی ادائیگی میں ہمہ وقت مشغول رہے۔ یہ اس کا دائمی جہاد ہے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے مسلمان کا ہر عمل اس کے وجود کی حرکت اس کی شخصیت کی ہر جنبش اور اس کی زندگی کا ہر قدم جہاد نظر آئے گا۔ سورۂ آل عمران میں اسی جہاد کی طرف اشارہ ہے، جب یہ الفاظ آئے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

"اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں ثابت قدم رہو، اور کام میں لگے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

متعدد احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی کے متعدد امور کو جہاد قرار دیا ہے۔ مثلاً ایک صحابی یمن سے تشریف لائے اور جہاد میں شرکت کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے والدین ہیں؟ انہوں نے کہا، "جی ہاں"۔ فرمایا، ان کی خدمت میں جہاد کرو۔ یعنی والدین کی خدمت بھی جہاد ہے۔ خواتین نے ایک موقع پر غزوات میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ بارگاہ نبویؐ سے جواب آیا "تمہارا جہاد نیک حج ہے۔" اس کے علاوہ خطرناک موقع پر مصلحت کو نظر انداز کرکے بے باکی سے حق بات کہہ دینا بھی جہاد ہے۔ فرمایا، "افضل جہاد ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ عدل کہنا ہے۔"

اگرچہ ابھی یہ بات ثابت ہوئی کہ لفظ "جہاد" اپنے اندر انتہائی وسعت رکھتا ہے اور نیک نیتی سے کی جانے والی ہر کوشش کا احاطہ کر لیتا ہے۔ تاہم علمائے کرام نے احکام شریعت کی روشنی میں جہاد کی بعض اقسام بیان کی ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ان اصطلاحات کی وضاحت کر دی جائے۔

جہاد کی مختلف اقسام

۱۔ انسان کا اپنے نفس کیساتھ جہاد کرنا

یہ جہاد کی سب سے اعلیٰ قسم ہے کیونکہ انسان کا نفس ہر وقت انسان کو بہکاتا رہتا ہے۔ اس کائنات کا پہلا گناہ بھی نفس کے بہکانے سے ہوا یعنی ابلیس جو اب تک مومن تھا اپنے نفس کے دام میں آکر کافر ہو گیا اور نفس نے اُسے سمجھایا کہ وہ آگ سے بنا ہے جبکہ آدمؑ مٹی سے آگ مٹی سے افضل ہے اس لئے وہ آدم سے برتر ہوا اور آدمؑ کو سجدہ کرنے کا سوال ہی نہیں۔ ماہِ رمضان میں جب شیطان قید ہو جاتا ہے تو بھی نفس کی قوت کے زیرِ اثر انسان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ لہٰذا نفس کی طاقت کے خلاف جدوجہد کرنا اور اس کو قابو میں رکھنا اوّلین جہاد ہے۔ اسی کا نام جہادِ اکبر ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام کو جو ابھی ابھی میدانِ جنگ سے واپس ہوئے تھے مخاطب کر کے فرمایا "تمہارا آنا مبارک ہو تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو۔ بڑا جہاد بندہ کا اپنی خواہش نفس سے لڑنا ہے۔" صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا:۔

لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ ٥

"پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے"۔

سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو راہِ حق میں ہر مصیبت کے برداشت کرنے اور بالوں سے بچنے کی تاکید کی۔ گزشتہ انبیاء کے کارناموں کو بیان کیا کہ سخت سے سخت وقت میں بھی ان کے قدم نہیں ڈگمگائے اور انہوں نے دین کی راہ میں استقامت کا مظاہرہ کیا۔ بالآخر وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ o

"اور جو کوئی جہاد کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس کے لئے جہاد کرتا ہے۔ اللہ تو جہان والوں سے بے نیاز ہے۔"

ب۔ دماغی قوتوں سے جہاد کرنا :۔

علماء نے جہاد کی دوسری قسم جہاد بالعلم قرار دی ہے۔ انسان کا یہ فرض ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو علم و دانش کی روشنی سے نوازا ہے تو وہ اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ علم کے چراغ جلائے۔ دوسروں تک حق و معرفت کی روشنی پہنچائے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں اور جس قدر بھی شر و فساد پایا جاتا ہے اس کا سبب جہالت ہے۔ چنانچہ دوسروں کو علم و معرفت کی روشنی سے فائدہ پہنچانا بڑے اجر کی بات ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عالمانہ دلیل ہی کے ذریعہ انسان کے دل میں سکون و طمانیت کی قوت کو پیدا کیا جاسکتا ہے، جبکہ تیغ و تفنگ سے یہ کام نہیں لیا جاسکتا۔ ارشادِ ربانی ہے :۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ o

"اپنے ربّ کے راستہ کی طرف دعوت دو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ"

یہاں پر دعوت میں دو چیزوں کو مدّنظر رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ایک حکمت اور دوسرے اچھی نصیحت۔ حکمت کا مفہوم یہ ہے کہ موقع محل دیکھ کر مخاطب کی ذہنی استعداد اور سمجھ کے مطابق حق بات اس کے گوش گزار کرنی چاہیئے اور عمدہ نصیحت سے مراد یہ ہے کہ نصیحت اس انداز پر کی جائے کہ مخاطب ناصح کو اپنا ہمدرد تصوّر کرے اور اس کو یہ احساس ہو کہ ناصح کے قلب میں میرے لئے بہی خواہی کے جذبات موجود ہیں۔ اسی کو جہاد بالعلم کہا گیا ہے اور بعض علماء نے اس کا درجہ جہاد بالنفس اور جہاد بالمال سے افضل بتایا ہے۔ چنانچہ حق کی اشاعت کے لئے جن علوم کا حصول ضروری ہے ان کو حاصل کرنا اور حق کا پیغام پہنچانا جہاد بالعلم ہی میں شامل ہے۔

ج : مال و سرمایہ سے جہاد کرنا :۔

جہاد کی ایک اور قسم مالی جہاد ہے اور اس کی خصوصیّت یہ ہے کہ ایسے مواقع ہر شخص کو مل جاتے ہیں جبکہ میدانِ کارزار میں جا کر لڑنے کا فریضہ گنتی کے لوگ ہی ادا کرتے ہیں۔ مالی جہاد کی ضرورت

ہر لمحہ پیش آتی رہتی ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انسان بعض اوقات جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے لیکن سرمایہ کے معاملہ میں لاپرواہی سے کام لیتا ہے۔ اسی لئے شریعت نے مختلف احکامات کے ذریعہ مومن کو مالی جہاد کے لئے آمادہ کیا ہے۔ زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے۔ عام صدقہ وخیرات کو مستحب بتایا۔ مومن کے جذبۂ فیاضی کو تحریک دینے کے لئے واضح طور پر حدیث قدسی میں اعلان کیا گیا کہ کسی بھوکے کو کھانا کھلانا، کسی پیاسے کو پانی پلانا، کسی بیمار کی عیادت کرنا گویا خود اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے مترادف ہے اور بروز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے حوالہ سے یہ باز پرس کرے گا کہ تو نے کھانا نہ کھلایا پانی نہ پلایا وغیرہ۔

اسلام کی اسی تعلیم کا اثر تھا کہ صحابہ کرام حق کی نصرت کے لئے بے دریغ اپنا سرمایہ خرچ کرنے کو تیار رہے اور دینی کاموں کے لئے اپنی ضروریات روک کر سرمایہ فراہم کرتے یہ بھی ہوا کہ غزوات کے موقع پر انہوں نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ پیش کر دیا اور اپنی غربت کے باوجود سخت ترین ساعتوں میں بھی مالی جہاد سے منہ نہ موڑا۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں جہاد کی تاکید کی گئی بالعموم مالی جہاد کو جانی جہاد پر اوّلیت دی گئی:

۱۔ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً (النساء)

اللہ تعالیٰ نے اپنے مال اور نفس سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فوقیت عطا فرمائی۔

۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ..... (انفال)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے جہاد کیا۔

وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۝

اور اپنے مال اور اپنی جان سے خدا کی راہ میں جہاد کرو۔

د: جسم وجان سے جہاد کرنا:۔

اس سے مراد راہِ حق میں کی جانے والی وہ تمام مساعی شامل ہیں جن میں جسمانی محنت کا استعمال ہے اور ان کی آخری حد یہ ہے کہ انسان ہر قسم کے خطرات میں بھی اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر دشمنانِ حق سے نبرد آزما ہو جائے۔ اس موقع پر اگر وہ فتح مند لوٹتا ہے تو غازی ہے اور اگر

جان نثار کر دیتا ہے تو شہید ہے۔ سورہ بقرہ میں شہداء کے مرتبہ سے متعلق ارشاد ہوا،

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن انہیں اس کا شعور نہیں۔

شہادت کا منصب وہ اعلیٰ منصب ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آرزو فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا۔ مجھے آرزو ہے کہ میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں اور دوبارہ مجھے زندگی ملے اور اس کو بھی قربان کردوں اور پھر تیسری زندگی ملے تو اس کو بھی راہِ خدا میں قربان کردوں (مسلم)

مسند احمد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شخص اچھے اعمال کے ساتھ دُنیا سے جاتا ہے تو اس کو حق تعالیٰ کے ہاں اتنی اعلیٰ اور پُرمسرت زندگی میسر آتی ہے کہ وہ دنیا میں واپس جانے کی خواہش نہیں کرتا لیکن شہید اس سے مستثنیٰ ہے اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ پھر دنیا میں جائے اور اللہ کی راہ میں جان دینے کی خوشی کو پھر حاصل کرے۔

صحیح مسلم میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ایک دن اور رات اللہ کی راہ میں سرحد پہ گھوڑا باندھنا ایک مہینہ کے روزے اور قیام سے بہتر ہے اور مرجائے تو جو عمل کرتا تھا جاری رہے گا، اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

جہاد کے فقہی مسائل :

جہاد فرض کفایہ ہے کہ ایک جماعت نے کرلیا تو دوسروں ساقط ہو گیا اور اگر کسی نے نہیں کیا تو سب گنہگار ہوئے لیکن اگر کافر ہجوم کی صورت میں آئیں تو فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

جہاد واجب ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسلحہ اور لڑنے پر قدرت ہو اور سواری اور کھانے پینے کے سامان پر قادر ہونا کافی ہے۔

جن افراد تک اسلام کی دعوت ابھی نہیں پہنچی ہے ان لوگوں کو دین کی دعوت دینا ضروری ہے پھر جب وہ انکار کردیں تو مسلمان حاکم جزیہ مقرر کردے۔ جب وہ جزیہ کا انکار کردیں تو جہاد کا

حکم ہے اگر کسی شخص کے پاس لوگوں کی امانتیں ہوں اور وہ لوگ موجود نہ ہوں تو کسی دوسرے شخص کو امانتیں سونپ کر جا سکتا ہے۔

وہ اشیاء جن کا احترام ضروری ہے ان کو جہاد میں لے کر جانا ممنوع ہے۔ مثلاً قرآنِ کریم یا کتب احادیث وغیرہ۔ عورتوں کو بھی جہاد میں ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں۔ ہاں اگر لشکر بڑا ہو اور بے حرمتی کا اندیشہ نہ ہو تو اس صورت میں قرآن کریم اور عورتوں وغیرہ کو لے جانے میں حرج نہیں۔

اگر کفار کی طرف سے باپ شریک ہو تو اس کو قتل نہ کرے۔ ہاں لڑائی میں مصروف رکھے۔ اگر باپ اس کے قتل کا پختہ ارادہ کر چکا ہو اور بچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

بچے عورتیں بیمار پجاری (جو اپنی عبادت میں مصروف ہوں) ان سب کو قتل کرنا منع ہے لیکن اگر وہ کافروں کی اعانت کر رہے ہوں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے۔

اگر کسی کافر کو کوئی مسلمان پناہ دے تو وہ درست ہے لیکن اگر اس امان سے مسلمانوں کو نقصان پہنچ سکتا ہو تو حاکم اس کو توڑ سکتا ہے۔

فتح کے بعد مثلہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں، کان، ناک کاٹ ڈالنا وغیرہ منع ہے۔ اگر دوران جہاد ایسا ہو گیا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اگر صلح کرنا مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو حاکم کو صلح کر لینی چاہیے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ سے اس بات پر صلح کی تھی کہ وہ دس سال تک مسلمانوں سے قتال نہ کریں گے۔

صلح کے بعد کافروں نے اپنے حاکم کی اجازت سے لڑنا شروع کر دیا تو یہ صلح ٹوٹ گئی۔

حصّہ سوئم

باب ۱۲

عربی قواعد

فعلِ اَمر

اس کے معنی حکم دینے کے ہیں اور جس فعل میں کسی چیز کا مطالبہ کیا جائے وہ امر کہلاتا ہے کیونکہ حکم مخاطب کو دیا جاتا ہے۔ اس لیئے مخاطب کے چھ صیغے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ تین مونث کے اور تین مذکر کے۔

بنانے کا قاعدہ یہ مضارع سے بنایا جاتا ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ علامتِ مضارع گرادی جاتی ہے۔ لیکن عربی زبان میں چونکہ متحرک حرف ہی سے لفظ شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمزۃ الوصل الف کی صورت میں داخل کر دیتے ہیں۔

اگر مضارع مضموم العین ہو تو ہمزۃ الوصل مضموم ہوگا۔ مثلاً یَکْتُبُ سے اُکْتُبْ یَنْظُرُ سے اُنْظُرْ۔ یَنْصُرُ سے اُنْصُرْ۔ یَدْخُلُ سے اُدْخُلْ وغیرہ۔

اگر مضارع مفتوح العین ہو یا مکسور العین ہو تو ان دونوں صورتوں میں ہمزۃ الوصل پر کسرہ آئے گا۔ مثلاً یَضْرِبُ سے اِضْرِبْ۔ یَمْنَعُ سے اِمْنَعْ۔ یَجْلِسُ سے اِجْلِسْ۔ یَغْسِلُ سے اِغْسِلْ۔ یَفْعَلُ سے اِفْعَلْ وغیرہ۔

مذکر حاضر	واحد	اُکْتُبْ	تو ایک مرد (لکھ)
	تثنیہ	اُکْتُبَا	تم دو مرد (لکھو)
	جمع	اُکْتُبُوْا	تم سب مرد (لکھو)
مونث حاضر	واحد	اُکْتُبِیْ	تو ایک عورت (لکھ)
	تثنیہ	اُکْتُبَا	تم دو عورتیں (لکھو)
	جمع	اُکْتُبْنَ	تم سب عورتیں (لکھو)

فعل نہی

جو فعل کام کرنے کی ممانعت کو ظاہر کرے وہ فعل نہی کہلاتا ہے۔ کیونکہ کام سے روکا بھی اسی کو جائیگا جو سامنے موجود ہو۔ لہٰذا نہی میں بھی امر کی طرح چھ حاضر کے صیغے آئیں گے۔

بنانے کا قاعدہ نہی کوئی مستقل فعل نہیں ہے۔ اس کے بنانے کے لیئے حاضر کے صیغوں سے قبل لَا داخل کر کے آخری حرف پر جزم دیا جاتا ہے۔ مثلاً:

لَا تَذْهَبْ۔ لَا تَفْعَلْ۔ لَا تَظْلِمْ۔ لَا تَلْعَبْ وغیرہ۔

مذکر حاضر	واحد	لَا تَفْعَلْ	تو ایک مرد نہ کر
	مثنیٰ	لَا تَفْعَلَا	تم دو مرد نہ کرو
	جمع	لَا تَفْعَلُوْا	تم سب مرد نہ کرو
مؤنث حاضر	واحد	لَا تَفْعَلِیْ	تو ایک عورت نہ کر
	مثنیٰ	لَا تَفْعَلَا	تم دو عورتیں نہ کرو
	جمع	لَا تَفْعَلْنَ	تم سب عورتیں نہ کرو

حُرُوفُ الجَر

اردو زبان کی طرح عربی میں بھی حروفِ جارہ پائے جاتے ہیں۔ جس طرح ہم اسم اور فعل یا دو اسموں کے تعلق کو ظاہر کرنے کے لیئے "سے۔ تک، کو، پر" وغیرہ جیسے

الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ اسی نوعیت کے مفہوم کو عربی زبان میں واضح کرنے کے سترہ حروف استعمال ہوتے ہیں۔ جس اسم کے ساتھ یہ حرف آتا ہے اسے جر (زیر) دیتا ہے حروفِ جر سترہ ہیں۔

- ب۔ ت۔ کَ۔ ل۔ و۔ مِنْ۔ فِیْ۔ اِلٰی۔ حَتّٰی۔ عَلٰی۔ عَنْ۔ مُذْ۔ مُنْذُ۔ رُبَّ۔ خلا۔ حاشا۔ عدا۔ مُذ۔

ا۔ ب

ا۔ بعض اوقات یہ پر کے معنوں میں آتا ہے جیسے: اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ترجمہ: جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

ب۔ سبب کے معنوں میں۔ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِظُلْمِهِمْ۔ ترجمہ: اللہ نے ان کے ظلم کے سبب ان کو پکڑا۔

ج۔ ذریعہ کے معنوں میں۔ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ ترجمہ: اور تم مدد مانگو نماز اور صبر کے ذریعہ۔

د۔ قسم کے لیئے۔ بِاللّٰهِ۔ ترجمہ: اللہ کی قسم۔

ہ۔ ساتھ کے لیئے۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ ترجمہ: اور والدین کیساتھ حسن سلوک کرو۔

و۔ عوض کے معنی میں۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ ترجمہ: جنت میں داخل ہو جاؤ اس کے عوض جو تم عمل کرتے تھے۔

۲۔ ت

یہ قسم کے لیئے آتا ہے اور صرف اللہ کے نام کے ساتھ مخصوص ہے۔ "تَاللّٰهِ" اللہ کی قسم۔

۳۔ کَ

یہ تشبیہ کا مفہوم دیتا ہے "هُوَ كَالْاَسَدِ" وہ شیر کی طرح ہے۔

۴۔ ل

یہ مکسور ہوتا ہے اگر اسم پر آئے۔ اور مفتوح ہوتا ہے اگر ضمیر کے ساتھ آئے۔

اس کی وجوہ استعمال مندرجہ ذیل ہیں۔

ا ۔ ملکیت ظاہر کرنے کے لیئے " لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کی ملکیت ہے۔

ب۔ قسم کے لیئے " لِلّٰهِ " اللہ کی قسم۔

ج ۔ حق ظاہر کرنے کے لیئے " اَلْحَمْدُ لِلّٰه " ترجمہ: ہر قسم کی حمد اللہ کے لیئے ہے۔

د ۔ وقت کے لیئے۔ " اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ " ترجمہ: سورج ڈھلنے کے وقت نماز پڑھیئے۔

۵۔ و

و۔ یہ قسم کے لیئے آتا ہے۔ جیسے: " وَاللّٰهُ " اللہ کی قسم: " وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ " قسم انجیر کی اور زیتون کی۔

ب ۔ اور کے معنوں میں " فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ " اپنے رب کیلئے نماز پڑھیئے اور قربانی دیجیئے۔

ج ۔ ابتدا کیلئے کلام کے آغاز میں آتا ہے " وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا " ترجمہ: اور انسان کہیں گے اس کو کیا ہوا؟

۶۔ اِلٰی

ا ۔ انتہا کو ظاہر کرنے کے لیئے۔ " ذَهَبْتُ اِلَى الْبَيْتِ " ترجمہ: میں گھر (تک) گیا۔

ب ۔ ساتھ کے مفہوم میں: " فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ " ترجمہ: اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو۔

ج ۔ فی کے معنی میں " لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ " ترجمہ: تمہیں البتہ قیامت کے دن جمع کرے گا۔

۷۔ حاشا

یہ استثناء کو ظاہر کرتا ہے " جَاءَ نِي الْقَوْمَ حَاشَا زَاهِدٍ " ترجمہ: سب لوگ میرے پاس آئے سوائے زاہد کے۔

۸۔ حتّٰی

ا ۔ وقت کی انتہا کے لیئے "سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ" ترجمہ: سلامتی والی ہے فجر کے طلوع ہونے تک۔

ب۔ سبب کے لیئے "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" ترجمہ تم نیکی کے درجۂ کمال تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ نہ کرو۔

ج ۔ استثناء کے لیئے۔ مَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا " ترجمہ: وہ کسی کو نہیں سکھاتے تھے لیکن یہ کہہ دیتے۔

۹۔ خَلَا

یہ بھی استثناء ظاہر کرتا ہے۔ "جَاءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدٍ" ترجمہ: زید کے سوا سب لوگ میرے پاس آئے۔

۱۰۔ رُبَّ

کبھی تقلیل اور کبھی تکثیر کے معنوں میں آتا ہے:

رُبَّ رَجُلٍ لَقِيْتُهٗ" ترجمہ: میں نے بہت سے آدمیوں سے ملاقات کی۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا " بہت آرزو کریں گے کافر لوگ۔

۱۱۔ عَدَا

یہ بھی استثناء کا مفہوم ظاہر کرتا ہے۔

"جاءَنی القوم عدا زیدٍ" ترجمہ: زید کے علاوہ تمام لوگ میرے پاس آئے۔

"ذَهَبَ الرِّجَالُ اِلَى الصَّلٰوةِ عَدَا زَيْدٍ" ترجمہ: زید کے علاوہ سب لوگ نماز کو گئے۔

۱۲۔ علیٰ

ا ۔ پر کے معنوں میں "عَلَى الْاَرْضِ" ترجمہ: زمین پر

ب ۔ سبب کے لیئے "لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ" تم اللہ کی کبریائی بیان کرو۔
اس سبب کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا کی۔

ج ۔ اختیار کرنے کے لیئے "عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ" ترجمہ: صبر اختیار کر۔

د ۔ میں کے لیئے "اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ" ترجمہ: اگر تم سفر میں ہو۔

۱۳ ۔ عَنْ

ا ۔ سے کے لیئے "اِنَّهٗ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ" ترجمہ: وہ اپنے بندوں سے
توبہ قبول کرتا ہے۔

ب ۔ ب کے مفہوم میں "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" ترجمہ: اور وہ اپنی خواہشِ نفس سے
نہیں بولتے۔

ج ۔ بدلہ کے معنوں میں "لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا" ترجمہ: ایک جان
دوسری جان کا بدلہ نہ ہو سکے گی (اس دن سے ڈرو)

۱۴ ۔ فِی

ا ۔ میں کے لیئے "اَلْقَلَمُ فِي الصُّنْدُوْقِ" ترجمہ: قلم صندوق میں ہے۔

ب ۔ بارے میں "نَظَرْنَا فِي الْمُعَامِلَةِ" ترجمہ: ہم نے معاملہ کے متعلق غور کیا۔

ج ۔ ساتھ کے لیئے "اُدْخُلُوْا فِيْ اُمَمٍ" ترجمہ: لوگوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

د ۔ مقابلہ کے لیئے "مَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ" دنیا کی
زندگی کی متاع آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہے۔

۱۵ ۔ مِن

ا ۔ ابتدا کے اظہار کے لیئے "هُوَ ذَهَبَ مِنَ الْبَيْتِ اِلَى الْمَدْرَسَةِ" ترجمہ: وہ
گھر سے مدرسہ گیا۔

ب ۔ فی کے معنی میں "اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ" ترجمہ: جب جمعہ
کے دن نماز کے لیئے پکارا جائے۔

ج ۔ سبب ظاہر کرنا " يَجْعَلُونَ اَذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ " ترجمہ : وہ کڑک کے سبب اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں۔

د ۔ نسبت واضح کرنا " مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيْهِ " ترجمہ : آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ان کاموں کو چھوڑ دے جو نفع دینے والے نہ ہوں۔

۱۶ ۔ ۱۷ ۔ مُذْ ، مُنْذُ

ان دونوں حروف کو زمانہ ظاہر کرنے کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔

" مَارَاَيْتُهُ مُذْ يَوْمَيْنِ " ترجمہ : میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا۔

حروف مشبہ بالفعل

یہ وہ حروف ہیں جن میں فعل کا مفہوم پایا جاتا ہے اور ان کے فوراً بعد آنے والا اسم منصوب ہوتا ہے اور خبر مرفوع ۔ مثلاً

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ترجمہ : بیشک اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

كَاَنَّ الْكِتَابُ اُسْتَاذٌ ۔ ترجمہ : گویا کتاب استاد کی طرح ہے۔

مندرجہ بالا مثالوں میں اسم پر زبر ہے اور ان کی خبر پر پیش ہے۔ یہی حروف مشبہ بفعل کی خصوصیت ہے۔ ان کی تعداد چھ ہے۔ ① اِنَّ ② اَنَّ ③ كَاَنَّ ④ لٰكِنَّ ⑤ لَيْتَ ⑥ لَعَلَّ۔

۱۔ اِنَّ ۔ یقین ظاہر کرتا ہے اور جملہ کے آغاز میں آتا ہے مثلاً :

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ ترجمہ : بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ترجمہ : بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔

۲ ۔ اَنَّ ۔ بے شک اور یقیناً کے مفہوم میں آتا ہے۔ لیکن اَنَّ جملہ کے درمیان میں آتا ہے۔ مثلاً :

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ ترجمہ : بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سچ ہے۔

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ترجمہ : جان لو کہ اللہ تعالےٰ کا عذاب سخت ہے۔

۳۔ کانّ۔ تشبیہ کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

"کَاَنَّ الْقَمَرَ مِصْبَاحٌ" ترجمہ: گویا کہ چاند چراغ ہے۔

۴۔ لٰکِنَّ کسی وہم کو دور کرنے کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

خَالِدٌ جَمِیْلٌ لٰکِنَّ حَامِدًا قَبِیْحٌ، ترجمہ: خالد خوبصورت ہے لیکن حامد بدصورت ہے۔

۵۔ لَیْتَ۔ ایسی آرزو اور خواہش کو ظاہر کرتا ہے جس کا پورا ہونا ناممکن ہو۔ مثلاً:

یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا۔ ترجمہ: اے کاش کہ میں مٹی ہوتا۔ لَیْتَ زَیْدٌ حَیٌّ۔ کاش زید زندہ ہوتا۔

۶۔ لَعَلَّ۔ یہ بھی خواہش کے اظہار کے لیئے بولا جاتا ہے مگر ایسی خواہش کیلئے جس کا پورا ہونا ممکن ہو۔ مثلاً: لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ ترجمہ: شاید کہ تم متقی بن جاؤ۔

لَعَلَّ الْاِمْتِحَانَ قَرِیْبٌ، شاید کہ امتحان قریب ہوں۔

افعالِ ناقصہ

یہ وہ افعال ہیں جن کے ساتھ صرف فاعل ملانے سے مفہوم ظاہر نہیں ہوتا بلکہ فاعل کی صفت بیان کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ ایسے فاعل کو اسم اور صفت کو اس کی خبر کہا جاتا ہے۔ افعالِ ناقصہ کے بعد آنیوالے اسم مرفوع اور خبر منصوب ہوتی ہے۔ مثلاً: اَصْبَحَ الْمَرِیْضُ صَحِیْحًا (مریض صبح کو تندرست ہوگیا) میں اِسم پر پیش اور اس کی خبر پر زبر ہے۔ افعالِ ناقصہ کی تعداد تیرہ ہے۔ (۱) کَانَ (۲) صَارَ (۳) اَصْبَحَ (۴) اَمْسٰی (۵) اَضْحٰی (۶) ظَلَّ (۷) بَاتَ (۸) مَابَرِحَ (۹) مَازَالَ (۱۰) مَافَتِیَٔ (۱۱)۔ مَاانْفَکَّ ۱۲۔ مَادَامَ ۱۳۔ لَیْسَ

۱۔ کَانَ۔ یہ اپنے فاعل کی خبر کو زمانۂ ماضی میں ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً: کَانَ زَاهِدٌ عَابِدًا۔

ترجمہ: زاہد عبادت گزار تھا۔

۲۔ صَارَ۔ یہ حالت کی تبدیلی کو ظاہر کرتا ہے" صَارَ زَیْدٌ عَالِمًا: ترجمہ: زید عالم ہوگیا۔

۳۔ اَصْبَحَ یہ صبح کے وقت کسی کام کے ہونے کی خبر دیتا ہے۔ مثلاً: اَصْبَحَ زَیْدٌ قَائِمًا

ترجمہ: زید صبح کے وقت کھڑا تھا۔ اَصْبَحَ زَیْدٌ خَاطِبًا۔ زید صبح کے وقت تقریر کر رہا تھا۔

۴۔ اَمْسٰی۔ یہ شام کے وقت کسی کام کے ہونے کی خبر دیتا ہے مثلاً، اَمْسٰی زَیْدٌ قَائِمًا۔

زید شام کے وقت کھڑا تھا۔

۵۔ اَضْحٰی ۔ کسی بات کے چاشت کے وقت ہونے کی خبر دیتا ہے۔ مثلاً، اَضْحٰی زَیْدٌ جَالِسًا۔ زید چاشت کے وقت بیٹھا رہا۔

۶۔ ظَلَّ ۔ کسی کام کے دن کے وقت ہونے کی خبر دیتا ہے۔ مثلاً، ظَلَّ زَیْدٌ کَاتِبًا۔ زید تمام دن لکھتا رہا۔

۷۔ بَاتَ ۔ رات کے وقت کے کام کی خبر دیتا ہے۔ "بَاتَ زَیْدٌ عَابِدًا"؛ ترجمہ: زید تمام رات عبادت گزار رہا۔

صَبَحَ ۔ اَمْسٰی ۔ ظَلَّ ۔ اَضْحٰی اور بَاتَ وہ افعالِ ناقصہ ہیں جو مخصوص اوقات میں کسی کام کے ہونے کی خبر دینے کے علاوہ صرف ہونے کا مفہوم بھی بعض اوقات ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً "ظَلَّ الْمَطَرُ نَازِلًا" ترجمہ: بارش موسلا دھار ہوئی۔

۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ مَابَرِحَ ۔ مَازَالَ ۔ مَافَتِیَ اور مَاانْفَكَّ وہ افعالِ ناقصہ ہیں جو خبر کے استمرار کو ظاہر کرتے ہیں مثلاً

مَازَالَ زَیْدٌ مَرِیْضًا ۔ ترجمہ: زید ہمیشہ بیمار رہا۔

مَازَالَ زَیْدٌ ذَاهِبًا ۔ ترجمہ: زید چلتا ہی رہا۔

۱۲۔ مَادَامَ : یہ کسی کام کے تعین کے موقع پر استعمال ہوتا ہے جو اس کی خبر کے زمانہ کے برابر ہو۔ اسی لیئے یہ اس سے پہلے جملہ کا محتاج ہوتا ہے۔ مثلاً:

اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا۔ ترجمہ: مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں نماز پڑھوں۔

۱۳۔ لَیْسَ ۔ اس سے نفی کا مفہوم نکلتا ہے مثلاً "لَیْسَ زَیْدٌ قَائِمًا۔ زید کھڑا نہیں ہے۔

لیس کی گردان مندرجہ ذیل ہے۔

غائب لَیْسَ لَیْسَا لَیْسُوْا لَیْسَتْ لَیْسَتَا لَسْنَ

حاضر لَسْتَ لَسْتُمَا لَسْتُمْ لَسْتِ لَسْتُمَا لَسْتُنَّ

لَسْتُ لَسْنَا

باب ۱۳

اَلدَّرْسُ الْاَوَّلُ — پہلا سبق

اَسْتَيْقِظُ مُبَكِّرًا وَاَتَوَضَّأُ وَاُصَلِّي	میں جاگتا ہوں بہت صبح اور وضو کرتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں
ثُمَّ اَلْبَسُ مَلَابِسِي الْمَدْرَسِيَّة	پھر پہنتا ہوں اپنے مدرسہ کا لباس (یونیفارم)
وَاٰكُلُ طَعَامِي۔	اور کھاتا ہوں اپنا کھانا۔
ثُمَّ اُقَبِّلُ اُمِّي وَاَبِي وَآخُذُ	پھر چومتا ہوں اپنی ماں اور اپنے باپ کو اور لیتا
كُتُبِي وَاَذْهَبُ اِلَى الْمَدْرَسَة۔	ہوں اپنی کتابیں اور چلا جاتا ہوں مدرسہ کی طرف۔
وَحِيْنَ اَرْجِعُ اِلَى الْمَنْزِلِ اَذْهَبُ	اور جس وقت لوٹتا ہوں گھر کی طرف (گھر پر) جاتا ہوں
اِلَى وَالِدَتِي وَاُحَيِّيْهَا وَاَضَعُ	اپنی ماں کے پاس اور اسے سلام کرتا ہوں اور رکھتا
مِحْفَظَةَ كُتُبِي عَلَى مَكْتَبِي۔	ہوں بستہ (بیگ) اپنی کتابوں کا اپنے ڈیسک پر۔
وَبَعْدَ اَنْ اَسْتَرِيْحَ قَلِيْلًا	اور اس کے بعد کہ آرام کر لیتا ہوں تھوڑا سا (تھوڑی دیر)
وَاَلْعَبُ فِي الْحَدِيْقَةِ قَلِيْلًا۔	کھیلتا ہوں باغ میں تھوڑی دیر۔
اَرْجِعُ اِلَى غُرْفَتِي۔	لوٹتا ہوں اپنے کمرہ کی طرف۔
وَاَكْتُبُ مَا عَلَيَّ مِنَ الْوَاجِبَاتِ	اور لکھتا ہوں جو میرے لیے ضروری ہیں۔
وَاَحْفَظُ دُرُوْسِي۔	اور یاد کرتا ہوں اپنے سبقوں کو۔
ثُمَّ اَضَعُ كُتُبِي فِي	پھر رکھ دیتا ہوں اپنی کتابیں اپنے بستہ میں
مِحْفَظَتِي مُهَيَّاة لِلْيَوْمِ	تیار کر کے (ٹھیک کر کے) دوسرے دن کے
الثَّانِي۔	لیے۔
وَفِي السَّاعَةِ الثَّامِنَةِ مَسَاءً	اور آٹھ بجے شام کو اتار دیتا ہوں
اَخْلَعُ مَلَابِسِي الْمَدْرَسِيَّة۔	اپنے مدرسہ کے کپڑے (یونی فارم)

ثُمَّ أَسْتَحِمُّ وَأَلْبِسُ مَلَابِسَ النَّوْمِ وَأَشْرَبُ كَأْسًا مِنَ اللَّبَنِ وَأُحَيِّي وَالِدِي وَوَالِدَتِي وَأَذْهَبُ إِلَى فِرَاشِي وَأَنَامُ مُبَكِّرًا۔

پھر میں نہاتا ہوں اور پہن لیتا ہوں سونے کے کپڑے اور پیتا ہوں ایک پیالہ (گلاس) دودھ کا اور سلام کرتا ہوں اپنے باپ کو اور اپنی ماں کو اور جاتا ہوں اپنے بچھونے (بستر) کی طرف اور سو جاتا ہوں جلدی۔

مشق

١۔ أَجِبْ عَنِ الْأَسْئِلَةِ الْآتِيَةِ مُشَافَهَةً وَكِتَابَةً

جواب دیجئے دیئے ہوئے سوالات کے زبانی اور تحریری۔

مَتَى يَسْتَيْقِظُ التِّلْمِيذُ؟

کب جاگتا ہے طالب علم؟

مَاذَا يَفْعَلُ حِينَ يَسْتَيْقِظُ؟

کیا کرتا ہے جبکہ جاگتا ہے؟

اذْكُرْ كُلَّ مَا يَفْعَلُهُ قَبْلَ أَنْ يَذْهَبَ إِلَى الْمَدْرَسَةِ؟

بیان کیجئے وہ تمام جو کرتا ہے اس سے پہلے کہ وہ جاتا ہے مدرسہ کی طرف۔

وَمَاذَا يَفْعَلُ حِينَ يَرْجِعُ إِلَى الْمَنْزِلِ؟

اور وہ کیا کرتا ہے جبکہ لوٹتا ہے۔ گھر کی طرف۔

اذْكُرْ كُلَّ مَا يَفْعَلُهُ بَعْدَ أَنْ يَرْجِعَ مِنَ الْمَدْرَسَةِ۔

بیان کیجئے وہ تمام جو کرتا ہے اس کے بعد کہ وہ لوٹتا ہے مدرسہ سے۔

مَتَى يَخْلَعُ مَلَابِسَ الْمَدْرَسَةِ؟

کب اتارتا ہے وہ مدرسہ کے کپڑے۔

وَمَاذَا يَفْعَلُ بَعْدَ ذٰلِكَ؟

اور کیا کرتا ہے وہ اس کے بعد۔

اذْكُرْ كُلَّ مَا يَفْعَلُهُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ؟

بیان کیجئے تمام جو وہ کرتا ہے اس سے پہلے کہ وہ سو جائے۔

اَلدَّرْسُ الثَّانِيْ — دوسرا سبق

فِيْ بَاحَةِ الْمَدْرَسَةِ — مدرسہ کے میدان۔ (صحن) میں

بَاحَةُ الْمَدْرَسَةِ۔ جَرَسُ الْمَدْرَسَةِ — مدرسہ کا صحن۔ مدرسہ کی گھنٹی۔

الْمُفْرَدُ۔ ایک	الجمع۔ بہت سے (تین سے زائد)
حَدِيْثٌ۔ ایک بات	اَحَادِيْثُ۔ بہت باتیں۔
شَأْنٌ۔ اندازہ	شُئُوْنٌ۔ اندازے (طریقے)
خَبَرٌ۔ اطلاع	اَخْبَارٌ۔ اطلاعات۔ خبریں
اَمْرٌ۔ کام	اُمُوْرٌ۔ بہت کام
حَدَثٌ۔ ایک نیا واقعہ	اَحْدَاثٌ۔ بہت نئے واقعات
طَالِبٌ۔ ایک طالب علم	طُلَّابٌ۔ بہت سے طالب علم

اَلْخَادِمُ يُقْرِعُ الْجَرَسَ — ملازم بجاتا ہے گھنٹی

اَلطُّلَّابُ يَأْتُوْنَ اِلَى الْمَدْرَسَةِ فِي الصَّبَاحِ الْبَاكِرِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ بَاحَةِ الْمَدْرَسَةِ — بہت طالبعلم آتے ہیں مدرسہ کی طرف صبح کو جلدی اور جمع ہو جاتے ہیں مدرسہ کے صحن میں۔

يَلْعَبُوْنَ وَيَضْحَكُوْنَ وَيَذْهَبُوْنَ وَيَجِيْئُوْنَ وَيَتَحَدَّثُوْنَ شَتَّى الْاَحَادِيْثِ۔ — کھیلتے ہیں اور ہنستے ہیں اور جاتے ہیں اور آتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں مختلف قسم کی۔

وَيَتَنَاقَشُوْنَ فِيْ مُخْتَلَفِ الْاُمُوْرِ — اور بحث کرتے ہیں مختلف کاموں (معاملات) کے بارے میں۔

يَتَكَلَّمُوْنَ فِيْ شُئُوْنِ الْمَدْرَسَةِ — اور گفتگو کرتے ہیں مدرسہ کے طریقوں (معاملات)

وَشُئُوْنِ السِّيَاسَةِ وَيَتَسَاءَلُوْنَ — اور انتظامی (سیاسی) طریقوں کے بارے میں اور پوچھتے

عَنِ الْاَخْبَارِ الْعَالَمِ۔
وَيَاتِي اَحَدُهُمْ اِلٰى لَوْحَةِ الْاَخْبَارِ فَيَكْتُبُ عَلَيْهَا خُلَاصَةَ اُحْدَاثِ الْعَالَمِ۔

ہیں (سوالات کرتے ہیں) دنیا کی خبروں کے بارے میں۔
اور آتا ہے ایک ان میں سے خبروں کے بورڈ (تختی کے پاس) پھر وہ لکھتا ہے خلاصہ دنیا کے واقعات (نئے واقعات) کا۔

وَيَاتِي رِفَاقَةُ اِلَيْهِ يَجْتَمِعُوْنَ حَوْلَهُ وَيَقْرَءُوْنَ مَا كَتَبَ۔

اور آتے ہیں اسکے ساتھی اس کی طرف جمع ہوجاتے ہیں اسکے آس پاس (اردگرد) اور پڑھتے ہیں جو اس نے لکھا۔

التَّمْرِيْنُ — مشق

١۔ اَجِبْ عَلَى الْاَسْئِلَةِ الْاٰتِيَةِ مُشَافَهَةً وَكِتَابَةً۔

جواب دیجئے دیئے گئے سوالات کے زبانی اور تحریری۔

مَتٰى يَاتِي الطُّلَّابُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ؟
کب آتے ہیں طالب علم مدرسہ کی طرف؟

وَاَيْنَ يَجْتَمِعُوْنَ؟
اور کہاں جمع ہوتے ہیں؟

وَمَاذَا يَفْعَلُوْنَ؟
اور کیا کرتے ہیں؟

وَبِمَ يَتَحَدَّثُوْنَ وَفِيْمَا يَتَنَاقَشُوْنَ
اور کس سے گفتگو کرتے ہیں؛ اور کس کے بارے میں بحث کرتے ہیں اور کس کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں؟

وَفِيْمَ يَتَكَلَّمُوْنَ؟

وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ
اور کس معاملہ کیلئے پوچھتے ہیں (سوالات کرتے ہیں؟

مَاذَا يَكْتُبُ اَحَدُهُمْ عَلٰى لَوْحَةِ الْاَخْبَارِ؟
کیا لکھتا ہے ان میں ایک خبروں کے بورڈ پر؛

وَمَاذَا يَفْعَلُ رِفَاقَةُ بَعْدَ اَنْ يَكْتُبُ مَا يَكْتُبُ؟
کیا کرتے ہیں اس کے ساتھی اس کے بعد کہ وہ لکھتا ہے وہ کیا لکھتا ہے؟

مَاذَا يَفْعَلُ الْخَادِمُ فِي السَّاعَةِ الثَّامِنَةِ؟
کیا کرتا ہے ملازم آٹھ بجے؟

مَا يَفْعَلُ الطُّلَّابُ حِيْنَمَا يَسْمَعُوْنَ قَرْعَ الْجَرَسِ ؟ — کیا کرتے ہیں طالب علم جس وقت کہ وہ سنتے ہیں گھنٹی بجنے کی آواز؟

مَتیٰ یَاتِی الْاَسَاتِذَۃُ اِلیٰ غُرَفِ الدَّرْسِ۔ — کب آتے ہیں استاد کلاس کی طرف۔

اَلدَّرْسُ الثَّالِثُ — تیسرا سبق

فِیْ یَدِیْ عِشْرُوْنَ قَلَمًا — میرے ہاتھ میں بیس قلم ہیں۔

وَعَلَی الْمِنْضَدَۃِ اَقْلَامٌ کَثِیْرَۃٌ — اور میز پر بہت قلم ہیں

اٰخُذُ قَلَمًا وَاُضِیْفُہٗ اِلیٰ مَا فِیْ یَدِیْ فَیَکُوْنُ مَا فِیْ یَدِیْ وَاحِدٌ وَعِشْرُوْنَ قَلَمًا

میں لیتا ہوں ایک قلم اور بڑھاتا ہوں جو میرے ہاتھ میں تو ہو جاتے ہیں میرے ہاتھ میں اکیس قلم

”	”	ثَانِیًا	”	دوسرا	”	اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ	”	بائیس قلم
”	”	ثَالِثًا	”	تیسرا	”	ثَلَاثَۃٌ وَعِشْرُوْنَ	”	تیئس قلم
”	”	رَابِعًا	”	چوتھا	”	اَرْبَعَۃٌ وَعِشْرُوْنَ	”	چوبیس قلم
”	”	خَامِسًا	”	پانچواں	”	خَمْسَۃٌ وَعِشْرُوْنَ	”	پچیس قلم
”	”	سَادِسًا	”	چھٹا	”	سِتَّۃٌ وَعِشْرُوْنَ	”	چھبیس قلم
”	”	سَابِعًا	”	ساتواں	”	سَبْعَۃٌ وَعِشْرُوْنَ	”	ستائیس قلم
”	”	ثَامِنًا	”	آٹھواں	”	ثَمَانِیَۃٌ وَعِشْرُوْنَ	”	اٹھائیس قلم
”	”	تَاسِعًا	”	نواں	”	تِسْعَۃٌ وَعِشْرُوْنَ	”	انتیس قلم
”	”	عَاشِرًا	”	دسواں	”	ثَلَاثُوْنَ	”	تیس قلم

هٰذِہٖ حُزْمَۃٌ مِّنَ الْاَقْلَامِ، فِیْهَا عَشَرَۃُ اَقْلَامٍ۔ — یہ بنڈل (گٹھا) قلموں کا ہے۔ اس میں دس قلم ہیں۔

وَهٰذِهٖ حَزْمَةٌ ثَانِيَةٌ	اور یہ بنڈل ہے دوسرا۔
وَهٰذِهٖ حَزْمَةٌ ثَالِثَةٌ	اور یہ بنڈل ہے تیسرا۔
وَهٰذِهٖ حَزْمَةٌ رَابِعَةٌ	اور یہ بنڈل ہے چوتھا۔
وَهٰذِهٖ خَامِسَةٌ وَسَادِسَةٌ	اور یہ پانچواں اور چھٹا۔
وَسَابِعَةٌ وَثَامِنَةٌ وَتَاسِعَةٌ وَ عَاشِرَةٌ۔	اور ساتواں اور آٹھواں اور نواں اور دسواں۔
فِي كُلِّ حَزْمَةٍ عَشَرَةُ اَقْلَامٍ	ہر ایک بنڈل میں دس قلم ہیں۔

اٰخُذُ حَزْمَةً وَاَضَعُهَا عَلَى الْمِنْضَدَةِ۔ عَلَى الْمِنْضَدَةِ الْاٰنَ عَشَرَةُ اَقْلَامٍ

لیتا ہوں ایک بنڈل اور رکھتا ہوں اسے میز پر۔ میز پر اب دس قلم ہیں

ثَانِيَةٌ	دوسرا	عِشْرُوْنَ	بیس		
ثَالِثَةٌ	تیسرا	ثَلَاثُوْنَ	تیس		
رَابِعَةٌ	چوتھا	اَرْبَعُوْنَ	چالیس		
خَامِسَةٌ	پانچواں	خَمْسُوْنَ	پچاس		
سَادِسَةٌ	چھٹا	سِتُّوْنَ	ساٹھ		
سَابِعَةٌ	ساتواں	سَبْعُوْنَ	ستر		
ثَامِنَةٌ	آٹھواں	ثَمَانُوْنَ	اسی		
تَاسِعَةٌ	نواں	تِسْعُوْنَ	نوے		
عَاشِرَةٌ	دسواں	مِائَةٌ	سو		

تمرین — مشق

أجب عن الأسئلة الآتية — **جواب دیجئے دیئے گئے سوالات کے۔**

كَمْ قلمًا في يدي ؟	کتنے قلم ہیں میرے ہاتھ میں ؟
كَمْ تلميذًا في الغرفة ؟	کتنے طلبہ ہیں کمرے میں ؟
كَمْ رجلًا في المسجد ؟	کتنے مرد ہیں مسجد میں ؟
كَمْ ولدًا في الحديقة ؟	کتنے لڑکے ہیں باغ میں ؟
كَمْ غصنًا للشجرة ؟	کتنی شاخیں ہیں درخت میں ؟
كَمْ كتابًا في المكتبة ؟	کتنی کتابیں ہیں کتب خانہ میں ؟
كَمْ طالبًا في الاحتفال ؟	کتنے طالب علم ہیں جشن میں ؟
كَمْ حصانًا في الميدان ؟	کتنے گھوڑے ہیں میدان میں ؟
كَمْ جنديًا في القلعة ؟	کتنے سپاہی ہیں قلعہ میں ؟
كَمْ طائرًا على الشجرة ؟	کتنے پرندے ہیں درخت پر ؟
كَمْ بنتًا في المدرسة ؟	کتنی لڑکیاں ہیں مدرسہ میں ؟
كَمْ امرأةً في الاحتفال ؟	کتنی عورتیں ہیں محفل میں ؟
كَمْ طالبةً في القاعة ؟	کتنی طالبہ ہیں ہال میں ؟
كَمْ تفاحةً في السلة ؟	کتنے سیب ہیں ٹوکری میں ؟
كَمْ عنبةً في العنقود ؟	کتنے انگور ہیں خوشہ میں ؟
كَمْ دجاجةً في البستان ؟	کتنی مرغیاں ہیں باغ میں ؟
كَمْ زهرةً في الشجرة ؟	کتنے پھول ہیں درخت میں ؟

كَمْ سَمَكَةً فِي الْبُحَيْرَةِ؟ — کتنی مچھلیاں ہیں دریا میں؟

كَمْ سَيَّارَةً فِي الشَّارِعِ؟ — کتنی موٹر کاریں ہیں شاہراہ میں؟

كَمْ دَرَاجَةً فِي مَيْدَانِ السِّبَاقِ؟ — کتنی سائیکلیں ہیں دوڑ کے میدان میں؟

الدرس الرابع — چوتھا سبق

هٰذِهٖ اوراق نقديه، هٰذِهٖ وَرَقَةٌ وَاحِدَةٌ، — یہ کرنسی نوٹ ہیں، یہ ایک نوٹ ہے۔

هٰذِهٖ وَرَقَة ثَالِثَة، هٰذِهٖ رَابِعَةٌ — یہ تیسرا نوٹ ہے، یہ چوتھا ہے۔

هٰذِهٖ خَامِسَةٌ، هٰذِهٖ سَادِسَةٌ — یہ پانچواں ہے، یہ چھٹا ہے۔

هٰذِهٖ سَابِعَةٌ، هٰذِهٖ ثَامِنَةٌ۔ — یہ ساتواں ہے، یہ آٹھواں ہے۔

هٰذِهٖ تَاسِعَةٌ۔ هٰذِهٖ عَاشِرَةٌ۔ — یہ نواں ہے، یہ دسواں ہے۔

كُلُّ وَرَقَةٍ مِنْ هٰذِهِ الْأَوْرَاقِ قيمتها مائة روبيه۔ — ہر ایک نوٹ کی ان نوٹوں میں سے اس کی قیمت سو روپے ہے۔

فالواحدة قيمتها مائة روبية، والاثنتان قيمتها مائة روبية۔ والثلاث قيمتها ثلاث مائة روبيه۔ — تو ایک کی قیمت سو روپے ہے اور دو کی قیمت دو سو روپے ہے۔ اور تین کی قیمت تین سو روپے ہے۔

والاربع قيمتها اربع مائة روبيه والخمس خمس مائة روبية والست ستمائة روبية، والسبع — اور چار کی قیمت چار سو روپے ہے۔ اور پانچ کی پانچ سو روپے ہے اور چھ کی چھ سو روپے ہے۔ اور سات کی سات

سبعُمائة رُوبیه. والثمانُ ثمان مائة رُوبیه،
سو روپے ہے اور آٹھ کی آٹھ سو روپے ہے۔

والتّسعَ تسعُمائة رُوبیة. وَالعشر الف روبیه۔
اور نو کی نو سو روپے ہے اور دس کی ہزار روپے ہے۔

تمرین
مشق

اَجب عن الاسئلة التالیه مُشافهة وکتابهٗ۔
جواب دیجئے دیئے گئے سوالات زبانی اور تحریری۔

کَمْ ثمنُ الدّار ؟
کتنی قیمت ہے گھر کی؟

کَمْ ثمنُ الحِصان؟
کتنی قیمت ہے گھوڑے کی؟

کَمْ ثمنُ السّیارة ؟
کتنی قیمت ہے موٹر کار کی؟

کَمْ ثمنُ الدّراجةِ؟
کتنی قیمت ہے سائیکل کی؟

کَمْ ثمنُ الحدِیقة ؟
کتنی قیمت ہے باغ کی؟

کَمْ ثمنُ الثّیاب ؟
کتنی قیمت ہے کپڑوں کی؟

کَمْ ثمنُ الخاتمُ ؟
کتنی قیمت ہے انگوٹھی کی؟

کَمْ ثمنُ البقرة ؟
کتنی قیمت ہے گائے کی؟

اَلدّرسُ الخامِسُ
پانچواں سبق

عَملُ الصّباح
صبح کا کام

هٰذا مذیاع ؟
یہ ریڈیو ہے۔

استمعُ اِلَی المذیاع
میں سنتا ہوں ریڈیو۔

السَّاعَةُ الخَامِسَةُ تَمَامًا	پانچ بجے پورے۔
السَّاعَةُ الخَامِسَةُ وَنِصْفٌ	ساڑھے پانچ بجے۔
اَلسَّاعَةُ الْخَامِسَةُ وَرُبُعٌ	سوا پانچ بجے۔
اَلسَّاعَةُ الخامسة وَالدَّقِيقَةُ الخَامِسَةُ وَالابعُونَ	پانچ بجکر پینتالیس منٹ۔
السَّاعَةُ الخَامِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الخَامِسَةُ۔	پانچ بجکر پانچ منٹ۔
السَّاعَةُ الخَامِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ العَاشِرَةُ۔	پانچ بجکر دس منٹ۔
السَّاعَةُ الخامسة وَالدَّقِيقَةُ العِشْرُونَ۔	پانچ بجکر بیس منٹ
السَّاعَةُ السَّادِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الخَامِسَةُ وَالخَمْسُونَ۔	چھ بجکر پچپن منٹ۔
السَّاعَةُ السَّادِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الخَامِسَةُ وَالثَّلاثُونَ۔	چھ بجکر پینتیس منٹ۔
السَّاعَةُ السَّادِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الاَرْبَعُونَ۔	چھ بجکر چالیس منٹ۔
السَّاعَةُ السَّادِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الخَمْسُونَ۔	چھ بجکر پچاس منٹ۔
استيقظ كُلَّ يَومٍ مَعَ الفَجْرِ	میں جاگتا ہوں ہر روز صبح کے ساتھ نزدیک
حَولَ السَّاعَةِ الخَامِسَةِ	پانچ بجے۔
وَابتدِئ يَومي بالوُضُوءِ وَالصَّلَاةِ	اور شروع کرتا ہوں اپنا دن وضو سے اور نماز
وتِلَاوَةِ القُرآنِ۔	سے اور قرآن کی تلاوت سے۔
وَحَولَ السَّاعَةِ الخَامِسَةِ وَنِصفٍ	اور نزدیک ساڑھے پانچ بجے میں مطالعہ کرتا ہوں
اطالِعُ فِي كُتُبِي	(پڑھتا ہوں) اپنی کتابوں میں۔
وَاستمرُّ فِي المُطَالعَةِ اِلَى السَّاعَةِ	اور روزانہ مطالعہ کرتا ہوں چھ بج کر پچپن
السَّادِسَةِ وَالدَّقِيقَةِ الخَامِسَةِ وَ	منٹ تک۔
الخَمسِين	

اَلسَّاعَةُ الْخَامِسَةُ وَرُبُعٌ سوا پانچ بجے۔

اَلسَّاعَةُ الْخَامِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ پانچ بجکر پینتالیس منٹ۔

الْخَامِسَةُ وَالاَربَعُوْنَ

اَلسَّاعَةُ الْخَامِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الْخَامِسَةُ۔ پانچ بجکر پانچ منٹ۔

اَلسَّاعَةُ الْخَامِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الْعَاشِرَةُ۔ پانچ بجکر دس منٹ۔

اَلسَّاعَةُ الْخَامِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الْعِشْرُوْنَ۔ پانچ بجکر بیس منٹ

اَلسَّاعَةُ السَّادِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الْخَامِسَةُ وَالْخَمْسُوْنَ۔ چھ بجکر پچپن منٹ۔

اَلسَّاعَةُ السَّادِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الْخَامِسَةُ وَالثَّلاثُوْنَ۔ چھ بجکر پینتیس منٹ۔

اَلسَّاعَةُ السَّادِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الاَرْبَعُوْنَ۔ چھ بجکر چالیس منٹ۔

اَلسَّاعَةُ السَّادِسَةُ وَالدَّقِيقَةُ الْخَمْسُوْنَ۔ چھ بجکر پچاس منٹ۔

استيقظ كُلَّ يومٍ مَعَ الفجرِ میں جاگتا ہوں ہر روز صبح کے ساتھ نزدیک

حَول السَّاعة الخامسة پانچ بجے۔

وَابتدئ يَومى بالوضوءِ والصَّلاةِ اور شروع کرتا ہوں اپنا دن وضو سے اور نماز

وتلاوة القرآن. سے اور قرآن کی تلاوت سے۔

وَحول السَّاعَة الخامسة ونصفٍ اور نزدیک ساڑھے پانچ بجے میں مطالعہ کرتا ہوں

اطالعُ فِي كُتبي (پڑھتا ہوں) اپنی کتابوں میں۔

وَاستمرُّ فِي المطالعة إلى السَّاعة اور روزانہ مطالعہ کرتا ہوں چھ بج کر پچپن

السَّادِسة والدَّقيقة الخامسة وَ منٹ تک۔

الخمسين

فِي السَّادسة والدقيقة الخامسة چھ بج کر پچپن منٹ پر شروع ہوتی ہیں

وَالخمسين تبدئ الاذاعة الباكستانية — نشریات پاکستان کی۔

فاستمع لها تبتدی الاذاعة بتلاوت القرآن۔ — پھر اسے سنتا ہوں شروع ہوتی ہے نشریہ قرآن کی تلاوت سے۔

وَتستمر التلاوة مدة خمس دقائق — اور جاری رہتی ہے تلاوت پانچ منٹوں کے عرصہ تک۔

وفی الساعة السابعة يتلو المذيع نشرة الاخبار باللغة الانكليزيه۔ — اور سات بجے پڑھتا ہے ریڈیو نشریہ خبروں کا زبان میں انگریزی کے۔

وَفی الساعة السابعة وَربع يتلوا المذيع نشرة الاخبار باللغة الاردية — اور سوا سات بجے پڑھتا ہے۔ ریڈیو نشریہ خبروں کا زبان اردو میں۔

وفی السابعة ونصف يذيع احد العلماء محاضرة في تفسير آيات مِن كتاب الله الحكيم۔ — اور ساڑھے سات بجے نشر کرتا ہے کوئی ایک عالم موجود ہو کر تفسیر اللہ کی حکمت والی کتاب کی۔

وَفي الساعةِ السابعة وَالدقيقة الخامسة وَالاربعين نستمع الى اناشيد — اور سات بج کر پینتالیس منٹ پر ہم سنتے ہیں گا کر نظم (تعریف)

فی مدح الرسول الاعظم بعد الاذاعة اتناول طعامی ثم — تعریف میں عظیم (عظمت رکھنے والے) رسولؐ کے بارے میں نشریہ کے بعد کھاتا ہوں

أَذْهَبُ اِلیٰ عَمَلِی۔ — اپنا کھانا اور چلا جاتا ہوں اپنے کام کے لیے۔

التمرين كتابة ومشافهة۔ مشق تحریری اور زبانی

مَتیٰ تَستَیقِظُ؟ — تو کب جاگتا ہے؟

بِمَ تبتدئ یومك؟ — کس سے تو شروع کرتا ہے اپنا دن؟

هَل تطالعُ كتبكَ فی الصَّباح؟ — کیا تو مطالعہ کرتا ہے اپنی کتابوں کا صبح میں؟

وَاِلیٰ مَتیٰ تَستَمِرُّ فِی مطالعتكَ؟ — اور کب تک جاری رہتا ہے تیرا مطالعہ؟

هَل تَسمعُ اِلَی الاذاعة فِی الصَّباح؟ — کیا تو سنتا ہے نشریہ صبح میں۔ (کو)

مَتیٰ تبتدئُ الاذاعة البَاكستانية؟ — کب شروع ہوتی ہے نشریات پاکستان کی؟

وَبِمَ تبتدئُ؟ — اور کس سے شروع ہوتی ہے؟

هَل یمكن ان تذكر برنامج الاذاعة فی الصَّباح؟ — کیا ہے (ہو سکتا ہے) کہ تو یاد کرے (بیان کردے) پروگرام نشریہ کا صبح کے؟

اَلدَّرسُ السَّادِسُ — چھٹا سبق

اَنَا قَائِمٌ وَانت قَاعِدٌ — میں کھڑا ہوں اور تو بیٹھا ہے۔

انتَ مُتكلم وَاَنَا سَامِع — تو گفتگو کر رہا ہے (بولتا ہے) اور میں سننے والا ہوں (سنتا ہوں)

صدِیقی مُعلم وَاَنا مُتعلم — میرا دوست تعلیم دینے والا ہے (استاد) اور میں تعلیم پانے والا (طالب علم) ہوں

صدِیقی مُسافِرٌ وَاَنا مقیمٌ — میرا دوست سفر کرنے والا ہے اور میں ٹھہرا ہوا ہوں۔

صدِیقی واقف وَانت ما۔ — میرا دوست ٹھہرا ہوا ہے اور تو چلنے والا ہے۔

أَنَا اَتَكَلَّمُ وَاَنْتَ سَاكِنٌ ۔ میں بولتا ہوں اور تو خاموش ہے۔

اَنْتَ قَارِئٌ ۔ صَدِيقُكَ كَاتِبٌ ۔ تو پڑھنے والا ہے، تیرا دوست لکھنے والا ہے۔

مَاءٌ حَارٌّ ۔ مَاءٌ بَارِدٌ ۔ پانی گرم ۔ پانی ٹھنڈا۔

اَلْمُذَكَّرُ ۔ مذکر		اَلْمُؤَنَّثُ ۔ مؤنث	
قَائِمٌ ۔	کھڑا ہونے والا	قَائِمَةٌ ۔	کھڑی ہونے والی
قَاعِدٌ ۔	بیٹھنے والا ۔(دوزانو بیٹھنے والا)	قَاعِدَةٌ ۔	بیٹھنے والی
جَالِسٌ ۔	بیٹھنے والا۔	جَالِسَةٌ ۔	بیٹھنے والی
مَاشٍ ۔	پیدل چلنے والا	مَاشِئَةٌ ۔	پیدل چلنے والی
وَاقِفٌ ۔	ٹھہرنے والا	وَاقِفَةٌ ۔	ٹھہرنے والی
سَامِعٌ ۔	سننے والا۔	سَامِعَةٌ ۔	سننے والی
مُؤْمِنٌ ۔	ایمان لانے والا۔	مُؤْمِنَةٌ ۔	ایمان لانے والی
صَائِمٌ ۔	روزہ رکھنے والا۔	صَائِمَةٌ ۔	روزہ رکھنے والی
مُتَكَلِّمٌ ۔	کلام کرنے والا۔	مُتَكَلِّمَةٌ ۔	کلام کرنے والی
سَاكِنٌ ۔	سکون رکھنے والا۔	سَاكِنَةٌ ۔	سکون رکھنے والی
مُتَعَلِّمٌ ۔	تعلیم پانے والا۔	مُتَعَلِّمَةٌ ۔	تعلیم پانے والی
مُدَرِّسٌ ۔	سبق دینے والا۔	مُدَرِّسَةٌ ۔	سبق دینے والی

اَلْمُذَكَّرُ ۔ مذکر		اَلْمُؤَنَّثُ ۔ مؤنث	
مُعَلِّمٌ ۔	تعلیم دینے والا۔	مُعَلِّمَةٌ ۔	تعلیم دینے والی
قَارِئٌ ۔	پڑھنے والا۔	قَارِئَةٌ ۔	پڑھنے والی
خَاشِعٌ ۔	گڑگڑانے وا۔	خَاشِعَةٌ ۔	گڑگڑانے والی

مُصَلٍّ ۔ نماز پڑھنے والا	مُصَلِّيَةٌ ۔ نماز پڑھنے والی
كَاتِبٌ ۔ لکھنے والا	كَاتِبَةٌ ۔ لکھنے والی
مُحِبٌّ ۔ محبت کرنے والا	مُحِبَّةٌ ۔ محبت کرنے والی
مُسَافِرٌ ۔ سفر کرنے والا	مُسَافِرَةٌ ۔ سفر کرنے والی
مُقِيمٌ ۔ قیام کرنے والا	مُقِيمَةٌ ۔ قیام کرنے والی
حَامِدٌ ۔ تعریف کرنے والا	حَامِدَةٌ ۔ تعریف کرنے والی
شَاكِرٌ ۔ شکر کرنے والا	شَاكِرَةٌ ۔ شکر کرنے والی
مُتَوَاضِعٌ ۔ تواضع کرنے والا	مُتَوَاضِعَةٌ ۔ تواضع کرنے والی ۔
مُعْتَدِلٌ درمیانی راہ چلنے والا	مُعْتَدِلَةٌ ۔ درمیانی راہ چلنے والی

اَلتَّمْرِيْن ۔ مشق

أَجِبْ عَنِ الْأَسْئِلَةِ الْآتِيَةِ كتابة ومُشافهة :- جواب دیجئے دیئے گئے سوالات کے تحریری اور زبانی۔

هَلْ أَنْتَ قَائِمٌ تُصَلِّي ؟	کیا تو کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے ؟
هَلْ أَنْتَ سَامِعٌ مَا أَقُولُ ؟	کیا تو سنتا ہے جو میں کہتا ہوں
هَلْ أَنْتَ قَائِمٌ لِجَانِبِ السَّبُّورَةِ ؟	کیا تو کھڑا ہونے والا ہے تختہ سیاہ کے پہلو میں۔
هَلْ أَنْتَ قَائِمٌ فِي الْمِحْرَابِ ؟	کیا تو کھڑا ہوتا ہے محراب میں ؟
هَلْ أَنْتَ وَاقِفٌ عِنْدَ الْبَابِ ؟	کیا تو کھڑا ہوتا ہے دروازے کے نزدیک ؟
هَلْ أَنْتَ مَاشٍ فِي الْغُرْفَةِ ؟	کیا تو چلتا ہے کمرہ میں ؟
هَلْ أَنْتَ مُسَافِرٌ ؟	کیا تو سفر کرنے والا ہے ؟
هَلْ أَنْتِ سَاكِنَةٌ ؟	کیا تو خاموش رہتی ہے ؟

هَل اَنتِ مُتَكَلِّمَةٌ — کیا تو بولتی ہے ؟

هَل اَنتِ مُحِبَّةٌ لِلْخَیرِ ؟ — کیا تو محبت کرتی ہے نیکی سے۔

هَل اَنتِ سَامِعَةٌ ؟ — کیا تو سننے والی ہے ؟

هَل اَنتِ عَالِمَةٌ ؟ — کیا تو علم والی ہے؟

هَل اَنتِ مُتَعَلِّمَةٌ ؟ — کیا تو طالبہ ہے؟

هَل اُختُكَ مُتَعَلِّمَةٌ ؟ — کیا تیری بہن طالبہ ہے ؟

هَل هِیَ مُدَرِّسَةٌ لِلعَرَبِیَّةِ ؟ — کیا یہ استانی ہے عربی کی ؟

هَل هِیَ مُحِبَّةٌ لِلتِلمِیذَاتِهَا ؟ — کیا وہ محبت کرنے والی ہے اپنی طالبات سے ؟

هَل هِیَ مُتَحَجِّبَةٌ ؟ — کیا وہ (عورت) پردہ نشین ہے ؟

هل هی مُحِبَةٌ لِلْخَیرِ ؟ — کیا وہ محبت کرنے والی ہے نیکی کیلئے (سے)

هَل صَدِّیقُكَ وَاقِفٌ ؟ — کیا تیرا دوست کھڑا ہونیوالا ہے (کھڑا ہے) ؟

هَل اَنتَ مُتَکَلِّمٌ ؟ — کیا تو بولنے والا ہے ؟

هَل اَنَا سَامِعٌ ؟ — کیا میں سننے والا ہوں ؟

تتمہ تمرین۔ مشق

اجب عن الاسئلة الآتیة — جواب دیجئے دیئے گئے سوالات کے

کتابة ومُشافهة ؛ — تحریری اور زبانی۔

أَأَنتَ سَاکِتٌ ؟ — کیا تو خاموش ہے ؟

أَصَدِّیقُكَ مُعَلِّمٌ ؟ — کیا تیرا دوست استاد ہے ؟

أَرَفِیقُكَ طَالِبٌ ؟ — کیا تیرا ساتھی طالبعلم ہے ؟

أَهُوَ قَارِیٌٔ ؟ — کیا وہ پڑھنے والا ہے ؟

أَهُوَ كَاتِبٌ؟ — کیا وہ لکھنے والا ہے؟

أَهُوَ مُسَافِرٌ؟ — کیا وہ سفر کرنے والا ہے؟

أَهُوَ مُقِيمٌ؟ — کیا وہ قیام کرنے والا ہے؟

أَهٰذَا الْمَاءُ بَارِدٌ؟ — کیا یہ پانی ٹھنڈا ہے؟

أَهٰذَا الْمَاءُ حَارٌّ؟ — کیا یہ پانی گرم ہے؟

أَصَدِيقُكَ مُؤْمِنٌ؟ — کیا تیرا دوست ایمان والا ہے؟

أَهُوَ مُتَوَاضِعٌ؟ — کیا وہ تواضع والا ہے؟

أَهُوَ صَائِمٌ؟ — کیا وہ روزہ دار ہے؟

هَلِ الْجَوُّ مُعْتَدِلٌ؟ — کیا فضا معتدل ہے؟

هَلِ الْمَاءُ بَارِدٌ؟ — کیا پانی ٹھنڈا ہے؟

أَأَنْتِ مُسَافِرَةٌ؟ — کیا تو سفر کرنے والی ہے؟

أَأَنْتِ صَائِمَةٌ؟ — کیا تو (عورت) روزہ دار ہے؟

أَأَنْتِ مُصَلِّيَةٌ؟ — کیا تو نماز ادا کرنے والی ہے؟

أَأَنْتِ حَامِدَةٌ؟ — کیا تو تعریف کرنے والی ہے؟

أَأَنْتِ شَاكِرَةٌ؟ — کیا تو شکر کرنے والی ہے؟

أَوَالِدَتُكَ مُسَافِرَةٌ؟ — کیا تیری ماں سفر کرنے والی ہے؟

أَأَنْتِ مُؤْمِنَةٌ؟ — کیا تو ایمان والی ہے؟

أَأَنْتِ خَاشِعَةٌ؟ — کیا تو عاجزی کرنے والی ہے؟

أَأَنْتِ مُتَوَاضِعَةٌ؟ — کیا تو تواضع کرنے والی ہے؟

أَأَنْتِ صَائِمَةٌ؟ — کیا تو روزہ رکھنے والی ہے؟

أَأَنتِ مُصلّيةٌ ؟ کیا تو نماز پڑھنے والی ہے ؟

أَأَنتِ قائمةٌ ؟ کیا تو کھڑی ہے ؟

أَأَنتِ کاتبةٌ ؟ کیا تو لکھنے والی ہے ؟

أَأَنتِ قارئةٌ ؟ کیا تو پڑھنے والی ہے ؟

أَأَنتِ سامعةٌ ؟ کیا تو سننے والی ہے ؟

أَأَنتِ عالمةٌ ؟ کیا تو علم والی ہے ؟

أَأَنتِ مُتعلمةٌ ؟ کیا تو تعلیم حاصل کرنے والی ہے ؟

أَأَنتِ مُقیمةٌ ؟ کیا تو قیام کرنے والی ہے ؟

أَأَنتِ عابدةٌ ؟ کیا تو عبادت کرنے والی ہے ؟

الدرسُ السّابع ساتواں سبق

فصُولُ السَّنة اربعةٌ سال کے چار موسم ہیں۔

هي الشتاء والرّبیع والصّیف والخریف۔ وہ سردی کا موسم اور بہار کا اور گرمی اور خزاں کا ہے۔

الشتاءُ فی کراتشی مُعتدلٌ سردی کراچی میں درمیانی ہوتی ہے۔

والصّیف فیها حارٌّ اور گرمی کا موسم اس میں گرم ہوتا ہے۔

ولکنّه لیسَ بشدید الحرارة۔ لیکن وہ نہیں ہوتی زیادہ گرم۔

امّا فی لاهور فالشتاءُ باردٌ جدّاً لیکن لاہور میں سردی کا موسم ٹھنڈا ہوتا ہے بہت۔

والصّیف حارٌّ جدّاً۔ اور گرمی کا موسم گرم ہوتا ہے بہت۔

باکستانُ بلادٌ حارة پاکستان ملک ہے گرم۔

یشتدّ فیها الحرّ فی اکثر سخت ہوتی ہے اس میں گرمی زیادہ دنوں

ايّام السّنة
ميں سال کے۔

وتنزل الامطار فيها صيفًا
اور برستی ہیں بارشیں اس میں گرمی کے موسم میں

فتعدّل الحرارة و تلطّف
تو درمیانی (معتدل) ہوجاتی ہے گرمی اور لطیف

الجوّ۔
(عمدہ) ہوجاتی ہے فضا۔

وفی البلاد المعتدلة لايشتدّ
اور معتدل ملکوں میں زیادہ نہیں ہوتی ٹھنڈک

البرد شتاءً
سردی کے موسم میں۔

ولايشتدّ الحرّ صيفًا
اور زیادہ (شدید) نہیں ہوتی گرمی گرمیوں کے موسم میں۔

لا تحتجب الشّمس فی باكستان
چھپا نہیں رہتا سورج پاکستان میں مگر

الّا قليلًا۔
تھوڑا سا۔

امّا فی البلاد الاوروبية فتحتجب
لیکن یورپ کے ملکوں میں چھپا رہتا ہے

الشّمس فی اكثر ايام السّنة
سورج سال کے اکثر (زیادہ) دنوں میں۔

وتكثر الغيوم فی السّماء
کثرت سے بدلیاں ہوتی ہیں آسمان میں۔

ويكثر نزول الامطار۔
اور کثرت سے (زیادہ) برستی ہیں بارشیں۔

تمرين
مشق

اجب عن الاسئلة التالية
جواب دیجیے دیئے گئے سوالات کے

كتابة ومشافهة ،
تحریری اور زبانی۔

ماهی فصول السّنة ؟
کیا ہیں موسم سال کے ؟

هل الشتاء شديد فی كراتشی ؟
کیا سردیاں زیادہ ہوتی ہیں کراچی میں ؟

هل الصّيف معتدل فيها ؟
کیا گرمیاں درمیانی ہوتی ہیں ؟

كيف شتاء لاهور وكيف صيفها ؟
کیسی ہوتی ہیں سردیاں لاہور میں اور کیسی ان کی گرمیاں

وكيف شتاء بلادُ المُعتدلة وكيفَ صيفها ؟	کیسی ہوتی ہیں سردیاں معتدل ملک کی اور اور کیسی اس کی گرمیاں ؟
هل باكستان بلادٌ معتدلةٌ ؟	کیا پاکستان درمیانی (موسم کا) ملک ہے ؟
أهي حارة ام معتدلة ؟	کیا وہ گرم ہے یا درمیانی ہے ؟
هل يشتدُّ الحر فيها في فصلِ الصَّيف ؟	کیا شدید ہوتی ہے گرمی موسم گرما میں ؛
وهل تكثر الامطارُ فيها صيفًا ؟	اور کیا کثرت سے بارشیں ہوتی ہیں اس میں گرمی کے موسم میں ؟
ماذا تفعل امطار الصَّيف ؟	کیا کرتی ہیں بارشیں گرمی کی ؟
هَل تحتجبُ الشمسُ في باكستانِ كثيراً ؟	کیا چھپا رہتا ہے سورج پاکستان میں بہت ؟
وهل تحتجب الشمس في البلاد الاوربيه ؟	اور کیا چھپا رہتا ہے سورج ملکوں میں یورپ کے ؟
وهل تكثر الغيوم في سمائها ؟	اور کیا کثرت سے بدلیاں ہوتی ہیں اسکے آسمان میں ؟
وهل يكثر نزول الامطار فيها ؟	اور کیا کثرت سے برستی ہیں بارشیں اس میں ؟

الدرس الثامن آٹھواں سبق

فصلُ الرَّبيع ۔ موسم بہار	الحياة ۔ زندگی
يَبْتَدِئُ ۔ شروع ہوتا ہے ۔	مزينةٌ ۔ آراستہ
تورقُ ۔ پتے پیدا کرتے ہیں ۔	نرجِسُ ۔ نرگس (پودا) ۔
تتفتَّحُ ۔ کھل جاتے ہیں ۔	يعتدل ۔ درمیانی ہو جاتا ہے ۔

تبیض۔ انڈے دیتے ہیں۔ | نحسّ۔ ہم محسوس کرتے ہیں۔

تفرخ۔ بچے (چوزے) نکالتے ہیں۔ | نزور۔ ہم دیکھتے ہیں، سیر کرتے ہیں۔

ریحان۔ تلسی (خوشبودار پودا)

فی الاسبوع الثالث من شهر آزار (مارس) — تیسرے ہفتہ میں مارچ کے مہینے میں۔

یبتدئ فصل الربیع فصل الزهر والحیاة۔ — شروع ہو جاتا ہے موسم بہار، موسم پھول اور زندگی کا۔

فتورق الأشجار وتتفتح الأزهار — تو پتے آجاتے ہیں درختوں میں اور کھل جاتے ہیں پھول؛

وتبیض الطیور وتفرخ۔ — اور انڈے دیتے ہیں پرندے اور بچے نکلتے ہیں؛

وفی هذا الفصل یعتدل الجو — اور اس موسم میں درمیانی ہو جاتی ہے فضا۔

فلا نحس برد الشتاء ولا حر الصیف۔ — تو ہم محسوس نہیں کرتے سردی کے موسم کی ٹھنڈ اور گرمی کے موسم کی گرمی؛

نزور الحدائق فی أیام الربیع — ہم سیر کرتے ہیں (ہم دیکھتے ہیں) باغوں کو بہار کے دنوں میں۔

فنراها مزینة بأزهارها الجمیلة — تو دیکھتے ہیں ہم اسے آراستہ حسین پھولوں سے۔

وأوراقها الخضراء طیبة الرائحة — اور اس کے ہرے پتے عمدہ خوشبودار۔

بورودها وأزهارها ونرجسها و — اس کے گلابوں اور پھولوں اور اس کے نرگس

ریحانها۔ — اور اس کے ریحان (کی وجہ سے)

عن کتاب المطالعة العربیة۔ — کتاب مطالعہ العربیہ سے (لیا گیا)

التمرین — مشق

أجب عن الأسئلة الآتیة — جواب دیجئے دیئے گئے سوالات کے

کتابة ومشافهة۔ — تحریری اور زبانی۔

متی یبتدئ فصل الربیع؟ — کب شروع ہوتا ہے موسم بہار؟

ومتیٰ تورق الاشجار وتنفتح الازهار؟	اور کب پتے آتے ہیں درختوں میں اور کھلتے ہیں پھول؟
ومتیٰ تبیض الطیور وتفرخ. متیٰ یعتدل الجوّ؟	اور کب انڈے دیتے ہیں پرندے اور بچے نکالتے ہیں؟ کب درمیانی ہو جاتی ہے فضا؟
هل نحس فی الرّبیع بردًا؟	کیا ہم محسوس کرتے ہیں بہار میں ٹھنڈ؟
وهل نحس فیه حرًّا؟	اور کیا ہم محسوس کرتے ہیں اس میں گرمی؟
کیف نجد الحدائق فی ایّام الرّبیع؟	کیسا پاتے ہیں ہم باغوں کو بہار کے دنوں میں؟

الدّرسُ التّاسِع نواں سبق

الفاظ و معنی	الفاظ و معنی
یَغمُر۔ چڑھ جاتا ہے۔ ڈھانپ لیتا ہے۔	یَمرحُون۔ لوٹتے ہیں
نَسِیمٌ۔ سمندری ہوا (صبح کی ٹھنڈی ہوا)	علیلٌ۔ دھیمی
بَضع۔ کچھ، چند۔	دافِئٌ۔ گرمی کا احساس، گرم
یَجرُون بھاگتے ہیں۔	

المُذکّر۔ مذکر	المؤنث۔ مونث
صَافٍ۔ صاف	صَافِیة۔ صفائی رکھنے والی
هادئٌ۔ موافق۔ رہنما	هادئة۔ موافقت کرنیوالی۔ تھمی ہوئی۔
مشرق۔ نکلنے والا۔ روشن	مشرقةٌ۔ نکلنے والی

المُفرد۔ واحد، ایک (اکیلا)	الجمع۔ جمع (بہت سے)
رَمل۔ ریت	رِمال۔ ریتوں (بہت ریت)

اَلْمُفرد واحد۔ ایک (اکیلا)	اَلْجَمع جمع (بہت سے)
مَوج۔ لہر	اموَاج۔ لہریں
صبیٌّ۔ بچہ۔ لڑکا	صبیَۃٌ۔ بچے۔ لڑکے
أخ۔ بھائی	إخوۃ۔ بہت بھائی
خطوۃ۔ ایک قدم	خطوات۔ بہت قدم

السَّماءُ صافیۃ والشمس مشرقۃ آسمان صاف ہے، سورج روشن ہے (نکل رہا ہے)
والجو دافیٌ والبحر ھادیٌ۔ اور فضا گرم ہے اور سمندر پرسکون ہے۔
وَالنَّسیمُ عَلیلٌ۔ اور سمندری ہوا ہلکی ہے۔
وھٰؤلاءِ الصبیَۃُ یلعبون فوقَ الرّمال اور لڑکے کھیل رہے ہیں ریت پر۔
علےٰ شاطئ البحر الجمیل۔ کنارے پر حسین سمندر کے۔
اِنّھُم یلبسُون ثیاب البحرِ بیشک انہوں نے پہن رکھے ہیں سمندر میں نہانے کے کپڑے۔
ویسیرُون فِی الماءِ بِضع خطوات۔ اور وہ چلتے ہیں پانی میں چند قدموں۔
حتّےٰ یغمُرھم الماءُ اِلیٰ صُدُورِھم یہاں تک کہ چڑھ آتا ہے پانی ان کے سینوں تک۔
ثُمّ یخرجون من الماءِ و پھر وہ باہر آجاتے ہیں پانی سے اور دوڑتے ہیں
یجرون فوق الرّمالِ ویلعبُون ریت پر اور کھیلتے ہیں اور لوٹتے ہیں (اٹکھیلیاں
وَیمرحُون۔ کرتے ہیں)
وھنالك اخواتھم الکبارُ اور وہاں ان کے بھائی ہیں بڑے۔
یَنزلون فی الماءِ اتر جاتے ہیں پانی میں۔
ولا یخافون البحرِ واموَاجہ۔ اور نہیں ڈرتے سمندر سے اور اسکی لہروں سے۔
بل یسمعون ویتسابقون وَیقطعُونَ بلکہ وہ تیرتے ہیں اور ایک دوسرے سے آگے

المسافات البعيدة۔ — بڑھتے ہیں اور طے کرتے ہیں سفر دور کا۔

التمرين — مشق

اجب عن الاسئلة التالية — جواب دیجیے دیئے گئے سوالات کے

كتابة ومشافهة۔ — تحریری اور زبانی۔

مايفعل الصبيه على شاطئ البحر؟ کیا کرتے ہیں لڑکے کنارے پر سمندر کے؟

ومايلبسون؟ واين يسيرون؟ — اور کیا کھیلتے ہیں؟ اور کہاں سیر کرتے ہیں؟

صف الصبيه عند شاطئ البحر؛ — بیان کیجئے لڑکوں کا حال سمندر کے کنارے کے پاس؛

هل يسبح الصبية فى البحر؟ — کیا تیرتے ہیں لڑکے سمندر میں؟

وهل يغمرهم ماء البحر الى رؤسهم؟ — اور کیا چڑھ آتا ہے پانی سمندر کا ان کے سروں تک؛

وماذا يفعل الاخوة الكبار؟ — اور کیا کرتے ہیں بڑے بھائی؛

هل يخافون البحر وامواجه؟ — کیا وہ ڈرتے ہیں سمندر سے اور اسکی لہروں سے؛

وهل يسبحون قريبا من الشاطئ؟ — اور کیا وہ تیرتے ہیں قریب کنارے کے؛

الدرس العاشر — دسواں سبق

زهير وحسان — زہیر اور حسان

نشيطان۔ دو چست، دو پھرتیلے۔ — ذكيان۔ دو ذہین

يفترقان۔ دو جدا ہوتے ہیں۔ — يعصيان۔ دو نافرمانی کرتے ہیں۔

يقصران۔ دو کوتاہی کرتے ہیں۔ — يتاخران۔ دو دیر کرتے ہیں۔

حميمان۔ دو مخلص دوست۔

زھیر وحسان۔ طفلان۔ صغیران	زہیر اور حسان دو لڑکے ہیں چھوٹے اور
وَصدِّیقانِ حَیمانِ	دوست ہیں مخلص۔
یسکنانِ فی منزلین۔ متجاورین	اور دونوں رہتے ہیں دو گھروں میں پڑوس کے۔
وَیلعبان معًا ویذھبانِ معًا ویجیئانِ	وہ دونوں کھیلتے ہیں ساتھ اور جاتے ہیں ساتھ
معًا ولایفترقانِ ابدًا۔	اور آتے ہیں ساتھ اور جدا نہیں ہوتے کبھی (ہمیشہ)
ینامانِ فِی المَساءِ فی سَاعۃٍ واحدۃ	دونوں سوتے ہیں شام کو ایک گھنٹہ میں۔
ولستیقظانِ فی الصّباحِ فِی سَاعۃٍ واحدۃٍ	اور دونوں جاگتے ہیں صبح میں ایک گھنٹے (وقت میں)
وَیتناولانِ طعامھمانی ساعۃٍ وّاحدۃٍ۔	اور دونوں کھاتے ہیں اپنا کھانا ایک گھنٹے (وقت میں)۔
یذھبانِ الی المدرسۃ معًا۔ و	اور جاتے ہیں دونوں مدرسہ کی طرف ساتھ اور
یَدخلانِ غرفۃ الصفِّ معًا	داخل ہوتے ہیں کلاس میں داخل۔
ویَجلسَان فِی مقعدٍ واحدۃ۔	اور دونوں بیٹھتے ہیں ایک بینچ پر۔
وَھُما تلمیذانِ نشیطانِ ذکیانِ	اور دونوں طالب علم ہیں چست اور ذہین۔
لایتأخرانِ عن المدرسۃ ابدًا	دیر نہیں کرتے دونوں مدرسہ سے کبھی۔
ولا یعصیان لمُعلِمھُما امرًا	اور نافرمانی نہیں کرتے دونوں استاد کی کسی حکم میں؛
وَلا یقصرانِ فی اداءِ واجبٍ۔	اور کوتاہی نہیں کرتے دونوں کسی فرض کی ادائگی میں۔

التمرین — مشق

اجب عن الاسئلۃ التالیۃ کتابۃً ومشافھۃً؛	جواب دیجئے گئے سوالات کے تحریری اور زبانی۔
من ھُما زھیر وحسان؟	کون ہیں دونوں زہیر اور حسان؟

هل يَسكنان فِي مَنزلَين مُتباعدين؟ — کیا وہ دونوں رہتے ہیں دونوں گھروں میں جو دونوں دور ہیں؟

وكيف يلعبان؟ وكيف يذهبان وَكيف يجيئان؟ — اور کیسے کھیلتے ہیں دونوں؟ اور کیسے جاتے ہیں دونوں اور کیسے آتے ہیں دونوں؟

وهل يفترقان؟ وهل يتنامان و يستيقظان في ساعةٍ واحدةٍ۔ — اور کیا دونوں جدا ہوتے ہیں؟ اور کیا دونوں سوتے ہیں اور جاگتے ہیں ایک گھنٹے (وقت) میں؛

وهَل يذهبان الى المَدرَسة؟ معًا — اور کیا دونوں جاتے ہیں طرف مدرسہ کی ساتھ؟

وهَل يجلسانِ في غرفة الصفِّ في مكانين مُتباعدين؟ — اور کیا دونوں بیٹھتے ہیں کلاسوں میں دو دُور جگہوں میں؟

هَل هُما زكيان نشيطان؟ — کیا دونوں ہیں ذہین اور چُست و چالاک؛

هل يتاخرانِ عن المَدرَسة؟ — کیا دونوں دیر کرتے ہیں مدرسہ سے؟

وهَل يقصران في اداءِ واجب؟ — اور کیا دونوں کوتاہی کرتے ہیں فرض پورا کرنے میں؛

وهَل يعصيان اوامر اساتذتها؟ — اور کیا دونوں نافرمانی کرتے ہیں اپنے استادوں کے حکموں کی؟

۲۔ خاطب زهيرًا وحسانًا وقل لهما؛ — زہیر اور حسان کو مخاطب کر اور ان دونوں سے

يا زهير و يا حسان انتما طفلان صَغيران..... — اے زہیر اور حسان تم دونوں چھوٹے بچے ہو۔

الدرسُ الحَادي عشر — گیارہواں سبق

عائشة وَاُختاها ۔ عائشہ اور اسکی دو بہنیں

حجرة الاستحمام: نہانے کا کمرہ غسلخانہ — تتهيّان ۔ تیاری کرتی ہیں۔

الاستيقاظ ۔ جاگنا — يمسحن ملتی ہیں خشک کرتی ہیں۔

يُسْرِعْنَ۔ جلدی کرتی ہیں۔ | يُمشطن۔ کنگھی کرتی ہیں۔
يُنظفنَ۔ صاف کرتی ہیں۔ | يُوَدِّعن ۔رخصت کرتی ہیں۔
مَنشفة۔ تولیہ | يُصلين۔ نماز پڑھتی ہیں۔
يُرَتِّبنَ۔ ٹھیک کرتی ہیں، ترتیب دیتی ہیں۔

عائشةُ لَهَا اختان صَغيرتانِ هِيَ — عائشہ کی ہیں دو بہنیں چھوٹی، یہ اور اس کی دو بہنیں
واختاها ثلاثِ فتياتٍ، — ہیں تین دوشیزگان (نوعمر لڑکیاں) ہیں؟
يستيقظنَ فی الصَّباح الباكر۔ — وہ جاگتی ہیں صبح جلدی اور جلدی جاتی ہیں
وليُسرعنَ اِلىٰ غرفة الاستحمام۔ — غسلخانہ کی طرف۔
يغسِلن وُجوهُهُنَّ وَايديهُنَّ۔ — اور دھوتی ہیں اپنا منھ اور اپنے دونوں ہاتھ اور
وينظفنَّ اسنانهنَّ بِالسّواكِ — صاف کرتی ہیں اپنے دانتوں کو مسواک سے۔
وَيتوَضّأنَ وضوءً حَسنًا — اور وضو کرتی ہیں وضو اچھی طرح۔
ثُمَّ يَمسحن ايديهنَّ و وجوهُهنَّ — پھر ملتی ہیں (خشک کرتی ہیں) اپنے دونوں ہاتھوں
بمنشفة نظيفةٍ — کو اور اپنے منھ کو صاف تولیہ سے۔
ثُمَّ يَرجعنَ اِلىٰ حجرتهنَّ و — پھر وہ لوٹ آتی ہیں اپنے کمرہ کی طرف اور نماز
يُصلِّينَ بخشوعٍ۔ — پڑھتی ہیں عاجزی سے۔
وبعد الصَّلوٰة يقرأء القرآن۔ — اور نماز کے بعد پڑھتی ہیں قرآن اور یاد کرتی ہیں
ويحفظن دروسهُنَّ — اپنے سبقوں کو۔
ويكتُبنَ وظائفهُنَّ ثُمَّ يتناولن — اور لکھتی ہیں اپنا گھر کا کام (ہوم ورک) پھر
طعامهُنَّ۔ — کھاتی ہیں اپنا کھانا۔
ويتهيان لِلذّهابِ الى المدرسة۔ — اور تیاری کرتی ہیں جانے کے لیے مدرسہ کی طرف۔
وقبل الذهاب الى المدرسة — اور جانے سے پہلے مدرسہ کی طرف کنگھی کرتی

يُمشطن شعورهنّ — ہیں اپنے بالوں میں۔

ويُرتّبن غرفتهنّ ويلبسن ثيابهنّ — اور ٹھیک کرتی ہیں اپنے کمرے کو اور پہنتی ہیں

ويُودّعن ابويهنّ ويخرجن من — اپنے کپڑے (لباس) اور رخصت لیتی ہیں اپنے والدین

المنزل ويمشين في الشارع۔ — سے اور باہر نکلتی ہیں گھر سے اور چلتی شاہراہ پر۔

بادبٍ واحتشامٍ ويصلن الى — ادب اور وقار سے اور پہنچتی مدرسہ تک

المدرسة فى الوقت المعين۔ — وقتِ مقررہ پر۔

تمرين — مشق

اجب عن الاسئلة التالية — جوابات دیجیے دیئے گئے سوالات کے

كتابة ومشافهة۔ — تحریری اور زبانی۔

متىٰ تستيقظ عائشة واختاها؟ — کب جاگتی ہے عائشہ اور اسکی دو بہنیں؟

ماذا يفعلن بعد الاستيقاظ؟ — کیا کرتی ہیں جاگنے کے بعد؟

كيف يتوضّأن وكيف يصلّين؟ — کیسے وضو کرتی ہیں اور کیسے نماز پڑھتی ہیں؟

ماذا يفعلن بعد الوضوءِ و الصّلاة؟ — کیا کرتی ہیں بعد وضو کے اور نماز کے؟

وماذا يفعلن قبل الذهاب إلى المدرسة؟ — اور کیا کرتی ہیں جانے سے پہلے مدرسہ کی طرف؟

كيف يمشين في الشارع؟ — کیسے چلتی ہیں شاہراہ پر؟

ومتىٰ يصلن الى المدرسة؟ — اور کب پہنچتی ہیں مدرسہ تک؟

ب. خاطب عائشة واختيها وقل لهنّ: — عائشہ اور اس کی بہنوں کو مخاطب کر اور ان سے کہہ

انتنّ تستيقظن فى الصبّاح الباكر۔ — تم بیدار ہوتی ہو صبح کو جلدی۔

ج: اكمل الجملة التالية:	مندرجہ ذیل جملے مکمل کیجیے۔
نحنُ نقومُ وَأنتنّ ...... نحنُ	ہم کھڑے ہوتے ہیں اور تم (عورتیں) .... ہم۔
نُسرِع وَأنتنّ	جلدی کرتے ہیں اور تم (عورتیں) ....
نحن نتوضاءُ وأنتنّ	ہم وضو کرتے ہیں اور تم ....
الاطفال يلعبون والبنات	بچے کھیلتے ہیں اور لڑکیاں ....
التلاميذ يجرُون. والتلميذات	طالب علم دوڑتے ہیں اور طالبات ....
.... الرّجال يصلون والنّسوة	.... مرد نماز پڑھتے ہیں اور خواتین ....

الدّرسُ الثّاني عشر ۔ بارھواں سبق

بِمَ نُسافِر	کس سے ہم سفر کرتے ہیں
نسافر ۔ ہم سفر کرتے ہیں۔	الطّرق المعبّدة ۔ دو رکا راستہ
السّفينة ۔ کشتی ۔ پانی کا جہاز	يقطعان ۔ دونوں طے کرتے ہیں
يسيران ۔ دونوں چلتے ہیں۔	بلد ۔ شہر، ملک۔
وسيلة ۔ ذریعہ	اُخر ۔ دوسرا۔
نعزم ۔ ہم ارادہ کرتے ہیں۔	يمكن ۔ ممکن ہے۔
القطار ۔ ریل گاڑی	تجري ۔ چلتا ہے۔ دوڑتا ہے
سكة ۔ ریل کی پٹری	شركات السّفر ۔ سفر کی کمپنی
حديدة ۔ لوہے کی ۔ آہنی	بطاقة السّفر ۔ سفر کا ٹکٹ

نحن نسافرُ من بلدٍ الى بلدٍ اُخرَ بالقطارِ او السّيارة، ويمكن أن نسافرَ بالطائرة۔

ہم سفر کرتے ہیں ایک شہر سے دوسرے شہر تک ریل گاڑی سے یا موٹر سے۔ اور ممکن ہے کہ ہم سفر کریں ہوائی جہاز سے۔

ویمکن أن نُسافِر بالسَّفینة۔
اور ممکن ہے کہ ہم سفر کریں پانی کے جہاز سے۔

السَّفینة تجری علی وجه الماءِ
پانی کا جہاز چلتا ہے پانی کی سطح پر۔

وَالطَّائرة تطیرُ فِی الفضاءِ۔
اور ہوائی جہاز اُڑتا ہے فضا میں۔

امّا القطار والسَّیارة فهُما یسیران علی الیابسة ویقطعان المسافاتِ البعیدة۔
ریل گاڑی اور موٹر کار دونوں چلتے خشکی پر اور دونوں قطع کرتے ہیں دور کے فاصلے کو۔

والقطار یسیر علی سکة حدیدیة خاصة۔
اور ریل گاڑی چلتی ہے لوہے کی پٹری پر خاص طور سے۔

اما السَّیارة فهی تسیر علی الطُّرق المعبدة۔
لیکن موٹر کا تو طے کرتی ہے دُور کے راستہ کو۔

نرکبُ السَّفینة فی البحر
ہم سوار ہوتے ہیں پانی کے جہاز پر سمندر میں

ونرکبُ الطائرة لنطیر فی الجوِ۔
اور ہم سوار ہوتے ہیں ہوائی جہاز پہ تاکہ اڑیں فضا میں۔

ونرکبُ القطار او السَّیارة لنُسافر فی البَرِّ۔
ہم سوار ہوتے ہیں ریل اور موٹر میں تاکہ ہم سفر کریں خشکی میں۔

فالسَّیارة والقطار هُما وسیلة السَّفر فی البرِّ۔
تو موٹر کار اور ریل گاڑی دونوں ہیں دو ذریعے خشکی میں سفر کے۔

والسَّفینة وسیلة السَّفرِ فی البحرِ
اور پانی کا جہاز ذریعہ ہے سفر کا سمندر میں۔

والطائرة وسیلة السَّفرِ فی الجوِّ۔
اور ہوائی جہاز ذریعہ ہے سفر کا فضا میں۔

وحین نعزم علی السَّفرِ نذهبُ الی مکتب احدے شرکات السفرِ
اور جس وقت ہم ارادہ کرتے ہیں سفر کا ہم جاتے ہیں کسی ایک سفر کی کمپنی کی طرف۔

ونشتری بطاقة السَّفرِ۔
اور ہم خریدتے ہیں ٹکٹ سفر کا۔

التمرين — مشق

أَجِبْ عن الاسئلة الآتية كتابة ومشافهة	جوابات دیجئے دیئے ہوئے سوالات کے تحریری اور زبانی ۔
بِمَ نسافر من بلدٍ إلى آخر؟	کس طرح ہم سفر کرتے ہیں ایک شہر سے دوسرے شہر تک؟
أين تجري السَّفينة؟	کہاں چلتا ہے پانی کا جہاز؟
وأين يسير القطار؟	اور کہاں چلتی ہے گاڑی؟
وأين تسير السَّيارة؟	اور کہاں چلتی ہے موٹر کار؟
وأين تطير الطّائرة؟	اور کہاں اُڑتا ہے ہوائی جہاز؟
متى تركبُ السَّفينة؟	کب سوار ہوتے ہیں پانی کے جہاز پر؟
ومتى تركبُ القطار والسّيارة؟	اور کب سوار ہوتے ہیں ریل گاڑی اور موٹر کار میں؟
ومتى تركبُ الطائرة؟	اور کب سوار ہوتے ہیں ہم ہوائی جہاز پر؟
ما هي وسيلة السَّفرِ في البرِّ؟	کیا ہے ذریعہ سفر کا خشکی میں؟
وما هي وسيلة السَّفرِ في البحرِ؟	اور کیا ہے ذریعہ سفر کا سمندر میں؟
وما هي وسيلة السَّفرِ في الجوِّ؟	اور کیا ہے ذریعہ سفر کا فضا میں؟
ماذا تفعلُ حين نعزم على السفرِ؟	ہم کیا کرتے ہیں جس وقت ہم ارادہ کرتے ہیں سفر کا؟

الدَّرسُ الثالث عَشر — تیرھواں سبق

المُفرد ۔ واحد ۔ ایک	الجمع ۔ جمع ۔ (بہت)
فتى ۔ ایک نوجوان	فتيان ۔ بہت نوجوان
فتاة ۔ ایک نوجوان لڑکی	فتيات ۔ بہت نوجوان لڑکیاں
فلاة ۔ ایک چٹیل میدان	فلوات ۔ بہت چٹیل میدان

مشقّة ـ مشقت	مشاق ـ مشقتیں
میدان میدان	میادین ـ بہت میدان
ـ الفاظ	ـ معنی
تشترك ، شریک ہوتی ہے	یمارسن ـ مشق کرتی ہیں
یقدن ـ چلاتی ہیں	یدعون ـ بلاتی ہیں ـ دعوت دیتی ہیں
ینشئن ـ بناتی ہیں	یتدرّبن ـ عادی بناتی ہیں ـ
یمنع ـ منع کرتا ہے ، روکتا ہے ـ	

تشترك الفتيات في هٰذه الأيّام	شریک ہوتی ہیں نوجوان لڑکیاں ان دنوں میں
في جميع أمور الحياة ويسابقن	تمام کاموں میں زندگی کے اور سبقت لے جارہی
الفتيان في كلّ الميادين ـ	نوجوانوں سے تمام میدانوں میں ـ
فهنّ يتعلّمن الطبّ ويدرسن	تو وہ تعلیم حاصل کرتی ہیں ڈاکٹری (طب) کی اور پڑھتی
الحقوق ويمارسن أعمال الجنديّة	ہیں قانون ـ اور مشق کرتی ہیں فوجی کاموں کی پھر
فيخرجن إلى الفلات ـ	وہ باہر جاتی ہیں چٹیل میدانوں کی طرف ـ
ويتدرّبن على حمل السّلاح	اور عادی بناتی ہیں (خود کو) ہتھیار اٹھانے کا
وتحمّل المشاق ـ	اور مشقوں کو برداشت کرنے کا ـ
ويقدن السّيّارات ويطرن	اور چلاتی ہیں موٹر کاریں اور اڑتی ہیں ہوائی
بالطيّارات ـ ويشتركن في	جہازوں سے ـ
الأمور الاجتماعيّة أيضًا ـ	اور شریک ہوتی ہیں اجتماعی کاموں میں بھی ـ
فينشئن الجمعيات ويدعون	اور بناتی ہیں انجمنیں اور دعوت دیتی ہیں رفاہ عامہ
إلى فعل الخيرات ـ	(نیک کاموں) کی طرف ـ

ولا يمنع الدّين الاسلاميّ المرأة من مساعدة الرّجال في كلّ شيء۔	اور منع نہیں کرتا ہے دین اسلام عورت کو۔ ساتھ دینے سے مردوں کے ہر چیز میں۔
ولکنّه يطلب منها شيئًا واحدًا۔	لیکن وہ طلب کرتا ہے اس سے ایک چیز۔
هو الحرص على ادابها والاستمسال بفضائل دينها۔	وہ خواہش ہے اس کے آداب کی اور اپنے دین کی خوبیوں کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی۔

التمرين — مشق

اجب عن الاسئلة التالية۔	دیئے ہوئے سوالات کے جواب دیجیے۔
هل تشترك الفتيات في هذه الايّام في شئون الحياة؟	کیا شریک ہوتی ہیں لڑکیاں ان دنوں میں تمام معاملات میں زندگی کے؟
ماهي ميادين الّتي يشاركن فيها الفتيان ويسابقنهم اليها؟	کون سے ہیں وہ میدان جن میں وہ شریک ہوتی ہیں لڑکوں کے اور سبقت لے جاتی ہیں ان میں؟
هل يتدرّبن الفتيات على حمل السّلاح وهل يقدن السّيارات وهل يطرن بالطّيارات؟	کیا مشق کرتی ہیں لڑکیاں اٹھانے کی ہتھیاروں کی اور چلاتی ہیں موٹر کاریں اور کیا اڑتی ہیں ہوائی جہازوں سے؟
وهل يشتركن ايضًا في الامور الاجتماعية؟	اور کیا شریک ہوتی بھی ہیں اجتماعی کاموں میں؟
وهل ينشئن الجمعيات الخيرية؟	اور وہ کیا بناتی ہیں سماجی انجمنیں؟
هل يمنع الدّين الاسلامي من النزول إلى هذه الميادين؟	کیا منع کرتا ہے دین اسلام اترنے سے ان میدانوں میں؟
ما الّذي يطلبه الدّين الاسلامي من المرأة؟	کیا ہے جو طلب کرتا ہے دین اسلام عورت سے؟

لاحظ الجمل التالية وقارن بينها۔	مندرجہ ذیل جملوں پر غور کیجئے اور فرق کیجئے ان کے درمیان۔
يتسابق الفتيان۔	مقابلہ کرتے نوجوان (جملہ فعلیہ)
الفتيان يتسابقون	نوجوان لڑکے مقابلہ کرتے ہیں۔ (جملہ اسمیہ)
يجتمع الإخوان	جمع ہوتے ہیں بھائی (جملہ فعلیہ)
الإخوان يجتمعون۔	برادران جمع ہوتے ہیں (جملہ اسمیہ
يمارسُ الفتيات اعمال الجندية	ٹریننگ لیتی ہیں نوجوان لڑکیاں فوجی کاموں کی (جملہ فعلیہ)
الفتيات يمارس اعمالُ الجندية۔	نوجوان لڑکیاں فوجی کاموں کی تربیت حاصل کرتی ہیں۔ (جملہ اسمیہ)
يتدرب الفتيان على حمل السّلاح	مشق کرتے ہیں نوجوان اسلحہ اٹھانے کی۔ (جملہ فعلیہ)
الفتيان يتدربون على حمل السّلاح	نوجوان مشق کرتے ہیں اسلحہ اٹھانے کی۔ (جملہ اسمیہ)

اَلدَّرسُ الرَّابِعُ عَشَر - چودھواں سبق

الضمائر

ا۔ ضمائر منفصلہ: وہ الفاظ جو بطورِ ضمیر استعمال کیئے جائیں لیکن دوسرے الفاظ سے الگ لکھے جائیں۔

		المفرد	المثنّٰى	الجمع
غائب	مذکر	هُوَ وہ ایک مرد	هُمَا وہ دو مرد	هُمْ وہ سب مرد
	مؤنث	هِيَ وہ ایک عورت	هُمَا وہ دو عورتیں	هُنَّ وہ سب عورتیں
حاضر	مذکر	أَنْتَ تو ایک مرد	أَنْتُمَا تم دو مرد	أَنْتُمْ تم سب مرد
	مؤنث	أَنْتِ تو ایک عورت	أَنْتُمَا تم دو عورتیں	أَنْتُنَّ تم سب عورتیں
متکلم	مذکر	أَنَا میں ایک مرد	نَحْنُ ہم دو مرد	نَحْنُ ہم سب مرد
	مؤنث	أَنَا میں ایک عورت	نَحْنُ ہم دو عورتیں	نَحْنُ ہم سب عورتیں

۲: ضمائر متصلہ: وہ ضمائر جنہیں اسم کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ عام طور پر لفظ کے آخر میں لکھی اور بولی جاتی ہیں۔

		المفرد	المثنیٰ	الجمع
غائب	مذکر	هُ اس ایک مرد کی	هُمَا ان دو مردوں کی	هُمْ ان سب مردوں کی
	مؤنث	هَا اس ایک عورت کی	هُمَا ان دو عورتوں کی	هُنَّ اُن سب عورتوں کی
حاضر	مذکر	كَ تجھ ایک مرد کی	كُمَا تم دو مردوں کی	كُمْ تم سب مردوں کی
	مؤنث	كِ تجھ ایک عورت کی	كُمَا تم دو عورتوں کی	كُنَّ تم سب عورتوں کی
متکلم	مذکر	ی میرا	نَا ہم دو کا	نَا ہم سب کا
	مؤنث	ی میرا	نَا ہم دو کا	نَا ہم سب کا

اوپر کی گردان میں کتاب، قلم وغیرہ لگا کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً كِتَابُهُ، قَلَمُهُ وغیرہ۔

المُضارع: یہ عربی قواعد کا وہ فعل ہے جو حال اور مستقبل دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً يذهب کا ترجمہ وہ جاتا ہے، وہ جائے گا، دونوں کیئے جا سکتے ہیں۔

	الجمع تین سے زیادہ		المثنیٰ۔ دو		المفرد۔ ایک	
	المؤنث	المذکّر	المؤنث	المذکر	المؤنث	المذکّر
المتکلم	نَحنُ ہم بہت عورتیں	نَحنُ ہم بہت مرد	نَحنُ ہم دو عورتیں	نَحنُ ہم دو مرد	أنَا میں ایک عورت	أنَا میں ایک مرد
المخاطب	أنتُنَّ تم بہت عورتیں	أنتُم تم بہت مرد	أنتُمَا تم دو عورتیں	انتُمَا تم دو مرد	أنتِ تو ایک عورت	أنتَ تو ایک مرد

الغائب	هُوَ	هِيَ	هُمَا	هُمَا	هُمْ	هُنَّ
	وہ ایک مرد	وہ ایک عورت	وہ دو مرد	وہ دو مرد	وہ بہت مرد	وہ بہت عورتیں
المتکلم	کتابی	کتابی	کتابنا	کتابنا	کتابنا	کتابنا
	مجھ ایک مرد کی کتاب	مجھ ایک عورت کی کتاب	ہم دو مردوں کی کتاب	ہم دو عورتوں کی کتاب	ہم بہت مردوں کی کتاب	ہم [illegible]
المخاطب	کتابکَ	کتابکِ	کتابکما	کتابکما	کتابکم	کتابکنَّ
	تجھ ایک مرد کی کتاب	تجھ ایک عورت کی کتاب	تم دو مردوں کی کتاب	تم دو عورتوں کی کتاب	تم بہت مردوں کی کتاب	تم بہت عورتوں کی کتاب
الغائب	کتابُہٗ	کتابھا	کتابھُما	کتابھُما	کتابھم	کتابھُنَّ
	اس ایک مرد کی کتاب	اس ایک عورت کی کتاب	ان دو مردوں کی کتاب	ان دو عورتوں کی کتاب	ان سب مردوں کی کتاب	ان سب عورتوں کی کتاب

تصریف المُضارع

یتکلم سے مضارع معروف

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	یتکلم وہ بات کرتا ہے	یتکلمان وہ دو مرد بات کرتے ہیں	یتکلمون وہ سب بات کرتے ہیں
	مؤنث	تتکلم وہ بات کرتی ہے	تتکلمان وہ دو عورتیں بات کرتی ہیں	یتکلمن وہ سب عورتیں بات کرتی ہیں
حاضر	مذکر	تتکلم تو ایک مرد بات کرتا ہے	تتکلمان تم دو مرد بات کرتے ہو	تتکلمون تم سب مرد بات کرتے ہو
	مؤنث	تتکلمین تو ایک عورت بات کرتی ہے	تتکلمان تم دو عورتیں بات کرتی ہو	تتکلمن تم سب عورتیں بات کرتی ہو
مُتکلم	مذکر	اتکلم میں بات کرتا ہوں	نتکلم تم دو بات کرتے ہو	نتکلم ہم سب بات کرتے ہیں
	مؤنث	اتکلم میں بات کرتی ہوں	نتکلم ہم دو بات کرتی ہیں	نتکلم ہم سب بات کرتی ہیں

الدّرسُ الخامس عشر۔ پندرھواں سبق

افعل التفضیل۔

قاعدہ:- افعل التفضیل قواعد عربی میں اس فعل کو کہتے ہیں جس میں بڑائی کے معنی پائے جائیں

جب کسی کو تفضیل یعنی بڑائی دینی منظور ہو تو اسے اَفْعَلُ کے وزن پر بنایا جاتا ہے۔

نخلہ ۔ کھجور کا درخت	بطیٔ ۔ سُست
جَامُوس ۔ بھینس	سلحفاۃ ۔ کچھوا
عنکبوت مکڑی	ذباب ۔ مکھی

هٰذا خط مُستقيمٌ طويلٌ — یہ لکیر سیدھی لمبی ہے۔

وهٰذا خط مُستقيم طويل ايضًا اور یہ لکیر بھی سیدھی اور لمبی ہے۔

ولٰكنَّ الاوّل أطول مِنَ الثانى	لیکن پہلی زیادہ لمبی ہے دوسری سے۔
هٰذه نخلة طويلة و تلك نخلة طويلةٌ ايضًا۔	یہ کھجور کا درخت لمبا ہے اور وہ کھجور کا درخت بھی لمبا ہے۔
ولٰكنَّ الاولىٰ أطول من الثانيه	لیکن پہلا زیادہ لمبا ہے دوسرے سے۔
الحصان سريعٌ فِى الجري و الجمل سريعٌ فى الجري	گھوڑا تیز ہے دوڑنے میں اور اونٹ تیز ہے دوڑنے میں۔
ولكنَّ الحصان اسرعُ والحمارُ بطيءٌ ولكن السّلفاة أبطأ۔	لیکن گھوڑا زیادہ تیز ہے۔ اور گدھا سُست رفتار ہے لیکن کچھوا زیادہ سُست رفتار ہے۔
والقطار سريع ولكنَّ الطّائرة اسرع۔	اور ریل گاڑی تیز رفتار ہے لیکن ہوائی جہاز زیادہ تیز رفتار ہے۔
الجاموس قوىٌ ولكن الفيل أقوى	بھینس طاقتور ہے لیکن ہاتھی زیادہ طاقتور ہے۔
والعنكوتُ ضعيف ولٰكنَّ الزُّباب أضعف، والزباب ضعيفٌ، ولٰكن البعوض أضعف۔	اور مکڑی کمزور ہے لیکن مچھر زیادہ کمزور ہے اور مکھی کمزور ہے لیکن مچھر زیادہ کمزور ہے۔

صدِّيقي عَالِمٌ ولكن اُستاذي أعلم. وأخي فاضلٌ ولكنّ والدي افضلُ. والغنى جميلٌ ولكنّ الكرم اجملُ. والعلم عظيمٌ ولكنّ الحِلم اعظمُ۔	میرا دوست عالم ہے لیکن میرا استاد زیادہ عالم ہے۔ میرا بھائی فضیلت والا ہے لیکن میرا باپ زیادہ فضیلت والا ہے اور غنی خوبصورت ہے لیکن کرم زیادہ خوبصورت ہے اور علم بڑا ہے لیکن بردباری زیادہ بڑی ہے۔

التمرين ۔ مشق

الهمزة للاستفهام، اُم للمعادله	ہمزہ استفہام (دریافت کرنے کیلیے) یا یکسانیت کیلیے
۱۔ اجب عن الاسئلة الآتية :	دیئے ہوئے سوالات کے جوابات دیجئے۔
اهٰذا الخط المستقيم أطول اُم ذاك؟	کیا یہ لکیر سیدھی لمبی ہے یا وہ؟
أهٰذه النخلة أطول أم تلك؟	کیا یہ کھجور کا درخت زیادہ لمبا ہے یا وہ
ألحصانُ أسرعُ أمُ الجملُ؟	گھوڑا زیادہ تیز رفتار ہے یا اونٹ؟
أالحمارُ أبطأ ام السلحفاةُ؟	گدھا زیادہ سست رفتار ہے یا کچھوا؟
القطارُ أسرعُ ام الطَّائرة؟	ریل گاڑی زیادہ تیز رفتار ہے یا ہوائی جہاز؟
ألجاموس أقوى ام الفيلُ؟	بھینس زیادہ طاقتور ہے یا ہاتھی؟
العنكبوت أضعفُ أم الذُبابُ؟	مکڑی زیادہ طاقت ور ہے یا مکھی؟
أصديقك أعلمُ ام استاذك؟	کیا تیرا دوست زیادہ علم والا ہے یا استاد؟
اخوك افضلُ ام والدك؟	تیرا بھائی زیادہ فضیلت والا ہے یا تیرا باپ؟
الغني أجملُ ام الكرمُ؟	غنی زیادہ خوبصورت ہے یا کرم؟
العلمُ اعظم ام الحلم؟	علم زیادہ عظمت والا ہے یا بردباری؟

بَعضَ الاضداد - کچھ ضدیں (مخالف چیزیں)

عالم	باخبر	جاهل	بے خبر
عظيم	بڑا	حقير	چھوٹا
كبير	بڑا	صغير	چھوٹا
جَميل	خوبصورت	قبيح	- بدصورت
قوى	طاقتور	ضعيف	کمزور
جيّد	عمده -	ردئ	خراب
حسن	اچھا	سيئ	بُرا
غني	مال دار	فقير	مُفلس
قريب	نزدیک	بعيد	دُور
كثير	زیاده	قليل	تھوڑا (کم)
شُجاع	بہادر	جبان	ڈرنے والا -
سريع	تیزرفتار	بطئ	سُست -

أسماء التفضيل من الصفات سابقة			فضیلت والے اسم گزشتہ صفات
عَالم	علم والا	أعلم	زیادہ علم والا -
جَاهِل	بے خبر	أجهل	زیادہ بے خبر
عظيم	عظمت والا	أعظم	زیادہ عظمت والا
حَقير	ناچیز	أحقر	ناچیز تر
كبير	بڑا	أكبر	زیادہ بڑا
صَغير	چھوٹا	أصغر	زیادہ چھوٹا
جَميل	حَسِین	أجمل	حَسِین تر

قبیح	بُرا	أقبح	زیادہ بُرا
قوی	طاقتور	أقوی	زیادہ طاقتور
ضعیف	کمزور	أضعف	زیادہ کمزور
جیّد	عُمدہ	أجوَد	زیادہ عمدہ
ردیٔ	خراب	أردأ	زیادہ خراب
حسن	اچھا	أحسن	زیادہ اچھا
سیٔ	بدصُورت	أسوأ	بدصورت تر
غني	مال دار	أغني	مال دار تر
فقیر	محتاج	أفقر	محتاج تر
قریب	نزدیک	أقرب	زیادہ نزدیک
بعید	دُور	أبعد	زیادہ دور
کثیر	زیادہ	أکثر	زیادہ تر
قلیل	کم	أقل	کم تر
شُجاع	بہادر	أشجع	زیادہ بہادر
جبان	بُزدل	أجبن	زیادہ بزدل۔
سریع	تیز رفتار	اسرع	تیز رفتار تر
بطيء	سُست رفتار	أبطاء	سُست رفتار تر۔

تتمہ تمرین

أجب عن الاسئلة الاتیہ ، دیئے ہوئے سوالات کے جوابات دیجیے۔

أأنت أعلم أم أخوك ؟ کیا تو زیادہ علم والا ہے یا تیرا بھائی؟

أأنت أكبر أم رفيقك؟	کیا تو زیادہ بڑا ہے یا تیرا ساتھی؟
أأنت أعزّ من صاحبك؟	کیا تو زیادہ عزت والا ہے اپنے ساتھی سے؟
أمنزلك أقرب من منزلي؟	کیا تیرا گھر زیادہ قریب ہے میرے گھر سے؟
أأنت أجبن من عدوّك؟	کیا تو زیادہ ڈرپوک ہے اپنے دشمن سے؟
ألغش أقبح أم الخيانة؟	دھوکا زیادہ بُرا ہے یا خیانت؟
أأنت أعظم أم أبوك؟	کیا تو زیادہ عظمت والا ہے یا تیرا باپ؟
أأنت أجود أم صديقك؟	کیا تو زیادہ سخی ہے یا تیرا دوست؟
أزيدٌ أجمل أم سعدٌ؟	کیا زید زیادہ حسین ہے یا سعد؟
أخالدٌ أقوى أم بكرٌ؟	کیا خالد زیادہ طاقتور ہے یا بکر؟
أأنت أفضل من أخيك؟	کیا تو زیادہ فضیلت والا ہے اپنے بھائی سے؟
أأنت أكبر من أبيك؟	کیا تو زیادہ بڑا ہے اپنے باپ سے؟
أأنت أشجع منّي؟	کیا تو زیادہ بہادر ہے مجھ سے؟
أأنت أسرع منّي؟	کیا تو زیادہ تیز رفتار ہے مجھ سے؟
أأنت أعلم منّي؟	کیا تو زیادہ علم رکھتا ہے مجھ سے؟
أدارك أوسع من داري؟	کیا تیرا گھر زیادہ کشادہ ہے میرے گھر سے؟
أمالك أكثر من مالي؟	کیا تیرا مال زیادہ ہے میرے مال سے؟
أأنت أفقر منه؟	کیا تو زیادہ محتاج ہے اس سے؟
أمالك أقل من ماله؟	کیا تیرا مال کم ہے اس کے مال سے؟
ألغيبة أسوأ أم النميمة؟	غیبت کرنا زیادہ بُرا ہے یا چغلخوری؟
الكاذب أحقر أم الماكر؟	جھوٹا زیادہ ذلیل ہے یا مکّار؟
الصديق الجاهل خير أم العدوّ	دوست نادان بہتر ہے یا دُشمن

العَاقل ؟ — عقل مند؟

أَلغش : الخداع — غش کے معنی ہیں دھوکا ؟

الخيانة : ضد الامانة . — خیانت کے معنی مخالف امانت کے ہیں ؟

الغيبة : ذكرك اخاك بما يكره . — غیبت کے معنی ہیں اپنے بھائی کو یاد کرنا جو اسے ناگوار ہو؛

النميمة : نقل الحديث المكروه للوشاية والافساد . — بیان کرنا ناپسندیدہ بات کو چغلخوری اور بگاڑ کے لیے۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — محمد رسول ہیں اللہ کے درود ہو ان پر اور سلامتی ہو۔

اَفضلُ الرَّسُولِ واشرف المخلوقات وَاكمل البشر واقرب الانبياء واَحبّ الاصفياءِ الى الله ومن قوله عليه الصّلوٰة والسّلام . — رسولوں سے زیادہ فضیلت والے مخلوقات میں زیادہ باعزّت اور انسانوں سے زیادہ کامل اور سب سے قریب (اللہ سے) تمام نبیوں میں اور سب برگزیدوں سے اللہ کے زیادہ محبوب! اور انکا قول (حدیث) ہے ان پر درود اور سلام ہو:

مَامَعْنَاهُ المُؤمنُ القَوِي خَيرٌ واحب اِلَى الله من المؤمن الضّعيف وفى كلٍّ خيرٍ . — اسکے معنی ہیں کہ ایمان والا زیادہ طاقتور ہے اور زیادہ محبوب ہے اللہ کو اس مومن سے جو کمزور ہو اور ہر ایک میں (یوں تو) بہتری ہے۔

۳ - أَجب عن الاسئلة التالية ، — مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

مَن اعلم النّاس جميعًا ؟ — کون زیادہ علم والا ہے تمام انسانوں سے؟

من أفضلُ النّاس جميعًا ؟ — کون زیادہ فضیلت والا ہے تمام انسانوں سے؟

من اكرم النّاس جميعًا ؟ — کون زیادہ باعزت ہے تمام انسانوں سے ؟

من أعظم الرّسل ؟ — کون زیادہ عظمت والا ہے رسولوں سے ؟

عربی	اردو
من أقربُ المخلوقات إلى الله؟	کون زیادہ قریب ہے مخلوقات میں اللہ سے؟
من أكملُ البشر؟	کون زیادہ کمال والا ہے انسانوں میں؟
الأسدُ أشجع الحيوانات وأشدّها قوةً وأعظمها هيبةً وأسرعها عدواً وأقواها زئيراً۔	شیر ببر زیادہ بہادر ہے جانوروں سے اور زیادہ طاقت والا ہے اور زیادہ ہے اسکا رعب اور زیادہ دلیر اور زیادہ طاقتور ہے دنک میں (دھاڑنے) میں۔
العدو: الجري	دلیر۔ بہادر
الزئير: صوت الأسد	دھاڑ۔ دونک
الهيبة: المخافة	خوف۔ رعب
۴۔ اجب عن الاسئلة التالية:۔	دیئے گئے سوالات کے جوابات دیجئے۔
أيُّ حيوانٍ هو اشجع الحيوانات؟	کون سا جانور ہے جو زیادہ بہادر ہے جانوروں میں؟
وأيُّ حيوان هو اعظمُها هيبةً؟	کون سا جانور ہے جو زیادہ رعب والا ہے؟
أيُّ حيوانٍ هو أشدُّها قوةً؟	کون سا جانور ہے کہ زبردست ہے اس کی طاقت؟
وأيُّ حيوانٍ اسرعها عدواً۔	کون سا جانور ہے جو زیادہ دلیری رکھنے والا ہے؟
أيُّ الرجلين اعلم؟	کون دو مردوں میں زیادہ علم والا ہے؟
أيُّ الكتابين افضل؟	کون سی دونوں کتابوں میں فضیلت رکھتی ہے؟
أيُّ الأمرين أحبُّ اليك؟	کون دو کاموں میں تجھے زیادہ پسند ہے؟
أيُّكم أحسن عملاً؟	کون تم میں سے اچھا ہے کام میں؟
أيُّكم اصدق قولاً؟	کون تم میں سے زیادہ اچھا ہے بات میں؟
أيكم أحسنُ رأياً؟	کون تم میں سے زیادہ اچھا ہے رائے میں؟
أيُّكما أكرم؟	کون تم دونوں میں زیادہ معزز ہے؟
أيُّكما اعلمُ؟	کون تم دونوں میں زیادہ علم والا ہے؟

أيُّكما أفضلُ ؟ — کون تم دونوں میں زیادہ فضیلت والا ہے ؟

أيُّهما أحبُّ اليك ؟ — کون ان دونوں میں زیادہ پسندیدہ ہے ؟

الغنى مع الجهل — مال دار جہالت میں

أم العلمُ مع الفقر ؟ — یا علم مفلسی کے ساتھ۔

قال الله تعالىٰ "خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا" — کہا اللہ تعالیٰ نے اس نے پیدا کی موت اور زندگی تاکہ آزمائے تمھیں کہ کون تم میں زیادہ اچھے کام کرتا ہے ؛

الدَّرسُ السَّادس عشر — سولھواں سبق

المَاضي والمُضارع — ماضی اور مضارع

يأخذ الأستاذ الطَّلاسة بيده ويمحو الكتابة ويقول : — لیتا ہے استاد جھاڑن (کپڑے کا چھوٹا ٹکڑا) اپنے ہاتھ اور مٹاتا ہے تحریر کو اور کہتا ہے :

"أنا أمحو الكتابة" — "میں مٹاتا ہوں تحریر۔"

وحينما ينتهي من المحو فيقول : — اور جس وقت ختم کرتا مٹانا تو کہتا ہے :

"محوت الكتابة" — "مٹادی میں نے تحریر"

ثم يأخذ الحكك ويكتب على السبورة ويقول : "أنا اكتب على السبورة۔" — پھر لیتا ہے چاک اور لکھتا ہے تختہ سیاہ پر اور کہتا ہے "میں لکھتا ہوں تختہ سیاہ پر۔"

وحينما ينتهي من الكتابة يقول : — اور جس وقت ختم کرتا ہے لکھنے کو، کہتا ہے :

"كتبت الآن وانتهيت من الكتابة۔" — "لکھ دیا میں نے اب اور ختم کردی میں نے اپنی تحریر۔"

يقولُ الاُستاذُ لاحظوا الفرق بين معنى اكتب وكتبت، أمحو ومحوتُ۔
کہتا ہے استاد غور کرو دونوں معنوں میں فرق میں لکھتا ہوں اور میں نے لکھ دیا یا میں مٹاتا ہوں اور میں نے مٹا دیا۔

أكتبُ يدلُّ على حصول الكتابة في زمن التّكلمُ۔
میں لکھتا ہوں بتاتا ہے لکھنے کو گفتگو کے زمانہ میں۔

كتبتَ يدلُّ على حصول الكتابة قبل زمن التّكلمُ .
اور لکھا میں نے بتاتا ہے لکھنے کے واقع ہونے کو گفتگو کے زمانے سے پہلے۔

يكتبُ الاستاذُ الآن على السّبورة ،
لکھتا ہے استاد اب تختہ سیاہ پر۔

أكتبُ فعلٌ مضارعٌ يدلُّ على وقوع الفعل في زمن التّكلمُ۔
لکھتا ہوں میں فعل مضارع ہے جو بتاتا ہے واقع ہونا فعل کا بولنے کے زمانہ کو۔

كتبتُ فعلٌ ماضٍ يدلُّ على وقوع الفعلِ قبل زمن التّكلمُ۔
لکھا میں نے فعل ماضی ہے بتاتا ہے واقع ہونا فعل کا گفتگو کے زمانے سے پہلے۔

يقول الاستاذ لطالبٍ "اقرأ ما كتبتُ"
کہتا ہے استاد طالبعلم سے: تو پڑھ جو لکھا ہے میں نے۔

يَقرأُ الطالبُ حتّى ينتهيَ من القراءة ويسكت .
پڑھتا ہے طالبعلم یہاں تک کہ رک جاتا ہے پڑھنے سے اور چپ ہو جاتا ہے۔

فيقول الاستاذ للطالب "شكراً لكَ لقد قرأتَ أنتَ ما كتبتُ أنا"
تو کہتا ہے استاد طالبعلم سے: شکریہ تیرا۔ تو نے پڑھ لیا ہے جو میں نے لکھا۔

ثمّ يسألُ الاستاذُ طالباً ويقول لَهُ:
پھر پوچھتا ہے (سوال کرتا ہے) استاد طالبعلم سے اور کہتا ہے اس سے؛

هل قرأتَ درسكَ قبل أن تأتيَ إلى هنا؟
کیا تو نے پڑھا اپنا سبق اس سے پہلے کہ تو آئے یہاں؟

وَهل كتبت وظيفتكَ ؟
اور کیا لکھا تو نے اپنا روزانہ کا کام؟

وَهل زرتَ صديقكَ ؟
اور کیا ملاقات کی اپنے دوست سے ؟

وَهل اتيت إلى الكلية مَعَه ؟
اور کیا آیا کالج کی طرف اس کے ساتھ ؟

وَهل صَليتَ المَغرب قبل مجيئكَ الى هُنا ؟
اور کیا نماز پڑھی تو نے مغرب کی اپنے آنے سے پہلے یہاں ؟

يجيبُ الطالب وَيقول : نعم قرأت درسي، وكتبت وظيفتي و زرتُ صديقي وَاتيتُ الى الكلية مَعَهُ، وَصليتُ المغرب قبل مجيئي.
جواب دیتا ہے طالب علم اور کہتا ہے: ہاں میں نے پڑھا اپنا سبق اور لکھا میں نے اپنا روزانہ کا کام اور ملاقات کی میں نے اپنے دوست سے آیا اور آیا کالج کی طرف اس کیساتھ اور نماز پڑھی میں نے مغرب کی نماز پہلے آنے سے۔

يسئال الاُستاذ : هَل حَضر خالِدٌ اليوم . وَهل صَلّىٰ مَعنا وَهل ذهبَ الى الحديقةِ معنا وَهل رَاىٰ كل مارأينا.
سوال کرتا ہے استاد: کیا حاضر ہوا ہے خالد آج اور کیا اس نے نماز پڑھی ہمارے ساتھ! اور کیا گیا وہ باغ کی طرف ہمارے ساتھ اور کیا دیکھا اس نے سب جو دیکھا ہم نے۔

يجيبُ الطّالبُ : نعم حَضر خالِدٌ اليوم . وصلّى مَعنا وذهبَ الى الحَديقة مَعنا ورأى كُلّ مارَأينا.
جواب دیتا ہے طالب علم ہاں حاضر ہوا خالد اور اس نے نماز پڑھی ہمارے ساتھ اور گیا وہ باغ کی طرف ہمارے ساتھ اور اس نے دیکھا سب جو ہم نے دیکھا۔

المُتكلم يقول ، أنا زرتُ اليوم أصدقائي.
بولنے والا کہتا ہے میں نے ملاقات کی آج اپنے دوستوں سے۔

وَاجتمعت مع اخواني وذهبتُ إلى المَسجِدِ معهم.
میں ساتھ ہوا اکٹھا ہوا اپنے بھائیوں کے ساتھ اور گیا میں مسجد کی طرف ان کے ساتھ۔

المُخاطبُ يقول لَهُ: أنت زرت اليوم اَصدقاءَك . وَاجتمعتَ بإخوانك وَذهبت إلى المَسجِدِ مَعَهُم.

مخاطب کہتا ہے اس سے: تونے ملاقات کی آج اپنے دوستوں سے۔ اور تو ساتھ ہوا اپنے بھائیوں کے اور گیا تو مسجد کی طرف ان کے ساتھ۔

الغائبُ نتحدث عنه ونقُول: زارخالدٌ اليومَ اَصدقاءَهُ واجتمع بإخوانه وَذهبت الى المَسجِدِ مَعَهُم.

غائب کے بارے میں ہم بات کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں: ملاقات کی آج خالد نے اپنے دوستوں سے اور وہ ساتھ ہوا اس کے بھائیوں کے اور وہ گیا مسجد کی طرف ان کے ساتھ۔

تمرين مشق

اَجب عن الاسئلة التاليَة:

جوابات دیجیے دیئے ہوئے سوالات کے۔

متىٰ استيقظت اليوم؟	کب جاگا تو آج؟
ماذا فعلت فى الصباح؟	کیا کیا تو نے صبح میں؟
هل زرت صديقك؟	کیا تو نے ملاقات کی اپنے دوست سے؟
وَهل حدّثته بشان سَفرك؟	اور کیا بات کی تو نے اس سے اپنے سفر کے بارے میں؟
وَهل حدّثك هُو بشانِ سَفره؟	اور کیا بات کی اس نے تجھ سے اس کے سفر کے بارے میں۔
هَل ذهبت الى الكليّة اليوم؟	کیا تو گیا کالج کی طرف آج؟
وَمن قابلت فيها؟	اور کیا مطالعہ کیا تو نے اس میں؟
هَل زرت مكتبة الكليّة؟	کیا تو نے دیکھی لائبریری کالج کی؟
وماذا طالعتَ فيها؟	اور کیا مطالعہ کیا تو نے اس میں؟
هَل اجتمعت باخوانك اليوم؟	کیا تو جمع ہوا اپنے بھائیوں کے ساتھ آج؟

وَمَاذَا فَعَلْتَ مِنْ أَفْعَالِ الْخَيْرِ؟ — اور کیا کیا تو نے نیک کاموں میں سے؟

مَتَىٰ ذَهَبْتَ إِلَىٰ عَمَلِكَ؟ — کب گیا تو اپنے کام کی طرف؟

وَبِمَنِ الْتَقَيْتَ؟ فِي طَرِيقِكَ؟ — اور کس سے ملاقات کی تو نے اپنے راستہ میں؟

مَتَىٰ عَزَمْتَ عَلَى السَّفَرِ؟ — کب ارادہ کیا تو نے سفر کے لیے؟

وَهَلْ تَهَيَّأْتَ لِلسَّفَرِ؟ — اور کیا تیاری کی تو نے سفر کے لیے؟

هَلْ هَيَّأْتَ مَتَاعَكَ وَهَلْ زُرْتَ إِخْوَانَكَ؟ — کیا تیاری کی تو نے اپنے سامان کی اور کیا ملا تو اپنے بھائیوں سے؟

وَهَلْ وَدَّعْتَ أَصْدِقَاءَكَ؟ — اور کیا تو نے رخصت کیا اپنے دوستوں کو؟

هَلْ شَاهَدْتَ مَسْجِدَ لَاهُور؟ — اور کیا دیکھا لاہور کی مسجد کو؟

وَهَلْ رَأَيْتَ آثَارَ الْمَدِينَةِ؟ — اور کیا دیکھا تو نے شہر کے آثار (آثار قدیمہ)

وَهَلْ زُرْتَ مَتْحَفَهَا وَشَاهَدْتَ قَلْعَتَهَا؟ — اور کیا تو نے مشاہدہ کیا اس کے "عجائب خانہ" کا اور تو نے دیکھا اس کا قلعہ۔

هَلْ زُرْتَ بِلَادَ الْعَرَبِ؟ — کیا تو نے دیکھا ملک عرب کو؟

مَتَىٰ تَرَكْتَ بَلَدَكَ؟ — کب تو نے چھوڑا اپنے ملک کو؟

وَهَلْ عَزَمْتَ عَلَى الْإِقَامَةِ هَاهُنَا؟ — اور کیا تو نے ارادہ کیا ٹھہرنے کا وہاں؟

هَلْ قَدِمَ أَخُوكَ مِنْ سَفَرِهِ؟ — کیا آیا تیرا بھائی اپنے سفر سے؟

مَتَىٰ قَدِمَ وَمَنْ كَانَ فِي صُحْبَتِهِ وَهَلْ عَادَ صَحِيحًا سَلِيمًا؟ — وہ کب آیا اور کون تھا اس کے ساتھ اور کیا وہ واپس ہوا صحیح سلامت؟

الدّرس السّابع عشر — سترھواں سبق

الاسم الموصول — اسم موصول

توجّه۔ اس نے رُخ کیا (وہ متوجہ ہوا)	قدم ۔ وہ آیا
یُصیبُ ۔ وہ درست کہتا ہے۔	یخطئ ۔ وہ غلطی کرتا ہے۔
نال الجائزة ۔ اس نے انعام حاصل کیا	صَحِب ۔ وہ ساتھ ہوا۔
دَلّ ۔ اس نے بتایا۔ اس نے رہنمائی کی۔	علی الطّریق راستہ پہ۔
رَبّی ۔ میرا پالنے والا۔	بَقِیَ ۔ باقی رہا

دَخلت إلی غرفة الدّرس، — تو داخل ہوا کلاس میں۔

فوجدت تلمیذا یتکلم العربیّة جیّدا۔ وانت لا تعرفه ولا تعرف اسمهٗ۔ — تو تو نے پایا ایک طالبعلم بات کرتا ہے عربی میں عُمدہ۔ اور تو نہیں جانتا ہے اُسے اور نہ جانتا ہے اس کا نام۔

فلمّا خرجت من غرفة الدّرس احببت ان تعرف اسمهٗ فوجهت إلی أحد أصدقائك لتسأله، إنك تقول لصدیقك؟ — پھر جب آیا تو باہر کلاس سے۔ تو نے چاہا کہ تو جان لے اس کا نام تو متوجہ ہوا کسی ایک دوست سے۔ تاکہ تو پوچھے، بیشک تو کہے گا اپنے دوست سے۔

من هو ذاك التلمیذ الّذی یتکلّم العربیه جیّدا وما اسمهٗ؟ — کون ہے وہ طالب علم جو بات کرتا ہے عربی میں عُمدہ اور کیا نام ہے اس کا؟

فیجیبك الصّدیق قائلاً — تو جواب دیگا دوست کہتے ہوئے۔

ذاك التلمیذ الّذی یتکلم العربیه جیّدا هو عدنان کان فی البلاد — وہ طالب علم جو بات کرتا ہے عربی میں عُمدہ وہ عدنان ہے۔ وہ ہے ملک عرب

العربيّه وقدم منها منذ ايّام۔
کا اور آیا ہے اُس سے آئے چند روز ہوئے ہیں۔

وفی غُرفة الدّرس طالبٌ يصيب فی اجابته۔
اور کلاس میں ایک طالبعلم ہے جو درست ہوتا اپنے جواب میں۔

قلت، صديقنا الّذی يخطئُ دائمًا ولا يصيب ابدًا في اجابته۔
تونے کہا (تو کہے گا) ہمارا دوست جو کہ غلطی کرتا ہے ہمیشہ اپنے جواب میں اور درست نہیں ہوتا اپنے جواب میں۔

وهنالـ طالبٌ فی غرفة الدّرس نال الجائزة الاُولیٰ،
اور وہاں ایک طالبعلم ہے کلاس میں جس نے حاصل کیا (کامیاب ہوا) انعام پہلا۔

إذا اردت اَن تتحدّث عنهُ۔
جب تو ارادہ کرتا ہے کہ بات کرے اس کے بارے

قلت: صديقنا الذی نال الجائزة الاُولیٰ۔
میں تو تُونے کہا (تو کہے گا) ہمارا دوست جس نے حاصل کیا انعام پہلا۔

وهنالـ طالبٌ قد حضر اِلَى المَدرسة اليوم، وقد علمت بانّه عربي
اور وہاں ایک طالبعلم ہے جو آیا ہے (حاضر ہوا) مدرسہ کی طرف آج۔ اور تو نے جان لیا ہے کہ وہ عربی کا ہے

انك تتحدث عنهُ وتقول،
بیشک تو گفتگو کریگا اس کے بارے میں تو کہے گا۔

الأخ الّذی حضر اليوم مَعنا فِي الدرسِ عربيٌّ۔
میرا بھائی جو حاضر ہوا ہے آج ہمارے ساتھ سبق میں عرب کا رہنے والا ہے۔

واذا لقيت طالبًا كان قد صحبك فی سَفرِكَ تقول، هٰذا الّذی صحبني في سفري۔
اور جب تو نے ملاقات کی (تو ملا) ایک طالبعلم ہے جو ساتھ رہا تیرے ساتھ تیرے سفر میں۔ تو کہے گا یہ تو وہ ہے جو ساتھ رہا میرے سفر میں۔

واذا لقيت رجلًا كان قد ربّاك و
اور جب تو ملا ایک شخص سے جس نے پرورش کی تیری

واذا اردت ان تتحدث عن صديقك الّذی يخطئُ دائمًا
اور جب تو چاہتا ہے کہ بات کرے اپنے ساتھی کے بارے میں جو ہمیشہ غلطی کرتا ہے

دائمًا فی اجابتہ۔ اذا اردت اَن	ہمیشہ اپنے جواب میں (ہمیشہ صحیح جواب دیتا ہے) جب
تتحدث عنہُ تقول :	تو چاہتا ہے کہ بات کرے اسکے بارے میں تو کہے گا:
صدیقنا الذی لا یخطئُ ابداً	ہمارا دوست جو کہ غلطی نہیں کرتا ہے کبھی اپنے جواب
فی اجابتہ۔	میں۔
عَلَّمکَ تقول ؛ ھٰذا الّذی ربّانی	اور تجھے تعلیم دی۔ تو کہے گا۔ یہ وہ ہے جس نے پرورش کی
فی صِغری وعلمنی فی کِبری۔	میری بچپن میں اور تعلیم دی مجھے میرے بڑا ہونے پر۔
واذا لقیت رجلاً دلّک علی الطّریق	اور جب تو ملا ایک شخص سے جس نے رہنمائی کی تیری
قلت ؛ ھٰذا الّذی دلّنی علی الطّریق ۔	راستہ پر (جس نے تجھے راستہ بتایا) تونے کہا (تو کہے گا)
	یہ وہ ہے جس نے رہنمائی کی میری راستہ کے بارے میں ،
واذا لقیت والدتک قلت :	اور جب تو ملا اپنی ماں سے تو نے کہا۔
ھٰذہِ الّتی ربّتنی وعلمتنی	یہ وہ ہے جس نے پرورش کی میری اور تعلیم دی مجھے۔
ھٰذہِ الّتی احسنت اِلیّ کثیراً ۔	یہ وہ ہے جس نے احسان کیا میرے ساتھ بہت
ھٰذہِ الّتی اطعمتنی وسقتنی	یہ وہ ہے جس نے کھلایا مجھے اور پلایا مجھے۔

تتمة الدّرس

ھٰذانِ الّذانِ علّمانی	یہ وہ ہیں جن دونوں نے مجھے تعلیم دی۔ (مذکر)
ھاتانِ اللّتانِ علمتانی	یہ وہ ہیں جن دونوں نے مجھے تعلیم دی (مؤنث)
ھٰؤلاءِ الّذین علموني	یہ سب وہ ہیں جنہوں نے تعلیم دی مجھے (مذکر)
ھٰؤلاءِ اللاتی علّمتني	یہ سب وہ ہیں جنہوں نے تعلیم دی مجھے (مؤنث)

تمرین — مشق

أنقذ۔ اس نے بچایا — أرسل۔ اس نے بھیجا

أرضع۔ اس نے دُودھ پلایا — خرج۔ وہ نکلا

حضن۔ اس نے گود میں لیا — علّمَ۔ اس نے سکھایا

أخرج۔ اس نے نکالا — رحمة۔ رحمت کے طور پر

یحسن۔ وہ اچھا کرتا ہے — یجیدُ۔ وہ عمدہ کرتا ہے

کافه۔ تمام۔ عام۔ سب — رَضع۔ اس نے دُودھ پیا۔

اجب عن الاسئلة الآتیه: — جوابات دیجیے دیئے ہوئے سوالات کے۔

مَنِ الّذی علّمكَ؟ — کون ہے جس نے تمھیں تعلیم دی؟

مَنِ الّذی هذّبكَ؟ — کون ہے جس نے تجھے آراستہ کیا (سنوارا)

مُحمّدٌ علیه الصلوٰة والسّلام؟ — محمدؐ ان پر درود اور سلام ہو؟

مَنِ الّذی ربّاكَ؟ — کون ہے جس نے تیری پرورش کی؟

من المرأة الّتی أرضعت — کون عورت ہے جس نے تمھیں دودھ پلایا؟

مَنِ الّتی حضنته علیه الصّلوٰة و السّلام بعد وفاة اُمّة؟ — کون ہے جس نے گود میں لیا (ان پر درود اور سلام ہو) کو بعد مرنے کے ان کی ماں کے؟

مَنِ الّذی نشّر الاسلام فی بلاد السند؟ — کون ہے جس نے پھیلایا اسلام کو سندھ کے ملک میں؟

مَنِ الّذی خلقكَ؟ — کون ہے جس نے پیدا کیا تجھے؟

مَنِ الّذی سوّاكَ؟ — کون ہے جس نے تجھے برابر کیا۔

مَنِ الّذی أطعمكَ — کون ہے جس نے تجھے کھلایا کھانا؟

مَنِ الَّذِی سَقَاكَ ؟	کون ہے جس نے پلایا تجھ کو؟
من الَّتی عَلّمت کثیراً مِّنْ أصحاب رسول اللهِ ؟	کون ہے وہ عورت جس نے تعلیم دی بہت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کو؟
من الذی یحسن العربیة منکم ؟	کون ہے جو اچھی عربی جانتا ہے تم میں سے ؟
من الّذی یجید الکتابة فیکم ؟	کون ہے جو اچھا لکھتا ہے تم میں سے ؟
من الَّذِی یحسن الخطابة ؟	کون ہے جو اچھی تقریر کر سکتا ہے ؟
مِن الّذی یحسن السّباحة ؟	کون ہے جو اچھا تیرتا ہے ؟
من الّذی خلف رسول الله علے المسلمین ؟	کون ہے جو جانشین (نائب) ہوا رسول اللہ کا مسلمانوں پر ؟
مَنِ الَّذِی خلق الکائنات ؟	کون ہے جس نے پیدا کیا دنیا کو ؟
مَنِ الَّذِی یُدبّرُ أمرها ؟	کون ہے جو تدبیر کرتا (کائنات کے) معاملات کی ؟
مَنِ الّتی ربّتك ؟	کون ہے جس نے (عورت نے) پالا تجھے ؟
من الّتی أرضعتك ؟	کون ہے وہ (عورت) جس نے دودھ پلایا تجھے ؟
مِنَ الّتی حضنتك ؟	کون ہے جس نے گود میں لیا تجھے ؟
مَنِ الَّذِی هدی النّاس ؟	کون ہے جس نے انسانوں کو ہدایت دی ؟
مَنِ الَّذِی أنقذ البشر ؟	کون ہے جس نے بچا لیا انسان کو ؟
مَنِ الَّذِی ارسلهُ اللهُ لِلنّاسِ کافة ؟	کون ہے جسے بھیجا اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے۔
مَنِ الَّذِیُ أرسلهُ اللهُ للنّاسِ رحمةً ؟	کون ہے جسے بھیجا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے رحمت بنا کر ؟
مَنِ المرأة الّتی وقفت إلٰی	کون عورت ہے جو کھڑی رہی پہلو میں اللہ

جَانبَ رَسُولِ اللهِ فی غزوة أُحدٍ ؟	کے رسول کے غزوہ احد میں ؟
مَنِ الّذی تحسُنُ العربیّۃ منکنّ ؟	کون عورت ہے جو اچھی عربی بولتی ہے تم عورتوں میں ؟
مَنِ الّذی تجیدُ الکتابۃ منکنّ ؟	کون عورت ہے جو اچھا لکھتی ہے تم میں سے ؟
مَنِ الّذی تحسُنُ الخطابۃ ؟	کون عورت ہے جو اچھی تقریر کرتی ہے ؟
من الّتی تحسُنُ السباحۃ ؟	کون عورت ہے جو اچھی طرح تیرتی ہے ؟

الدّرسُ الثامنَ عَشر — اٹھارھواں سبق

خالدٌ تلمیذٌ ذکی — خالد طالب علم ہے ذہین

الرّیق ۔ نہار منہ ۔ خالی پیٹ	الرّہان ۔ شرط بازی
قدّم ۔ پیش کیا سامنے لایا	فرَغ ۔ فارغ ہوا ۔ کر چکا ۔
السّرُور ۔ خوشی ، مسرت	شرَع ۔ اس نے شروع کیا ۔
ضَحِكَ ۔ وہ ہنسا	ابتسم ۔ ہنسا ، مسکرایا
ذکی ۔ ذہین ۔ لائق	الوعدُ ۔ وعدہ
کسَبَ ۔ اس نے کمایا ۔ جیتا ۔	غبی ۔ کند ذہن
برّ ۔ پورا کیا ۔	صفّق ۔ تالی بجائی ۔

خالدٌ طفلٌ صغیرٌ لکنّہٗ تلمیذٌ ذکیٌّ ۔	خالد بچہ ہے چھوٹا لیکن وہ طالب علم ہے ذہین ۔
استیقظ فی یوم من الایّام باکرا ۔	وہ جاگا ایک دن جلدی ۔
وذھب الیٰ غرفۃ والدہٖ سلّم علیہ وقبّل یدہٗ وقال لہٗ :	اور گیا کمرہ کی طرف اپنے باپ کے سلام کیا اسے اور چوما اس کا ہاتھ اور کہا اس سے

هَل تستطيعُ يَاوالدي أن تاكل	کیا آپ کر سکتے ہیں اے میرے والد کہ
تفاحتَين على الرّيق۔	آپ کھالیں دو سیب نہار منہ (خالی پیٹ)۔
قال الوالِدُ نعَم ؟ وَلِم لا استطيع؟	باپ نے کہا ہاں اور کیوں میں نہیں کر سکتا۔
قال خالدٌ وهَل تعطيني روبيةً	کہا خالد نے اور کیا آپ دیں گے مجھے (ایک
اذالم تستطع ؟	روپیہ) جب کہ آپ نہ کھاسکیں۔
قال الوالِدُ نعَم۔	کہا باپ نے ہاں۔
أسرعَ خالدٌ الِى غرفةِ الطعَامِ و	دوڑا خالد کھانے کے کمرے کی طرف اور
حمل تفاحتين وَقدّمهُما الِى	اٹھالایا دو سیب۔ اور پیش کئے دونوں
والدہٖ۔	اپنے باپ کی طرف۔
أخذ الوالد تفاحةً وَأكلها ولما	لے لیا باپ نے ایک سیب اور کھالیا اسے
فرغ منها تناولُ الثانيةَ وَشرع	اور جب فارغ ہوا اس سے اور دوسرا کھانے
يأكلها وهُنا صَفّق خالد وضحكَ	لگا اور شروع اس کا کھانا اور یہاں (اسی وقت)
مِنَ السُّرورِ وقال لوالدہٖ۔	تالی بجائی خالد نے۔ اور ہنسا خوشی سے اور کہا اپنے
لَقد كسبتُ الرّهانَ ياوالدی۔	باپ سے کہ میں نے کمالی ہے (جیت لی ہے) شرط
قال الوالدُ وَلِمَ؟	اے میرے باپ۔ کہا باپ نے کیوں (کس لیے)
قال خالدُ لانّكَ اكلت ياوالدي	خالد نے کہا اسلیے کہ آپ نے کھایا اے میرے والد
التفاحةَ الاولى على الرّيقِ فقط۔	کھایا آپ نے پہلا سیب نہار منہ۔
امّا الثانيةَ فقد أكلتها بعد الاولیٰ	لیکن دوسرا تو آپ نے کھایا اُسے پہلے کے بعد۔
ابتسمَ الوالدُ سُروراً بذكاءِ	ہنسنے لگا باپ خوشی سے اپنے لڑکے کی ذہانت
والدہٖ وبرّله بوعدِہٖ۔	پر اور پورا کیا اپنا وعدہ۔

تمرين الدّرس — مشق

أجِبْ عن الاسئلة الاٰتية	جواب دیجئے دیئے ہوئے سوالات کے۔
مَن هُوَ خالدٌ ؟	کون ہے خالد؟
هَل هُوَ تلميذٌ غبيٌّ ؟	کیا وہ طالب علم ہے کند ذہن؟
لِمَ ذهب إلىٰ غرفة والده مُبكِراً	کیوں گیا وہ کمرہ میں اپنے والد کے کمرہ میں
في يوم من الايّام ؟	جلدی ایک دن؟
مَاذا قال خالدٌ لِوالدِهٖ ؟	کیا کہا خالد نے اپنے باپ سے؟
بِـمَ اجاب الولدُ ؟	کیا جواب دیا باپ نے؟
ماذا فعل خالدٌ بَعدَ ذلكَ ؟	کیا کیا خالد نے اس کے بعد؟
وماذا فعَل الوالد ؟	اور کیا کیا باپ نے؟
هل تراهنَ خالد وابوهُ ؟	کیا شرط لگائی خالد اور اس کے باپ نے؟
عَلامَ تَراهُنا ؟	کس چیز پر شرط لگائی دونوں نے؟
مَن الّذي كسَبَ الرِّهان ؟ ولِمَ ؟	کون ہے جس نے جیت لی شرط؟ اور کیوں؟
ما فعل الوالد في النِّهايةِ ؟	کیا کیا باپ نے آخر میں؟

الدّرسُ التاسعَ عشَر — انیسواں سبق

ألفَاعل	فاعل (کسی کام کو کرنے والا)
أسرَعَ خالدٌ إلىٰ غُرفةِ الطّعام،	دوڑا خالد کھانے کے کمرے کی طرف:
وَحَمَلَ تفاحتين.	اور اٹھا لایا دو سیب۔
وَقدّمهُما إلىٰ والدِهٖ -	اور پیش کیا دونوں کو اپنے باپ کی طرف۔

أخذ الوالدُ تفاحةً.	لے لیا باپ نے ایک سیب۔
وَأَكلها وَلما فرَغ منها تناول	اور کھا لیا اُسے، اور جب فارغ ہوا اس سے
الثانية وشرع يأكُلها،	کھایا دوسرا اور شروع کیا اس کا کھانا۔
وهُنا صفّق خالدٌ،	اور یہاں تالی بجائی خالد نے۔
وَضَحِكَ مِنَ السُّرور۔	اور ہنسا (ہنسنے لگا) خوشی سے۔
وقال لوالده: لقد كسبت الرّهان	اور کہا اپنے باپ سے، میں نے جیت لی ہے شرط اے
ياوالدى .	میرے والد۔
إقرأ القطعة السّابقة مِنَ الدّرس	پڑھ (پڑھیے) گذشتہ حصّہ (ٹکڑا) ماضی کے
الماضی،	سبق سے۔
وتامّل فى الافعال التاليه،	سوچیے دیئے ہوئے فعلوں کے بارے میں۔
أسرع، حمل، قدم، أخذ، أكل	دوڑا، اٹھالیا، پیش کیا، اس نے لیا، اس نے کھایا۔
فرغ، تناول، شرع، صفّق،	وہ فارغ ہوا اس نے کھایا اس نے شروع کیا۔ اس
ضَحِكَ، قال.	نے تالی بجائی، وہ ہنسا، اس نے کہا۔
ثُمّ فكر فيمن فعل كُل فعلٍ	پھر سوچ اس کے بارے میں جو فعل ہیں ان
من هذه الافعال.	فعلوں میں سے۔
وليسهل عليك الامر سَل نفسك	تاکہ آسان ہو جائے ان پر دیہ (معاملہ (کام)، تو
قائلاً.	پوچھ اپنے دل سے (خود سے) (یہ) کہتے ہوئے۔
مَن الّذى اسرع إلى غُرفةِ الطّعام؟	کون ہے جو دوڑا کھانے کے کمرے کی طرف۔
لا شك انك تجيب	بیشک تو جواب دے گا کہ
بِانّ الّذى أسرع هُوخالد	جو دوڑا وہ خالد ہے۔
مَن الّذى حَمل التّفاحتين	کون ہے جس نے اٹھائے دو سیب۔

لَاشَكَّ اِنَّكَ تُجِيبُ بِاَنَّ الَّذِیْ حَمَلَ	بیشک تو جواب دیگا کہ جس نے دو سیب اُٹھائے
تُفَاحَتَيْنِ هُوَ خَالِدٌ	وہ خالد ہے۔
مَنِ الَّذِی قَدَّمَهَا اِلَی وَالِد ؟	کون ہے جس نے پیش کیا دونوں کو باپ کے سامنے؟
لاشك انك تجيب بَاَنَّ الَّذی	بیشک تو جواب دیگا کہ جس نے پیش کیا دونوں کو وہ
قدمها هو خَالِدٌ	خالد ہے۔
مَنِ الَّذِی اخذ تفاحه ؟	کون ہے جس نے لیا ایک سیب؟
لاشك انك تجيبُ بِاَنَّ الَّذِی	بیشک تو جواب دیگا کہ جس نے لیا ایک سیب وہ
اخذ تفاحة هو الوالد۔	والد ہے۔
مِن الَّذی آكَلها ؟	کون ہے جس نے کھایا اس کو؟
لَاشك انك تجيبُ بِاَنَّ الَّذِی	بیشک تو جواب دیگا کہ جس نے کھایا اسے وہ
آكَلَها هو الوالد	باپ ہے۔
مَنِ الَّذی فرغ منها؟	کون ہے جو فارغ ہوا اس سے؟
لاشك انك تجيبُ بِاَنَّ الَّذِی فرغ	بیشک تو جواب دیگا کہ جو فارغ ہوا اس سے وہ
مِنهَا هُوَ الوَلِدُ	باپ ہے۔
مِنَ الَّذی تناول الثانية	کون ہے جس نے کھایا دوسرا؟
لاشك انك تجيب بانَّ الَّذی	بیشک تو جواب دیگا کہ جس نے کھایا دوسرا وہ
تناول الثانية هو الوالد	باپ ہے۔
مَن الَّذی شَرَعَ باكلها ؟	کون ہے جس نے شروع کیا اس کا کھانا؟
لاشك اِنك تجيب بِاَنَّ الَّذی	بیشک تو جواب دیگا کہ جس نے شروع کیا اس کا
شَرَعَ باكلها هو الوالد	کھانا وہ باپ ہے۔
من الَّذی صفق ؟	کون ہے جس نے تالی بجائی؟

لاشك انك تجيب بِاَنَّ الّذی صَفق هو خالد	بیشک تو جواب دیگا کہ جس نے تالی بجائی وہ خالد ہے۔
من الّذی ضحك ؟	کون ہے جو ہنسا؟
لاشك انك تجیب بِاَنَّ الّذی ضحک هو خالد	بیشک تو جواب دے گا کہ جو ہنسا وہ خالد ہے۔
من الذی قال ؟	کون ہے جس نے کہا؟
لاشك انك تجیب بِاَنَّ الّذی قال هو خالد	بیشک تو جواب دے گا کہ جس نے کہا وہ خالد ہے۔
وهکذا تلاحظ اَنَّ الّذی فعل الفعل الاُول هو خالد والّذی فعل الفعل الثانی والثلث هُو خالد۔	اسی طرح تو دیکھ کہ جس نے کام کیا پہلا وہ خالد ہے۔ اور جس نے کیا کام دوسرا اور تیسرا وہ خالد ہے۔
والّذی فعل الفعل الرابع وَ الُخامس والسّادس والسابع والثّامن هُو الوالد۔	اور جس نے کیا کام چوتھا اور پانچواں اور اور چھیٹا اور ساتواں اور آٹھواں وہ باپ ہے۔
وَالّذی یفعل الفعل تسمیه "فاعلا" وهو مرفوع دَائِماً۔	اور جس نے کام کیا اس کا نام ہے "فاعل" اور اس پر پیش آتا ہے ہمیشہ۔

Presented by https://jafrilibrary.com/

الدّرسُ العشرُونَ بیسواں سبق

أشتری۔ اس نے خریدا۔	نسیتُ۔ میں بھول گیا
خجلت۔ میں شرمندہ ہوں۔	الرّغیف۔ چپاتی۔ (روٹی)

خالیۃ خالی — النّقود۔ نقدی (پیسے۔ سکے)

تحیرت۔ میں حیران رہ گیا۔ — أبیع۔ میں بیچتا ہوں

لفّھا اس نے لپیٹا — فتّش۔ اس نے تلاش کیا

أدفع۔ میں لوٹاتا ہوں، ادا کرتا ہوں۔ — الأرغفۃ۔ چپاتیاں۔ (رغیف کی جمع)

لا بأس علیك۔ کوئی ڈر نہیں آپ کو۔ کوئی مضائقہ نہیں الثمن۔ قیمت

أردت فی صباح الامس۔	میں نے ارادہ کیا صبح کو گذشتہ روز
أن اشتری شیئًا من الخُبزِ	کہ خریدوں کچھ روٹیاں۔
فذھبت اِلی السّوقِ ووقفت	تو گیا میں بازار کی طرف اور ٹھہر گیا روٹی بیچنے
عند بائع الخبزِ وقُلت لہٗ،	والے کے پاس اور کہا میں نے اُس سے،
بِکم تبیعُ الرّغیف مِنَ الخبزِ؟	کتنے میں تو بیچتا ہے چپاتی (روٹی)
فقالَ الرّجل، ثمن الرّغیف	تو کہا اس شخص نے: قیمت چپاتی کی ڈیڑھ آنہ
آنۃٌ ونصفُ آنۃٍ، قُلت؛	ہے (ایک اور آدھا)، میں نے کہا:
حسنًا اعطنی ستۃ أرغفۃٍ۔	اچھا مجھے دے دو چھ چپاتیاں۔
أخذ البائعُ ستۃ أُرغفۃٍ ولفّھا فی	لینے لگا دیں بیچنے والے نے چھ چپاتیاں اور
قطعۃٍ من الورقِ وقدّمھا اِلیّ۔	لپیٹ دیا کاغذ کے ٹکڑے میں اور پیش کیں مجھے،
اردت ان أدفع الثمن ووضعتُ	میں نے ارادہ کیا کہ ادا کروں قیمت اور میں نے
یدی فی جیبی فوجدتہٗ خالیاً۔	ڈالا اپنا ہاتھ اپنی جیب میں تو پایا میں نے اسے خالی۔
فتّشت فی جیوبی کُلِّھا فما وجدت	میں نے تلاش کیا اپنی جیبوں میں تو نہ پایا کچھ بھی
شیئًا من النّقود۔	نقدی میں سے۔
آہ! لقد نسیتُ محفظۃ النقود	آہ (ہائے) میں بھول گیا ہوں نقدی کا بٹوہ
فی المنزلِ۔ خجلت من الرّجل	گھر میں، میں شرمندہ ہوا اس شخص سے اور حیران

وتحيرت في أمري.

وعلم الرجل ما بي فقال لي: نسيت محفظة نقودك، لا بأس عليك احمل خبزك وستدفع ثمنه إليّ غداً.

رہ گیا اپنے معاملہ میں۔
اور جان گیا وہ شخص جو بیتی (جو پیش آیا) مجھ پر، اور کہنے لگا مجھ سے۔ تو بھول آیا اپنا بٹوہ اپنی نقدی (روپیوں) کا کوئی مضائقہ (ڈر) نہیں تیرے لیے۔ اٹھالے اپنی روٹیاں ادا کر دینگے آپ اسکی قیمت، مجھے آئندہ کل۔

تمرين الدرس

مشق

١- أذكر فاعل كل فعل في القطعة السابقة:

بیان کیجیے فاعل ہر فعل کا گذشتہ قطعہ (ٹکڑے) میں۔

٢- إستعمل الأفعال الآتية في جمل وعيّن فاعل كل فعل فيها.

استعمال کیجیے آنے والے فعلوں کو ایک جملہ میں اور علیحدہ کیجیے۔ فاعل ہر فعل کا اس میں سے۔

وقف أراد. يشتري. يبيع أعطى. قدم. لفّ. وضع نسي. خجل. تحير. علم حمل. دفع.

وہ ٹھہرا، اس نے ارادہ کیا۔ وہ خریدتا ہے۔ وہ بیچتا ہے۔ اس نے دیا، اس نے پیش کیا۔ اس نے لپیٹا، اس نے رکھا۔ وہ بھول گیا۔ وہ شرمندہ ہوا۔ وہ حیران ہوا، اس نے جان لیا۔ اس نے اٹھایا، اس نے ادا کیا۔

٣- أجب عن الأسئلة الآتية.

جواب دیجیے دیئے ہوئے سوالوں کے۔

لِمَ ذهبت إلى السوق ولم وقفتُ عند بائع الخبز؟

کیوں گیا میں بازار کی طرف اور کیوں ٹھہرا میں نزدیک روٹی بیچنے والے کے؟

ما قلتُ البائع الخبزِ؟

کیا کہا میں نے روٹی بیچنے والے سے؟

وَمَا قال لي؟

اور کیا کہا اس نے مجھ سے؟

ما فعل بائع الخبزِ بعد أن قلت

کیا کیا روٹی بیچنے والے نے اس کے بعد کہ میں نے کہا

لهٗ اعطنی ستّۃ ارغفۃ ؟	اس سے کہ دے دیجئے مجھے چھ چپاتیاں :
وما فعلت أنا بعد أن قدّم إلی الخبز ؟	کیا کیا میں نے بعد اسکے کہ اس نے پیش کر دی روٹی ؟
هل دفعت الیه الثمن ؟	کیا تو نے ادا کر دی اسکی قیمت ؟
هل علم البائع ما حصل لي ؟	کیا جان گیا بیچنے والا جو مجھے حاصل ہوا ؟ (جو مجھ پر بیتی)
هل سمح لي البائع بأخذ الخبز ؟	کیا اجازت دی بیچنے والے نے روٹی لینے کی ؟

الدّرس الحادی العشرون ۔ اکیسواں سبق

الذّئب والکرکی — بھیڑیا اور سارس

بلع ۔ نگل گیا ۔ اس نے نگل لیا	الکرکی ۔ سارس ۔
الذّئب ۔ بھیڑیا	الا ترضی ۔ کیا تو راضی نہیں ہے ۔
عالج ۔ علاج کرنے والا	الحلق ۔ گلا
العظم ۔ ہڈی	ھات ۔ لا ۔ لائیے
طلب ۔ اس نے فرمائش کی ۔ اس نے تلاش کیا ۔	أدخل ۔ اندر ڈال دیا ۔ داخل کر دیا ۔
جعل ۔ کیا ۔ بنایا	أخرج ۔ اس نے نکالا

بلع ذئبٌ عظمًا فطلب من یعالجه ۔	نگل گیا ایک بھیڑیا ایک ہڈی تو اس نے خواہش کی کوئی کرے اسکا علاج ۔
فجاء الی الکرکیّ وجعل له أجرةً إذا أخرج العظم من حلقه ۔	تو وہ آیا سارس کے پاس ۔ اور مقرر کی اسکے لیے اجرت جب کہ باہر نکال لے ہڈی اس کے گلے سے ۔
فأدخل الکرکیّ رأسهٗ في فم الذئب، وأخرج بمنقاره العظم	تو اندر ڈال دیا سارس نے اپنا سر منھ میں بھیڑیے کے اور نکال لی اپنی چونچ سے ہڈی اس کے

من حلقهِ۔	گلے سے۔
ثُمَّ قال الذّئب: هاتِ الاجرةِ.	پھر کہا بھیڑیئے سے لائے اُجرت۔
فقال الذّئب ألا ترضي بأن ادخلت	تو کہا بھیڑیئے نے: کیا تو راضی نہیں ہے کہ تونے
رأسك في فمي ثُمَّ اخرجته	ڈال دیا سر میرے منہ میں۔ پھر تونے باہر نکال لیا
صحيحًا ؟	صحیح سلامت؟
هَل تطلب مني أُجرةً ايضًا ؟	کیا تو مانگ رہا ہے مجھ سے اُجرت بھی۔
بَلَعَ الشَّئَ: أنزله من حُلقومه إلىٰ	اس نے اتار لیا اُسے اپنے گلے سے اپنے
جوفه۔	پیٹ کی طرف۔
الحلق: مجرى الطعام والشراب	گزرگاہ کھانے اور پینے کی۔
والحُلقوم هو الحلق	وہ گلا ہے۔
طلبَ الشي: سعىٰ في الحصول عليه.	کوشش کی اس نے اس کے حاصل کرنے کی۔
جعل لَهٗ اجرةً، علىٰ فعله:	اس نے اجرت رکھی اس کے کام کی۔
شارطه اذا فعل كذا أن يعطيه	شرط کی اس نے جب کریگا تو وہ ایسا تو بیشک وہ
كذا۔	دے گا یہ (ایسا۔ وہ چیز)
عالج المريض، داواه	بیمار کا علاج، اس کی دوا۔
هاتِ: أعطني	دیجئے مجھے۔

تمرين الدَّرس — مشق

۱۔ أذكر فاعِل كل فعِلٍ في القطعة السّابقةِ۔	بیان کیجئے فاعل ہر فعل کا گزشتہ ٹکڑے کا۔ (عبارت کا)
۲۔ أُجب عن الاسئلة الاتية!	جوابات دیجئے دیئے ہوئے سوالات کے۔

لِمَ جاءَ الذّئبُ الی الکرکي ؟
کیوں آیا بھیڑیا سارس کی طرف ؟

عَلامَ اتّفق الذئبُ مَعَ الکرکي ؟
کس باپ پر اتفاق کیا (علامَ اصل علیٰ ما ہے) بھیڑیے نے سارس کیساتھ ؟

ماذا طلبُ الکرکي من الذئب ؟
کیا طلب کیا سارس نے بھیڑیئے سے ؟

ما رأیك بجوابِ الذئب ؟
کیا رائے ہے آپکی جواب پر بھیڑیئے کے ؟

ماذا ابلع الذّئب ؟
کیا نگل لیا بھیڑیئے نے ؟

ماذا اُخرَجَ الکرکيُ ؟
کیا نکال لیا سارس نے ؟

لِمَ لَم یذهب الذئبُ اٰخر لیعالجہ ؟
کیوں نہیں گیا بھیڑیا دوسرے بھیڑیئے کی طرف تاکہ وہ علاج کرے اس کا ؟

لِمَ اُدخل الکرکي رَاْسہ فی فَمِ الذّئب ؟
کیوں اندر ڈال دیا سارس نے اپنا سر بھیڑیئے کے منھ میں ؟

الجوابُ عن السّوالین السّابقین۔
جواب دو سوالوں کے جو پہلے دیئے گئے۔

العظم، هُوالّذی وقع علیہ البلع ووَقع علیہ الاخراج۔
ہڈی وہ ہے واقع ہو جس پر نگلنا اور واقع ہوا اس کا باہر نکالنا۔

الاسمُ الّذی یقع علیہ فعل الفاعل۔ یسمّی مفعُولاً بہ وهو منصوب دائِماً۔
اسم جس پر واقع ہو فعل فاعل کا۔ اس کو نام دیا جاتا ہے مفعول بہ اور زبر والا ہوتا ہے ہمیشہ۔

أذکر مفعول کل فعلٍ فی القطعۃ السابقۃ۔
بیان کیجئے ہر مفعول فعل کا: پہلے آئے ہوئے قطعہ (جملہ) میں۔

الدَّرسُ الثانی والعشرون ۔ بائیسواں سبق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ	نام سے شروع کرتا ہوں اللہ کے (جو) مہربان اور رحم کرنیوالا ہے۔
قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ	کامیاب ہوگئے (مراد کو پہنچ گئے) وہ مومن جو اپنی نماز
ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خَاشِعُوۡنَ۔	میں عاجزی کرنے والے ہیں۔
وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ	اور جو لوگ ہیں بیہودگیوں سے منہ پھیرنے والے
وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوۡنَ۔	اور وہ لوگ جو ہیں زکوٰۃ ادا کرنے والے۔
وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ	اور وہ لوگ جو ہیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے۔
اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ	سوائے اپنی بیویوں کے یا جس کے وہ مالک ہوئے داہنے ہاتھ ان
اَیۡمَانُہُمۡ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ	کے تو بیشک وہ نہیں ہیں ملامت کیے ہوئے۔
فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ	تو جس نے اختیار کیا علاوہ اس کے تو وہ لوگ
ہُمُ الۡعَادُوۡنَ۔	ہیں ظلم کرنے والے۔
وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَ	اور وہ لوگ جو ہیں اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی
عَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ۔	نگرانی کرنے والے۔
وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِہِمۡ	اور وہ لوگ جو ہیں اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے
یُحَافِظُوۡنَ ۔ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ	والے۔ وہ لوگ ہیں (آدم) کے وارث۔
یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ ۔ ہُمۡ فِیۡہَا	جو وارث ہوں گے جنت کے اور رہیں گے
خَالِدُوۡنَ ۔	اس میں ہمیشہ۔
اَلفلاح ۔ وَالفوز والظفر و اَفلح	کامیابی اور فتح۔ اور کامیاب ہوا شخص بامراد ہوا
الرّجل نجح فی سعیہ وفاز و	اپنی کوشش میں اور کامیاب ہوا اور فتح مند اپنے
ظفر بمطلبہ۔	مطلب میں۔

اللَّغو: الكلام او العمل الّذى لا قيمة له ولا فائدة منه۔ — وہ بات یا کام جس کی قیمت نہ ہو اور نہ فائدہ ہو اس سے۔

أُعرِض عنه: لَمْ يقبل عليه۔ — اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔

اللَّوم شِدَّةُ العتاب۔ لامه على فعلهٖ اي كلّمه كلاما مؤلما لفعله ما ليس جائزة۔ او ما ليس ملائمًا۔ — سخت سرزنش کرنا۔ یعنی بات کہی اس نے رنجیدہ اس کے کام پر جو نہ ہے جائز یا نہ ہے مناسب۔

فالفاعل لائم والّذي فعل الذَّنب ملوم۔ — اور کرنے والا (فاعل) "لائم" ہے اور جس نے کیا وہ "معلوم" ہے (ملامت کیا ہوا)

العادون: الظّالمون۔ المفرد عادٍ۔ — ظلم کرنے والے، اس کا واحد ہے "عاد"

راعُون: المفرد راعٍ والفعل رعٰى يرعى اي حفظ۔ — اس کا واحد ہے "راع" اور اس کا فعل ہے رعیٰ (اس نے حفاظت کی) یرعیٰ (وہ حفاظت کرتا ہے) یعنی حفاظت

رعاك الله: حفظك الله۔ — اللہ تیری حفاظت کرے۔

وَرِث مال أبيه: انتقل اليه مال أبيه بعد وفاته۔ — مال اس کے باپ کا منتقل ہوا اس کی طرف مال اس کے باپ کا اس کے مرنے کے بعد۔

الخلود: الدّوام والبقاء۔ خلد في الجنّة يخلد فيها وهو خالدٌ في النّعم۔ — ہمیشگی اور باقی رہنا۔ وہ ہمیشہ رہا جنت میں وہ ہمیشہ رہیگا اس میں اور ہمیشہ رہنے والا ہے جنّت میں۔

تمرين الدرس — مشق

أجب عن الأسئلة الآتية۔ — جواب دیجئے دیئے ہوئے سوالات کے۔

ما هي صفات المفلحين؟ — کیا ہیں صفتیں کامیاب ہونے والوں کی؟

ماذا تفعل لتكون من المفلحين؟ — کیا تو پسند کرتا ہے کر تو ہو جائے کامیاب ہونیوالوں میں؟

هل تجب أن تكون من المفلحين؛ — تو کیا کریگا تاکہ ہوجائے کامیاب ہونیوالوں میں؟

ماهيَ عاقبة المُفلحين؟ — کیا ہے انجام کامیاب ہونیوالوں کا؟

الدَّرسُ الثالثُ والعشرُون — تیئسواں سبق

البيع والشراء والربح والخسارة — فروخت وخرید اور نفع ونقصان۔

أدفع الثمن۔ ادا کی اس نے قیمت — أقترض۔ اس نے قرض لیا۔

أحب۔ اس نے پسند کیا۔ — الخسارة۔ نقصان

أنقل البضاعة۔ اس نے منتقل کیا سامان تجارت — أصلح۔ اس نے درست کیا

أوفى الدّين۔ اس نے ادا کیا قرض۔ — مسألة سوال

أفسد۔ اس نے خرابی کی۔ اس نے بگاڑا۔ — حل المسألة۔ جواب سوال کا۔

الربح۔ فائدہ۔ — أقبض الثمن۔ اس نے قبضہ کیا قیمت پر۔

أنفق۔ اس نے صرف کیا — أوفر۔ میں بچاتا ہوں

مسائل سوالات — أكره۔ میں ناپسند کرتا ہوں۔

موضوع درسنا اليوم البيع والشراءُ والربح والخسارة۔ — موضوع ہمارے سبق کا آج مضمون فروخت اور خرید اور فائدہ اور نقصان (خسارہ) ہے۔

ما أقدم اليك يضعَ مسائل لحلها؟ — میں پیش کرتا ہوں آپ کے سامنے چند سوالات انکا جواب دینے کیلئے

المسألة الأولى: — سوال پہلا:

إشترى تاجر بضاعة ودفع ثمنها ستمائة روبية — خرید ا تاجر نے ایک سامان اور ادا کی اسکی قیمت چھ سو روپے۔

ثمّ باعها بستمائةٍ وخمسين روبيةٍ — پھر اسے بیچ دیا چھ سو پچاس روپے میں تو کتنا

(٦٥٠) فكم روبية ربح فيها؟	نفع ہوا اس میں؟
المسألة الثانية: اشترى تاجر بضاعة دفع ثمنها ثمان مائة وستين روبية ودفع اجرة نقلها ستين روبية ثم باعها بتسعمائة روبية فكم خسر فيها؟	سوال دوسرا: ایک تاجر نے سامان خریدا اور اس کی قیمت ادا کی آٹھ سو ساٹھ روپے اور ادا کی اجرت اس کی بار برداری کی ساٹھ روپے پھر اسے بیچا نو سو روپے میں تو کتنا نقصان ہوا اس میں؟
ماهو مجموع مادفع التاجر في البضاعة؟	کیا ہے کل رقم جو ادا کی تاجر نے سامان کی؟
ماهو المبلغ الذي قبضه ثمنًا للبضاعة؟	کیا ہے رقم جو اس نے قبضہ میں لی سامان کی قیمت کے طور پر؟
المسألة الثالثة: اشترى رجل أرضًا ودفع ثمنها ألفًا وثلاثمائة روبية ثم دفع في اصلاحها ثلاثمائة روبية رباعها بألف وخمسمائة وسبعين فكم ربح فيها؟	تیسرا مسئلہ: خریدی ایک شخص نے ایک زمین اور ادا کی اس کی قیمت ایک ہزار تین سو روپے پھر ادا کیئے اس کی درستی میں تین سو روپے۔ اور اور اُسے بیچا ایک ہزار پانچ سو ستر میں۔ تو کتنا فائدہ ہوا اس میں؟
المسألة الرابعة: موظف مرتبه أربعمائة وخمسون روبية وهو ينفق في الشهر ثمانمائة وثلاثين روبية فكم روبية يقترض في كل شهر.	مسئلہ چوتھا: ایک سرکاری ملازم ہے۔ اس کی تنخواہ ہے چار سو پچاس روپے ہے اور وہ خرچ کرتا ہے اپنی ذات اور گھرانے پر دو سو روپے، اور اسّی روپے تو کتنے روپے قرض لیتا ہے ہر مہینے میں؟
المسألة الخامسة: موظف مرتبه	مسئلہ پانچواں: ایک سرکاری ہے اس کی تنخواہ

اربعمائةٍ وخمسون روبيةً وهو ينفق في الشهر على نفسه۔	چار سو پچاس روپے۔ اور وہ خرچ کرتا ہے اپنی ذات پر مہینے میں۔
وأسرته مائتي روبيةٍ وثمانين روبيةً	اور گھرانے پر دو سو اسی روپے۔
فكم روبيةً يستطيع يوفر؟	تو کتنے روپے وہ بچا لیتا ہے؟

تمرين الدرس — سبق کی مشق

أجب عن الاسئلة الآتية!	دیئے گئے سوالات کے جواب دیجئے۔
هل أنت تاجر؟	کیا تو تاجر ہے؟
هل تحب البيع والشراء	کیا تو خرید و فروخت پسند کرتا ہے؟
هل تحب الربح؟	کیا پسند کرتا ہے نفع؟
وتكره الخسارة؟	اور کیا نا پسند کرتا ہے نقصان؟
هل تقبض ثمن البضاعة حالاً؟	کیا تو قبضہ میں لے گا قیمت سامان کی ابھی؟
هل تقرض إخوانك؟	کیا تو قرض دیتا ہے اپنے بھائیوں کو؟
وهل تقرض منهم؟	اور کیا تو قرض لیتا ہے ان سے؟
هل لك دين؟	کیا تیرا قرض ہے؟
هل عليك دين؟	کیا تجھ پر قرض ہے؟
هل تحب وفاء الدين عاجلاً؟	کیا تو پسند کرتا ہے ادائیگی قرض کی جلدی؟
هل تكره أن يتاخر إخوانك في وفاءِ دينك؟	کیا تو ناپسند کرتا ہے کہ دیر کریں تیرے بھائی ادائیگی میں تیرے قرض کے؟
كم تنفق اليوم وفي الشهر وفي السّنة؟	کتنا صرف کرتا ہے تو ہر روز اور ہر مہینے میں اور سال میں؟
هل تحب الاحسان إلى الفقراءِ	کیا تو پسند کرتا ہے احسان کرنا تنگ دوستوں کے

وهل تنفق في الاحسان مالاً كثيراً؟	ساتھ اور کیا صرف کرتا ہے احسان میں بہت مال؟
كم توفر في السنة؟ ماذا؟	کتنی بچت کرتا ہے تو سال میں؟ کیونکر؟

الدرس الرابع والعشرون - چوبیسواں سبق

لم

إذا سألك صديقك عن الاسئلة التالية۔	جب پوچھے تجھ سے تیرا دوست آئندہ سوالات کے بارے میں؟
فقد تجيبه الاجابات التالية:	تو تو جوابات دے گا اسے مندرجہ ذیل۔
هل جاءك احدٌ اليوم؟	کیا آیا کوئی ایک تیرے پاس آج؟
ماجاءني احد اليوم. أو لم يأتني احد اليوم۔	نہیں آیا میرے پاس کوئی ایک آج یا نہیں (بالکل نہیں) آیا میرے پاس کوئی ایک آج؟
هل زرت صديقك أمس؟	کیا تو نے ملاقات کی اپنے دوست سے کل؟
مازرته أمس، أو لم أزره أمس۔	میں نے ملاقات نہیں کی کل یا میں نے ہرگز ملاقات نہیں کی اس سے کل۔
هل اتممت عملك؟	کیا پورا کر لیا تو نے اپنا کام؟
ما اتممت عملي. أو لم أتمم عملي۔	میں نے پورا نہیں کیا اپنا کام یا ہرگز مکمل نہیں کیا اپنا کام۔
هل أكملت دراستك؟	کیا تو نے مکمل نہیں کی اپنی تعلیم؟
ما اكملتُ دراستي، أو لَم أُكمل دراستي۔	میں نے مکمل نہیں کی اپنی تعلیم یا میں نے ہرگز مکمل نہیں کی اپنی تعلیم۔
هل نسيت وعدك؟	کیا تو بھول گیا اپنا وعدہ؟

مَانسيت وعدي، أو لَمْ أنس وعدي۔	میں نہیں بھولا اپنا وعدہ یا ہرگز نہیں بھولا اپنا وعدہ۔
هَل قصّرت في وَاجبك؟	کیا تو نے کوتاہی کی اپنے فرض میں؟
مَاقصّرت في واجبي، أو لَمْ اقصِّر في واجبي	میں نے کوتاہی نہ کی اپنے فرض میں۔ یا میں نے ہرگز کوتاہی نہ کی اپنے فرض میں۔
هَل كَذبت في قولك؟	کیا تو نے جھوٹ بولا اپنی بات میں؟
مَاكَذبتُ في قولي، أو لَم أكذب في قولي۔	میں نے جھوٹ نہیں بولا اپنی بات میں یا میں نے ہرگز جھوٹ نہیں بولا اپنی بات میں۔
هَل نَقضت عهدَكَ؟	کیا تو نے توڑا اپنا عہد؟
مَانقَضتُ عهدي، أو لَم أنقُض عَهدًا۔	میں نے نہیں توڑا اپنا عہد۔ یا۔ میں نے ہرگز نہیں توڑا عہد۔
هَل خُنتَ صِديقكَ؟	کیا تو نے خیانت کی اپنے دوست کی؟
مَاخُنتُ صديقي، أو لَم أخن صَدِيقي۔	میں نے خیانت نہیں کی اپنے دوست کی یا میں نے ہرگز خیانت نہیں کی اپنے دوست کی۔
هَل أضعتُ الامانةِ؟	کیا تو نے ضائع کر دی امانت؟
مَاأضعت الأمانة، أو لَم أضِع الامَانَةُ۔	میں نے ضائع نہیں کی اپنی امانت۔ یا میں نے ہرگز ضائع نہیں کی امانت۔
إذا تأملتِ الأمثلة السَّابقة وجدت أن:	جب غور کرے مثالوں پر گذشتہ تو پائے گا کہ:
مَاتدخلُ علےٰ الفعلِ المَاضي	"ما" داخل ہوتا ہے فعل ماضی پر تو وہ بن جاتا

فيصبح منفياً. ولم تدخل على المضارع فتجزم آخرهٗ وتنفي مضاه ثم تقلب معناه من المضارع الى الماضي.

ہے منفی (انکار)۔ اور "لم" داخل ہوتا ہے مضارع پر تو جزم دیتا ہے آخر کو اور اس کے معنی منفی ہو جاتے۔ پھر اس کے معنی مضارع سے ماضی میں بدل جاتے ہیں۔

فلم أزر صديقي تفيد أني لم أزره في الماضي قبل زمن التكلم

میں نے ملاقات نہیں کی اپنے دوست سے "فائدہ (معنی) دیتا ہے کہ میں نے ملاقات نہیں کی اس سے ماضی میں گفتگو کے زمانے سے پہلے۔

نما هي أداة نفي تدخل على الماضي

تو "ما" یہ ذریعہ ہے نفی کا جو داخل ہوتا ہے ماضی پر۔

ولم هي أداة نفي وجزم وهي تقلب المضارع من الحال إلى الماضي.

اور "لم" ذریعہ ہے نفی کا اور جزم (سکون) اور بدل دیتا ہے۔ مضارع کو حال سے ماضی کی طرف۔

ولا تدخل إلا على المضارع.

اور وہ داخل نہیں ہوتا سوائے مضارع کے۔

السين وسوف

السین وسوف

سأفعل الخير.

میں نیکی کروں گا۔

سأحسن على الفقراء.

میں احسان کروں گا تنگدستوں کے ساتھ۔

سأواسي البائسين.

میں تسلی دوں گا مصیبت زدوں کو۔

سوف تعلم حقيقة الخبر.

تجھے معلوم ہو جائے گی حقیقت خبر کی۔

سوف ترى الحق.

تو دیکھ لے گا حق۔

سوف تدرك نتيجة تقصيرك.

تو سمجھ لے گا نتیجہ اپنے قصور کا۔

السين تدخل على المضارع فيفيد معناه الاستقبال.

سین (س) داخل ہوتا ہے مضارع پر تو فائدہ دیتا ہے اپنے معنی میں آنے والے زمانہ کا۔

ف تدخل على المضارع فيفيد

سوف داخل ہوتا ہے مضارع پر تو فائدہ دیتا ہے

مَعناهُ الإسْتقبال لزمن البعد من زمن التّبين۔ اپنے معنی میں آنے والے اُس زمانہ کا جو "میں" کے زمانہ سے زیادہ دور کا ہو۔

تتمة الدّرس (لَنْ)

لن أؤاخر عمل اليوم إلى غدٍ لن أهمل صغيرة۔ میں ہرگز نہ ٹالوں گا یہ کام آج کا کل پر میں بھول کر بھی ہرگز نہیں چھوڑوں کا چھوٹا سا کام۔

لن أقصّر في واجب، لن أتخلف عن موعدهٖ۔ میں ہرگز کوتاہی نہ کروں گا فرض میں، میں ہرگز خلاف نہیں کروں گا وعدہ (عہد) میں۔

ماكذبت ولن أكذب. میں نے جھوٹ نہیں بولا اور ہرگز جھوٹ نہ بولوں گا۔

ماخنتُ صدّيقاً ولن أخوان. میں نے خیانت نہیں کی دوست سے اور ہرگز خیانت نہ کرونگا۔

مانقضت عهداً ولن أنقض میں نے نہیں توڑا کوئی عہد اور ہرگز نہ توڑوں گا۔

ما أضعتُ أمانةً ولن أضيعها۔ میں نے ضائع نہیں کی کوئی امانت اور ہرگز ضائع نہ کروں گا

لَن تدخلُ علے المضارع فتنفيه و تنصبُه وتجعلَه دالاً علىٰ الإستقبال۔ "لن" داخل ہوتا ہے مضارع پر تو اسے نفی بنا دیتا ہے، اور اسے زبر دیتا ہے اور اسے بنا دیتا ہے آنیوالے زمانہ کے لیے۔

أتمّ البناءِ۔ اس نے عمارت مکمل کی۔ — اكمل الدراسة. اس نے مکمل کی تعلیم۔

نقض العهد۔ اس نے عہد توڑا۔ — خان الصدّيق. اس نے خیانت کی دوست کی۔

أضاع الأمانة۔ اس نے امانت ضائع کی۔ — قصّر في الواجب. اس نے فرض کی کوتاہی کی۔

تأخر عن الموعد. اس نے دیر کی وعدہ میں، — تخلف عن الدّرس. وہ پیچھے رہ گیا سبق سے۔

أهمل الأمور. اس نے لاپرواہی کی کاموں میں۔ — إعتبني بأمورهٖ. اس نے توجہ کی اپنے کاموں کی۔

تمّ البناءُ: أي أصبح تماماً. — مکمل کی عمارت: یعنی ہوگئی مکمل، مکمل کی اس شخص نے

أتمّ الرّجل البناء: أي جعله وصيرة تماماً. — یعنی بنایا اسے مکمل اور کر دیا اُسے پورا۔

كملت صفات الرّجل۔ — مکمل ہو گئیں اس شخص کی صفتیں۔

صارت كاملة فليس فيها نقص ولا عيب۔ — ہو گئی مکمل تو نہیں ہے اس میں کمی اور نہ عیب۔

كمل حسن الغلام: صار حسنة كاملاً فليس فيه نقص ولا عيب۔ — مکمل ہو گئی خوبصورتی غلام کی۔ ہو گیا وہ مکمل تو نہیں ہے اس میں کمی اور نہ عیب۔

العهد: الوعد الّذي يعطيه المرء لأمان رجل آخر أو حفظة أو حفظ حقوقه أو مثل ذالك۔ — عہد: وعدہ جو کرتا ہے کوئی شخص امان کے لیے دوسرے شخص یا اس کی حفاظت کے لیے یا اس کی حفاظت کرتا ہے اس کے حقوق کی یا اس جیسی۔

يقال حفظ العهد، ووفّى بالعهد وضدّه خان العهد۔ — کہا جاتا ہے حفاظت عہد کی: اور پورا کیا عہد کو اور اس کا اُلٹ خیانت کی اس نے عہد میں۔

ونقض العهد۔ — اور عہد شکنی کی اس نے۔

نقض العهد ونقض الأمر: — اس نے توڑا عہد اور توڑا حکم؛

افسد العهد بعد أحكامه۔ — اس نے خرابی پیدا کی عہد میں اس کو مضبوط کرنے کے بعد۔

خان الأمانة وأضاع الأمانة لم يحفظها۔ — اس نے خیانت کی امانت میں اور ضائع کیا امانت کو۔ اس کی حفاظت نہ کی۔

خان الصّديق: لم يحفظ سرّه ولم يحفظ عهده۔ — خیانت کی دوست نے اسکی بالکل حفاظت نہ کی۔ اور اس نے بالکل حفاظت نہ کی اپنے عہد کی۔

زيد وخالد يمشيان معاً وقد قطعا في السّير مسافات طويلة۔ — زید اور خالد دونوں پیدل چل رہے ہیں ساتھ اور دونوں نے کیے چلنے میں لمبے فاصلے

وإنّ زيداً قوي وخالداً ضعيف.	اور بیشک زید طاقت ور ہے اور خالد کمزور ہے۔
زيد يستمر في السّير بقوّة.	زید چلتا رہا طاقت سے۔
أما خالد فقد تعب وشرع يقصر	لیکن خالد تھک گیا اور کوتاہی کرنے لگا اپنے
عن رفيقه.	دوست سے۔
يقال قصّر في أداء واجبه.	کہا جاتا ہے اس نے کوتاہی کی فرض کی ادائیگی میں۔
أي لم يؤدّه كاملاً.	یعنی اس نے بالکل پورا نہ کیا مکمل۔
تأخر عن الموعد جاء بعد	اس نے دیر کی مقررہ۔ اور آیا بعد گھنٹے
السّاعة المحدودة	(وقت) کے۔
تخلف عن الدّرس لم يأت	وہ پیچھے رہا سبق کے بارے میں۔ اور وہ بالکل
إلى الدّرس.	نہ آیا سبق میں۔
ألعناية كلمة مستعملة باللّغة	عنایت: ایک لفظ ہے جو استعمال کیا جاتا ہے اردو
الاردية.	میں۔
ومثلها في المعنى الرّعاية ومعناها	اور اس جیسا رعایت کے معنی میں۔
الانتباه إلى الشيء.	اور اس کے معنی خبرداری کے ہیں کسی چیز کے۔
والالتفات إليه ليبقى في حالة	اور توجہ کے اس کے بارے میں تاکہ وہ باقی رہے
جيّدة يقال اعتنى بتربيته	اچھی حالت میں۔ کہا جاتا ہے اس نے توجہ کی اولاد
أولاده.	کی اور تربیت کی۔
إعتنى بأشجار حديقته.	اس نے توجہ کی باغ کے درختوں کی طرف۔
وضد العناية الأهمال.	اور مخالف (پلٹ) توجہ کا غفلت (بے توجہی)
يقال أهمل تربية والده،	کہا جاتا ہے اس نے بے توجہی کی اپنے لڑکے کی تربیت سے۔
أهمل امور نفسه.	اس نے بے توجہی کی اپنے ذاتی کاموں سے۔

أهمل أمور أسرته۔ — اس نے بے توجہی کی اپنے گھرانے کے کاموں سے۔

تمرين الدرس — مشق

الأمين يكتم السرّ۔ — امانت دار چھپاتا ہے راز کو۔

والخائن يُفشي السرّ۔ — اور خیانت کرنیوالا افشا کرتا ہے راز کو۔

كتمان السرّ حفظه مكتومًا۔ — چھپانا راز کا اسکی پوشیدہ حفاظت کرنا ہے۔

وإفشاؤه إعلانه۔ — اور اس کا فاش کرنا اس کا اعلان کرنا ہے۔

واسي الفقير أي اعانه والمواساة — اس نے تسلّی دی تنگدست کو یعنی اسکی مدد کی اور

المعاونة والمساعدة . — مواسات مدد کرنا اور سہارا دینا (ہاتھ بٹانا)

أجب عن الاسئلة التالية — جواب دیجیے دیئے گئے سوالوں کے۔

واجعل المنفى منها منفيًا في — اور ان سے منفی بنائیے ماضی اور مستقبل

الماضي والمستقبل۔ — میں۔

هل خُنتَ عهدًا ؟ — کیا تو نے خیانت کی عہد کی ؟

هل خُنتَ صدّيقا ! — کیا تو نے خیانت کی کسی دوست کی ؟

هل نَسِيت وعدك ؟ — کیا تو نے بھلا دیا اپنا وعدہ ؟

هل نسيت إخوانك ؟ — کیا تو نے بھلا دیا اپنے بھائیوں کو ؟

هل ساعدت ظالمًا ؟ — کیا تو نے مدد کی کسی ظالم کی ؟

هل ظَلَمتَ احدًا ؟ — کیا تو نے ظلم کیا کسی ایک پر ؟

هل تحب السر ؟ — کیا تو پسند کرتا ہے راز کو (چھپانا)

هل كذبتَ مرّة ؟ — کیا تو نے جھوٹ بولا کبھی ؟

هل تواسي البائسين ؟ — کیا تو تسلّی دیتا ہے دکھی لوگوں کو ؟

هل تحفظ أمانتك ؟ — کیا تو حفاظت کرتا ہے اپنی امانت کی ؟

هَل تُكرم ضيفكَ ؟	کیا تو عزت کرتا ہے اپنے مہمان کی ؟
هَل تصدُق الحديث ؟	کیا تو سچی بات کہتا ہے ؟
هَل تفي بوعدك ؟	کیا تو پورا کرتا ہے اپنا وعدہ ؟
هَل تعتني بتربية ابنائك ؟	کیا توجہ کرتا ہے تربیت پر اپنے بیٹوں کے ؟
متىٰ تزُورني ؟	کب تو ملے گا مجھ سے ؟
متىٰ تنتهي العام الدراسي ؟	کب ختم ہوتا ہے سال تعلیم کا ؟
متىٰ تسافر ؟	کب تو سفر کرے گا ؟
متىٰ تبدأ الدُّراسة في الكلّيه ؟	کب شروع ہوتی ہے تعلیم کالج کی ؟
متىٰ يلاقي الظالم جزاءه ؟	کب ملتا ہے ظالم کو اس کا پھل ؟
متىٰ ينال المُجرم عقابَه ؟	کب پائے گا جرم کرنے والا اس کی سزا ؟
هَل افشيت سِرًا ؟	کیا تو نے فاش کیا راز کو ؟
هَل نسيت عهدك ؟	کیا تو نے بھلا دیا اپنا عہد ؟
هَل نسيتَ درسكَ ؟	کیا تو نے بھلا دیا اپنا سبق ؟
هَل نسيت أهلكَ ووطنك ؟	کیا تو نے بھلا دیا اپنے گھر والوں کو اور اپنے وطن کو ؟
هَل قعدت عن مساعدة مظلوم ؟	کیا بیٹھا رہا مدد کرنے سے ستم رسیدہ کی ؟
هَل ظلمتَ أحدًا ؟	کیا تو نے ظلم کیا کسی ایک پر ؟
وهَل تكرَه فعل الخير ؟	کیا تو ناپسند کرتا ہے نیک کام ؟
هَل قصرت في أداء واجبك ؟	کیا تو نے کوتاہی کی فرض کی ادائیگی میں ؟
وهَل ترحمُ المساكين ؟	اور کیا تو رحم کرتا ہے ناداروں پر ؟
وهَل تفي بوعدك ؟	اور کیا تو پورا کرتا ہے اپنا وعدہ ؟
وَهل تحسن إلىٰ جارك ؟	اور کیا تو احسان کرتا ہے اپنے پڑوسی کے ساتھ۔

وَهل تحفظ الامانة ؟ — اور کیا تو حفاظت کرتا ہے امانت کی ؟

وَهل تحفظ عهدك ؟ — اور کیا تو حفاظت کرتا ہے اپنے عہد کی ؟

وَهل تامرُهم بالخير ؟ — اور کیا تو حکم کرتا ہے بھلائی کا ؟

الدرس الخامس والعشرون ۔ پچیسواں سبق

المبتداءُ والخبر — مبتدا اور خبر

السّماءُ صَافيةٌ. والشمس مشرقةٌ۔ والجوُّ دافئٌ۔ والبحرُ هادئٌ. وَالنّسيم عليلٌ۔

آسمان صاف ہے اور سورج روشن ہے اور فضا گرم ہے۔ اور سمندر پر سکون ہے اور سمندری ہوا دھیمی ہے بھیگی ہوئی ہے۔

تامل قولك السّماءِ صافيه إنّه كلامٌ تام المعنى. إذا قاله صدِيق لك وسكت اكتفيت به واستفدت منه معنىً.

غور کیجیے اپنے قول پر: آسمان صاف ہے۔ بیشک وہ کلام ہے پورے معنی دینے والا۔ جب کہے تیرا دوست تجھ سے اور چپ ہو جائے تو اس پر اکتفا کرے اور استفادہ کرے اس کے معنی سے

ولكن لّوقال لك صديقك مثلاً السّما.......... وسكت تحيرت وسألت نفسكَ قائلاً ماشأن السّماء ؟

اور لیکن اگر تیرے دوست نے تجھ سے کہا مثلاً آسمان ...... اور یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ تجھے حیرت ہو گی اور تو اپنے آپ سے سوال کرے گا یہ کہتے ہوئے۔ کیا حال ہے آسمان کا؟

فاذا أُكمل كلامهٗ وقال صَافيةٌ ذهبت عَنك الحيرة وَاستفدت من كلامهٖ فائدة تامّة وعلمت

پھر جب اس نے پورا کر لیا کلام اور کہا وہ صاف ہے۔ تو جاتی رہی تیری حیرت۔ اور تو حاصل کرے کا اس کے کلام سے پورا فائدہ۔ اور تو نے جان لیا کہ وہ

إنّه يُريد أن يحدثك عن السّماءِ ويخبرك بأنها صافية.

ارادہ کرتا ہے کہ تجھ سے کہے آسمان کے بارے میں اور تجھے خبر کرے کہ وہ صاف ہے۔

فلفظة صافية هي الّتي أكملت المعنى وبها إستطاع صديقك أن يّخبرك عن صفاءِ السّماءِ.

تو لفظ صافیہ وہ ہے جس نے پورے کر دیئے معنی اور اس سے کر سکا تیرا دوست کہ تجھے خبر دے صفائی کے بارے میں آسمان کے۔

وكذلك مُشرقة أخبر بها عن إشراق الشمس.

اور اسی طرح مشرقۃٌ ہے کہ خبر دی اس نے سورج کے روشن ہونے کے بارے میں۔

وكذلك دافئ أخبر بها عن دفاءِ الجو.

اور اسی طرح دافی ہے کہ اس نے خبر دی فضا کے گرم ہونے کے متعلق۔

وكذلك هادئٌ أخبر بها عن هدوءِ البحرِ.

اور اسی طرح ہادیٔ ہے کہ خبر دی اس نے سمندر کے پرسکون ہونے کے بارے میں۔

وكذلك عَليلٌ أخبر بها عن لطفُ النّسيم.

اور اسی طرح علیلٌ ہے کہ اس نے خبر دی ہوا کے ہلکا ہونے کے بارے میں۔

وهكذا ترى أن السّماءُ إسمٌ جاءَ في أوّل الكلام و"صافية" إسمٌ جاءَ بعده يخبر عنه ويكون معه جملة تامة المعني.

اور اسی طرح تو دیکھے گا کہ السّماءُ اسم ہے کلام (جملہ) کی ابتدا میں اور "صافیہ" اسم ہے جو آیا ہے اس کے بعد خبر کے لیے اور ہو گیا ہے اسکے ساتھ پورا جملہ معنی خیز۔

والاسمُ الأوّل تسمية مبتدأً والثاني خبراً وكلاهما مرفوع

اور پہلا اسم جس کا نام ہے مبتدا اور دوسرا خبر ہے اور دونوں پیش والے ہیں۔

التمرين

مشق

١. عين المبتدا والخبر في الجمل

متعین کیجیے مبتدا اور خبر کو دیئے گئے جملوں

التالية :- میں سے۔

اُلثمرة حلوة۔ پھل میٹھا ہے۔

اُلثمرة لذيذة۔ پھل مزیدار ہے۔

الثمرة ناضجة۔ پھل پکا ہوا ہے۔

الثمرة حامضة۔ پھل کھٹا ہے۔

مُحَمدٌ (عليه الصّلوٰة والسلام) أفضل الرّسولِ وَهو أشرف المخلوقات وأكمل البشر۔
محمد (ان پر درود وسلام ہو) سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں رسولوں میں اور سب سے زیادہ باعزت اور سب سے زیادہ کامل ہیں انسانوں میں۔

اَلمؤمن القوی خيرٌ من المؤمن الضّعيف۔ طاقتور مومن بہتر ہے اس مومن سے جو کمزور ہو۔

اُلاَسَد أشجع الحيوانات. شیر ببر زیادہ بہادر ہے جانوروں سے۔

هٰذ الّذِی صحبي في سفري . یہ وہ ہے جو ساتھ رہا میرے سفر میں میرے۔

هٰذ الّذِی ربّانی في صغري . یہ وہ ہے جس نے پرورش کیا مجھے میرے بچپن میں۔

هٰذِهِ الّتی ربتني وعلّمتني . یہ وہ ہے جس نے (مونث) پرورش کی میری اور مجھے تعلیم دی۔

۲۔ أجعل كل إسم مِنَ الاَسماءِ الآتيةِ مبتدأ وأخبر عنهُ بخبر يناسبُه۔
بنائے ہر اسم کو مبتدا دیئے گئے ہر اسم میں اور خبر بتائیے جو اس سے مناسبت رکھتی ہو۔

الثوب	کپڑا	الكرسي	کرسی
الدراجه	سائیکل	مَدرَستنا	ہمارا مدرسہ
اُلسرير	چارپائی	مَدرستنا	ہماری تعلیم گاہ
الكتابُ	کتاب	بلادنا	ہمارا ملک

الغرفة	کمرہ	أخي	میرا بھائی
الزّهرة	پھول	والدي.............	میراباپ

اَلدَّرسُ السَّادِسُ وَالعِشرُون چھبیسواں سبق

کان وأخواتها — کان اور اس کی بہنیں

ألجوداف ۔ فضا گرم ہے۔	والنَّسِيمُ عَلِيلٌ ۔ اور سمندری ہوا دھیمی ہے۔
والبحرُ هادئ ۔ اور سمندر پرسکون ہے	
هٰذه كلمات جمل أخبرنا بها	یہ الفاظ جملوں میں خبر دیتے ہیں کہ اس کی فضا
عَنِ الجو بأنّه دافی ۔	گرم ہے۔
وَالبحر بأنه هادئ۔	اور سمندر پرسکون ہے۔
وَالنَّسيم بأنّهُ عَليل ۔	اور سمندری ہوا دھیمی ہے۔
وَهٰذا أخبار وقعت في الحَالِ أي	اور یہ خبریں واقع ہوتی ہیں موجودہ زمانے میں،
في زمن التكلم ۔	یعنی جس زمانہ میں گفتگو ہو رہی ہے۔
فإذا أردنا أن نخبر حال الجو والبحر	پھر جب ارادہ کریں ہم کہ خبر کریں حالت فضا اور
والنَّسيم قبل زمن التكلم ۔	سمندر اور نسیم کے بارے میں بات کرنے سے پہلے زمانے کی۔
قلنا : كان الجو دائمًا ۔	ہم کہیں گے تھی فضا گرم۔
وكان البحر هادئًا ۔ وكان النَّسِيمُ عَليلًا	اور تھا سمندر پرسکون اور تھی نسیم دھیمی۔
كان هي التي نقلت الخبر ۔	"کان" یہ ہے جس نے تبدیل کر دیا خبر کو۔
مِنَ الحَاضِرِ إِلَى المَاضي	زمانہ موجودہ سے گزرے ہوئے زمانہ کی طرف۔
وإذا تاملت حركة المبتداء و	اور جب غور کریگا حرکت مبتداء کی اور خبر کو

الُخَبَرِ بعدَ دَخول کان وَجَدت	کان کے داخل ہونے کے بعد۔ تو پائے گا
المبتدا ءِمرفوعًا والخبر منصوبًا	مبتدا کو پیش والا اور خبر کو زبر والا۔
والآن إذا أردت أنْ تخبر عن	اور اب جبکہ اگر تو چاہے کہ خبر کرے حالت
حَالِ الجو۔	فضا۔
والبحرِ وَالنّسِيمِ وقت الصَّباحِ	اور سمندر اور نسیم کی۔ صبح کے وقت۔
أو المَساءِ او الضحیٰ۔	یا شام کو یا چاشت کے۔
أوْ في النهارِ أوْ في اللّيل۔	یا دن کے یا رات میں۔
قلت أُصبح الجوِ دافئًا	تو کہے گا صبح کے وقت فضا گرم ہوگئی۔
اي كان الجوِ دافئًا وقت الصّباح.	یعنی فضا ہوگئی گرم صبح کے وقت۔
قلت اَمسی البحرِ هادِئًا	تو کہے گا شام کو سمندر پرسکون ہوگیا۔
اي كان البحرُ هادِئًا وقت المَسَاءِ	یعنی سمندر ہوگیا پرسکون شام کے وقت۔
قلت أضحی النّسيمِ عليلاً۔	تو کہے گا چاشت کو نسیم دھیمی ہوگئی۔
اي كان النّسيم عليلاً وقت الضحیٰ	یعنی ہوگئی نسیم دھیمی چاشت کے وقت۔
قلت ظلّ الجو دافئًا	تو کہے گا دن کو ہوگئی فضا گرم۔
اي كان الجوِ دافئًا في النّهارِ	یعنی فضا گرم ہوگئی دن کے وقت۔
قلت بات البحرِ هادِئًا	تو کہے گا رات کو ہوگیا سمندر پرسکون۔
اي كان البحرِ هادئًا في الّليل ۔	یا ہوگیا سمندر پرسکون رات میں۔
أما اذا أردتَ نفي الخبرِ في الوقت	لیکن جب تو نفی کرنا چاہے خبر کی موجودہ
الحَاضر فانك تقول:	وقت میں تو بے شک تو کہے گا:
لَيسَ الجوّ دافئًا۔	نہیں ہے فضا گرم۔
وَليسَ البحرِ هادئًا۔	اور نہیں ہے سمندر پرسکون۔

وَلیسَ النسیمِ عَلیلاً — اور نہیں ہے نسیم دھیمی۔

وإذا قلت صار الجوّ دافئاً أفاد — اور جب تو کہے گا ہو گئی فضا گرم تو نتیجہ دیگا

قولك إنّ الجوّ كان بارداً. ثُمّ — تیرا قول کہ بے شک فضا تھی ٹھنڈی۔ پھر

تحوّل إلى الدِّفاءِ مِمّا سبق لتبيّنَ — تبدیل ہو گئی گرم ہونے کی طرف۔ ان میں سے جو

لك أنّ. — پہلے بیان ہوئے واضح ہو گیا تجھ پر کہ۔

كان تدخلُ على المُبتدإ والخبرِ — کان داخل کیا جاتا ہے مبتدا اور خبر پر تو پیش دے

فترفع المُبتدأ وتسمّى اسمها و — دیتا ہے مبتدا کو اور اس کو نام دیا جاتا ہے اس

تنصبُ الخبرَ وتسمّى خبرها. — کا اسم اور زبر دیتا ہے خبر کو اور اس کو نام دیا جاتا ہے اسکی خبر۔

ومثل كان في رفعِ المبتدأ — اور کان کی مانند پیش دیتا ہے مبتدا کو اور زبر دیتا ہے خبر کو۔

ونصب الخبرِ صار وليس وأصبح — صار اور لیس اور اصبح اور امسیٰ اور اضحیٰ اور ظل اور بات۔

وأمسى وأضحى وظلّ وبات وتسمّى — اور نام دیا جاتا ہے ان افعال کو بہنیں

هذه الأفعال أخوات كان. — کان کی۔

تمرينَ الدّرسِ — سبق کی مشق

١- بيّن كل اسمٍ وخبر لكان — بیان کیجیے ہر اسم اور خبر کو جس میں کان اور اس

وأخواتها في الجمل الآتية: — کے اخوات ہوں دیئے گئے جملوں میں۔

كانَ صاحبي بالأمس مَرِيضاً وَ — تھا میرا ساتھی کل بیمار اور ہو گیا آج

أصبح اليومِ سليمًا. — ٹھیک۔

كانَ هذا الرجل غنيّاً وأصبحَ — تھا یہ شخص امیر۔ اور آج فقیر ہو گیا۔

اليوم فقيراً.

ظلّ صديقي اليوم كلّه صائمًا. — رات کو رہا میرا دوست آج پورا روزہ دار۔

وبات اللّيل كُلّه قائماً. — اور رات کو رہا کھڑا۔

بات هٰذا الرّجُلِ کافراً۔ و أصبح مؤمناً۔ — رات کو رہا یہ شخص کافر اور صبح کو ہو گیا مومن (ایمان والا)

بات السجین حزیناً و أصبح الیوم علیلاً۔ — رات کو رہا قیدی رنجیدہ اور صبح کو ہو گیا آج بیمار۔

کان زھیر شجاعاً و أضحی الیوم جباناً۔ — تھا زہیر بہادر اور چاشت کو ہو گیا آج بزدل۔

صار الأوّلُ اٰخِراً و الاٰخر اوّلاً۔ — ہو گیا پہلا آخری اور آخری پہلا۔

لیس الکاذبُ ناجیاً و لیس الحسابُ بعیداً — نہیں ہے جھوٹا نجات پانے والا اور نہیں ہے حساب دور۔

۲۔ أدخل کان علٰی کُلِ جُملةٍ من الجمل الاٰتیةِ و أشکل اٰخر کل کلمة فیھا۔ — لگائیے کان ہر ایک جملہ پر دیئے ہوئے جملہ میں اور اعراب (حرکت) دیجیے ہر ایک لفظ کو اس میں۔

الحر شدید، الصدیق حاضر — گرمی سخت ہے، دوست حاضر ہے۔

والدی غائب، الجار قادم۔ — میرا باپ غیر موجود ہے، پڑوسی آ رہا ہے۔

ھٰذا التلمیذ مجتھد۔ — یہ طالب علم محنتی ہے۔

الطوفان عظیمٌ۔ — طوفان بڑا ہے۔

ادخل صار علی کُلِ جُملةٍ من الجُمل الاٰتیة و أشکل اٰخر کل کلمة فیھا۔ — لگائیے صار ہر جملہ پر دیئے ہوئے جملوں میں سے اور اعراب لگائیے اس میں سے ہر ایک لفظ پر۔

الثمر ناضج، الشجر مزھر۔ — پھل پکا ہوا ہے۔ درخت پھول دار ہے۔

الھواء بارد، الماء صاف — ہوا ٹھنڈی ہے۔ پانی صاف ہے۔

المكان مظلم، النور ضعيف۔
جگہ تاریک ہے، روشنی کمزور ہے۔

العدو صديق، القريب بعيد۔
دشمن دوست ہے۔ نزدیک دور ہے۔

الصغير كبير۔ الجميل قبيح
چھوٹا بڑا ہے۔ حسین بدصورت ہے۔

الطفل رجل۔
بچہ مرد ہے۔

أدخل أصبح على كل جملة من جمل الاتية واشكل آخر كل كلمة فيها:۔
لگائیے "اصبح" ہر جملہ پر دیئے گئے جملوں میں سے اور اعراب لگائیے ہر ایک لفظ پر اس میں سے۔

المؤمن شاكر۔ الفائز مسرور
مومن شکرگزار ہے۔ کامیاب مسرور ہے

المجاهد ظافر، الزهر جميل۔
مجاہد فتح مند ہے۔ پھول خوبصورت ہے۔

ادخل ليس على كل جملة من الجمل الاتية واشكل اخر كل كلمة فيها۔
لگائیے لیس ہر ایک جملہ پر دیئے گئے جملوں میں سے اور اعراب لگائیے ہر ایک لفظ پر اس میں سے۔

المؤمن ضعيف۔ الهواء نقي۔
مومن کمزور ہے۔ ہوا صاف ہے۔

المجرم ناج۔ الجو حار۔
مجرم نجات پانے والا ہے۔ فضا گرم ہے۔

۳۔ أجب عن الاسئلة الاتية:
جواب دیجیے دیئے گئے سوالات کا۔

كيف كان الشتاء في العام الماضي؟
کیسا تھا موسم سردی کا گزشتہ سال؟

وكيف كان الصيف؟
اور کیسا تھا موسم گرما؟

كيف أصبح جارك؟
کیسے صبح کی تیرے پڑوسی نے؟

وكيف أمسى مريضك؟
اور کیسے شام کی مریض نے؟

كيف ظل الرجل وكيف بات؟
کیسے دن گزارا آدمی نے اور کیسے رات گزاری؟

كيف أصبحت وكيف أمسيت؟
کیسے تو نے صبح کی اور کیسے تو نے شام کی؟

هَل أنت تاجرٌ ؟ — کیا تو تاجر ہے ؟

هَل أنت صَانعٌ ؟ — کیا تو کاریگر (ہنرمند) ہے ؟

هَل أنتَ مُسافرٌ ؟ — کیا تو سفر کرنے والا ہے ؟

هَل أخوكَ مُقيمٌ ؟ — کیا تیرا بھائی مقیم ہے ؟

هَل صِدّيقكَ طالبٌ ؟ — کیا تیرا دوست طالب علم ہے ؟

أوالدُكَ حَافظ ؟ — کیا تیرا باپ حافظ ہے ؟

أوالدتكَ عَالِمةٌ ؟ — کیا تیری ماں علم والی ہے ؟

هَل هِيَ قارِئَةٌ ؟ — کیا وہ پڑھنے والی ہے ؟

الدرس السابع والعشرون ۔ ستائیسواں سبق

ثروة من نِصف قرش ۔ دولت آدھے قرش سے (ایک سکہ)

عَلّمَ ۔ اس نے سکھایا ۔ — بضاعة ۔ پونجی ۔ سامان

وفّرَ ۔ اس نے بچت کی ۔ — الثروة ۔ دولت ۔

صندوق ۔ صندوق — اُعتاد ۔ وہ عادی ہوا ۔

تعَلم ۔ اس نے سیکھا ۔ — اقتصد ۔ اس نے کفایت شعاری کی ۔

التّوفير ۔ بچت — واظب ۔ اس نے مسلسل کیا ۔

رَوضة ۔ باغ — اخر ۔ اس نے جمع کیا ۔

اَلجَدُّ ۔ کوشش — عوّدَ ۔ اس نے عادی بنایا ۔

الاقتصاد ۔ کفایت شعاری ۔ — مواظبة ہمیشگی ۔ تسلسل ۔

رِياض ۔ باغ — اكتفى ۔ اس نے بس کیا ، صبر کیا ۔

أرادَ تاجراً أن يُعلّمَ ولداً ذكيّاً — چاہا ایک سوداگر نے کہ سکھائے اپنے ذہین

لهُ الاقتصاد۔ — لڑکے کو کفایت شعاری (بچت)۔

فاشترى لَهُ صُندوقًا للتّوفيرِ۔ — تو خریدا اس کے لیے ایک صندوق بچت کیلئے

وَعودهُ أن يّضَعَ فِيهِ كُلّ يومٍ — اور عادی بنایا اُسے کہ رکھے اس میں۔ ہر روز

نِصفَ قرش۔ — آدھا قرش۔

أخذ الوَلدُ يَضع في صُندوقهِ صباح — رکھنے لگا لڑکا اپنے صندوق میں۔

كُلِ يَومٍ نِصفَ القرشِ۔ — صبح کو ہر روز آدھا قرش۔

وَأظبَ عَلٰى ذالك۔ — روزانہ کرتا رہا ایسا۔

مَدّة دُراسته في رياض الأطفالِ — تعلیم کی مدت میں نرسری اور پرائمری

وَالمَدرَسة الابتدائية۔ — اسکول میں۔

ثُمّ في مَدرسة التجارة، وَلَمّا أتمّ — پھر کامرسی اسکول میں اور جب مکمل کر لی

دراستهُ۔ — اس نے تعلیم۔

فتحَ صُندوقه فإذا فِيهِ عشرُون — کھولا اس نے صندوق اپنا تو اس میں تھے

جُنيها۔ — بیس پونڈ۔

فتحَ هٰذا الشّابُ مَحلًّا لِلتّجارة — کھولی اس جوان نے ایک دوکان اور خریدا

والشترى بضاعةً۔ — اس کا سامان۔

بالمَالِ الّذي ادّخرهُ لنفسِه وشرع — اس مال سے جو جمع کیا تھا بذاتِ خود اور کام کرنے

يَعمل في تجارتهِ — لگا اپنی تجارت میں۔

بجدٍ وَأمانةٍ مكتفيًا بالرّبح القليل۔ — کوشش سے اور دیانت سے صبر کرتے ہوئے تھوڑے

وَلم تَمضِ سَنواتٌ حتّٰى كان من — سے نفع پر اور بالکل نہ گزرے چند سال یہانتک کہ

اكابرِ التّجارِ۔ — ہو گیا وہ بڑے سوداگران میں سے۔

وَكَانَ يَقُولُ لِاخْوَانِهِ :

وہ کہا کرتا تھا اپنے بھائیوں سے۔

إِنَّ ثَروتِي مِنَ انصافِ القُرُوشِ

بیشک میری دولت آدھے قرشوں سے (ہے)

الَّتِي أَدْخَرتُهَا فِي أَيَّامِ دِرَاسَتِي۔

جسے جمع کیا میں نے اپنی تعلیم کے دنوں میں۔

(عن كتاب المُطالعة العربِيَّةِ بتصرف)

کتاب مطالعۃ العربیہ سے لیا گیا۔ تصرّف کے ساتھ۔

لاحظه انَّنَا نقول تعلم صدِّيقي اللُّغَةَ العَرَبِيَّةَ۔

ملاحظہ کیجیے کہ ہم کہتے ہیں کہ سیکھ لی میرے دوست نے زبان عربی۔

وعلم ابناءَهُ العربية۔

اور سکھائی اس نے اپنے بیٹوں کو عربی۔

وتقول اعتاد صديقي في الخيرات۔

کہتا ہے عادی ہو گیا میرا دوست نیکیوں کا۔

وعوّد صديقي ابناءَهُ الخيرات۔

اور عادی بنایا میرے دوست نے اپنے بیٹوں کو نیکیوں کا۔

فصديقي في الجملتين الاولييّن هُوَ الَّذِى تعلمَ وهُوَ الَّذِى اعتاد۔

پہلے والے دونوں جملوں میں میرا دوست وہ ہے جس نے سکھایا اور وہ ہے جو عادی ہوا۔

امّا في الجُملتين الثانيتين۔ فصديقي هُوَ الَّذِى عَلَّمَ وهو الَّذِى عوّد وابناءَهُ هُمُ الَّذِى تَعَلَّموا۔

لیکن دوسرے دونوں جملوں میں تو میرا دوست وہ ہے جس نے سکھایا اور وہ ہے جس نے عادی بنایا اپنے بیٹوں کو وہ ہیں جنہوں نے سیکھا۔

وَاظبَ عَلَى الامرِ: دَاوَمَ عَلَيهِ وَالمُوَاظَبةُ المُدَاوَمَةِ۔

مواظب علی الامر کے معنی ہیں اس نے اس پر ہمیشگی کی اور مواظبت کام کو مسلسل کرنا ہے۔

وفّرَ المَالَ: كثّره جعلهُ كثيراً۔

اس نے مال زیادہ کیا۔ اس نے اسکو کیا بہت زیادہ۔

اِقتصدَ فِي النفقةِ: توسط واعتدل بين الزيادة والنقص۔

اس نے کی خرچ میں کفایت شعاری۔ اس نے میانہ روی کی زیادتی اور کمی کے درمیان۔

البضاعة: ما يهيئ للتجارة۔	جو مہیا کیا جائے تجارت کے لیے۔
الروضة أرض مخضرة بأنواع البنات۔	باغ: زمین جو سرسبز ہو قسم قسم کے پودوں سے۔
أدخر الشيئ خباه لوقت الحاجه۔	اس سے ذخیرہ کیا چیز کا۔ اس نے چھپا لیا اسے ضرورت کے وقت کے لیے۔
ألجد: الاجتهاد۔ الثروة كثرة المال	کوشش۔ مال کی زیادتی۔
هَل تعلمتُ العَربيه؟	کیا تو نے سیکھ لی ہے عربی؟
من الّذی عَلّمك العربيّه؟	کون ہے جس نے تجھے تعلیم دی عربی کی؟
هل تعلّمُ إخوانك العربيّة؟	کیا سکھاتا ہے تو اپنے بھائیوں کو عربی؟
هي تعودت الاستيقاظ مبكراً؟	کیا تو عادی ہو گیا ہے صبح جاگنے کا جلدی؟
من الّذی عودك الاستيقاظ مبكراً؟	کون ہے جس نے عادی کیا تجھے جاگنے کا علی الصبح؟
هل تعود إخوانك الاستيقاظ باكراً؟	کیا تو عادی بناتا ہے اپنے بھائیوں کو جاگنے کا؟

تمرين الدّرس | سبق کی مشق

أجب عن الاسئلة الاتية:-	جواب دیجئے دیئے گئے سوالات کے۔
هل تحبُ الاقتصاد؟	کیا تو پسند کرتا ہے کفایت شعاری؟
هَل يامرالدّين الاسلامي بالاقتصاد؟	کیا حکم دیتا ہے دین اسلام کفایت شعاری کا؟
ماذا فعل التاجر، في القصه السابقه،	کیا کیا تاجر نے، کہانی میں گزشتہ۔
ليعلم والده الاقتصاد؟	وہ سکھاتا ہے اپنے بیٹے کو کفایت شعاری۔
ماذا فعل الولد؟	کیا کیا لڑکے نے؟
متى بدا ء الولدُ بالأدخار؟	کب شروع کیا لڑکے نے ذخیرہ کرنا (جمع کرنا)

وهل واظب عليه؟	اور کیا وہ ہمیشہ کرتا رہا اُسے؟
كم كان مقدار المال الذي ادّخره؟	کتنی تھی مقدار مال کی جو اس نے جمع کی (ذخیرہ کی)؟
وكم واظب عليه؟	اور کتنا وہ ہمیشہ کرتا رہا اس پر (جمع کرنے پر)
وما فعل الوالد بالمال الذي ادّخره؟	اور کیا کیا لڑکے نے مال سے جو جمع کیا اس نے؟
كيف كان سيرته في تجارته؟	کیسی تھی اس کی عادت تجارت میں؟
اكان جشعًا طماعًا شديد الحرص على جمع المال۔	اور کیا تھا وہ لالچی اور بہت حریص مال جمع کرنے والا۔
أم كان قنوعًا؟	یا تھا وہ صبر کرنے والا؟
هل كان ناجحًا في تجارته؟	کیا تھا وہ کامیاب اپنی تجارت میں؟
ماذا حصل له بعد سنوات؟	کیا حاصل ہوا اُسے چند سالوں میں؟
ما كان يقول لاخوانه	کیا وہ کہتا تھا اپنے بھائیوں سے؟

۲۔ اتمم الجمل التالية باخبار مناسبة، مکمل کیجئے آئندہ جملوں کو مناسب خبروں کے ساتھ۔

كان التاجر ...... تھا ایک تاجر وكان والده ...... اور تھا اسکا بیٹا

الاقتصاد ...... کفایت شعاری الصدق ...... سچائی

الامانة ...... امانتداری القناعة ...... صبر

الغش ...... دھوکا الطمع ...... لالچ

الكذب ...... جھوٹ الخيانة ...... خیانت

كان الولد ...... تھا لڑکا في تجارته ...... اپنی تجارت میں

في معاملته ...... اپنے معاملہ میں۔

۲۔ اجب عن الاسئلة الآتية:
جوابات دیجیے آئندہ سوالات کے۔

هَل اَنت مُجدٌّ فی تعلیم العربیه؟	کیا تو کوشش کرنے والا ہے عربی کی تعلیم کی؟
هَل تواظب علٰے تعلمها وحُضور دروسها؟	کیا تو ہمیشہ تعلیم حاصل کرتا ہے اور یاد کرتا ہے اپنے سبقوں؟
هَل تواظب علٰے تلاوة القرآن؟	کیا تو ہمیشہ کرتا ہے قرآن کی تلاوت۔
وَاَداءِ الصّلٰوات؟	اور نماز کی ادائیگی۔
وَفعلَ الخیرات؟	اور نیکی کا کام۔
هَل تنفق العَاقل کُلَّ مایکسب مِنَ المال؟	کیا خرچ کر دیتا ہے عقل مند تمام جو کماتا ہے وہ مال؟
هَل تدّخِرُ شیئاً ممّا تکسبُ؟	کیا تو جمع کرتا ہے کچھ اس میں سے جو تو کماتا ہے؟
هل تقتصد في نفقتك؟	کیا تو کفایت شعاری کرتا ہے اپنے خرچ میں؟
الاقتصاد ضدُّهٗ التبذیرُ۔ فهل تحبُّ تبذیرَ المال؟	اقتصاد اُلٹ ہے فضول خرچی کا۔ تو کیا پسند کرتا ہے فضول خرچی مال کی؟
وَهل تحبُّ ان تکون مُبذِّراً؟	کیا تو فضول خرچ ہونا پسند کرتا ہے؟
هل قرأت قولهٗ تعالٰی:	کیا تو نے پڑھا فرمانا اللہ تعالیٰ کا؟
"اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنَ"؟	"بیشک فضول خرچی کرنیوالے بھائی ہیں شیطانوں کے"؟
لِمَ کان مبذرون إخوان الشیاطین	کیوں ہیں فضول کرنے والے بھائی شیطانوں کے؟
هل تسعي بجدٍّ لتکون لك ثروة عظیمة؟	کیا تو کوشش کرتا ہے محنت سے کہ ہو جائے تیرے پاس زبردست دولت؟
هَل تکرهُ أن تکون لكَ ثروة	کیا تو ناپسند کرتا ہے کہ ہو جائے تیرے پاس

عظيمة ؛ زبردست (مال) دولت ؛

الدَّرسُ الثامنَ والعشرُونَ ۔ اٹھائیسواں سبق

منزلنا۔ ہمارا گھر

واسعة۔ کشادہ۔ لمبا چوڑا

فرش۔ فرش

مُقدّم۔ اگلا حصّہ۔

انشاء۔ اس نے بنایا۔

ستائر۔ پردے۔

بساط۔ فرش۔ قالین

مقدم۔ آگے کی جگہ۔ برآمدہ

زین۔ آراستہ

بنی۔ بنایا۔

ستارة۔ پردہ۔

بهو۔ صحن۔

رؤية۔ دیکھنا۔

رأي۔ اس نے دیکھا

فسیحة۔ کشادہ

مفروش۔ بچھا ہوا

مؤخر۔ پچھلا

تمتع۔ اس نے فائدہ اٹھایا۔ اس نے لطف اٹھایا۔

بسط۔ بڑا قالین

قدم۔ پیش کیا۔ آگے کیا۔

ضیف۔ مہمان

فرش فرش

اشتري۔ابي۔قطعة ارضٍ واسعةٍ وبَنى لنافيهامنزلاً جميلاً۔

خرید امیرے باپ نے ایک ٹکڑا (پلاٹ) کشادہ اور بنایا اس میں ہمارے لیے اس میں خوبصورت گھر۔

انشأ في الفضاءِ الَّذِي حول المنزل حديقةً فيها اشجارٌ وانهارٌ۔

اس نے بنایا کھلی جگہ میں جو اس کے گرد ہے ایک باغ جس میں درخت ہیں اور پھول ہیں۔

وَهُو طبقتان، في الطبقة الاولیٰ غرفةٌ للضيوفِ وحجرةٌ للمكتب،

اور اسکے دو درجے (منزلیں) ہیں پہلی منزل ایک کمرہ ہے مہمانوں کیلیے اور ایک کمرہ کتابوں کے لیے۔

عربی	اردو
وحُجرةٌ للمائدة ،	ایک کمرہ ہے (دسترخوان) کھانے کے لیے۔
وَحُجرةٌ لِلمطبخ ،	اور ایک کمرہ ہے کھانا پکانے کے لیے۔
وفي مقدم البيت بهو فسيح يجلس	اور گھر کے سامنے صحن ہے کشادہ وہ بیٹھتے اس
فيه افراد الاسرةِ۔	میں خاندان کے لوگ۔
يتمتعون برؤيةِ أزهارِ الحديقةِ	لطف اٹھاتے ہیں دیکھنے سے باغ کے پھولوں سے۔
واشجارها الخضراء۔	اور اس کے ہرے درختوں سے۔
وحُجرة الطبقةِ العُليا مفروشةٌ	اور کمرہ اوپر والی منزل میں فرش کیا ہوا ہے
بالبسطِ ،	قالین کا۔
مزينةٌ بالستائرِ والصّورِ الجميلة۔	اور آراستہ ہے خوبصورت پردوں سے اور تصویروں سے۔
منها ثلاث حجرٍ للنوم وحُجرةٌ	اس میں تین کمرے ہیں سونے کیلئے اور ایک کمرہ
لجلوس السّيدات الزائرات۔	ہے ملاقاتی بیگمات کے بیٹھنے کیلئے۔
أنزل مع أبي إلى الحديقة صباح	میں اترتا ہوں اپنے باپ کے ساتھ باغ کی طرف۔
كل يومٍ فنمشي فيها۔	ہر روز صبح کو تو ہم چلتے ہیں (ٹہلتے) اس میں۔
ونقطف بعض ازهارِ الجميلة۔	اور ہم توڑتے (چنتے) ہیں کچھ پھول حسین صاف
الزّاكية الرّائحة۔	ستھرے خوشبودار۔
واحملها إلى أمي لتزين بها غرف	اور میں لے جاتا ہوں انہیں اپنی ماں کے پاس
الاستقبال والمكتب والمائدة۔	تاکہ وہ آراستہ کریں کمرے ملاقات کے پڑھنے اور کھانے کے۔

الفاظ و معنی

فسیح: واسع۔ وکشادہ — انشاء البیت بناہ وکونہ۔ اسے بنایا۔

زین الشيء حسّنه۔ اس کی آرائشگی — ستر الشيء: اس کو ڈھانپا، پردہ ڈالا۔

فرش الشيء: بسطه — اس کا پھیلاؤ

والسّارة مايضعه الانسان: يستر به — جس کو چھپا لیا

تمتع: انتفع وتلذّذ — فائدہ اور لطف حاصل کیا۔

تمرين — مشق

١

أجب عن الأسئلة الآتية — جوابات دیجیے دیئے ہوئے سوالات کے۔

ماذا اشترى ابي؟ ولِمَ — کیا خریدا میرے باپ نے اور کیوں؟

مَاذا انشاء ابي في الفضاءِ الّذى حَول منزلنا؟ — کیا بنایا میرے باپ نے کھلی جگہ میں جو اِردگرد ہے ہمارے گھر کے؟

كَم طبقة منزلنا؟ — کتنی منزلیں ہیں ہمارے گھر کی؟

وَكم حُجرةً في الطبقة الاولى؟ — اور کتنے کمرے ہیں پہلی منزل میں؟

مَاذا يوجد في مقدم البيت؟ — کیا پایا جاتا ہے گھر کے اگلے حصّہ میں؟

مَن يجلس في البهو؟ — اور کون بیٹھتا ہے صحن میں؟

كم حُجرةً في الطبقة العلياء؟ — کتنے کمرے ہیں اوپر والی منزل میں؟

وهل هي مفروشةٌ؟ — اور کیا اس میں فرش بچھا ہوا ہے؟

وَهل هي مزينةٌ؟ — اور کیا وہ آراستہ ہے؟

مَاذا أفعل صباح كل يوم؟ — کیا کرتا ہوں میں صبح ہر روز؟

ماذا أحمل الى اُمّي صباح كُلّ يوم؟ — کیا لے جاتا ہوں میں اپنی ماں کے پاس صبح کو ہر روز؟

ماتفعل امى بالازهار؟ — کیا کرتی ہے میری ماں پھولوں سے؟

هل دارك واسعة؟ — کیا تیرا گھر کشادہ ہے؟

وهل حُجراتها فسيحة؟ — اور کیا اس کے کمرے وسیع ہیں؟

في دارك حديقة جميلة؟ — کیا تیرے گھر میں باغ ہے خوبصورت؟

هل تجلس في حديقتك لتتمتع برؤية	کیا تو بیٹھتا ہے اپنے باغ میں بلطف اٹھ
أزهارها وأشجارها ؟	کی وجہ سے اسکے پھولوں اور درختوں کو ؟
هل في المنزل بهو فسيح ؟	کیا گھر میں صحن ہے کشادہ ؟
مَن الَّذي انشاء حديقة شاليمار	کون ہے جس نے بنایا باغ شالامار
في لاهور ؟	لاہور میں ؟
مَن الَّذي بنى متحف كراتشي ؟	کون ہے جس نے بنایا عجائب گھر کراچی کا ؟

الدَّرسُ التَّاسع وَالعشرُونَ ۔ انیسواں سبق

اللصُّ الشقي	بدنصیب چور
ظلام ۔ اندھیری	العناء ۔ زحمت۔ تکلیف
اللص ۔ چور	ظلام حالك ۔ گھٹا ٹوپ اندھیری۔
نور ۔ روشنی	نور ساطع ۔ روشنی چمکدار۔
اعيا ۔ عاجز ہو گیا	ليلة مظلمة ۔ اندھیری رات
صاح ۔ وہ چیخا	ضوء النهار ساطع ۔ روشنی چمکیلے دن کی۔
دخل لصٌّ في ليلةٍ مظلمةٍ دار	داخل ہوا ایک چور ایک اندھیری میں ایک محتاج
رجلٍ فقيرٍ۔	شخص کے گھر میں۔
وأخذ يبحث في كل ناحيةٍ منها	اور تلاش کرنے لگا ہر طرف اس کے تاکہ پالے
ليجد شيئًا يسرقه۔	کوئی چیز جسے چرا لے۔
ولكنه بعد بحثٍ طويلٍ وعناءٍ	لیکن اس نے دیر تک تلاش بعد اور بہت زحمت اٹھاکر
كبيرٍ لم يجد شيئًا۔	بالکل نہیں پائی کوئی چیز۔
وكان صاحب الدار مستيقظًا و	اور گھر کا مالک جاگ رہا تھا اور دیکھ رہا تھا

كان قد رأى اللصّ واحسّ به۔	چور کو اور محسوس کر چکا تھا اُسے۔
ولما تعب اللصُّ واعياه البحثُ	اور جب تھک گیا اور عاجز ہو گیا تلاش سے۔
ضحك صاحب الدَّارِ ضحكةً عاليةً۔	ہنسنے لگا گھر والا قہقہہ لگا کر۔
وصاح باللص قائلاً:	اور چیخ کر کہنے لگا چور سے؟
ايها الشي المسكين اِنّي ابحثُ	اے بدنصیب مفلس میں تلاش کرتا رہتا ہوں اس
في هٰذه الدّارِ۔	گھر میں۔
في ضوءِ النهارِ السّاطع فلا أجد	چمکیلے دن کی روشنی میں تو بھی کوئی چیز نہیں
شيئًا فكيف يمكن ان تجد فيها	پاتا تو کس طرح ممکن ہے کہ تو پالے اس میں
شيئًا۔	کوئی چیز۔
في هٰذا الظّلام الحالك۔	اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں
اللص: السّارق	چور
العنا: التعب	تکلیف
ظلام حالك: شديد السّواد	سخت اندھیریاں
اعياه البحث: اتعبه	تلاش سے عاجز ہو گیا
نور ساطع: قوي	چمکدار روشنی
صاح: صوّت بشدة۔	چیخا

التمرين — مشق

اجب عن الاسئلة الآتية: — جواب دیجیے دیئے گئے سوالات کے۔

۱۔ لِمَ دخل اللصُّ دار الرجل الفقير؟ — کیوں داخل ہوا چور ایک مفلس شخص کے گھر میں؟

ماذا فعل اللصُّ بعد أن دخل؟ — کیا کیا چور نے اس کے بعد کہ وہ داخل ہوا؟

مَاذا وَجد اللصُّ فِي دَار الفقير ؟ — کیا پایا چور نے مفلس کے گھر میں ؟

هل كان صاحب الدَّارِ نائماً حِين دخل اللصُّ ؟ — کیا گھر والا سو رہا تھا جب کہ داخل ہوا چور ؟

وَهل رأي صاحب الدَّار اللصَّ وهل أحس بِهٖ۔ — اور کیا دیکھ لیا گھر والے نے چور کو اور اُسے محسوس کر لیا ؟

ماذا فعل صاحب الدّار حين تعب اللصُّ واعيَاه البحث ؟ — کیا کیا گھر کے مالک نے جب کہ تھک گیا چور اور عاجز ہو گیا تلاش سے ؟

مَاذا قال للصّ ؟ — کیا کہا اس نے چور سے ؟

ب ۔ هَل اصابك عناءٌ شَدِيد فِي سفرك ؟ — کیا ہوئی بے حد تکلیف (تھکان) تیرے سفر میں ؟

هَل وَجدت عناءً فی تعلم اللّغة العَربيَّة ؟ — کیا تو نے پائی (محسوس کی) تکلیف (تھکان) سیکھنے میں زبان عربی کے ؟

هل وجَدت امتهٗ عناءً فِي حملها لمُحمَّدٍ عليه الصلوٰة والسّلام ؟ — کیا کوئی تکلیف محسوس کی حضرت آمنہ نے اٹھانے میں محمدؐ کے ان پر درود و سلام ہو ؟

هل تستطيع السير في الظّلام الحالك ؟ — کیا تو چل سکتا ہے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ؟

هل يعييك السّفر في السيّارة ؟ — کیا تو چل سکتا ہے موٹر میں ؟

هل أعياك الاصلاح بين هٰذا ين الرَّجلين ؟ — کیا تجھے عاجز کر دیا (تھکا دیا) صلح کرانے میں ان دو شخصوں میں ؟

هَل وَجدت عناءً في ركوب السّفينة ؟ — کیا تو نے تکلیف پائی پانی کے جہاز کی سواری میں ؟

هَل وَجدت عناءً فی ركوب الطائرة ؟ — کیا تو نے تکلیف پائی ہوائی جہاز کی سواری میں ؟

هَل الغرفة مظلمة ؟ — کیا کمرہ تاریک ہے ؟

هَل فيها نُور؟ — کیا اس میں روشنی ہے؟

هَل النُّور فيها سَاطِع؟ — کیا روشنی اس میں چمک رہی ہے؟

اَلدَّرسُ الثَّلاثُونَ — تیسواں سبق

حيلة الغراب — کوّے کی ترکیب

أوصَل ۔ پہنچایا اس نے — ارتفع ۔ بلند ہوگیا

خلصه ۔ اس نے بچالیا ۔ — منَ الهَلاك ۔ ہلاکت سے

قعر ۔ گہرائی ۔ پیندا — حزيناً ۔ غمگین، رنجیدہ

غرابٌ ۔ کوّا — حيله ۔ تدبیر

أخفض ۔ تلاش کیا ۔ — أُلقي ۔ ڈالا

مسروراً ۔ خوش — ارتوي ۔ سیراب ہوگیا

عطش ۔ پیاسا — آخذ يفكر ۔ سوچنے لگا ۔

أخيراً ۔ آخر میں ۔ — جرة ۔ ٹھلیا ۔ مٹکا

حصَاة کنکری — حَصى کنکریاں

عطش غرابٌ مرّةً عطشاً شديداً — پیاسا ہوا ایک کوّا ایک مرتبہ انتہائی پیاسا ۔

فبحث عن الماءِ في كلِ مكانٍ ۔ — تو اس نے تلاش کیا پانی ہر جگہ اور آخر کار پڑی

وآخير وقع نظرهٗ علٰے جرّةٍ ۔ — اسکی نظر ایک ٹھلیا پر ۔

في مكانٍ بعيدٍ فطار اِليها ووقع عليها — ایک دور جگہ پر، تو وہ اڑا اس کی طرف اور اترا اُس پر

ومدّ منقاره اِلی داخلها — اور ڈالی اس نے اپنی چونچ اس کے اندر لیکن اس

ولكنّهٗ وجد الماءَ قليلاً في قعرها ۔ — نے پایا پانی تھوڑا اس کے پیندے میں ۔

ووجد نفسه لا يستطيع ان يشرب — اور اس نے سوچا اپنے دل میں کہ وہ نہیں پی

ابداً أجلس حزيناً۔
بکے گا اسے کبھی بیٹھ گیا رنجیدہ۔

واخذ يفكر في حيلة توصله إلى الماء۔
اور سوچنے لگا تدبیر جو اسے پہنچا دے پانی تک۔

والتفت حوله فرأى حصىً كثيرة۔
اور متوجہ ہوا اپنے آس پاس (اردگرد) تو اس نے دیکھیں

فاخذ حصاة۔
کنکریاں بہت سی تو اس نے لی ایک کنکری۔

والقاها في الجرّة ثم القا ثانية و
اور وہ ڈال دی ٹھلیا میں۔ پھر ڈالی دوسری اور

ثالثة ورابعة وهكذا۔
تیسری اور چوتھی، اور اسی طرح۔

حتىّٰ أرتفع الماء واستطاع أنْ
یہاں تک کہ اونچا ہو گیا پانی اور وہ کر سکا کہ اسے

يّشرب۔
وہ پی لے۔

ويخلص نفسه من الهلاك۔
اور بچا لیا اس نے خود کو (اپنی ذات کو) ہلاکت سے۔

تمرين
مشق

اجب عن الاسئلة الاتية؛
جواب دیجیے دیئے گئے سوالات کے۔

ماذا فعل الغراب حين عطش؟
کیا کیا کوّے نے جب کہ وہ پیاسا ہوا؟

هَل بحث عن الماءِ كثيراً؟
کیا تلاش کیا اس نے پانی کو بہت؟

هَل وجد الماءَ في النهاية؟
کیا اس نے پانی پا لیا آخر کار؟

ماذا وجد؟ وَاين؟ وَماذا فعل؟
اس نے کیا پایا؟ اور کہاں؟ اور کیا کیا؟

هل استطاع ان يشرب من الجرة بسهُولة؟
کیا وہ کر سکا کہ پی لے ٹھلیا میں سے آسانی کے ساتھ؟

كيفَ وَجد الماءَ في الجرة؟
کیا پایا پانی ٹھلیا میں؟

ماذا فعل الغراب حين وَجد أنه لا يستطيع أنْ يشرب من الجرة؟
کیا کیا کوے نے جب کہ پایا اس نے (اس نے سمجھا) کہ وہ پی نہیں سکتا ٹھلیا میں سے؟

وَماذا رأى الغرابُ حَولَهٗ؟	کیا دیکھا کوّے نے اپنے آس پاس؟
ماذا فعل الغرابُ بالحصاءِ؟	کیا کیا کوّے نے کنکریوں سے؟
هل استطاع أن يشرب في النّهاية؟	کیا وہ پی سکا آخر میں؟
لاحظ انك تقول وصل إلىّ منك	غور کر کہ تو کیا کہتا ہے کہ پہنچی خبر میرے پاس تجھ سے۔
اَو تقول۔	یا تو کہے گا:
انت اوصلت إلىّ الخبر۔	تو نے پہنچائی مجھ تک خبر۔
وَكذالك تقول۔	اور اسی طرح تو کہے گا:
وصل الغرابُ إلى المَاءِ وفكر في حيلة توصله إلى المَاءِ۔	پہنچا کوا پانی تک۔ اور اس نے سوچی ایسی تدبیر کہ پہنچا دے اسے پانی تک۔
فالخبر في الجُملة الاولى۔ وصل بنفسه وفي الجُملة الثانية۔	تو خبر پہلے جملہ میں کہ پہنچا وہ اپنی ذات سے (بذاتِ خود) اور دوسرے جملہ میں تو نے اسے
انت اوصلتهٗ والغرابُ في جمـلة الثالثهِ وصل بنفسهٖ۔	پہنچایا۔ اور کوا تیسرے جملہ میں وہ پہنچا بذاتِ خود۔
وفي الجُملة الرابعة الحيلة هِيَ التي اَوصلتهٗ۔	اور چوتھے جملہ میں تدبیر وہ ہے جس نے پہنچایا اُسے۔
قارن بين الجمل التالية۔	مقابلہ کیجیے آئندہ جملوں کے درمیان۔
دخل التلميذ الغرفة۔	داخل ہوا طالب علم کمرے میں۔
الأستاذ التلميذ الغرفة۔	داخل کیا استاد نے طالب علم کو کمرے میں۔
خرج التلميذ من الغرفة۔	باہر نکلا طالب علم کمرے سے۔
ادخل الاستاذ التلميذ من الغرفة۔	باہر نکال دیا اُستاد نے طالبعلم کو کمرہ سے۔
مات الرَّجل۔ اَللّٰهُ امات الرّجُل۔	مرگیا وہ شخص۔ اللّٰہ نے اس شخص کو مار دیا۔

مرضَ الطّفل۔ اَللّٰہُ اَمرضَ الطّفل	بیمار ہوا بچّہ۔ اللہ نے بیمار کیا بچّہ کو۔
رضعَ الطّفل۔ اُرضعت الاُمّ طفلها۔	دودھ پیا بچّہ نے۔ دودھ پلایا ماں نے اپنے بچّہ کو۔
نزل الولد عَنِ الحصان۔	نیچے اترا لڑکا گھوڑے سے۔
اَنزِل الرّجل۔	نیچے اتار (لڑکے) کو آدمی نے۔
الامر من وصل : صل۔	امر ہے وصل سے صَلْ۔
والامر من وَصَلَ : صل۔	اور امر ہے وَصَلَ سے صَلْ۔
ارتفع الماءَ فی الوادي ضد انخفض الماءُ في الوادي۔ الامر : ارتفع۔	بلند ہو گیا پانی وادی میں، ضد ہے اُتر گیا پانی وادی میں۔ (امر۔ ارتفع)
ارتفع صوتُ المتکلم ضد : انخفض صوتُ المتکلم۔ الامر : انخفض۔	بلند ہوگئی آواز بات کرنے والے کی۔ ضد ہے نیچی ہوگئی آواز بات کرنے والی کی۔ (امر۔ انخفض)
اخذ وشرع وبَدَأَ وانشاءَ وجعل افعالٌ ماضيةٌ۔ تاتي قبل المضارع فتفيد الشروع في الفعلِ۔	اخذ، شرع اور بدأ اور انشاء اور جعل۔ ماضی کے افعال میں آتے ہیں مضارع سے پہلے اور معنی دیتے ہیں شروع کام کرنے کے کام کے۔
الحصیٰ صغار الحجارة الواحدة۔ (حصاة) والجمع حصیات۔	سنگریزے، واحد ہے حصات اور جمع ہے حصیات۔
لِمَ جلس الغراب حزیناً بعد اَن رائی الجر۔	کیوں بیٹھ گیا کوّا رنجیدہ اس کے بعد کہ اس نے دیکھلیا ٹھلیا کو؟
لم القی الحصیٰ في الجرة ؟	کیوں ڈالے اس نے سنگریزے ؟
هَل یستطیع الغرابُ ان یفکر۔	کیا کوّا سوچ سکتا ہے ؟

الدرس الحادی والعشرون ۔ اکتیسواں سبق

إِنَّ وَاخواتُها ۔ إنّ اور اسکی بہنیں

اَللّٰهُ قادِرٌ ۔ اللہ قادر ہے۔	اَللّٰهُ بَصِيْرٌ ۔ اللہ دیکھنے والا ہے۔
اَللّٰهُ سَمِيْعٌ ۔ اللہ سننے والا ہے۔	
كل جُملة من هٰذه الجمل الثلاث	ہر ایک جملہ ان تین جملوں میں
تتألف من مُبتداءٍ والخبر۔	بنتا ہے مبتداء اور خبر سے اور مبتداء اور خبر
والمُبتداءِ والخبر مرفوعانِ	دونوں مرفوع (پیش والی) ہیں۔
كما علمت وإذا أردت ان	جیسا تو نے جان لیا اور جب تو چاہے اُسے
تؤكد۔	تاکید والا بنائے۔
معنى كلّ جُملةٍ من الجمَلِ	معنی میں ہر ایک جملہ کو پچھلے جملوں میں
السّابقة	سے۔
قُلتَ۔	تو نے کہا (تو کہے گا)
إنّ اللهَ قادرٌ ۔ إنّ اللهَ سَمِيعٌ	بیشک اللہ قادر ہے۔ بیشک اللہ سننے والا ہے۔
إن الله بصيرٌ۔	بیشک اللہ دیکھنے والا ہے۔
وهكذا تلاحظ أنّ. أنّ حرف	اور اسی طرح خیال رکھ کہ انّ اور ان وہ حرف
يفيد توكيد الجملة الملونة۔	ہیں جو معنی دیتے ہیں جملہ کی تاکید کے جملہ جو بنایا گیا
من المُبتداءِ والخبر وانّها تدخل	ہو مبتداء اور خبر سے اور وہ داخل ہوتا ہے مبتداء
على المبتداءِ وَالخبر۔	اور خبر پر۔
فتنصب الاوّل وليسمى إسمها۔	تو نصب، زبر دیتا ہے پہلے کو اور اس کو کہتے
ويبقى الثانى مرفوعًا وليسمى	ہیں اسم اور دوسرا ارفع والا (پیش والا) اور اسے کہتے

خبرھا۔

ہیں خبر۔

وتلاحظ أنّ ھمزة إنّ مکسورة فی الامثلة السّابقة لانھا فی اوّل الکلام۔

اور غور کرو کہ ہمزہ انّ کا زیر والا ہے گذشتہ مثالوں میں۔ اس لیے کہ کلام کی ابتداء میں ہے۔

فاذا جاءَ قبلھا فعل مثل عَلمتُ أو أیقنتُ فتحت الھمزة وقلت۔

پھر جب آئے اس سے پہلے فعل جیسے میں نے جان لیا یا یقین کر لیا میں نے تو زبر آئیگا ہمزہ پر اور تو کہے گا میں نے جان لیا کہ بیشک اللہ قادر ہے۔ میں نے یقین کر لیا کہ بیشک اللہ سننے والا ہے۔ میں ایمان لایا کہ بے شک اللہ دیکھنے والا ہے۔

عَلمتُ أنّ اللّٰہ قادرٌ۔

أیقنت انّ اللّٰہ سمیعٌ۔

آمنت أنّ اللّٰہ بصیرٌ۔

بُیَیْتُكَ جَنّةٌ۔ تیرا گھر جنت ہے۔

وغرفتك روضةٌ۔ اور تیرا کمرہ باغ ہے۔

العِلمُ نورٌ۔ علم نور ہے۔

والجھل ظلامٌ۔ اور جہالت تاریکی ہے۔

کل جُملة من ھذہ الجمل تتالّف من مُبتدأ وخبرٍ ایضًا۔ وکُلّ منھا مرفوعٌ

ہر ایک جملہ ان جملوں میں بنتا ہے۔ مبتداء اور خبر سے۔ اور ہر اک ان میں سے پیش والا ہے

ولکنك إذا أدخلت علیٰ کُلِّ جُملةٍ مِّن ھٰذہِ الجمل۔

لیکن تو جب لگائے گا۔ ہر ایک جملہ ان جملوں میں " کانّ " تو ہو جائے گا ایسا۔

کانّ اصبحت ھکذا۔

کأنّ بیتك جنةٌ

گویا کہ تیرا گھر جنت ہے۔

کانّ غرفتك روضةٌ۔

گویا کہ تیرا کمرہ باغ ہے۔

کانّ العلمَ نورٌ۔

گویا کہ تیرا علم نور ہے۔

وکانّ الجھل ظلامٌ۔

گویا کہ جہالت تاریکی ہے۔

وانّك تلاحظ فى الجملة الاولى۔
اور تو دیکھے گا پہلے جملہ میں۔

انك تريد أن تقولُ إنّ البيت جميلٌ جدّاً۔
بے شک تو کہنا چاہتا ہے کہ بیشک گھر بہت ہی خوبصورت ہے۔

وانّهُ يشبه الجنة فى جماله؟
اور بیشک وہ جنت جیسا ہے اپنے حسن میں۔

والغرفة جميلةٌ جدّاً فهى تشبه الرّوضة والعلمُ يضيئُ للانسان طريقة فهو كالنّور۔
اور کمرہ حسین ہے بہت تو وہ مانند ہے باغ کے۔ اور علم روشن کرتا ہے انسان کا راستہ تو وہ مانند ہے روشنی کے۔

والجهل لا يسمح لهٗ برؤية طريقة فهو كالظّلام۔
اور جہالت اجازت نہیں دیتی دیکھنے کیلئے راستہ وہ تاریکی جیسی ہے۔

وهكذا ترى أن كانّ تدخل علی المُبتداءِ۔
اور اسی طرح تو دیکھے گا انّ اور کانّ لگائے جاتے ہیں مبتداء پر۔

والخبر فتنصبُ الاوّل وليسمى اِسمها ويبقى الثاني مرفوعًا وَ يسمى خبرها!
اور خبر پر تو وہ زبر دیتے ہیں پہلے کو اور اس کو نام دیا جاتا ہے اسم اور وہ پیش والا رہتا ہے اور اسے کہتے ہیں اس کی خبر۔

ومن حيث المعني تفيد تشبيه المُبتداءِ بالخبرِ۔
اور معنی کی حیثیت سے وہ فائدہ دیتا ہے بتداء کی مانند خبر کا۔

الدواءُ مرٌّ۔ لكن الدّواءَ نافعٌ
دوا کڑوی لیکن دوا فائدہ مند ہے۔

الحق واضحٌ۔ لكن بعض العقول قاصرةٌ۔ الفضيلة محبُوبةٌ۔
حق واضح ہے لیکن کچھ عقلیں کوتاہ بھی ہیں قابلیت پسندیدہ ہے

لكنّ الشهوة غالبةٌ۔
لیکن خواہش غالب ہے۔

حيثما قلت الدّواءَ مرٌّ۔
جس وقت تونے کہا کہ دوا کڑوی ہے۔

شعرت بان مخاطبك قد كره
تو نے سمجھا کہ تیرے مخاطب نے دوا ناپسند

الدّواء ونفرت منهُ نفسهٗ.
کی ہے اور اس نے نفرت کی ہے اس سے۔

وربما عزم علےٰ ان لا يتناوله.
اور اکثر اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اسے نہیں کھائیگا۔

فاسرعت إلى دفع ماتوهّمهُ
تو تو نے جلدی کی سننے والے کے وہم کو دور

السّامع.
کرنے کی۔

وذكرت لهٗ انّ الدّواء مفيدٌ.
اور تو نے کہدیا اس سے کہ بے شک دوا فائدہ مند ہے۔

وان كان مرًّا وهكذا.
اگرچہ وہ کڑوی ہے اور اس طرح۔

فقد استدركت على قولك السّابق
تو نے سمجھا دیا اپنے قول سے۔

اى منعت السّامع من فهم شيءٍ
گویا تو نے روک دیا سننے والے کو اس بات

غيرِ مقصود.
کے سمجھنے سے جو غیر مقصود (بیکار) ہے۔

وتلاحظ أنّ هٰذا قد تمّ بواسطة
اور غور کرو کہ بیشک مکمل ہو گیا۔

لكنّ فهي حرف استدراك.
"لیکن" سے تو یہ حرف استدرک ہے۔

وهي تدخل علے المبتدإ والخبر.
اور یہ لگتا ہے مبتدا اور خبر۔

فتنصبُ الاوّل وتسمىٰ اسمها.
تو زبر دیتا ہے پہلے کو اور اسے کہتے ہیں اس کا اسم۔

ويبقى الثّاني مرفوعًا وتسمىٰ
اور رہتا ہے دوسرا پیش والا اور اُسے کہتے ہیں

خبرها.
اس کی خبر۔

ليت القمرَ طالعٌ.
کاش چاند طلوع ہوتا۔

ليت البحرَ هادئٌ.
کاش سمندر پرسکون ہوتا۔

ليت الجوَّ معتدلٌ.
کاش فضا معتدل ہوتی۔

يقول الجملة الأولى إنسان
کہے گا پہلا جملہ وہ شخص

إشتاق إلى طلوع القمرِ.
جو شوق رکھتا ہے چاند کے طلوع ہونے کا۔

فی لیلۃ فھو مظلمۃ یتمنی طلوع القمرِ ولکنہٗ غائبٌ۔
ایک اندھیری رات میں تو وہ آرزو کرتا ہے چاند کے نکلنے کی لیکن وہ غائب ہے۔

ویقول الجُملۃ الثانیۃ رجلٌ واقف الی شاطئِ البحرِ۔
اور دوسرا جملہ کہتا ہے وہ شخص جو کھڑا ہے سمندر کے کنارے۔

لیشاھد امواجہ الحائجہ۔
اور دیکھ رہا ہے اس کی موجیں طوفانی۔

وھو یتمنی ھُدوءِ البحرِ ولکنہٗ ھائجٌ۔
اور وہ آرزو کرتا ہے سمندر کے سکون کی لیکن وہ طوفانی ہے۔

ویقول الجُملۃ الثالثۃ انسان یتمنی أن یکون الجو مُعتدلاً۔
اور کہتا ہے تیسرا جملہ وہ انسان جو آرزو کرتا ہے کہ فضا معتدل ہے۔

ولکن الجوشدید الحرارۃ ومن ھُھنا تفھم أن لیت حرف معناہ التمنی۔
لیکن فضا سخت گرم ہے۔ اور یہاں سے تو سمجھ گیا ہے کہ لیت ایک حرف ہے جس کے معنی آرزو کے ہیں۔

والتمنی یکون للشئِ البعید الّذی لایتوقع حصُولہٗ۔
اور آرزو ہوتی ہے کسی دور کی چیز کے لیے جس کے حاصل ہونے کی اُمید نہ ہو۔

وھي تدخل علے المبتداء والخبر۔
اور یہ (حرف) لگتا ہے مبتدا اور خبر پر۔

فتنصبُ الاوّل ویبقی الثانی مرفوعًا۔
تو پہلے لفظ کو زبر دیتا ہے اور دوسرا باقی رہتا ہے پیش کیساتھ۔

والاوّل اسمُھا والثانی خبرھا۔
پہلے کو اسم اور دوسرا اس کی خبر ہوتا ہے۔

الفرج قریبٌ۔ کشادگی (خوشی) قریب ہے
لعلّ الفرج قریبٌ؟ شاید خوشی قریب ہے۔

الحاکم عادلٌ حاکم منصف ہے
لعل الحاکم عادلٌ؟ شاید حاکم منصف ہو۔

المجدُ فائزٌ محنتی کامیاب ہے
لعلّ المجدُ فائزٌ؟ شاید محنتی کامیاب ہو۔

لعل حرف معناہ الترجیّ والترجی
لعل حرف ہے جس کے معنی امید کے ہیں

يكون للشئ القريبُ الّذي يتوقعُ	قریب کے جس کے حاصل کرنے کی
حُصُولهٗ۔	امید ہو۔
وهل تدخُل علےٰ المُبتداءِ والخبرِ	وہ لگتا ہے مبتدار اور خبر پر۔
فتنصبُ الأوّل.	تو زبر دیتا ہے (پہلے) لفظ کو۔
ويبقى الثاني مرفوعًا والأوّل إسمُها والثاني خبرُها.	اور رہتا ہے دوسرا پیش والا اور پہلا اس کا اسم اور دوسرا اسکی خبر ہوتا ہے۔
وهٰكذا ترى أنّ : أنّ، إنّ كأنّ، لكنّ، ليت، لعلّ۔	اور اسی طرح تو دیکھے گا انّ، اِنّ، کانّ، لکنّ، لیت، لعلّ۔
حروف تدخل علےٰ المُبتداءِ وَالخبرِ فتنصبُ الأوّل	یہ حروف لگائے جاتے ہیں مبتدار اور خبر پر تو زبر دیتے ہیں پہلے کو۔
ويبقى الثاني مرفوعًا والأوّل إسمُها والثاني خبرُها۔	اور دوسرا پیش والا رہتا ہے اور پہلا اس کا اسم اور دوسرا اس کی خبر ہوتا ہے۔
وكذٰلك سميت حروفًا مشبهةً بالفعل.	اور اسی وجہ سے انہیں "حروف مشبہ بالفعل" کہا جاتا ہے۔

التمرين	مشق
أدخل إنّ علےٰ الجمل الآتية و الاحفظ ما يحدث فيها من التغير۔	لگائیے اِنّ آئندہ جملوں پر اور دیکھیے کہ کیا واقع ہوتی ہے تبدیلی اس میں۔
الشمسُ ساطعة، العلمُ نورٌ،	سورج روشن ہے۔ علم روشنی ہے۔
الجهل ظُلمةٌ، الصدق منجٍ،	جہالت تاریکی ہے۔ سچائی نجات دینے والی ہے۔
الكذبُ مُهلك۔	جھوٹ ہلاک کرنے والا ہے۔
أدخل كانّ علےٰ الجمل الآتية:	لگائیے کانّ آئندہ جملوں پر۔

النجوم مصابيح. ستارے قمقمے ہیں،

القمرُ سِراجٌ. چاند چراغ ہے.

خالدٌ أسد، الحديقة جنّةٌ. خالد شیر ہے۔ باغ جنت ہے۔

الكتاب صديقٌ. کتاب دوست ہے۔

ضع لكنّ في المكان الخالي من الجمل التالية. لگائیے لکنّ خالی جگہ پر آئندہ جملوں میں۔

العدو قوی........ النصر قريبٌ. دشمن طاقتور ہے....... فتح قریب ہے،

السؤال صعب...... التلميذ ذكي سوال مشکل (سخت) ہے..... طالبعلم ذہین ہے۔

الشمس قويةٌ...... الجو جميل دھوپ تیز ہے...... ہوا سہانی ہے،

أدخل لعل على كل جملة من الجمل الآتية واشكل اخر كل كلمةٍ منها:. لگائیے لعلّ ہر جملہ پر آنے والے جملوں میں اور نمایاں کیجیے ہر لفظ کے آخر کو ان میں سے۔

المسافر قادمٌ. مسافر آرہا ہے۔ الغرفة نظيفةٌ. کمرہ پاکیزہ ہے۔

الدّرس سهلٌ، سبق آسان ہے۔ المسافة قريبةٌ. فاصلہ قریب ہے

ضع حرفاً مناسباً في المكان الخالي من كل جملة واشكل اخر الاسمين بعدهُ. رکھیے مناسب حرف خالی جگہ پر ہر جملہ میں اور نمایاں کیجیے دونوں اسموں کو اس کے بعد۔

يسرني....... النتيجة حسنة. مجھے آسان ہوگیا...... اچھا نتیجہ۔

الوالد مؤدب........ الولد قبيح باپ ادب والا ہے..... بیٹا برا ہے۔

ماعلمت......... المفتاح ضائع مجھے علم نہیں ہے.... چابی ضائع ہوگئی۔

سمعت......... الفيضان عظيمٌ میں نے سنا...... فیضان بڑا ہے۔

الحديقة جميلة ...... البستاني همل. باغ خوبصورت ہے....

الدّرسُ الثاني والثلاثون ۔ بتیسواں سبق

النملة والحامة ۔ چیونٹی اور کبوتری

نملة۔ چیونٹی ۔ عطفت۔ مہربان ہوگئی

سقطت گرگئی ۔ کافأ۔ بدلہ دیا۔

تألّم، وہ رنجیدہ ہوا ۔ نملة۔ چیونٹی

حمامة۔ کبوتری

شاطیٔ۔ کنارہ۔ ۔ رمت، اس نے پھینکا۔

تیار۔ لہر، موج۔ ۔ أصطاد، اس نے شکار کیا۔

صنیع۔ احسان۔ ۔ نهر۔ نہر

لسعت، ڈنگ مارا۔ ۔ تعلقت۔ لپٹ گئی

بندقیة بندوق ۔ أرتقت۔ چڑھ گئی

أصاب۔ اس نے تاک لگائی، اس نے نشانہ باندھا ۔ صوّب۔ اس نے سیدھی کی۔

ذهبت نملة۔ إلیٰ شاطئ النهرِ لتشرب، ۔ گئی ایک چیونٹی کنارے نہر کے تاکہ پیئے (پانی)

فسقطت فی الماءِ وحملها التیّار ۔ تو وہ گرگئی پانی میں اور اسے اٹھالے گئیں

إلیٰ مکانٍ بعیدٍ عن الشاطئ۔ ۔ لہریں دور جگہ کی طرف کنارے سے۔

ورأتها حمامةٌ فعطفت علیها و ۔ اور اسے دیکھا ایک کبوتری نے تو مہربان ہوگئی

حملت غصناً صغیراً من شجرةٍ۔ ۔ اس پر اور اس نے اٹھالی ایک شاخ چھوٹی سی درخت سے۔

ورمت بهِ إلی النهرِ قریباً من النّملةِ ۔ پھر پھینک دی وہ نہر کی طرف قریب چیونٹی کے

فعلّقت بهِ۔ ۔ تو لپٹ گئی اس سے۔

حتی وصلت إلی الشاطیء	اور پہنچ گئی کنارے تک۔
وشکرت للحمامة صنیعها وبعد	شکریہ ادا کیا کبوتری کا اس کے احسان پر تھوڑی
قلیلٍ أراد رجلٌ أن یصطاد الحمامة	دیر بعد ارادہ کیا ایک شخص نے کہ شکار کرے کبوتری کا۔
وصوّب إلیها بندقیته۔	اور سیدھی کی اسکی طرف اپنی بندوق۔
ورأتها النّملة فلسعته فی یده۔	اور اسے دیکھ لیا چیونٹی نے تو اس نے ڈنگ مارا
فتألم وارتعشت یده فلم یصب	اسکے ہاتھ پر پھر اسے تکلیف پہنچی اور کانپ گیا ہاتھ اسکا تو نشانہ
الحمامة وهکذا استطاعت النملة	نہ لگا کبوتری کے۔ اور اس طرح کر سکی چیونٹی شکریہ
الشاکرة أن تکافی الحمامة علی	کہ بدلہ دے کبوتری کا اسکے اچھے احسان پر۔
حسن صنیعها۔	
شاطئ النهر جانبه۔	نہر کا کنارہ اس کا ایک پہلو۔
وشاطئ البحر ساحله	اور سمندر کا ایک پہلو اس کا ایک کنارہ۔
تیار الماء جریانه۔	پانی کا بہاؤ۔
الصنیع الإحسان۔	احسان۔
عطفت الناقة علی ولدها۔	شفقت کی اونٹنی نے اپنے بچہ پر۔
حنّت علیه ودرّ لبنها۔	اس پر مہربانی کی اور زیادہ ہو گیا اس کا دودھ۔
لسعته: ضربته بإبرتها۔	اس نے اس کے ڈنگ مارا۔
العقربُ تلسع والحیة تلدغُ۔	گو بچھو ڈنگ مارتا ہے اور سانپ ڈستا ہے۔
أرتعش: رجف وأخذته الرعدة	کانپ گیا اور اسے کپکپی چڑھ گئی۔
المکافاة: مقابلة الإحسان بمثله أو زیادة۔	احسان کے بدلے میں اس جیسا (بدلہ) اور اس سے زیادہ۔
تألم: توجّع والألم الراجع۔	اسے تکلیف ہوئی اور الم تکلیف۔

أصاب السهم: لم يخطئ الغرض.	غلط ہوا نشانہ۔
صوّب السهم: وجّهه إلى الغرض ومدّده.	اس نے تیر کا رخ نشانہ طرف کیا اور اس کو دراز کیا۔
أجب عن الأسئلة الآتية كتابة ومشافهة:-	جواب دیجیے دیئے گئے سوالات کا تحریری اور زبانی۔
كيف سقطت النملة في الماء؟	کیسے گر گئی چیونٹی پانی میں؟
ولِمَ لم تستطيع العودة إلى الشاطئ؟	اور کیوں نہ وہ آسکی کنارہ کی طرف؟
ماذا فعلت الحمامة حينما رأت النّملة في الماء؟	اور کیا کیا کبوتری نے جس وقت دیکھا اس نے چیونٹی کو پانی میں؟
ولِمَ فعلت ما فعلت؟	اور کیوں کیا اس نے جو کیا؟
هل استطاعة الحمامة أن تنقذ النّملة من الغرق؟	کیا کر سکتی ہے کبوتری کہ بچالے چیونٹی کو ڈوبنے سے؟
أحفظت النّملة صنيع الحمامة أم نسيته؟	کیا یاد رکھا چیونٹی نے احسان کبوتری کا یا بھلا دیا اُسے؟
وهل استطاعت النّملة أن تكا في الحمامة على حسن صنيعها؟	اور کیا کر سکی چیونٹی کہ بدلہ دے اس کے اچھے احسان کا؟
وكيف كان ذالك؟	اور کس طرح وہ؟
هل تظن أن الحمامة تشعر بالعطف؟	اور کیا تو خیال کرتا ہے کہ کبوتری سمجھتی ہے مہربانی کو؟
وهل تظن أنها تسرّ بفعل الخير	اور کیا تو خیال کرتا ہے کہ وہ خوش ہوتی ہے نیک کام

وتنالو لرويۃ الشر۔ — کرکے اور رنجیدہ ہوتی ہے برائی دیکھ کر؟

هل كانت النّملة وفيّةٌ۔ — کیا ہے چیونٹی وفادار؟

اي الخلقين اعظم الاحسان ام الوفاء۔ — کون سا دو اخلاق میں زیادہ بڑا ہے احسان یا وفاء؟

الدرس الثالث والثلاثون تینتیسواں سبق

لصٌّ۔ چور۔ — خطف۔ اچک لیا۔

غلف۔ اس نے لپیٹا۔ — سجن۔ جیل۔ قیدخانہ۔

القرط۔ — السّوار کنگن۔ کڑے۔

مغلوف۔ لپیٹی ہوئی۔ — اشتبك۔ اُلجھ گیا

لصٌّ۔ چور — الحدب۔ تجالر

الرداءِ۔ چادر۔ — نصح۔ اس نے نصیحت کی۔

الرّحل۔ کیچڑ۔ — الطّين۔ گیلی مٹی۔ گارا

خفة۔ ہلکا پن۔ پھرتی — انصرف۔ لوٹ آیا۔ واپس ہوا۔

لاطف۔ پچکارا۔ مہربانی کی

هٰذا حديث دارس ثلاثة من اللّصوص في السّجن۔ — یہ بات واقع ہوئی تین چوروں میں قیدخانہ میں (کے اندر)

في مساءٍ يومٍ من الايّام	ایک روز شام کو
بعد ان فرغوا من شغلهم	جب وہ قید خانہ میں دن بھر کے کام
فی السجن طول النّهار	سے فارغ ہوئے۔
قال اوّلهم: القيت شيئًا	ان میں سے پہلے نے کہا: میں نے ڈال دیا۔
من الرّجل يومًا علٰى صدرِ سيّدٍ نبيلٍ	تھوڑا سا گارا ایک دن سینہ پر ایک معزز شریف آدمی کے
سائرٍ في طريقه ثمّ تقدّمت اليه	وہ چل رہا تھا اپنے راستہ میں پھر میں آگے بڑھا اس کی طرف۔
واعتذرت لهٗ واخذت امسح الطّين	میں نے اس سے معذرت کی اور صاف کرنے لگا گارا
عن صدره۔	اس کے سینہ سے۔
تسلّلت ساعتهٗ بما تعوّدت۔	اور اچک لی اس کی گھڑی جس کا میں عادی تھا۔ ہلکے
من خفّة اليد وسرعتها وانصرفت	ہاتھ سے اور جلدی سے میں لوٹ گیا۔
وهو يقول لي: لا بأس يا اخي اشكرك	اور وہ مجھ سے کہنے لگا کوئی ڈر کی بات نہیں اے میرے بھائی۔ میں تیرا شکر گزار ہوں۔
قال الثانی: كنت أقف في الطّريق	کہا دوسرے نے: میں کھڑا تھا راستہ میں قریب
قريبًا من مدرسةِ بناتٍ واذا وجدت	لڑکوں کے اسکول (مدرسہ) کے اور جب پایا میں نے (کسی)
طفلةً تلبس قرطًا أو اسورةً الاطفها	بچی کو۔ پہنے کوئی بندا (آویزہ) یا کنگن (دست بند)
وأقول:	میں اسے پچکارتا (پیار کرتا) اور کہتا۔
يا حبيبتي اللصوص أمامك يخطفون	پیاری پیاری بچی! چور تیرے سامنے ہیں اچک لے
الأقراط والأساور	جائیں گے تیرے آویزے اور کنگن۔
فضعيها في جيبك حتّى تصلي الى	تو تو رکھ لے اسے اپنی جیب میں، یہاں تک
المدرسة	کہ تو پہنچ جائے مدرسہ تک۔
وعندئذٍ أنزع الذّهب واخذه و	اور اس وقت اتار دیتا سونا اور رکھ دیتا اس

أضع بمكانه حجرًا مغلوفًا في ورقةٍ أو منديلٍ.
میں ایک پتھر لپٹا ہوا۔ ایک کاغذ یا رومال میں۔

وأنصح لها أن تحفظه جيدًا أو أنصرف مسرعًا۔
اور میں نصیحت کرتا اسے کہ اس کی اچھی طرح حفاظت کرے اور لوٹ آتا فوراً۔

قال الثالث لبستُ رداءً له أهدابٌ وألقيتُ طرفه على صدرِ رجلٍ فاشتبكَ في ازاره وتقدمت اليه اعتذرُ و أخلّصُ ردائي وتشلت النقود وهو لا يدري۔
کہا تیسرے نے: میں نے ایک چادر پہنی جس میں جھالریں تھیں ڈال دیا میں نے اسکا کنارہ ایک شخص کے سینہ پر تو الجھ گیا اس کے لباس میں آگے بڑھا اسکی طرف اور معذرت کی میں نے اور اپنی چادر کو چھڑا لیا اور اچک لی (نکال لی) اسکی نقدی اور اسے معلوم نہ ہوا۔

القرط: مايعلق في شحمة الاذن من الحلي۔
جو لٹکائی جاتی ہے کان کی لو میں، زیور کی قسم:

والسّوار: حلية تلبسها المرأة في يدها وجمعه أسورة۔
وہ زیور کہ پہنتی ہے عورت اپنے ہاتھ میں۔
اور اس کی جمع اُسورۃ ہے۔

الرّداء: مايلبس فوق الثياب۔
جو پہنی جاتی ہے کپڑوں کے اوپر۔

الهُدب: طرف الثوب وجمعة اهداب
کپڑے کا کنارہ اور اسکی جمع ہے اھداب۔

الرحل: الطين الرقيق
گیلی مٹی، کیچڑ۔

نشل الشيءَ: خطفه مسرعًا والذي يفعل ذالك يقال له نشّال۔
اس نے اچک لیا اُسے جلدی سے اور کرتا ہے ایسا اسے کہتے ہیں نشّال۔

إشتبك: اختلط وتداخل بعضه في بعض
مل جل گیا اور داخل ہو گیا اس کا کچھ حصّہ کچھ حصّہ میں۔

لاطفه: كلّمه كلامًا لينا۔
اُس نے کی نرم بات۔

غلّف الشيءَ : غطاهُ۔ اس نے ڈھانک لیا چیز کو اس نے اسے ڈھانکا۔

اجب عن الاسئلة الاتية كتابة ومشافهة: جواب دیجئے دیئے گئے سوالات کے تحریری اور زبانی۔

اين دار الحديث السابق ؟ کہاں ہوئی بات چیت گذشتہ ؟

أذكر ما يفعل كل واحدٍ من هؤلاءِ الثلاثة ؟ بیان کیجیے جو کیا ہر ایک نے ان تینوں میں سے ؟

أيهم في نظرك : أمهرُ في النشل ؟ کون سا ہے تیری نظر میں ماہر اچکا لینے میں ؟

الدرس الرابع والثلاثون۔ چونتیسواں سبق

أوصى۔ اس نے نصیحت کی۔ ما يزال۔ مسلسل

يستدعي۔ وہ بلاتا ہے۔ فتر۔ کمزور ہونا، خراب ہونا۔

شحب: چہرے کے رنگ کا بدلنا۔ أعراض۔ عارضے

أقرص۔ ٹکیہ ودّع۔ رخصت کیا اس نے۔

جسّ۔ اس نے نبض دیکھی۔ معائنہ کیا۔ يدنو۔ قریب ہوتا ہے۔

يشكو۔ وہ شکایت کرتا ہے۔ اقشعر۔ لرزا۔ کانپا

يتجلّد۔ دلیری کرتا ہے۔ الوَصفة۔ نسخہ

اطمأن۔ اس نے اطمینان دلایا يظهر۔ ظاہر کرتا ہے۔

نبض۔ نبض البطاقة۔ کاغذ کا پرزہ۔ پیڈ

الجَرعة۔ گھونٹ۔ خوراک

عاد زهير من المدرسة يشكو ألمًا في رأسه۔ واپس ہوتا ہے زہیر مدرسہ سے شکایت کرتا ہے تکلیف کی اپنے سر میں۔

ويحس فتوراً في أعضائه۔ وہ محسوس کرتا ہے خرابی اپنے اعضاء میں اور کپکپی چل

وقشعريرة تتمشى في جسده، رہی ہے اس کے جسم میں۔

واستقبلته والدته فرأت تغيراً اس کے سامنے آتی ہے اس کی ماں تو دیکھتی ہے

في وجهه تبدیلی اس کی صورت (چہرہ) میں۔

وشحوباً في لونه فقالت له:۔ اور تبدیلی اس کی رنگت میں تو کہتی ہے اس سے:

مالك يا زهير هل تشكو ألماً۔ کیا ہو گیا تجھے اے ظہیر کیا تجھے کسی درد کی شکایت ہے؟

قال زهير: مابي بأس يا أماه ولكنني کہا زہیر نے: میرے بارے میں ڈر کی بات نہیں ہے

متعب قليلاً وأجدني بحاجة إلى اے اماجان لیکن میں تھوڑا تھکا ہوا ہوں اور مَیں پا رہا

النوم۔ سونے کی ضرورت۔ (مجھے نیند کی خواہش ہے)

أضطجع زهير في فراشه وما دنا لیٹ گیا زہیر اپنے بچھونے پر اور جب قریب ہوئی شام

المساء حتى ارتفعت حرارته ارتفاعاً تو اس کی حرارت زیادہ بڑھ گئی۔

عظيماً۔

ولكنه مازال يتجلد ويظهر الصبر۔ لیکن وہ مسلسل دلیری کرتا رہا اور برداشت کا اظہار کرتا رہا۔

استدعت والدة زهير الطبيب بلایا ظہیر کی ماں نے معالج (ڈاکٹر) کو اسی وقت

حالاً فجاء مسرعاً ودخل غرفة تو وہ آگیا جلدی سے۔ اور اندر آگیا کمرہ میں۔

زهير وجس نبضه ووضع ميزان زہیر کے اور اس کی نبض دیکھی اور رکھا تھرمامیٹر

الحرارة في فمه۔ اس کے منہ میں۔

ثم سأل والدته عن أعراض المرض پھر پوچھا اس کی ماں سے بیماری کے اسباب

فوصفتها فقال: تو اس نے بیان کر دیئے۔ تو اس نے کہا:

ليطمئن بالك ولتهدأ نفسك إنها آپ کے دل کو اطمینان ملے اور آپکے نفس کو بیشک

حمّی بسیطۃٌ تزول سریعًا ولا باس علیہ اِن شاءَ اللّٰہُ ۔ | یہ موسمی بخار ہے۔ اتر جائے گا جلدی اور اس میں کوئی ڈر کی بات نہیں ہے اگر اللہ نے چاہا۔

واخرج الطبیب بطاقتہٗ وکتب وصفۃ الدّواءِ ۔ | اور نکالا ڈاکٹر نے اپنا پیڈ اور لکھ دیا نسخہ۔

ثُمّ اُوصی والدتہٗ اَن یتناول طعامًا خفیفًا واَن یّاخذ من الشّراب ثلاث جُرعٍ فی الیُومِ ۔ | پھر نصیحت کی (سمجھایا) اس کی ماں کو کہ کھائے وہ ہلکی غذا۔ اور یہ کہ لے وہ پینے کی دوا (مکسچر) کے تین گھونٹ (خوراک) دن میں۔

ومن الاقراصِ قرصًا بعد الطّعام | اور گولیوں میں سے ایک گولی کھانے کے بعد۔

ثُمّ وَدّعھا وانصرف وھو یطمئنّھا۔ | پھر رخصت کیا اسے اور لوٹ گیا اور اس نے اسے اطمینان دلایا۔

شرح الکلمات: الفاظ کی وضاحت

فترجسمہ، لانت مفاصلہ وضعفت۔ | اسکے جسم میں خرابی ہوئی، نرم پڑ گئے اسکے پٹھے اور کمزور ہو گئے۔

والمُفصّل: مکانُ التقاءِ عظمین فی الجسدِ وجمعہ مفاصل ۔ | اور جوڑ: اور جسم میں دو ہڈیوں کے ملنے کی جگہ اور اس کی جمع مفاصل ہے۔

تشکا العلّۃ: ذکرھا اَو توجع منھا | اس نے شکایت کی بیماری کی۔ اس نے اس کا ذکر کیا یا رنجیدہ ہوا اس سے۔

تجلّد۔ دنا منہٗ: قرُبَ۔ استدعا طلبہ۔ | صبر، برداشت۔ قرب، اس سے قریب۔ طلب کیا، بلایا۔

بین الفرق: بین ظھرَ وأظھرَ۔ | فرق ظاہر کیجیے ظَہَرَ اور اَظْہَرَ کے درمیان۔

مایزال الرجُل قائمًا۔ | آدمی مسلسل کھڑا رہا۔

بقی قائمًا حتّی الآن۔ | باقی تھا کھڑے ہونے کی حالت میں اب تک۔

جسّه: مسّه بیدہ لیتعرّفہٗ۔	اسکو چھوا اپنے ہاتھ سے تاکہ اسے پہچانے
طمأنه یطمئنهٗ: سکّنهٗ۔	اسے اطمینان دلایا، اسے سکون پہنچایا۔
بیّن الفرق۔ بین طمأنه و اُطمانّ لهٗ۔	بتایئے فرق درمیانی۔ طمانہٗ اور اطمان لہ کے۔
اقشعرّ جلدہٗ۔	اس کی کھال لرزی۔
ارتعد۔ اخذته الرّعدة او القشعریرة۔	کانپی۔ اسے آلیا کپکپی اور لرزش نے۔
شحب لونهٗ۔ یشحب۔ تغیر۔	اڑ گیا اس کا رنگ۔ اڑتا ہے۔ تبدیل ہو گیا
من الجوعِ اُو المرض۔	بھوک اور بیماری سے۔
الشحوب: تغیر اللون نبض العرق۔	تبدیلی رنگت کی پاس نے نبض دیکھی رگ کی۔ وہ
نبیض تحرّك وضرب۔	نبض دیکھتا ہے (رگ) ہلی اور دھڑکی۔
والنبض حرکة العرق وضربهٗ۔	نس کی حرکت اور اس کا دھڑکنا۔
العرض۔ الوصف۔ جمعه اعراض۔	وصف۔ اس کی جمع اعراض ہے۔
وتکون قائمةٌ فی الجوهر موجودة فیه۔	اور ہوتی ہے قائم جوہر میں اور موجود رہتی ہے اس میں۔
جرع الماءَ یجرعه: ابتلعه مرّةً واحدة؛	اس نے نگل لیا ایک گھونٹ
الجرعة المقدار الّذی تبتلعه مرة واحدة۔	وہ مقدار جو نگل لی جائے ایک ہی مرتبہ۔
البطاقة، الورقة۔ الوصفة: مایصفه الطبیب للمریضِ مِن الدّواءِ۔	کاغذ۔ جو تجویز کرتا ہے ڈاکٹر بیمار کے لیے دوا۔

التمرين — مشق

صف ما وقع لزهير۔ — بیان کیجیے جو زہیر کو پیش آیا۔

واذکر ما فعلت أمه من استدعاء الطبيب۔ — اور بیان کیجیے جو کیا اس کی ماں نے ڈاکٹر کو بلا کر کیا۔

ثم صف ما فعل الطبيب وما قال۔ — پھر بیان کیجیے جو کیا ڈاکٹر نے اور اس نے کیا کہا۔

الدَّرسُ الخامسُ والثلاثون ۔ پینتیسواں سبق

غاب۔ غیر حاضر ہوا۔ غیر موجود رہا۔ — انقضی۔ گزر گیا

رَدَّ۔ لوٹایا — ناب۔ نائب ہوا۔ قائم مقام ہوا

بَلغ۔ پہنچا — باقة۔ گلدستہ

قرع۔ اس نے کھٹکھٹایا — اختار۔ اس نے چنا۔

حزن۔ رنج — استأذن۔ اجازت طلب کی۔

قلِق۔ رنجیدہ ہوا — منذ۔ سے۔ گذشتہ

دخل التلامیذ غرفة الدرس و جلس کلٌ في مکانه۔ — داخل ہوئے طالب علم کلاس میں اور بیٹھ گیا ہر ایک اپنی جگہ پر۔

وبقی أحد المقاعدِ خالیا، — اور باقی رہ گئی ایک بنچ خالی۔

إنّه مقعد زهیر وقد غاب عن المدرسة منذ یومین تساءل التلامیذ جمیعًا عن سبب غیاب. — بیشک تھی وہ زہیر کی بنچ اور غائب ہے مدرسہ سے گذشتہ دو دن سے۔ پوچھا تمام طالب علموں نے غیر حاضری کی وجہ

زهیر وتوجّهوا جمیعًا الی جارہ — زہیر کی اور متوجہ ہوئے سب اس کے پڑوسی

زيادٍ يسألونهُ عن زهيرٍ فاخبرهم
متألمًا بانه مريض.
حزن التلاميذ جميعًا ولمّا انقضى
النّهار اختاروا اربعةً منهم لينو
بوا عنهم في عيادة رفيقهم.
ذهبَ الرفاق واشتروا في طريقهم
باقةً من الظهرِ يقدموها الى زهيرٍ
ولمّا بلغوا منزله قرعوا الباب بلطفٍ
واستأذنوا في الدخولِ بادبٍ ولمّا
أُذن لهم ساروا الى غرفةِ زهيرٍ
بهدوءٍ ودخلوا عليه برفقٍ وسلّموا
عليه.
وقدّموا اليه باقة الزّهرِ فردّ السّلام
بوجهٍ باسمٍ تبدوا عليه علامات
المرضِ وآثار الشحوب.
جلس الرفاق حول زهيرٍ واخذوا
يحدثونهُ عن حزنهم لمرضهِ و
قلقهم لغيابهِ.
وجعل هو يسألهم عن دروسهم و
اساتذتهم ويُطمئنهم عن صحتهِ

زیاد کی طرف اس سے سوال کرنے لگے زہیر کے بارے
میں تو اس نے خبر دی ان سب کو رنجیدہ ہو کر کہ وہ بیمار ہے۔
غمگین ہوئے تمام طالب علم اور جب ڈھل گیا
دن منتخب کیا چار کو ان میں سے کہ وہ قائم مقامی
کریں مزاج پرسی کے لیے ان کے ساتھی کی۔
گئے ساتھی اور خریدا انہوں نے راستہ میں
ایک گلدستہ تا کہ پیش کریں زہیر کے پاس
اور جب وہ پہنچ گئے اس کے گھر پر کھٹکھٹایا
دروازہ آہستگی سے اور اجازت مانگی اندر آنے کی ادب سے
اور جب اجازت دیدی گئی انہیں تو وہ چلے زہیر کے
کمرے کی طرف نرمی سے اور داخل ہوئے نرمی سے
اور انہوں نے سلام کیا اُسے۔
اور پیش کیا اسکو گلدستہ تو اس نے سلام کا جواب
دیا مسکرا کر ظاہر تھی اس پر نشانیاں بیماری کی
اور نشانیاں کمزوری کی۔
بیٹھے ساتھی زہیر کے ارد گرد اور اس سے باتیں
کرنے لگے اپنے رنج کے بارے میں اسکی بیماری
کی وجہ سے اور اپنے غم کی اسکی غیر حاضری کی وجہ سے۔
اور وہ پوچھنے لگا ان کے سبقوں کے بارے میں اور
اپنے استادوں کے لیے اور اطمینان دلانے لگا انہیں

لم يطيلوا الجلوس عنده خشيته	اپنی تندرستی کے لیے۔ زیادہ دیر نہ ٹھہرے وہ اسکے
أن يتعبوه بل استأذنوا بعد دقائق	پاس اس ڈر سے کہ اسے تکلیف ہوگی بلکہ انہوں نے اجازت مانگی چند منٹ بعد۔
وخرجوا من عندهم۔	اور باہر آگئے اس کے پاس سے۔
وهم يرجون له الشفاء القريب۔	اور وہ اُمید کر رہے تھے اسکے جلد تندرست ہو جانے کی۔

شرح الكلمات — الفاظ کی تشریح

عيادة المريض، زيارته والفعل	بیمار پرسی کی مریض کی اس سے ملاقات
عاد المريض يعوده اي زاره	
والزائر عائد۔	
غاب۔ ضد۔ حضر۔ يغيب فهو غائب۔	وہ غیر حاضر ہوا۔ الٹ حاضر ہوا کا۔
تساءلوا: سأل بعضهم بعضًا۔	انہوں نے سوال کیا۔ پوچھا کچھ لوگوں نے کچھ لوگوں سے۔
انقضى النهار: انتهى۔	دن ختم ہوا۔ انتہا کو پہنچ گیا۔
ناب عنه في الامر، قام مقامه۔	اسے نائب مقرر کیا معاملہ میں۔
بلغوا منزله: وصلوا اليه۔	وہ پہنچ گئے اسکے گھر پر، وہ پہنچ گئے اس تک۔
طلب الإذن۔ استأذن	اجازت مانگی۔
جلس زمنا طويلًا۔ اطال الجلوس۔	وہ بیٹھے دیر تک۔
قلق: اضطرب وانزعج وهو قالق	وہ بے چین ہوا۔ رنجیدہ ہوا۔
الباقة۔ الحزمة۔ من الزهر۔	گلدستہ
أجب عن الاسئلة الآتية:۔	جواب دیجیے دیئے سوالات کے۔
كيف عرف التلاميذ أن زهيرًا مريض؟	کسطرح جانا طالب علموں نے کہ زہیر بیمار ہے۔

ماذا فعل التلاميذُ لما انقضى النّهار؟ — کیا کیا طالبعلموں نے جب گذر گیا (ڈھل گیا) دن

ماذا احمل الرفاق الاربعة معهُم الى منزل زهير؟ — کیا لے گئے ساتھی چاروں اپنے ساتھ زہیر کے گھر تک؟

کیف دخلوا علےٰ زهیر؟ — کیسے داخل ہوئے وہ زہیر کے پاس؟

وبم حدثوه؟ — اور کس کے بارے میں گفتگو کی انہوں نے اس سے؟

کیف استقبل زهیر رفاقة وعم سألهم؟ — کیا استقبال کیا زہیر نے اپنے ساتھیوں کا اور کس معاملے میں سوال کیا ان سے؟

أکتب بضعة أسطر صف فیها زیارة الرفاق زهیراً؟ — لکھیے چند سطریں بیان کیجیے اس میں ملاقات ساتھیوں کی زہیر سے؟

الدّرسُ السّادس والثلاثون — چھتیسواں سبق

صَلوٰة الجُمعة — جمعہ کی نماز

سَمِعَ المُسلمون النداء لصلوٰة الجمعہ، فترکوا اعمالهم واسرعوا الاجابةِ الدّاعیُ — سنی مسلمانوں نے اذان جمعہ کی نماز کی تو چھوڑ دیئے سب نے اپنے کام اور جلدی چلے جواب دینے کے لیے موذن کو۔

وسَعَوا اِلیٰ ذِکرِ الله جادین و دَخلوا المَسجد خاضعین خاشعین — کوشش کرتے ہوئے اللہ کی یاد کی چل پڑے اور داخل ہوئے مسجد میں عاجزی کرتے ہوئے اور خلوص کیساتھ۔

ولم تمض برهةٌ یسیرة حتّیٰ امتلأ المسجدُ بِالمُصلّین۔ — اور نہ گذری تھی تھوڑی دیر یہاں تک کہ بھر گئی مسجد نمازیوں سے۔

ولما حان وقت الصلوٰة قام الامام فصعد المنبر۔ — اور جب آیا وقت نماز کا کھڑا ہوا امام پھر وہ چڑھا منبر پر۔

وجلس علےٰ درجةٍ مِّن درجاتہ و — اور بیٹھ گیا زینوں میں ایک زینہ پر اور کھڑا ہوا

وقف المؤذن فاذّن بين يديه۔	مؤذن اور اذان دی اس کے سامنے۔
ولما أنتهى المؤذن قام الامام.	اور جب رک گیا مؤذن کھڑا ہوا امام پھر اس
فحمد الله واثنى عليه وأخذ	نے حمد کی اللہ کی اور اس کی ثناء کی اور نصیحت
يعظ الناس ويذكرهم بالله۔	کرنے لگا لوگوں کو اور یاد دلانے لگا اللہ کی۔
ويتلوا عليهم آيات القرآنِ۔ و	اور تلاوت کرنے لگا قرآن کی آیتیں اور پہنچانے
يبلغهم سنة رسول اللهِ۔ انتهى	لگا ان تک اللہ کے رسول کا طریقہ رک گیا امام
الامام مِن الخطبة الأولى۔	پہلے خطبہ سے۔
ثم الثانية وأمر باقامة الصلوٰة	پھر دوسرا، اور حکم دیا نماز کے لیے کھڑا
وتسوية الصفوف۔	ہونے کا اور صفوں کو سیدھا کرنے کا۔
وكبّر الامامُ وتبعه المصلون۔	اور تکبیر کہی امام نے اور اسکی پیروی کی نمازیوں نے۔
وكان مشهدا رائعًا جميلا؛	اور تھا منظر شاندار اور دلکش۔
قلوب قد اجتمعت لعبادةِ الله	دل مطمئن تھے اللہ کی عبادت کی وجہ سے۔
وتوجّهت الى خالقها۔	اور متوجہ تھے اپنے پروردگار کی طرف۔
معترفة بفضله مقرّةً بنعمته۔	وہ اعتراف کرنے والے تھے اسکی مہربانی کے اور اقرار کرتے ہوئے اس کی نعمتوں کا۔
انتهت الصلوٰة وسلّم الامامُ وتبعه	ختم ہوگئی نماز اور سلام پھیرا امام نے اور اسکی پیروی
النّاسُ. ثمّ توجّه الامام الى الله	میں لوگوں نے پھر متوجہ ہوا امام وہ دعا مانگنے لگا اللہ
يدعوهُ بايمانٍ واخلاصٍ والناس	تعالےٰ سے ایمان اور خلوص کیساتھ اور لوگ اس کے
من خلفه يؤمنون لدعائه۔	پیچھے آمین کہنے لگے اس کی دعا پر۔
اكمل الناسُ صلاتهم وخرجوا	مکمل کر لی لوگوں نے نماز اپنی اور باہر نکلے
مِن المسجدِ وانتشروا في الارضِ	مسجد سے اور پھیل گئے زمین پر۔

مبتهجين بنعمة الايمان	خوش ہوتے ہوئے ایمان کی نعمت سے
شرح الكلمات	**الفاظ کی تشریح**
جَدَّ يَجِدُّ في الامرِ۔ اجتهد والرّجل جَادٌّ۔	اس نے کوشش کی وہ کوشش کرتا ہے۔ وہ کوشش کر رہا ہے آدمی۔ کوشش کرنیوالا۔
البرهةُ: القطعة من الزمن۔	ایک ٹکڑا وقت کا۔
يَسُرَ يُسرًا اي قَلّ فهو يسير۔	کم ہونا: یعنی تھوڑا سا ہوا (کم)
سوّى الشيءَ: جعله مستويا ومنهُ سوّى المعوجّ۔	اس نے چیز کو برابر کیا۔ اس نے برابر کیا اس کا ٹیڑھا پن۔
نشر الثوب: بسطه وضد ه طواه	اس نے پھیلایا کپڑا۔ اس کو پھیلایا اور اس الٹ ہے اس نے لپیٹا۔
وانتشر الخبر: ذاع وفشا۔	اور پھیل گئی خبر: پھیل گئی۔ اور منتشر ہو گئی۔
وانتشر الناسُ: تفرّقوا۔	اور پھیل گئے لوگ، منتشر ہو گئے۔
البهجة والابتهاج: السرور	خوشی اور مبتہج۔ خوش و خرم۔
والمبتهج المسرور۔	
١۔ أجب عن الاسئلة الآتية:۔	جواب دیجیے دیئے ہوئے سوالات کا۔
ماذا يفعل المسلمون؟ حينما يسمعون النداء لصلاة يوم الجمعة؟	کیا کرتے ہیں مسلمان جس وقت سنتے ہیں اذان نماز کی جمعہ کے دن؟
ماذا يفعل الامام حين يحين وقت الصلوٰة؟	کیا کرتا ہے امام جس وقت آتا ہے نماز نماز کا وقت؟
وماذا يفعل المؤذن؟	اور کیا کرتا ہے مؤذن؟
ماذا يفعل الامام حين ينتهي	کیا کرتا ہے امام جبکہ ختم کرتا ہے

المؤذن ؟ — مؤذن؟

وماذا يفعل بعد الخطبة الأولىٰ و الثّانية ؟ — کیا کرتا ہے پہلے اور دوسرے خطبہ کے بعد؟

صف مشهد المصلين وهم قائمون بين يدى الله ؟ — بیان کیجیے منظر نمازیوں کا بعد اس کے کہ وہ سب کھڑے ہوں اللہ کے حضور میں؟

وماذا يفعل الامام بعد الانتهاء من الصّلوٰة وماذا يفعل المصلون ؟ — اور کیا کرتا ہے امام نماز ختم کرنے کے بعد اور کیا کرتے ہیں نمازی؟

ب۔ صف صلاة الجمعة ؟ — بیان کیجیے جمعہ کی نماز کو؟

الدّرسُ السّابع والثلاثون — سینتیسواں سبق

هِندُ الصّغِيرة — ہندہ چھوٹی

النسوة۔ عورتیں — برة۔ تابعدار

بشر۔ خندہ پیشانی — الشفقة۔ مہربانی کرنے والی۔

هند فتاة صغيرة فى العاشرة من عمرها. وهي في المدرسة تلميذة مهذبة يثنى عليه جميع معلماتها ويحبها كل رفيقاتها. — ہند ایک لڑکی ہے چھوٹی اپنی عمر کے دس سال ہیں (دس سال عمر کی) اور مدرسہ میں ایک طالبہ ہے تہذیب والی تعریف کرتی ہیں اسکی تمام استانیاں۔ اور محبت کرتی ہیں اس سے تمام سہیلیاں،

وهي في المنزل برّة مطيعة لاتقصّر في مساعدة إخواتها وخدمة والديها. — اور وہ گھر میں تابعدار اور فرماں بردار ہے۔ اور کوتاہی نہیں کرتی اپنی بہنوں کی مدد میں اور اپنے والدین کی خدمت میں۔

جاءت لنسوة في يوم من الايام — آئیں عورتیں ایک دن اس کی ماں سے

لزيارةِ والديها،

ملاقات کے لیے۔

فلمّا قرع الباب أسرعت هندٌ۔ وفتحت البابَ واستقبلهنّ بَشاشةٌ باشّةٌ وقالت لهنّ تفضّلن۔ ياخالات وَسارت إمامهُنّ إلى غرفة الاستقبال وَجلست توانسُهنّ وَ وتحدّثهنّ۔

پھر جب اس نے کھٹکھٹایا دروازہ دوڑی ہند اور کھول دیا دروازہ اور استقبال کیا اس کا مسکرا کر اور تازہ روی سے (ہنسی خوشی) اور کہاں سے آپنے کرم کیا اے خالہ جان اور چلنے لگی ان کے آگے ملاقات کے کمرے کی طرف اور بیٹھ گئی ان سے یگانگت ظاہر کرنے اور باتیں کرنے لگی۔

وبعد قليل اقبلت امُّها واعتذرت۔ إلى ضيوفها عن تاخّرِها۔ وَلما جلست الوالِدة خرجت هندٌ وعادت بعدَ قليلٍ تحمّل بيَدِها صينية عليها فناجين القهوة قدمتها إلى ضيوف بشجاعةٍ وّادب۔

تھوڑی دیر بعد آگئی اسکی ماں اور معذرت کرنے لگی اپنے مہمانوں سے اپنے دیر میں آنے کی اور جب بیٹھ گئی ماں باہر آگئی ہند اور واپس آئی تھوڑی دیر بعد اُٹھائے ہوئے اپنے ہاتھ میں ٹرے اس پر پیالیاں تھیں قہوہ کی اور پیش کی مہمانوں کی طرف دلیری اور ادب کے کیساتھ۔

اثنى الضيوف علىٰ هندٍ كلّ الثناءِ وَ لمتدحن أدبها ولطفها وشجاعتها۔

تعریف کی مہمانوں نے ہند کی بیحد تعریف اور تعریف کرنے لگیں اسکے ادب اور اسکی نرمی اور اسکی دلیری کی۔

شرح الكلمات

الفاظ کی تشریح

النّسوة: جمع إمرأة من غير لفظها ومثلها النّساء۔

عورتیں جمع امرأة اس کے غیر لفظ سے اور اس کی مانند نساء ہے۔

برّوالدَه: اطاعَهُ وأحبّهُ فهُوبرٌّ اي مطيع ُوبارٌّ۔

فرماں بردار ماں کی: اسکی تابعدار اور اس سے محبت کرنے والی تو وہ فرماں بردار ہے یعنی تابعدار۔

هشَّ الرّجلُ يهشّ، تبسّم. بشّ لَهٗ يبشّ: أقبل عليه بوجهٍ طلقٍ و فرح بهٖ انّسه يوأنسه مؤانسةً.	مسکرایا آدمی مسکراتا ہے: وہ مسکرایا۔ کھل گیا اسکے لیے: سامنے آیا اسکے خندہ پیشانی سے اور خوش ہوا اس سے مہربان، وہ محبت کرتا ہے محبت کرنا: اس نے محبت کی۔ اسے خوش آمدید کہا۔
أجب عن الاسئلة الاٰتية:	جواب دیجیے دیئے گئے سوالات کے۔
مَن هِيَ هندٌ؟ كَمْ عُمرُهَا؟	کون ہے ہند؟ کتنی ہے اس کی عمر؟
كيف هي في مدرستها وفي منزلها؟	وہ کیسی ہے اپنے مدرسہ میں اور اپنے گھر میں؟
من جاء لزيارة والدتها؟	کون آیا اس کی ماں سے ملاقات کے لیئے؟
مَافعلت النّسوة؟	کیا کیا عورتوں نے؟
ومن الّذي استقبلهُنَّ؟	کون ہے جس نے استقبال کیا ان کا؟
كيف استقبلهنّ هندٌ وماذا قالت لهنّ؟	کیسا استقبال کیا ان کا ہند نے؟ اور کیا کہا اس نے ان سے؟
متٰى جاءت والدتها؟	کب آئی اس کی ماں؟
وماذا فعلت حينما جاءت؟	اور کیا کیا اس نے جسوقت وہ آئی اس کے پاس؟
مافعلت هندٌ حينما جاءت أمّها؟	کیا کیا ہند نے جب آ گئی ماں اس کی؟
لِمَ اثنى الضيوفُ علٰى هندٍ؟	کیوں تعریف کی مہمانوں نے ہند کی؟
أكتب قصة هند الصّغيرة في بضعةِ أسطرٍ؟	لکھیے کہانی چھوٹی سی ہند کی چند سطروں میں۔

الدَّرسُ الثَّامن والثلاثون۔ اڑتیسواں سبق

سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ	پاک (بے نیاز) ہے جس نے سیر کرائی اپنے بندہ (محمدؐ) کو ایک رات میں مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ

الْاَقْصٰی۔

تک۔

يَعْمَلُ الْعَامِلُ مِنَ الصَّبَاحِ إِلَى الْمَسَاءِ

کام کرتا ہے کام کرنیوالا صبح سے شام تک۔

يَخْرُجُ الْمُجَاهِدُ مِنْ بَيْتِهِ وَيَذْهَبُ إِلَى مَيْدَانِ الْجِهَادِ۔

باہر جاتا ہے جہاد کرنے والا اپنے گھر سے میدانِ جہاد کی طرف۔

اَلْحَيَاةُ كُلُّهَا جِهَادٌ مِنْ بَدَايَتِهَا إِلَى نِهَايَتِهَا۔

زندگی پوری طرح جہاد ہے اپنی ابتدار سے اپنی انتہا تک۔

تامل الامثلة السّابقة تجد المثال الاوّل ۔منها جزء من اوّل اية من سُورة الاسراءِ۔

غور کیجیے گزشتہ مثالوں پر تو پائے گا پہلی مثال اس میں سے پہلا حصہ آیت کا ہے سورۂ اسرار کا۔

والاية تشير الى حادثة الاسراءِ۔ والاسراء معناهُ السّير في الليل۔

اور آیت اشارہ کرتی ہے اچانک واقعہ اسرار کی طرف جس کے معنی ہیں سیر کرنا رات میں۔

وفي ليلة الاسراءِ سار الرّسولِ عليه الصّلوٰة والسّلام ليلاً من المسجد الحرام في مكة الى المسجد الاقصٰى في القدسِ،

رات میں اسرار کے گئے رسول ان پر درود اور سلام ہو مسجد حرام (کعبہ) مکہ سے مسجد اقصیٰ تک قدس (بیت المقدس) میں۔

فبداية هٰذه الرّحلة من المسجدِ الحرام ونهايتها الى عند المسجدِ الاقصٰى

تو ابتدا اس سفر کی خانہ کعبہ سے اور اس کی انتہا مسجد اقصیٰ کے قریب تک۔

وثمّ عرج به عليه الصّلوٰة والسّلام الى السّموات العلٰى۔

پھر اوپر گئے اس سے ان پر درود اور سلام ہو بلند آسمانوں تک۔

ولعلك تلاحظ انّ كلمة من هي التي افادت البداية وكلمة الى هي التي افادت

اور شاید تو غور کرے گا کہ بیشک لفظ مِنْ وہ ہے (بتاتا ہے) اس مقصد کی انتہا۔

انتہا الغایۃ۔

اَمّا المثال الثانی فالابتداءُ فیہ مِن وقت الصّباح والانتہاءِ فی وقت المَساءِ۔

لیکن دوسری مثال تو ابتدا اس میں صبح کے وقت سے اور انتہا شام کا وقت ہے۔

والمثالُ الثّالث الابتداءِ فیہِ مِنَ البَیت والانتہاءُ اِلٰی میدان الجہاد۔

اور مثال تیسری ابتدا اس میں گھر سے اور انتہا میدان جہاد تک ہے۔

والمثالُ الرّابع الابتداءُ فیہ من اوّل الحیاۃ والانتہاءُ اِلٰی اٰخر الحیاۃ۔

اور مثال چوتھی ابتدا اس زندگی کے شروع سے اور انتہا زندگی خاتمہ تک ہے۔

واذا تأملتُ الامثلۃ ثانیۃً وجدتَ أنْ مابعدَ مِن والٰی ھو اسمٌ وأنّہ مجرورٌ دائمًا۔ ومِن ھٰذا یتبیّن لکَ أنْ مِن حرفٌ یدخلُ علی الاِسم فیجرّہ ومعناہُ انتہاءُ الغایۃ۔

اور جب تو غور کرے گا دوسری مثالوں پر تو پائیگا اُن مِن کے بعد اور "الٰی" وہ اسم ہے اور بیشک وہ مجرور (زیر والا) ہوتا ہے ہمیشہ اور اس سے تجھے فرق معلوم ہوگا کہ مِن ایک حرف ہے جب داخل ہوتا ہے اسم پر تو اسے زیر دیتا ہے اور اسکے معنی مقصد کی انتہا ہوتی ہے۔

ترحّل عن بلادٍ لا ینتصرُ فیہا الحق

اور کوچ کر (سفر کر) اس شہر (ملک) سے کہ کامیابی نہ ہو جس میں حق کی

ابتعد عن قرین السّوءِ۔

دور ہو جا برے ہمنشیں سے۔

تجاوز عن اساء الیک۔

درگزر کر جس سے تجھے برائی پہنچی ہو۔

تأمل ھٰذہِ الامثلۃ تجدُ اُن لفظۃ عَن قد استعملت فیہا لتفیدُ معنی الابتعاد عَن الشّے وترکہ۔

غور کر تو ان مثالوں پر تو پائے گا کہ لفظ "عن" استعمال کیا گیا ہے اس میں تا کہ فائدہ دے دور ہونے کے معنی میں کسی چیز سے اور اسے چھوڑنے کے۔

فھی تفید المُجاوزۃ وھی تدخل علی الاسمِ فتجرّہٗ

تو وہ فائدہ دیتا ہے (معنی دیتا ہے) چھوڑ دینے کے اور وہ داخل ہوتا ہے اسم پر تو اسے جر (زیر) دیتا ہے۔

۱۔ رکب الفارس علی الحصان۔ — سوار ہو گیا شہسوار گھوڑے پر۔

۲۔ وقف العصفور علی الغصن۔ — بیٹھ گئی چڑیا شاخ پر۔

اما علی فھی تفید الاستعلاء وھو کون الشیء فوق شیء آخر متصلاً بہ وھی تدخل علی الاسم فتجرّہ۔

لیکن علی تو وہ فائدہ دیتا ہے اوپر ہونے کا اور ہو جاتا ہے ایک چیز کا دوسری چیز پر۔ اس سے ملا ہوا (اس سے متصل) اور یہ داخل ہوتا ہے اسم پر تو اسے جر (زیر) دیتا ہے۔

المصباح فی الزجاجۃ — چراغ شیشہ میں ہے۔

والزجاجۃ فی المشکاۃ۔ — اور شیشہ طاق میں ہے۔

واما فی فھی تفید الظرفیۃ ومعناھا وجود الشیء داخل شیء آخر وھی تدخل علی الاسم فتجرّہ۔

لیکن فی تو وہ فائدہ دیتا ہے مقام (جگہ) اور اسکے معنی ہوتا کسی چیز کا کسی دوسری چیز میں۔ اور وہ داخل ہوتا ہے اسم پر تو اسے جر (زیر) دیتا ہے۔

الأرض للّٰہ۔ والسماء للّٰہ۔ والملک لہ۔ والامر للّٰہ۔ والحکم لہ۔

زمین اللہ کیلیے ہے اور آسمان اللہ کیلیے ہے اور حکومت ہے اسکی اور حکم دینا اللہ کیلیے ہے اور حکومت اسی کیلیے ہے۔

والجنّۃ للمؤمنین۔ والنار للکافر۔ — اور جنت مومن کیلیے ہے اور دوزخ کافر کیلیے ہے۔

واما اللام فتفید الملک۔ فالأرض ملکٌ للّٰہ۔ والسماء کذلک۔

لیکن لام تو فائدہ دیتا ہے ملکیت کا تو زمین اللہ کی ملکیت ہے اور آسمان اسی طرح۔

اما اذا قلنا الجنۃ للمؤمن والنار للکافر۔

لیکن جب کہیں ہم جنت مؤمن کیلیے ہے اور دوزخ مخصوص ہے کافر کے لیے۔

فلیس معنی ھذا أنّ الجنۃ ملکٌ للمؤمن والنار ملکٌ للکافر ولکنّھا تفید ان الجنّۃ خاصّۃٌ بالمؤمن و

تو نہیں ہیں معنی یہ کہ جنّت ملکیّت ہے مؤمن کی اور دوزخ ملکیّت ہے کافر کی۔ لیکن وہ معنی دیتا ہے کہ جنّت مخصوص ہے مؤمن کیلیے اور دوزخ

النَّارُ بالكافِرِ.	مخصوص ہے کافر کے لیے۔
فالا تفيد الملك وتفيد الاختصاص	تو لام معنی دیتا ہے ملکیت کے اور معنی دیتا ہے خصوصیت کے
وهي تدخل على الاسم فتجرّه.	اور وہ داخل ہوتا ہے اسم پر تو اسے زیر دیتا ہے۔
كَتَبتُ بالقلمِ.	میں نے لکھا قلم سے۔
قشرتُ الفاكهة بالسّكين.	میں نے چھیلا میوہ چھری سے۔
يتقاتل الجنود بالسيوف.	جنگ کرتے ہیں سپاہی تلواروں سے۔
كتبت بالقلمِ. اي مُستعيناً بالقلم.	میں نے لکھا قلم سے یا قلم کی مدد سے۔
وقشرتُ بالسكينِ اي مستعيناً بها.	اور چھیلا میں نے چھری سے گویا اسکی مدد سے۔
ويتقاتل الجُنودِ بالسّيوف اي مستعيناً.	اور جنگ کرتے ہیں سپاہی تلواروں سے گویا انکی مدد حاصل کر کے۔
تسمى هذهِ الباءَ باءَ الاستعانة وهي	اس کا نام لیا جاتا ہے باء الاستعانت اور وہ
تدخل على الاسمِ فتجرة.	داخل ہوتی ہے اسم پر تو اسے جر (زیر) دیتی ہے۔
ممّا سبق يتبيّنُ لكَ أنّ الاسمُ	دونوں جو پہلے آئی ہیں تیرے لیے واضح کرتی
يجُرُّ. اذا سبقهُ حرف مِن حرُوفِ	ہیں کہ اسم مجرور ہوتا ہے جب دیئے گئے حروف
الجرِّ الآتية وهي.	جر میں سے کوئی حرف ان سے پہلے آتا ہے اور وہ یہ ہیں
من والى وعن وعلى وفي والباءِ	من۔ الی۔ عن۔ علی۔ فی۔ ب۔ ل
واللام.	

تمرين ـ مشق

أتممْ كُلَّ جُملةٍ مِنَ الجمل الآتيهِ	مکمل کیجیے دیئے ہوئے تمام جملوں میں حروف جر
بوضعِ حرفِ جرٍ ملائمٍ في المَكانِ	کے انداز پر خالی جگہ کی مناسبت سے
الخالي.	

نُسافِرُ .... القطار	ہم سفر کرتے ہیں ------- ریل۔
تطیر الطیُور .... الفضاء	اڑتے ہیں پرندے ------- فضا۔
أتکلّم .... المدرسةِ	میں بات کرتا ہوں ------- مدرسہ۔
اجيء ..... الصّباح ..... المدرسةِ	میں آتا ہوں ---- صبح ---- مدرسہ۔
وضعتُ الکتاب .... المنضدة	میں نے رکھی کتاب ------- میز پر۔
اسرعتُ .... الغرفةِ	میں تیزی سے گیا ------- کمرہ۔
اذوق الطّعامَ .... لساني	چکھتا ہوں میں کھانا ------- اپنی زبان۔
اکتب ..... القلم .... الورقِ	لکھتا ہوں میں ---- قلم ---- کاغذ۔
یقوم القطارُ .... الساعة الثامنة	کھڑی ہوجاتی ہے ریل ---- آٹھ بجے صبح۔
صباحاً .... مدینة کراتشي	-------- شہر کراچی۔
ویَصل .... مدینة	اور پہنچتی ہے ---- شہر حیدرآباد
حیدرآباد .... الثانیة عشر ظهراً	-------- بارہ بجے دوپہر۔
المَشرق .... یمیني	پورب ---- میرے دائیں طرف۔
اتوجّه .... جهة المشرق	میں مڑتا ہوں ---- پورب کی جانب۔
یطیرُ الطیّر .... عشّه	اڑتا ہے پرندہ ---- اپنے گھونسلے۔
یرجعُ الطیر .... عشّه	لوٹتا ہے پرندہ ---- اپنے گھونسلے۔
یلعبُ الاطفال .... الحدیقة	کھیلتے ہیں لڑکے ---- باغ۔
یستیقظ الطفلُ .... الصّباح	جاگتا ہے بچہ ---- صبح۔
صدیقي یتأخرُ .... المدرسةِ	میرا دوست دیر کرتا ہے ---- مدرسہ۔
واذهبُ المساءِ .... البیت	میں جاتا ہوں ---- شام ---- گھر۔
اخذت الکتاب .... المکتبةِ	لی میں نے کتاب ---- کتاب کی دکان۔

يبتعدُ الطّفل .... الخطر — دور ہوگیا بچہ ---------- خطرہ۔

أنظر .... وجهي ...... المرأة — میں دیکھتا ہوں --- اپنا چہرہ --- آئینہ۔

والمغربُ .... ليساري — اور پچھم ———— میرے بائیں۔

ثُمَّ .... جهة المغرب — پھر --------- مغرب کی طرف۔

وينهضُ الطِّفلُ .... سريرهٖ — اور اُٹھتا ہے بچہ -------- اپنے پلنگ۔

ينام الطِّفلُ .... سريره — سوتا ہے بچہ ---------- اپنے پلنگ

نجتمع الكلية كي نحتفل بذكري — ہم جمع ہوتے ہیں کالج تاکہ محفل کریں پیدائش

ميلاد الرّسولِ عليه الصّلوٰة والسّلام۔ — کی رسول کی ان پر درود ہو اور سلام ہو۔

۲۔ أتمم كُلَّ جُملةٍ مِّن الجمل الاٰتية — مکمل کیجیے ہر ایک جملہ کو دیے ہوئے جملوں

بوضع اِسْم مناسب في المكان الخالي — میں سے مناسب اسم لگاکر خالی جگہ پر حرف جر کے

مع حرف جر مناسب واشكل اٰخر — ساتھ مناسب حرکت دیجیے اسم کے

الإسم:۔ — آخر میں۔

يثني المعلمُ على .... — تعریف کرتا ہے استاد پر ---------

يبتعد العاقل .... — دُور ہو جاتا ہے عاقل ---------

العلمُ أفضل .... — علم زیادہ فضیلت رکھتا ہے ---------

غضب السيّدُ .... — غصہ ہوا سردار ---------

أحرق الولد يدهٗ .... — جلالیا لڑکے نے اپنا ہاتھ ---------

ينزل المطرُ .... — برس رہی ہے بارش ---------

تنظر البنت وجهها .... — دیکھتی ہے لڑکی اپنا چہرہ ---------

استمعت أبي .... — میں نے سنا اپنے باپ سے ----

۳۔ استعمل الاسماء الاٰتية في جمل — استعمال کیجیے اسماء دیئے ہوئے پورے جملوں میں

تامةٍ بحيث يكون كلٌ منها مجروراً — کہ ہو ہر اک ان میں سے زیر والا حرف جر کی

بحرفِ جرٍ۔ وجہ سے۔

الارض	زمین	السَّمآءُ	آسمان
الرَّجل	مرد	الغُرفة	کمرہ
اَلکتابُ	کتاب	اَلقلمُ	قلم
اَلخیرُ	نیکی	اَلشَّرُّ	بدی
الماءُ	پانی	الفَضلُ	بزرگی
المَدینة	شہر	الهواء	ہوا
الطِّفلُ	بچہ	العلمُ	علم
المَیدانُ	میدان		

اَلدَّرسُ التَّاسع وَالثَّلاثُونَ۔ انتالیسواں سبق

اَلنَّعتُ - صفت

فی الحدیقة ازهارٌ جمیلةٌ۔	باغ میں پھول ہیں حسین۔
اُمُدُّ یدیِ إلی الزَّهرةِ الجمیلةِ	میں بڑھاتا ہوں اپنا ہاتھ ایک حسین پھول کی طرف۔
اُقطفُ الزَّهرةَ الجمیلةَ۔	توڑ لیتا ہوں (چن لیتا ہوں) ایک حسین پھول۔
اَنزل اللهُ القرآن بلسانٍ عربیٍّ مبیْنٍ.	اتارا (نازل کیا) اللہ نے قرآن عربی مبین میں۔
بَعثَ اللهُ اِلَی العَرَبِ مِن اَنفُسِهِم رَسُولاً رؤُفاً بِهِم رَحِیماً	نبی بنایا اللہ نے عرب کیلئے ان میں سے ایک رسول مہربان ہے ان پر اور رحم کرنے والا ہے۔
اَرسَلَ اللهُ رَسُولَهُ بالحَقِّ الواضحِ وَالنُّورِ السَّاطِعِ	اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا واضح حق اور روشن نور کیساتھ
لفظةُ جَمیلةٌ فی الجملِ المتقدمةِ	لفظ جمیلہ گذشتہ جملوں میں صفت بیان کرتا ہے

تصف الزهرة. ولذالك فهي تسمى صِفةً او نعتاً.

پھول کی، اور اس وجہ سے وہ کہا جاتا ہے (نام دیا جاتا ہے) صفت یا نعت۔

والاسمُ الذی قبلها يُسمّٰى موصوفاً اومنعوتاً.

اور وہ اسم جو اس سے پہلے ہو اسے کہا جاتا ہے موصوف یا منعوت۔

وَإذا تاملّت لفظة "جُملة" في المثال الاوّلِ وجدتها مرفوعةً و في المثال الثاني مَجرُورةً. وفي المثال الثالث منصُوبَةٌ.

اور جب تو غور کرے گا لفظ "جمیلہ" پر پہلی مثال میں تو پائے گا اُسے مرفوع (پیش والا) اور دوسری مثال میں مجرور (زیر والا) اور تیسری مثال میں منصوب (زبر والا)

وَلعلّك تلاحظ انّ الصفة مرتبطةٌ بموصُونها من حيث الإعرابُ فاذا كانَ الموصُوفُ مرفوُعاً كانت الصّفة مرفوُعةً. واذا كان منصُوبَةً. كانتِ الصّفة منصُوبةً واذا كانَ مَجرُوراً كانت الصّفة مجرُورَةً.

اور شاید تو خیال کرے گا (دیکھے گا، غور کریگا) کہ بیشک صفت متعلق (وابستہ) ہوتی ہے اپنے موصوف سے اعراب (حرکت) کی حیثیت سے، پھر جب ہو موصوف مرفوع تو ہو گی صفت پیش والی۔ اور جب ہو منصوب۔ تو ہو گی صفت زبر والی اور جب ہو مجرور تو ہو گی صفت زیر والی۔

فالنّعت لفظٌ يدُلّ علٰى صفةٍ في اسمٍ قبله وليسمى الاسم الموصُوف منعوتاً.

تو نعت (صفت) ایک لفظ ہے جو دلالت کرتی ہے اسکی صفت کی جو اس سے پہلے ہو اور اس کو نام دیا جاتا ہے موصوف نعت۔

والنعت يتبع المنعوت في رَفعِهِ ونصبهِ وجرهِ.

اور نعت تابع (ماتحت) ہیں منعوت کی اپنے رفع (پیش) اپنے نصب (زبر) اور جر (زیر) ہیں۔

اَلتَّمْرِيْنُ مشق

١. ضع نعتًا مناسبًا في كُلِّ مكانٍ خالٍ وأشكل اٰخرَهُ۔ — لگائیے صفت مناسب ہر ایک خالی جگہ اور اس کے آخر میں اعراب لگائیے۔

اَلولدُ .... يحبُهُ البُوهُ	لڑکا ۔۔۔۔ محبت کرتا ہے اسکا باپ اس سے۔
البنت .... يُحِبُّها البُوها	لڑکی ۔۔۔ محبت کرتا ہے اس سے باپ اسکا۔
الفيل حيوانٌ	ہاتھی ایک جانور ہے۔ ....
الفيلُ لَهُ عينان	ہاتھی کی دو آنکھیں ....
واذنان	اور دو کان ....
اَلاولاد يلعبون على شاطي البحر	لڑکے کھیلتے ہیں سمندر کے کنارے۔ ....
كراتشي مدينة	کراچی ایک شہر ہے ....
اُكل اَلثَّمرَة	میں کھاتا ہوں پھل ....
الثمرةُ .... حُلوةٌ	پھل ۔۔۔ میٹھا ....
الكتابُ	کتاب ....
صديق	میرے دوست ....
الملكُ .... محبوبٌ	ملک ۔۔۔ پسندیدہ ....
والمُلكُ .... مُبغض	اور بادشاہ ۔۔۔۔ ناپسندیدہ۔
اَلحرُّ .... مُضرٌّ	گرمی ۔۔۔۔ نقصان دہ ....
البردُ .... مُوذٍ	ٹھنڈ ۔۔۔۔ تکلیف دہ۔
امُدُّ يدي الى الثمرة .... واضعُ الثمرة في فمي	بڑھاتا ہوں اپنا ہاتھ ایک پھل کی طرف ۔۔۔ اور رکھتا ہوں پھل ۔۔۔ اپنے منہ میں۔

في السَّمَاءِ نجوم	آسمان میں ستارے -------------
في الحديقةِ أشجارٌ.........	باغ میں درخت.--------------
٢۔ ضع الاسماءَ الآتيةَ في جملٍ ثُمَّ اَلحقها بنعوتٍ مُناسبةٍ مع ضبطِ آخرِ النَّعتِ والمنعُوتِ:	لگائیے دیئے گئے اسموں پر جملوں کے پھر صفت لگائیے مناسب ساتھ ہی استعمال کیجئے صفت اور موصُوف کے آخر کو.

نهر۔ نہر	الحديقة۔ باغ
المسجد۔ مسجد	السَّفينة۔ بحری جہاز
السَّماءُ۔ آسمان	الغصن۔ شاخ
القطار، ریل گاڑی	طريق۔ راستہ
المنزل۔ گھر	نخلة۔ کھجور کا درخت
البحرُ۔ سمندر	مطر۔ بارش
الطائرة۔ ہوائی جہاز	برد ٹھنڈک
الشجرة۔ درخت	

٣۔ كوِّنْ خمسَ جملٍ فعليةٍ۔	بنائیے پانچ جملہ فعلیہ.
الفاعل في كلٍ منها منعوتاً	فاعل ہر ایک کا اس میں سے موصوف ہو۔
كوِّن خمسَ جملٍ فعليةٍ	بنائیے پانچ جملہ فعلیہ.
المفعول بهِ في كلٍ منها منعُوتاً	مفعول بہ ہر ایک کا اس میں سے موصوف ہو۔
كوِّن خمسَ جملٍ إسميةٍ	بنائیے پانچ جملہ اسمیہ.
المُبتدأ في كلٍ منها منعوتاً۔	مبتدا ہر ایک کی اس میں سے موصوف ہو۔
كوِّن خمسَ جملٍ إسميةٍ۔	بنائیے پانچ جملہ اسمیہ.
الخبر في كلٍ منها منعوتاً	خبر ہر ایک کی اس میں سے موصوف ہو۔

كَوِّنْ خمسَ جملٍ في كُلٍّ واحدةٍ فيها اسمٌ مجرورٌ منعوتٌ۔ | بنائیے پانچ جملے ہر ایک میں اس کا اسم مجرور موصوف ہو۔

اَلدَّرسُ الأَربعُونَ۔ چالیسواں سبق

نزهةٌ في حديقةٍ۔ باغ کی سیر

أَصِيل۔ سہ پہر۔ شام | مُستدِيرةٌ۔ گول

مُستطِيلٌ۔ لمبا | مُربّعٌ۔ چوکور

حَمِيمٌ۔ دوست | مُثلَّثٌ۔ تکون

بِرکةٌ۔ حوض | فوّارةٌ۔ فوارہ

قَفَزَ۔ چھلانگ لگائی | تَمتَّعَ۔ لطف اٹھایا۔

هِندٌ لها صديقةٌ حَمِيمةٌ اِسمُها دعدٌ۔ هي رفيقتها في المدرسة وَ جارتُها في المنزل | ہند کی ایک دوست (سہیلی) ہے مخلص اس کا نام دعد ہے۔ اور اس کی ساتھی (دوست ہے) مدرسہ میں اور پڑوسن ہے گھر میں۔

خرجت هندٌ مع صديقتها دعدٍ في أُصِيلِ يومٍ للنُّزهةِ في الحديقة الّتي تجاوِرُ منزليها۔ | نکلی ہند اپنی دوست دعد کے ساتھ ایک دن شام کو سیر کے لیے ایک باغ میں جو کہ پڑوس میں تھا دونوں کے گھروں کے۔

وكانت حديقةٌ جميلةٌ واسعةٌ فيها أشجارٌ عاليةٌ ومياهٌ جاريةٌ۔ | اور تھا باغ حسین اور کشادہ اس میں درخت تھے بلند اور پانی جاری تھا۔

وأزهارٌ متنوعةٌ وورودٌ كثيرةٌ۔ | اور پھول تھے قسم قسم کے اور گلاب کے پھول بہت تھے۔

وفي وسطها بِركةٌ مُستديرةٌ يخرج | اور اس کے درمیان میں ایک حوض تھا گول نکلتا ہے

عربی	اردو
منها الماءَ في فوّارةٍ ويرتفع في	اس میں سے پانی اور ایک فوارہ سے بلند ہوتا
الفضاءِ.	ہے فضا میں۔
وكانت ارض الحديقة مُقسّمةً	اور تھی زمین باغ کی تقسیم کی ہوئی کئی ٹکڑوں میں
اِلى قطعٍ متعدّدةٍ منها ما هو مُستطيلٌ	(قطعوں) میں سے اس میں لمبے تھے اور اس میں چوکور۔
ومنها ما هو مُربّعٌ۔	
ومنها ما هو مُثلّثٌ وهٰذهِ القطعُ	اور اس میں تکون تھے اور یہ ٹکڑے (قطعے)
كلُّها مُغطّاةٌ بالحشيشِ الاخضرِ	پورے ڈھکے ہوئے تھے ہری حسین گھاس سے۔
الجميلِ۔	
لعبت الفتاتان في الحديقة ما لعبتا	دونوں لڑکیاں باغ میں کھیلنے لگیں جتنا کھیل سکیں۔
وجرتا على الحشيش الاخضر ما جرتا	اور چلنے لگیں ہری گھاس پر جتنا چل سکیں۔
وقفزتا وتسابقتا ووقفتا	اور چھلانگیں لگاتی رہیں اور مقابلہ کرتی رہیں اور کھڑی ہو گئیں
امامَ البِركةِ المُستديرةِ الواسعةِ۔	وسیع اور گول حوض کے سامنے۔
نظرتا اِلى الاسماكِ المُلوّنةِ التي	اور دونوں دیکھتی رہیں رنگین مچھلیوں کی طرف
تسبحُ فيها وتمتعا بمنظرِ الماءِ	جو تیر رہی تھیں اس میں اور دونوں لطف اٹھاتی ہیں
يرتفعُ في الفضاءِ ثُمّ يتساقطُ	پانی کے منظر سے جو بلند ہوتا فضا میں پھر گرتا بارش
كالمطرِ۔	کی طرح۔
ولمّا مالت الشمسُ اِلى الغروبِ	اور جب جھک گیا سورج مغرب کی طرف لڑکیاں چلنے
أخذت الفتاتانِ تسيرانِ اِلى منزليهما	لگیں اپنے گھروں کی طرف۔
وقد امتلأتا نشاطًا وسرورًا۔	اور دونوں بھری ہوئی تھیں امنگوں اور خوشی سے۔

شرحُ الكلمات - الفاظ کی وضاحت

عربی	اردو
الاصيل: الوقت بين العصرِ والمغرب	وقت عصر اور مغرب کے درمیان کا۔
البِركة: حوض للماءِ۔	پانی کا حوض۔

تَمَتَّعَ بِالشَّيْءِ : إِنْتَفَعَ بِهِ وَتَلَذَّذَ ۔ — اس سے نفع اٹھایا اور لطف حاصل کیا۔

اَلحَمِيمُ ۔ اَلصِّدِّيقُ ۔ — دوست ۔

التمرين ۔ مشق

۱۔ أَجِبْ عَنِ الأَسْئِلَةِ الآتِيَةِ ۔ — جواب دیجیے دیئے گئے سوالات کے۔

مَنْ هِيَ هِنْدٌ ؟ — کون ہے ہند ؟

وَمَنْ هِيَ وَعْدٌ ؟ — اور کون ہے وعد ؟

أَيْنَ خَرَجَتِ الْبِنْتَانِ فِي أَصِيلِ يَوْمٍ ؟ — کہاں باہر گئیں دونوں لڑکیاں، شام کو ایک دن ؟

صِفِ الْحَدِيقَةَ الَّتِي تُجَاوِرُ مَنْزِلَةَ الْفَتَاتَيْنِ ۔ — بیان کیجیے باغ کی کیفیت جو پڑوس میں تھا گھر کے دونوں لڑکیوں کے ؟

أُذْكُرْ مَا فَعَلَتِ الْبِنْتَانِ فِي الْحَدِيقَةِ — بتلایئے کہ کیا کیا دونوں لڑکیوں نے باغ میں ؟

وَمَتَى رَجَعَتَا ؟ — اور کب لوٹیں دونوں ؟

۲۔ قُصَّ الْقِصَّةَ السَّابِقَةَ وَاجْعَلْ مَكَانَ هِنْدٍ وَوَعْدٍ خَالِدًا وَعَمْرًوا ۔ — گذشتہ قصہ بیان کیجیے اور لگائیے ہند اور وعد کی جگہ خالد اور عمرو کو ؟

۳۔ خَاطِبْ هِنْدًا وَوَعْدًا وَقُلْ لَهُمَا يَا هِنْدُ يَا وَعْدُ أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فِي أَصِيلِ يَوْمٍ لِلنُّزْهَةِ ۔ — مخاطب کیجیے ہند اور وعد کو اور کہیے دونوں سے کہ اے ہند اور اے وعد تم دونوں باہر گئیں شام کو ایک دن تفریح کے لیے ؟

۴۔ أُكْتُبْ بِضْعَةَ أَسْطُرٍ فِي وَصْفِ نُزْهَةٍ ۔ — لکھیے چند سطریں تفریح کی خوبی میں ۔

اَلدَّرسُ الحادیُ وَالاَربعُونَ ۔ اکتالیسواں سبق

تصریف الفعل الماضي ۔ گردان فعل ماضی کی

المتکلم ۔ المنفرد ۔ اَنَا حفظت دُروسی کلھا	میں نے اپنے تمام سبق یاد کر لیے ۔
المتکلم ۔ المفرد (المونث) اَنَا تلمیذۃ محبۃ	میں طالبہ ہوں عربی سے محبت کرنے والی ۔
للعربیۃ حفظت دوسی کلھا	میں نے یاد کر لیا اپنے تمام اسباق کو ۔
المخاطب المفرد (المذکر) اَنتَ یا صدیقی	اے میرے دوست
حفظت دُروسی کلھا	تو نے یاد کر لیے اپنے سبق تمام
” (المؤنث) اَنتِ یا عائشۃ تلمیذۃ مُجدّہ	تُو اے عائشہ ! طالبہ ہے محنتی ۔
حفظتِ دروسكِ کلھا	تو نے یاد کر لیے اپنے سبق پوری طرح ۔
الغائب المفود (المذکو) صدیقی خالد	میرے دوست خالد نے یاد کر لیے اپنے
حفظ دروسہٗ کلھا	سبق پورے ۔
” ” (المؤنث) افتی زینب حفظت	میری بہن زینب نے یاد کر لیے اپنے سبق
دروسہ کلھا	پورے ۔
المتکلم المثنیٰ (المذکو) انا وخالد تعاھدنا	میں نے اور خالد دونوں نے عہد کر لیا کمزور
علےٰ نصرۃ الضّعیف	کی مدد کا ۔
” (المؤنث) انا زینب وصدیقتی	میں، زینب اور میری دوست فاطمہ دونوں
فاطمۃ تعا ھدنا علےٰ خدمۃ الضعفاٗ	نے عہد کیا کمزوروں کی خدمت کا ۔
المخاطب المثنیٰ (المذکو) انتما یا اخو	تم دونوں نے اے میرے بھائیو عہد کیا
تعاھدتما علےٰ نصرہ الحق	حق کی حمایت کا ۔
المخاطب المثنیٰ (المؤنث) انتما یا زینب	تم دونوں نے اے زینب و فاطمہ عہد کیا کمزوروں

وفاطمة تعاهدتما على نصرة الضُّعفاءِ   کی مدد کا۔

الغائب المثنیٰ (المذکر) اخوايا تعاهدا على   ان دو بھائیوں نے سچ بات کا عہد کیا۔

قول الصدق

" " (المؤنث) زینب وفاطمة تعاهدتا   زینب وفاطمہ دونوں نے عہد کیا کمزوروں

على نصرة الضّعفاء   کی مدد کا۔

المتکلم الجمع (المذکر) نحن طلاب بعنا   ہم طالب علموں نے راہِ حق میں خود کو

انفسنا فی سبیل الحق   بیچ دیا۔

المتکلم الجمع (المؤنث) نحن طلاب بعنا   ہم طالبات نے خود کو بیچ دیا اللہ

انفسنا للہ   کے لیے۔

المخاطب الجمع (المذکر) انتم ایّھا الاخوان   اے بھائیو! تم نے اپنے آپ کو بیچ دیا

بعتم انفسکم فی سبیل الحق   راہِ حق میں۔

المخاطب الجمع (المؤنث) انتن ایتھا الطّالبات   اے طالبات تم نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا

بعتن انفسکنّ   (راہِ حق میں)

الغائب الجمع (المذکر) اخواننا باعوا انفسھم   ہمارے بھائیوں نے خود کو بیچ دیا راہِ حق

فی سبیل الحق   میں۔

الغائب الجمع (المؤنث) الطالبات بعن انفسھن   طالبات نے خود کو بیچ دیا اللہ کے

للہ   لیے۔

التمرین - مشق

۱۔ اتمم الجمل الآتية: مکمل کیجیے دیئے ہوئے جملے۔

ٔ۔ قمت بواجبي وانتَ ....   میں کھڑا ہوں اپنے فرض کیلئے ۔۔۔ اور تو (مرد)

وَأَنتِ ...... وصديقتي	اور تو (عورت) ----------اور میری دوست
وأُختي	اور میری بہن --------
أَنتما يا أخويَّ	تم دونوں میرے بھائی -------------
أنتُما يا أُختي .... صديقاي	تم دونوں میر -------- تم دونوں میرے دوست....
أُختايَ	تم دونوں میری بہنو ------------------
أنتُم أيُّها الإِخوان	تم اے بھائیو -------------------
أنتُنَّ أيتها الأَخواتُ	تم اے بہنو ------------------
اَلإِخوان هم .... اَلأَخواتُ هُنَّ	بھائی وہ سب ---- بہنیں وہ سب ---
٢۔ أَنا هاجرت من وطني	میں نے ہجرت کی اپنے وطن سے -------
وَوالدي ......وَوالدتي	اور میرا باپ ------ اور میری ماں ------
وإِخوتي .... واخواتي	اور میرے بھائی ------ اور میری بہنیں ----
وعمتي .... وخالتاي	اور میری پھوپھی ------ اور میری خالہ ------
أنتُم أيُّها الاخوان	تم اے بھائیو!
أنتُنَّ أيتها الاخوات	تم اے بہنو!
٣۔ أنتِ حفظت العهد	تو نے (اے عورت) حفاظت کی عہد کی ------
واخواك .... وأُختاكَ	اور تیرے دونوں بھائی... اور تیری دونوں بہنیں.
وعمّاك ...... وخالتاك	اور تیرے دونوں چچا ---- اور تیری دونوں خالائیں ---
وإخواتك .... وإخوانك	اور تیری دونوں بہنیں ---- اور تیرے دونوں بھائی ---
٤۔ خالد أدّى الامانة	خالد نے دے دی امانت ------------
وأُخته .... ووالده	اور اسکی بہن ------ اور اسکا باپ ------
وإِخوانُه ...... وأخواهُ	اور اسکی بہنوں ------ اور اسکے دونوں بھائی ----

وَانتِ يَا عائشة.................. اور تو اے عائشہ ــــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

وَانتُما يا عائشة ويا فاطمةُ........ اور تم دونوں اے عائشہ اور فاطمہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

وَاَخوانُكم.................. اور تمہارے بھائی ــــــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

۵۔ اَنتِ اكرمت ضيفك وسَعيدٌ وخالد تو نے عزت کی اپنے مہمان کی اور سعید کی اور خالد ـ ـ ـ

.... وفاطمة وهندٌ......... ـ ـ ـ ـ ـ ـ اور فاطمہ اور ہند ـ ـ ـ ـ ـ ـ

وَالطّلابُ....... والطّالبَاتُ....... اور طالبعلم ـ ـ ـ ـ اور طالبات ـ ـ ـ ـ ـ ـ

وَانتمُ........ وَانتُنّ......... اور تم سب مرد ـ ـ ـ اور تم سب مرد ـ ـ ـ ـ ـ ـ

آباءُنَا....... اجدادُنا........ ہمارے باپ ـ ـ ـ ہمارے دادا ـ ـ ـ ـ ـ ـ

نحنُ....... اِخوانتا........ ہم ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ہمارے بھائی ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

اَنتُما....... اَخواكما......... تم دونوں ــــ تمہارے دونوں بھائی ـ ـ ـ ـ ـ

اُختاكُما.... اخي ناداك......... تمہاری دونوں بہنیں ـ ـ ـ میرے بھائی نے آواز دی تجھے ـ ـ ـ ـ

واُختِي....... وَاخوايَ......... اور میری بہن ـ ـ ـ اور میرے دونوں بھائی ـ ـ ـ ـ ـ ـ

واِخواتي..... وَاِخوتي......... اور میری دونوں بہنیں ـ ـ ـ اور میرے بھائی ـ ـ ـ ـ

الدَّرسُ الثّاني وَالاربعُونَ۔ بیالیسواں سبق

البَرِيد ۔ ڈاک

الازمان السّالفة۔ گزرے زمانے — يَراسل۔ وہ بھیجتا ہے۔

اقصي۔ دور دراز — يفرز۔ چھانٹتا ہے

وزّع۔ اس نے تقسیم کیا — ساعي البريد ڈاکیہ

يلصق۔ لپٹاتا ہے، لگاتا ہے — اقامَ بالمكان۔ کھڑی ہوئی جگہ پر

رزمة۔ دستہ، بنڈل

کیس۔ تھیلا

كان يتعذّر على الانسان في الازمان	مشکل تھا انسان کے لیے گذشتہ زمانوں میں کہ
السّالفة اَنْ يراسل اصدقاءهُ المقيمين	وہ خط وکتابت کرے اپنے دوستوں سے
في بلادٍ بعيدةٍ۔	جو رہتے ہیں دور ملکوں میں۔
اَما اليومُ فيستطيع كلّ انسانٍ اَنْ	لیکن آج کر سکتا ہے ہر شخص کہ وہ خط بھیج
يراسل اِخوانه في اقصى مكانٍ في الارضِ	دے اپنے بھائیوں (دوستوں) کو دور تر مقام پر
بدفع مبلغٍ يسيرٍ من المال وذالك	زمین کے ادا کر کے تھوڑی رقم مال کی اور وہ
بفضل البريد۔	مہربانی ہے ڈاک کی (صدقہ ہے)
يكتبُ الرّجل رسالتهُ ثمّ يضعها في	لکھتا ہے ایک شخص اپنا خط پھر اُسے رکھتا ہے
غلافٍ يكتبُ على وجهه۔	ایک لفافہ میں لکھتا ہے اس کے اوپر
اسم المرسل اليه وعنوانه ثمّ	نام جس کو بھیج رہا ہے اور اس کا عنوان۔ پھر بند
يُغلقهُ ويلصقُ عليه طابعًا ثمّ	کرتا ہے اسے لگاتا ہے اس پر گوند پھر ڈالتا ہے
يضعهُ في صُندوق البريد۔	اسے لیٹر بکس میں۔
ويأتي ساعي البريد في ساعةٍ مُحدّدةٍ	اور آتا ہے ڈاکیہ (ڈاک کا ہرکارہ) مقررہ گھنٹہ پر
فيجمعُ كل ما اُلقي في هٰذه الصناديق	پھر وہ جمع کرتا ہے تمام جو ڈالے گئے ہیں ان بکسوں میں۔
ويحملها الى ادارة البريد وهناك	اور اٹھا لے جاتا ہے ڈاک خانہ تک اور وہاں انہیں
تُفرز وتُرتّب وتجعل رزمًا	چھانٹتا ہے اور ترتیب دیتے ہیں اور بناتے ہیں بنڈل۔
ثمّ توضع كلّ رزمةٍ في كيسٍ	پھر رکھتا ہے تمام بنڈل ایک خاص تھیلے میں اور بھیج دیئے
خاصٍ وتُرسلُ اِلى المحطّةِ ليحملها	جاتے ہیں ریلوے اسٹیشن کی طرف۔ اٹھا لے جائے
القِطار اِلى المكان المطلوبِ وفي	ریل مقام مقصود تک۔ اور ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی
كلّ محطةٍ يقطفُ القطار۔	ہے ریل۔

فيأخذُ كيساً مِّنَ الرَّسائِل ويُعطي	تو لے لیتا ہے خطوط کا تھیلا اور دے دیتا
أُخَرَ يتسلّمهُ مُوظّفٌ خاصٌ.	ہے دوسرا تاکہ وہ سپرد کر دے خاص ہرکارہ کو،
يحمِلهُ إلى إدارة فتتولّى توزِيعَه	اٹھا لے جاتا ہے ڈاک خانہ تک اور حوالے کر دیتا ہے اسے تقسیم کرنے کے لیے۔

شرح الكلمات - الفاظ کی تشریح

الازمان السابقة: الازمانُ الماضيةُ.	گذشتہ زمانوں۔
يتعذر على القيامِ بالامر: يعصب علَيَّ أجه او يتعسّر.	سخت ہے میرے لیے یا مشکل ہے۔
ارسل أُصدقاءه: ارسل اليهم رسالة.	بھیجا ان کے پاس خطوط۔
اقام بالمكان: سكن فيه واتّخذه وطناً.	اس میں ٹھہرا ہوا ہو اور بنا لیا ہو اسے وطن۔
الاَقصى: إسمُ تفضيل وهو الأبعد.	اسم تفضیل اور اس کے معنی زیادہ دور۔
ساعي البريد: العامل الّذي يقوم بتوزيع الرّسائل وتسليمها الى اصحابها.	کارگزار جو مقرر ہوتا ہے خطوط تقسیم کرنے کیلیے اور حوالے کرنے کے لیے اس کے لوگوں کو
الرزمة: من الثيابُ وغيرها.	تھیلا کپڑوں وغیرہ کا۔
علدمنها: جمع وربط.	الگ کرنا
فرز الشيئ: فصله وميّزه عن غيرهِ.	الگ کرنا اسے اور چھانٹنا دوسرے سے۔

التّمرين - مشق

أجب عن الاسئلة الآتية:	جواب دیجئے دیئے ہوئے سوالوں کے۔
هَل كان يستطيع الانسان؟	کیا کر سکتا تھا انسان؟
أن يَراسل اخوانه بسهولة في الازمان السّالفة؟	کہ خط و کتابت کرے اپنے بھائیوں سے آسانی کیساتھ گذشتہ زمانوں میں؟

وهل يتعذر اليوم على الانسان أن	کیا مشکل ہے آج انسان کے لیے کہ وہ خط بھیجے
يراسل صديقاً له في اقصى الارض؟	اپنے دوست کو زمین کے دور مقام؟
ماذا تفعل اذا اردت أن تراسل صديقاً	کیا کرتا ہے جب ارادہ کرتا ہے کہ خط بھیجے
لك؟	اپنے دوست کو؟
من الذي يأخذ الرسالة من صندوق	کون ہے جو لیتا ہے خط پوسٹ بکس سے اور
البريد؟ والى اين يحملها؟	کہاں اٹھالے جاتا ہے اسے؟
ما يصنع بالرسائل في ادارة البريد؟	کیا کرتا ہے خطوں کا ڈاکخانہ میں؟
ما الذي يحمل الرسائل من بلد إلى	کون ہے جو اٹھالے جاتا ہے خطوط ایک شہر سے
آخر؟	دوسرے تک؟
من الذي يتولى توزيعها وايصالها	کون ہے جو سپرد کرتا ہے اسکی تقسیم کیلیے اور اسے
إلى اصحابها؟	پہنچانے کیلیے اسکے اصحاب کو؟

الدرس الثالث والاربعون۔ تینتالیسواں سبق

كتاب إلى صديق ۔ خط دوست کی طرف (کے نام)

اخي العزيز:	میرے عزیز بھائی۔
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته	سلامتی ہو تم پر اور اللہ کی رحمت ہوں اور برکتیں اسکی ہوں
تسلمت رسالتك الكريمة منذ	مل گیا آپ کا گرامی نامہ گذشتہ دس روز
عشرة ايام كاملة۔	ہوئے۔
ويؤسفني اني ابطأت في الكتابة	مجھے افسوس کہ آپ کو لکھنے (جواب دینے)
اليك الى الآن۔	میں دیر کی اب تک۔
والحق اني منذ ذلك الحين الى اليوم	سچ (واقعہ) یہ ہے کہ میں گذشتہ وقت سے
وانا احاول وأن اكتب اليك في	اب تک ارادہ کرتا رہا کہ لکھوں آپ کو ہر

كلّ يوم۔

ثمّ تصرفني عن ذلك مشاغل الدّراسة فلعلك تعذرني إذا علمت أن اشغالي انّما كان بالتهيّوء للامتحان ولعلك تغفر لي تقصيري إذا علمت إني نلت الدّرجة الاولىٰ في الامتحان.

والآن أجد بين يديّ مشروعاتٍ كثيرةٍ أفكّر فيها وارجوان يتاح لي أن أنجزها جميعها وأنّ المشروع الاوّل۔

فهو إنّي اريد ان اقوم مع بعض اخواني في هذه القرية التي اعيش فيها وانا مدين لها ولاهلها بالشيئ الكثير بمشروع خدمةٍ اجتماعيّة۔ اريد ان احارب في قريتي الجهل والفقر والمرض وارجوا انّ يوفقني الله الى ذلك واليك تحيّاتي واشواقي۔

واخوك المخلص:۔

پھر متوجہ کرلیا اس کام سے تعلیم کے کاموں نے (اپنی طرف) اسلیے شاید آپ مجھے معاف فرمائیں گے میرے کاموں کی وجہ سے کیونکہ تیاری کررہا تھا امتحان کی اور شاید آپ معاف کردیں گے میری کوتاہی جب آپکو معلوم ہوگا کہ میں کامیاب ہوگیا پہلے درجہ میں امتحان میں۔

اور اب پاتا ہوں اپنے سامنے بہت سے پروگرام میں سوچ رہا تھا اسکے بارے میں اور امید کرتا ہوں کہ میسّر ہوگا مجھے کہ میں ان سب میں کامیاب ہوں اور بیشک پہلا پروگرام یہ ہے کہ

میں چاہتا ہوں کہ قیام کروں اپنے کچھ بھائیوں (ساتھیوں) کے ساتھ اس گاؤں میں جہاں میں نے زندگی بسر کی اور میں مقروض ہوں اس کا اور اسکے رہنے والوں کا بہت چیزوں میں رفاعی (عوامی) کاموں کا پروگرام رکھوں اور میں چاہتا ہوں کہ جنگ کروں اپنے گاؤں میں جہالت اور مفلسی اور بیماری کے خلاف اور امید کرتا ہوں کہ مجھے توفیق دے گا اللہ اسکی اور آپ کو میرا سلام ہو اور اشتیاق (ملاقات)

اور آپ کا مخلص بھائی۔

شرح الکلمات - الفاظ کی تشریح

أبطأ يُبطي ابطاءً ، ابطأ الرّجل في عملہ ضد أسرع۔	دیر کی آدمی نے اپنے کام میں الٹ ہے اس نے جلدی کی۔
الحينُ ، الوقتُ۔	وقت :
حَان الامر يحينُ : قرب وقته	ہو گیا کام وقت پر۔ اس کا وقت ہو گیا، اسکا ارادہ
أن أكتب اليك : اريد ذلك واطلبہ	کر رہا تھا اور تلاش تلاش میں تھا کہ کرتا چلوں۔
صرفتني الشاغل عن السفر : منعتي ورَدتني ورَفعتني۔	مجھ کو روک دیا۔ مجھے باز کر دیا مجھے منع کر دیا۔
الشاغل : ج مشغله ، وهي مايشغلُ۔	مشاغل جمع مشغلہ کی ہے اور وہ جس میں مشغولیت ہو۔
إنّما كان انشغالي بالتهيؤ للامتحان :	بیشک تھا میرا کام امتحان کے لیے تیاری کرنا۔
ماكان اشغالي الا بالتهيؤ للامتحان۔	نہیں تھا میرا کام سوائے امتحان کی تیاری کے۔
اَتاح اللهِ لي السفرِ الى الحَجاز :	مجھے میسّر کرے اللہ حجاز کا سفر۔
هَيّا اللهُ لي ذلك :	میسّر کرے اللہ مجھے وہ۔
انجز الوعد : وفي به ومنه المثلُ	اس نے پورا کر دیا اسے اور جیسے :
انجز حرُّ ما وعَد۔	پورا کرتا ہے شریف جو وعدہ کرتا ہے۔
انجزُ الأمر : قضاهٗ۔	پورا کر دیا کام۔ اسے پورا کیا۔
قام بالامرِ ، تولاّهُ۔	اس کو پورا کر دیا۔
اَدانهٗ : اقرض۔ والمقرض : الدائن	اس نے قرض لیا۔ قرض دینے والا
والمقرَضُ ، المَدينُ	قرض لینے والا۔
أسفني الجزء ، أحزنني	مجھے افسوس ہے۔
أجبُ عن الاسئلة الأتية :	جواب دیجیے دیئے ہوئے سوالات کے۔

منذ متى تسلمتُ رسالة صديقي؟	کب گذشتہ ملا مجھے خط میرے دوست کا؟
هَل اَجبتهٗ علٰے رسالتِهٖ في حينها؟	کیا جواب دیا اس کے خط کا اسکے وقت پر؟
هل كُنتُ احاولُ ان اكتبُ اليه؟	کیا میں ارادہ کر رہا تھا کہ اسے خط لکھوں؟
لِمَ اَبطات في الكتابةِ اليه وما الذي كان يصرفني عن ذلك؟	کیوں دیر کی میں نے لکھنے میں اسے اور کون سی تھی وجہ جس نے مجھے روک دیا اس سے؟
ماهُوَ الحدث الهام الّذي اخبرت به صديقي؟	کیا ہوا واقعہ جس کی خبر دی میں نے اپنے دوست کو؟
مَاهُوَ اهمُ المشرُوعات الّتي اُفكِرُ فيها.	کیا ہیں ضروری پروگرام جس کے بارے میں میں سوچ رہا ہوں؟
ما معنى الخدمة الاجتماعية؟	کیا ہے مطلب اجتماعی خدمت کا؟
وَهل تحبُّ أن تكون عاملاً في خدمةِ المجتمع الّذي تعيش فيه۔	اور کیا چاہتا ہے کہ اجتماعی خدمت کرے جس میں تو نے زندگی گزاری؟
ائي رسالة الى صديقك؟	ایک خط اپنے بھائی کی طرف۔

الدَّرسُ الرَّابع وَ الاَربعُون۔ چوالیسواں سبق

اِسمُ المَفعُول۔ اسم المفعول

من الثلاثي	تین حرفوں والے سے
افتح الباب۔ وانا فاتح.	میں کھولتا ہوں دروازہ، میں کھولنے والا ہوں۔
الباب مفتوح	دروازہ کھلا ہوا ہے۔
اٰخذ الكتاب، اَنَا اٰخذ.	لیتا ہوں کتاب، میں لینے والا ہوں۔
الكتابُ ماخوذ	کتاب لی ہوئی ہے۔

اَقرءُ الکتاب، انا قاریٌ	پڑھتا ہوں کتاب، میں پڑھنے والا ہوں،
الکتاب مقروءٌ	کتاب پڑھی ہوئی ہے۔
اضعُ الکتاب، انا واضعٌ	رکھتا ہوں کتاب، میں رکھنے والا ہوں۔
الکتاب موضوعٌ	کتاب رکھی ہوئی ہے۔
اکتبُ رسالةً، اَنا کاتبٌ،	لکھتا ہوں ایک خط، میں لکھنے والا ہوں۔
والرّسالة مکتوبةٌ	اور خط لکھا ہوا ہے۔
اکتبُ اسمكَ، اَنا کاتبٌ،	لکھتا ہوں تیرا نام، میں لکھنے والا ہوں۔
والاسمُ مکتوبٌ	اور نام لکھا ہوا ہے۔
اَسمع صوتًا، اَنا سامعٌ	سنتا ہوں ایک آواز، میں سننے والا ہوں۔
اَلصّوت مسموعٌ	آواز سنی ہوئی ہے۔
اشمّ الرائحة، انا شامٌّ،	سونگھتا ہوں خوشبو، میں سونگھنے والا ہوں۔
الرائحة مشمومةٌ	خوشبو سونگھی ہوئی ہے۔
المسُ الکتاب، اَنا لامسٌ،	چھوتا ہوں کتاب، میں چھونے والا ہوں۔
الکتاب ملموسٌ	کتاب چھوئی ہوئی ہے۔
ارکب علی الحصان، انا راکب،	سوار ہوتا ہوں گھوڑے پر، میں سوار ہوں۔
الحصان مرکوبٌ	گھوڑا سواری کیا ہوا۔
اُمدُّ یدي الیكَ، اَنا مادٌّ،	بڑھاتا ہوں میں ہاتھ اپنا تیری طرف میں بڑھانے والا ہوں۔
یدي ممدودةٌ	میرا ہاتھ بڑھایا ہوا ہے۔
اَقطف زهرةً، اَنا قاطفٌ،	چنتا ہوں پھول، میں چننے والا ہوں۔
الزهرة مقطوفةٌ	پھول چنا ہوا ہے۔
اٰکل خبزًا، اَنا اٰکلٌ	کھاتا ہوں روٹی، میں کھانے والا ہوں۔

خبزٌ مأكولٌ — روٹی کھائی ہوئی ہے۔

أعدّ الأقلام، أنا عادٌّ۔ — گنتا ہوں قلموں کو، میں گننے والا ہوں۔

الأقلام معدودةٌ — قلم گنے ہوئے۔

أحمل الكتاب، أنا حامل۔ — اٹھاتا ہوں کتاب، میں اٹھانے والا ہوں۔

الكتابُ محمولٌ — کتاب اٹھائی ہوئی ہے۔

ألبس قميصًا، أنا لابسٌ، — پہنتا ہوں کرتہ، میں پہننے والا ہوں۔

القميص ملبوس — کرتہ پہنا ہوا ہے۔

أسبق رفيقي، أنا سابق، — آگے ہوں اپنے دوست سے، میں آگے ہونے والا ہوں

رفيقي مسبوقٌ — میرا ساتھی آگے کیا ہوا ہے (پیچھے)

أسألكَ، أنا سائل، — میں سوال کرتا ہوں تجھ سے، میں سوال کرنے والا ہوں۔

انتَ مسئولٌ — تو سوال کیا ہوا ہے۔

أشرب الماءَ، أنا شارب، — میں پیتا ہوں پانی، میں پینے والا ہوں،

الماءُ مشروبٌ۔ — پانی پیا ہوا۔

أعرف العربية، أنا عارف، — جانتا ہوں عربی، میں جاننے والا ہوں،

العربية معروفةٌ۔ — عربی جانی ہوئی ہے۔

أترك الكتاب، أنا تارك، — چھوڑتا ہوں کتاب، میں چھوڑنے والا ہوں۔

الكتاب متروكٌ — کتاب چھوڑی ہوئی۔

أقشر الفاكهة، أنا قاشر، — چھیلتا ہوں میوہ، میں چھیلنے والا ہوں۔

الفاكهة مقشورة — میوہ چھیلا ہوا ہے۔

أمسح السكين، أنا ماسحٌ، — صاف کرتا ہوں چھری، میں صاف کرنے والا ہوں،

السكين ممسوحة — چھری صاف کی ہوئی۔

اغسل الثوب، اَنا غاسل،	دھوتا ہوں لباس، میں دھونے والا ہوں،
الثوب مغسولٌ	لباس دُھلا ہوا ہے۔
اَزورك، اَنا زائرٌ،	ملاقات کرتا ہوں تجھ سے، میں ملاقات کرنیوالا ہوں
انت مزورٌ	تو ملاقات کیا ہوا۔
اضرب الارض، بالعصاءِ، اَنا ضاربٌ	مارتا ہوں زمین کو ڈنڈے سے، میں مارنیوالا ہوں،
الارض مضروبٌ	زمین ماری ہوئی ہے۔

من غير الثلاثي :۔ تین حرف والوں کے علاوہ

اغلق الباب، اَنا مغلق،	بند کرتا ہوں دروازہ، میں بند کرنے والا ہوں۔
الباب مغلق	دروازہ بند کیا ہوا ہے۔
اعطي كتابًا، اَنا معطي،	دیتا ہوں ایک کتاب، میں دینے والا ہوں
الكتاب معطيٌ	کتاب دی ہوئی ہے۔
اغمض عيني، اَنا مغمض،	بند کرتا ہوں اپنی آنکھ، میں بند کرنیوالا ہوں۔
عيني مغمضةٌ	میری آنکھ بند کی ہوئی ہے
اخاطب صديقي، اَنا مخاطب،	میں مخاطب ہوں اپنے دوست سے، میں مخاطب ہونے والا ہوں۔ میرا دوست مخاطب کیا ہوا ہے۔
صديقي مخاطب	
اقبل يدهٗ، اَنا مقبِّل،	چومتا ہوں اس کا ہاتھ، میں چومنے والا ہوں۔
يدهٗ مقبّلة۔	اس کا ہاتھ چوما ہوا ہے۔
اساعد ابي، اَنا مساعِد،	مدد کرتا ہوں اپنے باپ کی، میں مدد کرنے والا ہوں،
اَبي مساعد۔	میرا باپ مدد کیا ہوا ہے۔
اَحبّ والدي، اَنا محبّ،	میں محبت کرتا ہوں اپنے باپ سے، میں محبت کرنیوالا ہوں۔ میرا باپ محبت کیے [illegible] ہے۔
والدي محبّ	

أتناول طعامي، أنا متناول، — کھاتا ہوں اپنا کھانا، میں کھانے والا ہوں۔

اَلطّعام متناول۔ — کھانا کھایا ہوا ہے۔

اُسابق رفاقي، أنا مسابقٌ، — آگے بڑھتا ہوں اپنے ساتھیوں سے، میں آگے بڑھنے

وھم مسابقون — والا ہوں۔ وہ آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

اُعلّمكَ، اَنا مُعلِّمٌ۔ — میں تعلیم دیتا ہوں تجھے، میں تعلیم دینے والا ہوں۔

اَنتَ مُعلَّم — تو تعلیم پانے والا ہے۔

اُمسك القلم، اَنا مُمسكٌ، — پکڑتا ہوں قلم، میں پکڑنے والا ہوں۔

لقلم ممسكٌ — قلم پکڑا ہوا ہے۔

اُنظّف ثوبي، اَنا منظف، — صاف کرتا ہوں اپنا لباس، میں صاف کرنے والا ہوں۔

الثوب مُنظّف۔ — لباس صاف کیا ہوا ہے۔

التمرين ۔ مشق

اجب عَنِ الاسئلة الآتية : — جوابات دیجئے دیئے گئے سوالوں کے؟

هَل الكتابُ مفتوح ؟ — کیا کتاب کھلی ہوئی ہے؟

هَل النافذةُ مُغلقة ؟ — کیا کھڑکی بند کی ہوئی ہے؟

هَل الزّهرة مقطوفة ؟ — کیا پھول چنا ہوا ہے؟

هَل اَلطّعام مَاكول ؟ — کیا کھانا کھایا ہوا ہے؟

هل الضّعيف محمُول ؟ — کیا کمزور اٹھایا ہوا ہے؟

هل المَتاع مسروق ؟ — کیا سامان چرایا ہوا ہے؟

هل المُفكّر متروك ؟ — کیا سوچی بات چھوڑی ہوئی ہے؟

هَل الثوبُ مغسول ؟ — کیا لباس دھلا ہوا ہے؟

أُنت سابق اَم مسبوق ؟ — کیا تو آگے جانے والا ہے یا پیچھے رہنے والا؟

أَأَنْتَ مُعْطٍ أَمْ مُعْطًى ؟ — کیا تو دینے والا ہے یا دیا ہوا ہے ؟

أَأَنْتَ مُخَاطِبٌ أَمْ مُخَاطَبٌ ؟ — کیا تو مخاطب کرنیوالا ہے یا خطاب کیا ہوا ہے ؟

أَأَنْتَ مُسَاعِدٌ أَمْ مُسَاعَدٌ ؟ — کیا تو مدد کرنیوالا ہے یا مدد کیا ہوا ہے ؟

أَأَنْتَ مُحِبٌّ أَمْ مَحْبُوبٌ ؟ — کیا تو محبت کرنیوالا ہے یا محبت کیا ہوا ہے ؟

أَكُلُّ مُحِبٍّ مَحْبُوبٌ ؟ — کیا تمام محبت کرنیوالے محبت کیے ہوئے (محبوب) ہیں ؟

أَأَنْتَ حَامِلٌ أَمْ مَحْمُولٌ ؟ — کیا تو اٹھانے والا ہے یا اٹھایا ہوا ہے ؟

أَكُلُّ حَامِلٍ مَحْمُولٌ ؟ — کیا تمام اٹھانیوالے اٹھائے ہوئے ہیں ؟

أَأَنْتَ آكِلٌ أَمْ مَأْكُولٌ ؟ — کیا تو کھانے والا ہے یا کھایا ہوا ہے ؟

أَأَنْتَ ضَارِبٌ أَمْ مَضْرُوبٌ ؟ — کیا تو مارنے والا ہے یا مارا ہوا ہے ؟

أَأَنْتَ مُعَلِّمٌ أَمْ مُعَلَّمٌ ؟ — کیا تو تعلیم دینے والا ہے یا تعلیم دیا ہوا ہے ؟

الْأَرْضُ مَضْرُوبٌ۔ — زمین ماری ہوئی ہے۔

الدَّرْسُ الْخَامِسُ وَالْأَرْبَعُونَ ۔ پینتالیسواں سبق

نَائِبُ الْفَاعِلِ

يَجْمَعُ عَامِلُ الْبَرِيدِ الرَّسَائِلَ۔ — جمع کرتا ہے ڈاکیہ خطوط۔

تُجْمَعُ الرَّسَائِلُ۔ — جمع کیے جاتے ہیں خطوط۔

يَفْرِزُ الْعَامِلُ الرَّسَائِلَ۔ — چھانٹتا ہے ڈاکیہ خطوط۔

تُفْرَزُ الرَّسَائِلُ۔ — چھانٹے جاتے ہیں خطوط۔

يُرَتِّبُ الْعَامِلُ الرَّسَائِلَ — ترتیب دیتا ہے ڈاکیہ خطوط۔

تُرَتَّبُ الرَّسَائِلُ۔ — ترتیب دیئے جاتے ہیں خطوط۔

يَجْعَلُ الْعَامِلُ الرَّسَائِلَ رِزَمًا۔ — بناتا ہے ڈاکیہ بنڈل۔

تُجْعَلُ الرَّسَائِلُ رِزَمًا۔ — بنائے جاتے ہیں خطوط کے بنڈل۔

يَضَعُ العَامِلُ الرِّزَمَ في كيسٍ۔	رکھتا ہے ڈاکیہ بنڈل کو تھیلے میں۔
تُوضَعُ الرِّزَمُ في كيسٍ	رکھے جاتے ہیں بنڈل ایک تھیلے میں۔
جَمَعَ العاملُ الرَّسائلَ۔	جمع کیے ڈاکیہ نے خطوط۔
جُمِعَتِ الرَّسائلُ۔	جمع کیے گئے خطوط۔
جَمَعَ ابُوبكرٍ القُرآنَ۔	جمع کیا ابوبکر نے قرآن۔
جُمِعَ القرآنُ۔	جمع کیا گیا قرآن۔
رتّبَ العاملُ الرّسائلَ	ترتیب دیئے ڈاکیہ نے خطوط۔
رُتِّبتِ الرّسائلُ	ترتیب دیئے گئے خطوط۔
فتحَ التلميذُ الكتابَ۔	کھولی طالب علم نے کتاب۔
فُتِحَ الكتابُ۔	کھولی گئی کتاب۔
فتحَ المُسلمونَ البلادَ۔	فتح کیا مسلمانوں نے ملک۔
فُتِحَتِ البلادُ۔	فتح کیے گئے ملک۔
تاملُ الامثلةَ السابقةَ وقارن بَين	غور کیجیے گذشتہ مثالوں پر اور فرق کیجیے ہر
كُلِ مثالٍ في الطّائفةِ الاُولىٰ۔	ایک مثال پر پہلے حصہ کی۔
في الامثلة وما يقابلُهُ في الطائفةِ	مثالوں میں اور جب مقابلہ کیا جائے اس کا دوسرے
الثانيةِ وكذلك كُل مثالٍ في	حصہ سے اور اس طرح ہر ایک مثال تیسرے
الطائفة الثالثة وما يقابلُهُ في	حصہ کی اور مقابلہ ہو اس کا چوتھے حصہ سے تو
الطّائفة الرابعة تجد المثال الاوّل	آپ پائیں گے پہلی منزلیں چوتھے
في الزمر الاربع يدُل علىٰ معنى واحد	حصہ میں وہ بتاتا ہے ایک کے معنی تقریباً کہ اس
تقريبًا هو جمع الرّسائل۔	نے جمع کیے خطوط۔
إلّا ان الفعل في المثالين الاوّلين	مگر دونوں پہلی مثالوں میں مضارع ہیں اور
مُضارع وفي المثال الثالث والرّابع	تیسری اور چوتھی مثال میں ماضی ہے

ماضٍ.

ثُمَّ تلاحظ ما يلي: اوّلاً: أنّ الّذي يجمع الرسائل في المثال الاوّل هو العامل.

پھر غور کرو تو پہلی: کہ بے شک جو جمع کرتا ہے پہلی مثال میں وہ ڈاکیہ (ہرکارہ ہے)

هو مذكورٌ في الطائفة الاولى و الثالثة غير مذكورٍ في الطّائفة الثانيه والرابعة والفاعل مذكورٌ في امثلة الطائفة الاولى والثالثة مسكوتٌ عنهُ في امثلة الطائفة الثالثة والرّابعة اوتقول الفاعلُ معلومٌ في الطائف الطائفة الاولى و الثالثة مجهولٌ في امثلة الطّائفة الثالثة والرّابعة.

اور وہ بیان کیا گیا پہلے اور تیسرے حصہ میں اور بیان نہ کیے گیا دوسرے اور چوتھے میں اور فاعل کا ذکر کیا گیا پہلی اور تیسری مثالوں میں اور خاموش (بیان نہ کیا گیا) تیسرے اور چوتھے حصہ میں۔ یا ہم بیان کریں معلوم فاعل کو پہلے اور تیسرے حصہ میں۔ اور نامعلوم ہے دوسرے اور چوتھے حصہ میں۔

ثانيًا: أنّ المفعول في أمثلة الطائفة الاولى والثالثة منصوب أما في امثلة الطائفة الثانية والرابعة فهو مرفوعٌ وهٰذا يدلّ على أنّه قد أخذ مكان الفاعل وناب عنه فلا يُسمّى فاعلاً ولا مفعولاً ولكنّه يُسمّى نائبًا عن الفاعل.

دوسرے یہ کہ بیشک مفعول پہلے اور تیسرے حصہ میں زبر کے ساتھ آیا ہے لیکن دوسرے اور چوتھے حصہ کی مثالوں میں تو وہ پیش کیساتھ آیا ہے اور یہ بتاتا ہے اسکو کہ اس نے لے لی ہے فاعل کی جگہ اور اسکا نائب ہوگیا تو نام نہیں لیا گیا فاعل کا اور نہ مفعول کا لیکن وہ کہا جائے گا نائب فعل۔

ثالثًا: حدث تغيير في شكل الفعل

تیسرے واقع ہوئی تبدیلی فعل مضارع کی شکل میں

المُضارعُ في الامثلة الثانية وفي شكل الماضي في الطائفة الرّابعة فالمُضارع صار اوّل حرف فيه مضمومًا والحرف الّذي قبل آخره مفتوحًا والماضي صار اوّل حرفٍ منه مضمومًا والحرفُ الّذي قبلَ آخرهٖ صار مكسورًا

دوسری مثالوں میں اور ماضی کی شکل میں چوتھے حصہ کی پھر مضارع ہوگیا اس کا پہلا حرف پیش والا اور وہ حرف جو اس کے آخر سے پہلا ہے زبر والا ہوگیا۔ اور ماضی میں پہلا حرف اس کا پیش والا اور وہ حرف جو اسکے آخر سے پہلا ہے وہ زیر والا ہوگیا۔

التمرين - مشق

۱۔ حوّل الافعال الّتي في الجمل الاتية الى افعالٍ مبنية للمجهول۔	تبدیل کیجیے وہ افعال جو دیئے گئے جملوں میں ہیں بیان کیے گئے افعال کو مجہول بنا کر۔
شربَ الولدُ اللبن۔	پیا لڑکے نے دودھ۔
أكلَ الهِرُّ الطّعامَ۔	کھالیا بلی نے کھانا۔
سرقَ اللصُّ المتاعَ۔	چرالیا چور نے سامان۔
قتلَ الرّجلُ الذئبَ۔	مار ڈالا آدمی نے بھیڑیئے کو۔
ذبحَ الجزارُ النعجةَ۔	ذبح کیا قصاب نے بھیڑ کو۔
كسرَ صديقي القلم	توڑ دیا میرے دوست نے قلم۔
يجمعُ الاولادُ الازهارَ۔	جمع کرتے ہیں لڑکے پھولوں کو۔
يقطفُ الصّغارُ الأثمارَ۔	چنتے ہیں بچے پھلوں کو۔
يشمُّ الطفلُ الوردةَ۔	سونگھتا ہے بچہ گلاب کا پھول۔
يرعى الراعي	چراتا ہے چرواہا بکریاں۔
يقودُ القائدُ الجندَ۔	قیادت کرتا ہے سپہ سالار فوج کی۔

يضربُ الغلامُ الوحش۔ — مارتا ہے غلام جانور کو۔

يزرع الرّجل القمح۔ — بوتا ہے آدمی گیہوں۔

يسقى الرّجلُ الارض۔ — سیراب کرتا ہے آدمی زمین کو۔

يحصِدُ الرّجلُ القمح۔ — کاٹتا ہے آدمی گیہوں کو۔

يُنظفُ البنتُ الثوب۔ — صاف کرتی ہے لڑکی لباس۔

يغسل الطّفلُ وجهَهٗ۔ — دھوتا ہے بچہ اپنا چہرہ۔

يَلبسُ الرّجلُ ثوبه۔ — پہنتا ہے آدمی اپنا لباس۔

يعبُدُ العبدُ ربّهٗ۔ — عبادت کرتا ہے بندہ اپنے رب کی۔

يعظِمُ المخلوق خالقه — بڑائی کرتی ہے مخلوق اپنے خالق کی۔

يسمع الله نداءَ عبدهٗ۔ — سنتا ہے آواز اپنے بندہ کی۔

ترحمُ الامُ صغارها — رحم کرتی ہے ماں اپنے چھوٹے بچوں پر۔

تحبُ الوالدة ولدَها۔ — محبت کرتی ہے ماں اپنے لڑکے سے۔

ترضِعُ الامُ طفلَها۔ — دودھ پلاتی ہے ماں اپنے بچّہ کو۔

۲۔ اذكرُ عشرة اُمثلة لفعل مُضارع مبنی للمجهُول ومثلها لفعل ماضي مبنی للمجهول۔ — بیان کیجیے دس مثالیں فعل مضارع کی جو مجہول ہوں اور اسی طرح فعل ماضی کی جو مجہول ہوں۔

۳۔ صف كلّ مايفعل لكتابة رسالة وابدأ من ادوات الكتابة حتّى إلى تسليم الرّسالة إلى صاحبها بواسطة ساعي البريد مُستعملاً في ذلك افعالاً مبنية للمجهول۔ — بیان کیجیے تمام باتیں جو کی جاتی ہیں ایک خط میں اور شروع کرو لکھنے کے ذرائع (اوزار) آلے سے یہاں کہ تو پہنچ جائے اس کے مکتوب الیہ تک ڈاکیے کے ذریعے سے استعمال کئے جائیں اس میں افعال جو مجہول کہے جاتے ہیں۔

اَلدَّرسُ السَّادسَ وَالاربَعُونَ۔ چھیالیسواں سبق

ذَكِيّ ۔ ذہین

١۔ ارادرجلٌ ان يشتري حذاءً۔	ارادہ کیا ایک شخص نے کہ خریدے ایک جوتا۔
وكان بائعُ الاحذيه بَعيداً عن	اور جوتا بیچنے والا اس کے گھر سے دور
بيتهٖ۔ فاخذَ قياس قدمهٖ بخيطٍ۔	تھا تو اس نے لیا ناپ اپنے پاؤں کا دھاگے سے،
وارسله مع صَبّی الٰی دُکانِ بائعِ	اور بھیجا اپنے بچّے کے ساتھ جوتا بیچنے والے کی
الاحذيه ليشتري لَهُ حذاءً	دکان کی طرف تاکہ خریدے جوتا اپنے ناپ
يُوافق القياس۔	کے مطابق۔
٢۔ لم يستطع الصبیُّ اَن يقوم بهٰذهِ	نہ کرسکا بچہ کہ پورا کردے اس اہم
المُهمّةِ۔	کام کو۔
فذهبَ الرَّجل بنفسهٖ واتّجه اِلٰی	تو گیا وہ شخص بذاتِ خود اور متوجہ ہوا جوتا
بائعِ الاحذيه۔	بیچنے والے کی طرف۔
وماإن وصل اليه حتّٰى وقف فجاءَةً	اور جب کہ پہنچا اس تک تو کھڑا رہ گیا اچانک
وَوضع يَدَهٗ علٰی جبينهٖ وتمتم	اور رکھا ہاتھ اپنی پیشانی پر اور بڑبڑا کر کہنے
قائلاً۔	لگا:
قاتل اللهُ الشّيطان۔ لقد نسيتُ	غارت کرے اللہ شیطان کو میں بھول آیا ہوں
القياسَ۔ ثمّ عاداَدراجه مُسرعًا	ناپ۔ پھر لوٹا فوراً تیزی سے تاکہ لے آئے
لياخذ القياس مِنَ الصّبی،	ناپ بچے سے۔
يا نّهٗ من ذكیّ....	دیکھئے تو وہ کیسا ذہین تھا۔

شرح الکلمات - الفاظ کی تشریح

المھمّة: الامرُ العظیم۔ بڑا کام، اہم کام۔

عَادَ أدراجه۔ عادَ من حیثُ أتیٰ۔ وہ واپس ہوا جیسا کہ آیا تھا۔

یالہٗ من ذکي: مَا اشدّ ذکاءهٗ۔ کیسی زبردست تھی اسکی ذہانت۔

اِنْ حرف معناه الشرط ومثاله: اِنْ حرف ہے جس کے معنی شرط کے ہیں اسکی مثال

إن تصبر تفز۔ یہ کہ اگر تو صبر کرے گا تو کامیاب ہو جائے گا۔

ولکنها في القطعة السابقة زائدة لیکن وہ گذشتہ حصّے میں زائد ہے تو تو کہے

فقولك ما اِن وصل مثل قولك مَا گا جب کہ تو پہنچے گا تیری بات کی طرح کہ جب

وصل القیاس: مایقاس به۔ پہنچا ناپ: گویا جس سے اندازہ کیا جا سکے۔

اتّجه إلیه: حَوَّلَ وجههٗ الیه۔ پھیرا اپنا چہرہ اسکی طرف۔

فجاءة۔ بغتة۔ اچانک، فوری۔

تمتم فی الکلام: عجّلَ لَهٗ ولَم اس نے اس میں جلدی کی اور اسے بالکل نہ سمجھا،

یفهمه۔ بڑبڑانے لگا۔

أَلاسئلة: سوالات

۱۔ ماذا أرادَ الرّجلُ؟ کیا ارادہ کیا آدمی نے؟

۲۔ لماذا أخذ قیاس قدمه بخیطٍ۔ کیوں اس نے ناپ لیا اپنے پاؤں کا دھاگے سے؟

۳۔ هل استطاع الصبیُ القیام بهٰذه المهمّة کیا لڑکا پورا کر سکا یہ اہم کام؟

۴۔ خرج الرّجل بنفسه، فلمّاذا توقّف فَجَاءةً؟ باہر گیا آدمی بذاتِ خود، تو کس لیے ٹھہرا اچانک؟

۵۔ هل هو مصیب برجوعه لاخذِ القیاس؟ کیا وہ لوٹا صحیح ناپ لینے کے لیے؟

۶۔ هل فطن الرَّجل إلى أنَّه لا يحتاجُ إلى القياس؟ — کیا عقل رکھتا ہے آدمی کہ وہ ناپ کا محتاج نہ ہو؟

۷۔ هل يُريد الكاتبُ إمتداح الرَّجل بقوله "يالَهُ من ذكي" — کیا چاہتا ہے لکھنے والا اس شخص کی تعریف کرنا اپنے قول سے دیکھو تو وہ کیسا ذہین تھا؟

ماذا يُريد الكاتب بالجُملة السابقة — کیا بتانا چاہتا ہے لکھنے والا گذشتہ جملہ کے ذریعے؟

۸۔ هَل وَقع لكَ شيئٌ شبيه بما وَقع لهٰذ الرَّجل قُصَّ ما وَقعَ لكَ۔ — کیا تجھے پیش آیا کچھ مانند اس کے جو واقع ہوا اس شخص پر۔ بیان کرو جو تمہیں پیش آیا۔

الدَّرسُ السَّابعَ والاربعُونَ۔ سینتالیسواں سبق

اَلسَّلطَانُ الرَّحِيْمُ۔ رحمدل بادشاہ

۱۔ كان سلطانُ صَلاحُ الدِّين رقيقُ القلب جدًّا۔ — تھا سلطان صلاح الدین نہایت رحم دل۔

والناس يأمنون ظلمه لِعَدلِه۔ — اور لوگ امن میں تھے (محفوظ) اسکے ظلم سے اسکے انصاف کے سبب۔

ومن صَنائعهُ انَّ احَدَ جنوده أخذ صَبيًّا للاعداءِ لا يتجاوز ثلاثة اشهرٍ من عُمرِه۔ — اسکی خوبیوں (احسانات) میں سے تھا کہ اس کے ایک فوجی نے پکڑ لیا ایک بچہ دشمنوں کا کہ زیادہ نہیں تھی تین مہینوں سے اس کی عمر۔

فحزنت عليه اُمّهُ كثيراً۔ واشتكت إلى مُلوكِ الافرنجِ طالبةً أن يَعملوا علىٰ ردِّ وليدِها اليها۔ فقالوا لها: إنَّ سُلطان المسلمين رحيمُ القلب فاذهبي إليه۔ — تو ہوئی غمگین اس پر اس کی ماں بہت اور اس نے شکایت کی یورپ کے بادشاہوں سے اور چاہا کہ وہ کچھ کریں اسکے لڑکے کی واپسی کیلیے اسکے پاس تو انہوں نے کہا بیشک مسلمانوں کا بادشاہ رحمدل ہے تو چلی جا اس کے پاس۔

فجاءت إلى السُّلطانِ صَلاحُ الدِّين — تو وہ آئی سلطان صلاح الدین کے پاس۔

فبكت وشكت أمرها إليه. فرقّ لها قلبه	پھر وہ رونے لگی اور اس نے شکایت کی اپنے معاملہ کی تو
ودمعت عيناه. ولمر بإحضار ولدها۔	اسکا دل نرم ہوگیا بھر آیا اور اسکی دونوں آنکھوں میں آنسو آگئے
ولم يزل صلاح الدين واقفاً حتى جيء	اور حکم دیا اسکے لڑکے کو حاضر کرنیکا اور مسلسل صلاح الدین ٹھہرا رہا
بالغلام. فدفعه إلى امه وحملها على	یہانتک کہ اُسے ملازم لے آیا تو اُسے لوٹا دیا اس کی ماں کو
فرس إلى قومها معززة مكرّمة	اور اسے سوار کیا گھوڑے پر اسکی قوم کیطرف عزت کیساتھ اور احترام سے۔

شرح الكلمات

صنائع، جمع، مفرده صنيعة۔	صنائع۔ جمع ہے اسکا واحد صیغہ ہے صنیعۃ:
الصنيعة: المعروف.	احسان۔
رقّ لها قلب الخليفة: اشفق الخليفة عليها۔	مہربان ہوگیا خلیفہ اس پر۔

الأسئلة : — سوالات:

١۔ لماذا احزنت الأمّ ؟	کیوں غمگین ہوئی ماں؟
٢۔ هل حاول الافرنج أن يردّوا لها ولدها؟	کیا خیال کیا یورپ والوں نے کہ وہ واپس کردیں گے اس کا لڑکا؟
٣۔ كيف قدمت الأمّ إلى السلطان صلاح الدين وهو عدوّ لقومها؟	کس طرح گئی ماں سلطان صلاح الدین کے پاس اور وہ دشمن تھا اسکی قوم کا؟
٤۔ لماذا ظلّ السلطان واقفاً؟	کیوں رہا سلطان کھڑا ہوا؟
٥۔ على أيّ شيء يدلّ عمل السلطان؟	کونسی چیز کی رہنمائی کرتا ہے بادشاہ کا کام؟
خاطب المرأة وقل لها: أنت حزنت على ولدك	مخاطب کر عورت کو اور اس سے کہہ: تو غمگین ہوئی اپنے بیٹے کے بارے میں؟
وأتمم القصة على هذا المنوال۔	پوری کیجیے کہانی اس انداز پر؟

اَلدَّرسُ الثَّامِنَ وَالاَربعُونَ ۔ اڑتالیسواں سبق

رسُولُ قیصر ۔ قیصر کا سفیر

أرسلَ قیصرُ ملِكُ الرُّومِ رسُولاً إلىٰ	بھیجا قیصر نے جو روم کا بادشاہ تھا ایک سفیر عمر بن
عُمَرَبنِ الخطّابِ لِیَنظُرَ احوالَہُ۔	الخطابؓ کے پاس تا کہ دیکھے ان کے حالات۔
ویُشاھِدَ أفعالَہُ۔	اور مشاہدہ کرے اس کے کاموں کا۔
فلمّا دخلَ المدینۃَ سأَلَ اَھلَھا وقالَ	تو جب وہ داخل ہوا مدینہ میں اس نے پوچھا وہاں
این مَلِکُکُم؟	رہنے والوں سے اور کہا کہاں ہے تمہارا بادشاہ؟
فقالُوا: لیسَ لنا مَلِكٌ،	تو انھوں نے کہا ہمارا بادشاہ نہیں ہوتا؛
بَل لنا أمیرٌ،	بلکہ ہمارا امیر ہوتا ہے۔
وَقد خرجَ إلیٰ ظاھرِ المَدِینۃِ۔	اور وہ گیا ہوا ہے اطرافِ مدینہ۔
فَخرجَ الرَّسولُ فِي طَلبِہ،	تو باہر نکلا سفیر ان کی تلاش میں۔
فَرآہُ نائمًا في الشَّمسِ علَی الأرضِ۔	تو انھیں دیکھا کہ سو رہے ہیں دھوپ میں زمین پر۔
فوقَ الرَّملِ الحارِّ وقد وضعَ دِرّتَہ کالو	گرم ریت کے اوپر اور رکھ چھوڑا ہے اپنا دُرّہ
سادۃِ، والعرقُ یتصبّبُ مِن جبینِہ	تکیئے کی طرح اور پسینہ بہہ رہا ہے اسکی پیشانی سے
إلیٰ أن بَلَّلَ الأرضَ۔	یہاں تک کہ تر ہو گئی زمین۔
فلمّا رآہُ علیٰ ھٰذہِ الحالِ وَقعَ الخُشوعُ	پھر جب اس نے دیکھا انھیں اس حال میں تو اسکے
فِي قلبِہ وَقالَ،	دل میں رعب پیدا ہو گیا۔ اور کہا ایک ایسا
رجُلٌ لا یقرُّ لِجمیعِ المُلوكِ قرارٌ مِن	شخص کہ تمام بادشاہوں کو چین نہیں ہے اس کے
ھیبتِہ وتکونُ ھٰذہِ حالُہُ!	خوف سے اور ہے یہ حال اس کا۔
ولٰکنكَ یا عُمرُ عدلتَ فأمنتَ فنمتَ۔	لیکن تو نے اے عمر انصاف کیا تو تو امن میں ہے

أَمِنتَ لمّا اقمتَ العدلَ بينهم۔ | اسلیے سوگیا تو امن آگیا (محفوظ رہا) جب تو نے قائم کر دیا
فنمتَ فيهم قريرَ العين هانيها۔ | انصاف انکے درمیان تو سوگیا ان میں پرسکون خوشگوار نیند میں۔

شرح الكلمات - الفاظ کی تشریح

قيصر: اسم يُطلق على ملوك الرّوم۔ | قیصر نام ہے جو روم کے بادشاہوں کیلئے بولا جاتا ہے۔

ظاهرُ المدينة: خارج المدينة۔ | مدینہ سے باہر۔

الدِّرة: عصا قصيرة يحملها الخليفة۔ | چھوٹا ڈنڈا جسے خلیفہ اٹھاتا ہے۔

الخشوع: الرّهبة مع الاحترام۔ | رعب عزت کے خیال کے ساتھ۔

يتصبّبُ الماء: يسيل وينحدر من علو۔ | بہتا ہے اور گرتا ہے اُوپر سے

قرّ في المكان: ثبت هنئ يهنأ: صار | ہو گیا خوشگوار، وہ خوش ہوا، وہ ہو گیا مسرور تو
مسرورًا فهو هانئ۔ | استعمال ہوتا ہے وہ مسرور ہو گیا۔

العَرَق: الماء الّذي يرشح من البدن۔ | وہ پانی (پسینہ) جو ٹپکتا ہے جسم سے۔

الاسئلة - سوالات

١۔ لماذا جاء رسولُ قيصر إلى الخليفة عمر بن الخطاب؟ | کس لیے آیا سفیر قیصر کا خلیفہ عمر بن خطاب کے پاس؟

٢۔ على أي شيء يدلّ نومُ الخليفة على الارض دون فراشٍ أو غطاءٍ؟ | کس چیز کو بتاتی ہے خلیفہ کی نیند زمین پر بغیر بچھونے یا پردہ کے؟

٣۔ لماذا يحيط الملكُ الظّالم نفسه بالحرس؟ | کس طرح محفوظ رکھتا ہے ظالم بادشاہ خود کو حفاظت کے ذریعے سے؟

٤۔ هل يستطيع الملك الظّالم ان ينام مطمئنًا؟ | کیا کر سکتا ہے ظالم بادشاہ کہ اطمینان سے سو جائے

٥۔ لقد انفرد عمرُ بن الخطاب دون جند أو حرسٍ فعلى أي شئ يدلّ هذا؟ | تنہا رہے عمر بن خطاب بغیر سپاہی کے یا محافظ کے تو یہ بات کس چیز کی دلیل ہے؟

الدرسُ التاسع والاربعُون۔ انچاسواں سبق

لَقد استَحییت - میں شرمندہ ہوں۔

عربی	اردو
صَحِب طفیلیٌ رجلٌ فی سفرٍ۔	ساتھ ہولیا ایک طفیلی ایک شخص کے سفر میں۔
فلمّا نزلا فی بعض المنازلِ قال لَہُ	پھر جب دونوں اُترے کسی مقام پر کہا اس سے
الرّجل: خذ درھمًا وامض فاشتر	آدمی نے لے ایک درہم اور جا کر خرید لا ہمارے
لنا لحمًا۔ قال لَہُ الطّفیلیُ:	لیے گوشت۔ کہا اس سے طفیلی نے:
قُم أنت فاشترِ واللہِ اِنی لتعبٌ۔	تو ہی کھڑا ہو جا اور خرید لا اللہ کی قسم میں تھکا ہوا ہوں۔
فمضی الرّجلُ فاشتری اللحمَ۔	تو گیا وہ شخص اور خرید لایا گوشت۔
ثُمّ قال لہ الرّجل قم فاطبخہُ۔	پھر اس سے کہا کھڑا ہو اور پکا لے اسے۔
فقال لا احسِنُ: فقام الرّجل فطبخہٗ	تو اس نے کہا میں اچھی طرح نہیں پکا سکتا تو اٹھا وہ شخص اور
ثُمّ قال الرّجل للطّفیلی: فاثرِد۔	اس نے اسے پکا لیا پھر کہا اس شخص نے طفیلی سے کہ بھون
فقال واللہُ إنی لکسان۔	دے تو اس نے کہا خدا کی قسم مجھے سستی آرہی ہے۔
فثرد الرّجل ثُم قال لہٗ:	تو اس شخص نے بھون دیا پھر اس سے کہا۔
فاغترف قال: اخشی أن ینقلب	لوٹ لے اس نے کہا مجھے ڈر لگتا ہے کہ میرے کپڑوں
علٰے ثیابی فغرف الرّجل حتّیٰ ارتوی	پر لوٹ جائے گا تو لوٹ لیا اس شخص نے یہاں تک
الثرِیدُ۔ فقال لہٗ:	کہ بھیگ گیا ثرید تو اس سے کہا
قُم الاٰن فکُلْ۔ قال نعم۔ اِلٰی متیٰ	اٹھ اب تو کھا لے۔ اس نے کہا ہاں، کہاں تک
ھٰذا الخلافُ۔	مخالفت کروں۔
واللہِ لقد استحییتُ من کثرۃِ	قسم ہے خدا کی میں شرمندہ ہوں اتنی زیادہ مخالفت
خلافك وتقدّم فأکل۔	سے آپ کی آگے بڑھا پھر کھانے لگا۔

شرح الكلمات — الفاظ کی تشریح

الطّفيلي: اَلّذِي يَحضُر وَلِيمَةً لَم يُدعَ إليها.	جو آجائے دعوت میں جسے دعوت میں نہ بلایا گیا ہو۔
ثَرَدَ الخبزَ: فتّ الخبزَ اغترف.	بھگویا روٹی کو۔
أخذ بالمِغرَفةِ.	دیگچی سے نکالا۔
إرتوى الثريدُ، ابتّل الثريدُ جيّداً بالمَرقِ.	بھگویا شوربے سے ثرید۔
كَسِلَ يكسَل: تثاقل عن فعلِ الواجب فهو كسلانُ.	ضروری کام بھاری سمجھا تو وہ کسلان ہے یعنی سستی۔

الأسئلة: سوالات

١۔ لِمَاذا لَم يذهب الطّفيلي لِشراءِ اللّحمِ؟	کس لیے نہیں گیا طفیلی گوشت خریدنے کے لیے؟
٢۔ من الذي هَيّأ الثريد الطّفيلي أم الرّجل الأخر؟	کون ہے جس نے تیار کیا ثرید طفیلی نے یا دوسرے نے؟
٣۔ لماذا لم يُساعد الطفيلي صَاحبه بالعمل؟	کس لیے مدد نہیں کی طفیلی نے اپنے ساتھی کی؟
٤۔ مَاهي المعونةُ الوحيدةُ التي قدمها الطفيليُ لصاحبه.	وہ کون سی مدد ہے جو تنہا کی طفیلی نے اپنے ساتھی کی؟
٥۔ كم مرةً اعتذر الطفيلي لصَاحبه عَنِ القيام بالعمل؟	کتنی مرتبہ معافی چاہی (معذرت کی) طفیلی نے اپنے ساتھی سے کام کرنے کے لیے؟

قُصَّ قصةً شبيهةً بالقصة السّابقة۔ کوئی واقعہ بیان کیجئے گذشتہ قصہ سے ملتا جلتا۔

اَلدَّرسُ الْخَمْسُونَ۔ پچاسواں سبق

تصریف الأمر ۔ امر کی گردان

قال الرَّجل لصاحبه: قُمْ فاطبخ — کہا آدمی نے اپنے ساتھی سے: اُٹھ پھر پکا۔

ثُمَّ قال لَهُ: فاثرد ثُمَّ قال لَهُ — پھر کہا اس سے: اُسے چورے (مذکر امر حاضر) پھر اس سے کہا:

فاغترِف ثُمَّ قال لَهُ: — اسے لوٹ لے، پھر اس سے کہا:

قُمْ فكُل: — اُٹھ اور کھالے: (مذکر امر حاضر)

ولو كان الخطابُ لأختِهِ لقال: — اور اگر ہو بات اسکی بہن سے تو کہا جائیگا

قومی فاطبخی ثُمَّ قال لها فاثردي — اُٹھ اور پکالے (مؤنث امر حاضر) پھر اس سے کہا اسے چور دے۔

ثُمَّ قال لها فاغترفي ثُمَّ قال لها قومي فكلي۔ پھر اس سے کہا تو انڈیل لے پھر اس سے کہے تو کھڑی ہو اور کھالے۔

ولو خاطب الرَّجل لصاحبيه لقال: — اور اگر اپنے دو ساتھیوں سے مخاطب ہو تو کہے گا

قوما فاطبخا ثم قال لهما فاثردا — تم دونوں کھڑے ہو جاؤ اور پکاؤ پھر کہے پس اسے

ثُمَّ قال لهما فاغترفا ثم قال لهما قوما فكلا — چور کر دو پھر اس سے کہے تم دونوں اسے انڈیل لو پھر کہے گا تم دونوں کھڑے ہو جاؤ اور کھالو

ولو خاطب الرَّجل أُختيه لقال: — اور اگر مخاطب ہو اپنی دو بہنوں سے تو کہے گا۔

قوما فاطبخا ثم قال له فاثردا. ثُمَّ تم دونوں کھڑے ہو اور پکاؤ پھر کہے پس اسے چور کر دو پھر

قال لهٗ فاغترِفا ثم قال له قوما فكلا

اس سے کہے تم دونوں اسے انڈیل لو پھر کہے گا تم دونوں کھڑی ہو جاؤ اور کھالو۔

ولو خاطت الرجل اصحابه لقال:
قوموا فاطبخوا ثم قال لهم فاثردوا
ثم قال لهم فاغترفوا ثم قال لهم قوموا
فكلوا۔

اور اگر آدمی مخاطب ہو اپنے ساتھیوں سے تو کہے گا۔ تم کھڑے ہو پھر پکاؤ پھر کہے گا بس اسے چور کردو پھر ان سے کہے گا تم اسے انڈیل دلو پھر کہے تم کھڑے ہو اور کھالو۔

ولو خاطب الرجل اِخواته الثلاث لقال:
قمن فاطبخن ثم قال له فاثردن۔

اور اگر مخاطب ہو آدمی اپنی تین بہنوں سے تو کہے گا: تم کھڑی ہو جاؤ پھر پکالو پھر ان سے کہے گا بس اسے چور کر دو ۔

ثم قال لهن فاغترفن۔

پھر ان سے کہے تم اسے انڈیل لو۔

ثم قال لهن قمن فكلن۔

پھر ان سے کہا تم کھڑی ہو جاؤ اور کھالو۔

وقال الرجل لصاحبه:

اور کہا آدمی نے اپنے ساتھی سے۔

خذ یا صاحبی دِرهما وامضِ
فاشترِ لنا لحما۔

لے اے میرے دوست ایک درھم اور جا۔
پھر خرید لا ہمارے لیے گوشت۔

ويقول الرجل لخادمته:

اور کہے گا آدمی اپنی ملازمہ سے۔

خذی یا جویریه درهما وامضی
فاشتری لنا لحما

لے اے جویریہ ایک درہم اور تو جا کر خرید لا ہمارے لیے گوشت۔

ويقول الرجل لصاحبيه:

اور کہے گا آدمی اپنے دو دوستوں سے

یا صاحبیّ خذا درهما وامضیا
فاشتریا لنا لحما۔

اے میرے ساتھی لو ایک درہم اور جاؤ۔
پھر خرید لاؤ ہمارے لیے گوشت۔

وَيقُولُ لِخادِمَيْه:	اور کہے گا اپنے دو ملازموں سے۔
خُذا دِرهمًا وامضِيا.	تم لو ایک درہم اور دونوں جاؤ۔
فاشتريا لنا لحمًا.	اور خرید لاؤ دونوں ہمارے لیے گوشت۔
ويقول لأصحابه:	اور کہے گا اپنے ساتھیوں سے۔
خذوا درهمًا يا اصحابي وَامضوا	تم لو ایک درہم اے میرے ساتھیو! اور تم جاؤ،
فاشتروا لنا لحمًا.	اور خرید لاؤ ہمارے لیے گوشت
ويقولُ لخادماته	اور کہے گا اپنی ملازماؤں سے۔
يا فتياتُ خُذن دِرهمًا وامضين.	اے لڑکیو! لے لو ایک درہم اور تم جاؤ۔
واشترين لحمًا.	اور خرید لاؤ گوشت۔
فعل الأمر فعل يُطلب به حصُول	فعل امر ایسا فعل ہے جس میں طلب کی جاتی ہے
شيئ في الزمن المستقبل وهو يسند	کسی چیز کی آنے والے زمانے میں اور اس کا تعلق
الى المُخاطب فحسبُ ولا يسند إلى	مخاطب سے ہو تو مناسب ہے اور اس کا تعلق
المُتكلم ولا إلى الغائب.	نہیں ہوتا نہ متکلم سے اور نہ غائب سے۔
فتقول:	پس تو کہے گا:
اَنت اكتب وأنتِ اكتبي	تو لکھ (مذکر) اور تو لکھ (مؤنث)
وانتما اكتبا وانتما اكتبا	تم دونوں لکھو (مذکر) اور تم دونوں لکھو (مؤنث)
وَانتم اكتبوا وأنتنّ اكتبن	تم سب لکھو (مذکر) اور تم سب لکھو (مؤنث)

اَلتَّمرِيْن ۔ مشق

حوّل المُضارع في الجمل الآتية	تبدیل کیجیے مضارع کو دیئے گئے جملوں میں
إلى الأمر:	امر کی طرف۔

أحترِمُ المُعلِّمَ
میں عزت کرتا ہوں استاد کی۔

أحفظُ الدَّرسَ
میں یاد کرتا ہوں سبق۔

أنظِّفُ الثوبَ
میں صاف کرتا ہوں لباس۔

أقرأُ في الكتاب
میں پڑھتا ہوں کتاب میں۔

أشتغِلُ في الحديقةِ
میں کام کر رہا ہوں باغ میں۔

أنطِقُ بالصِّدقِ
میں بولتا ہوں سچ۔

ثُمَّ خاطب بالجمل الآتيةِ
پھر مخاطب کر مانی کے جملوں سے۔

أخاكَ، ثُمَّ أختكَ، ثُمَّ أخويكَ ثُمَّ أُختيكَ، ثُمَّ إخوانكَ، ثُمَّ أخواتك۔
اپنے بھائی کو، پھر اپنی بہن کو پھر اپنے دونوں بھائیوں کو، پھر اپنی دونوں بہنوں کو، پھر اپنے سب بھائیوں کو، پھر اپنی سب بہنوں کو۔

۲۔ علموا أولادكم وأحسِنوا تربيتَهم۔
سکھاؤ اپنے لڑکوں کو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

خاطبْ بالجُملة السّابقة صِدّيقكَ ثُمَّ أخويكَ، ثُمَّ أختيكَ، ثُمَّ أصدقاكَ. ثُمَّ خاطبْها المرأةَ الباكستانيةَ ثُمَّ نِساءَ باكستان جميعًا۔
مخاطب کر گزشتہ جملہ میں اپنے دوست کو پھر اپنے دونوں بھائیوں کو، پھر اپنی دونوں بہنوں کو، پھر اپنے دوستوں کو، پھر مخاطب کر پاکستانی عورت کو، پھر پاکستان کی تمام عورتوں کو۔

۳۔ أنصر أخاكَ ظالمًا او مظلومًا۔
مدد کر اپنے بھائی کی وہ ظالم ہے یا مظلوم۔

قُمْ فَصَلِّ فانكَ لَمْ تُصَلِّ
کھڑا ہو پھر نماز پڑھ کیوں کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔

بالجُملتين السّابقتين أخاكَ ثُمَّ أُختكَ ثُمَّ إخوانكَ جميعًا ثُمَّ
مخاطب کر گزشتہ دونوں کے جملوں میں اپنے بھائی کو پھر اپنی بہن کو پھر اپنے تمام بھائیوں کو، پھر اپنے

أُخويكَ وَأُختيكَ وَالطّالباتِ جميعًا۔ دو بھائیوں اور اپنی بہنوں کو اور تمام طالبات کو۔

اَلدَّرسُ الحادِیُ وَالخَمسُونَ ۔ اکیاونواں سبق

اِنّی قلیلُ الشَّھوۃِ لِلطّعامِ مجھے کھانے کی خواہش کم ہوتی ہے

کان رجلٌ مُسافِرٌ اِلیٰ بلدٍ بعید۔ ایک شخص سفر کر رہا تھا ایک دور شہر کی طرف۔

وَفی الطّریقِ تعرّف اِلیٰ شخصٍ، اور راستہ میں جان پہچان ہوگئی اس کی ایک شخص سے

وَحلّ ضیفًا فی بیتِہٖ لیستریحَ بعضَ الوقتِ اور وہ مہمان ہوگیا اسکے گھر میں تاکہ آرام کرے کچھ وقت۔

ثُمّ یُتابع سفرہ۔ پھر مکمل کر لے اپنا سفر۔

وعندَ الغداءِ جلسا اِلیَ المائدۃِ صبح کے وقت بیٹھے دونوں دسترخوان پر۔

فَاحضرَ صاحبُ البیتِ خُبزًا ومضیٰ تو لایا گھر والا روٹی اور گیا۔

لِیُحضِرَ بقیۃَ الطّعامِ وبعدَ قلیلٍ عاد تاکہ لے آئے باقی کھانا اور تھوڑی دیر بعد لوٹا۔

وَھُو یحملُ بیدِہٖ صحفۃَ طعامٍ۔ اور وہ اُٹھائے تھا اپنے ہاتھ میں کھانا کا ٹرے۔

واِذا بالضّیفِ قد أکلَ الخُبزَ۔ اور جب مہمان تک پہنچا تو وہ کھا چکا روٹی۔

فوضعَ صحفۃَ وذھبَ فاحضرا خُبزًا۔ تو اس نے رکھ دی ٹرے اور پھر گیا اور لے آیا روٹی۔

وَاِذا بالضّیفِ قد التھمَ ما فی صحفۃٍ مِن طعامٍ وفعلَ صاحبُ البیتِ ذالِکَ عدّۃَ مرّاتٍ اور جب مہمان تک پہنچا تو وہ ختم کر چکا تھا جو ٹرے میں تھا کھانا اور کیا گھر والے نے ویسا کئی مرتبہ۔

وَاخیرًا سأل الرّجل ضیفہ قائلًا: اور آخر میں پوچھا گھر والے نے اپنے مہمان سے کہتے ہوئے

اِلیٰ أینَ تُرِیدُ الذّھابَ یا أخی؟ کہاں جانے کا ارادہ ہے تیرا اے بھائی؟

فَأجابہ الضّیفُ اِلیٰ مِصرَ۔ تو اسے جواب دیا مہمان نے: مصر تک۔

قال الرّجل: ولماذا؟	اس شخص نے کہا: اور کس لیے؟
فقال الضّيف: بلغني أن فيها طبيبًا حاذقًا وأريد أن أسأله عمّا يصلح معدتي، فإنّي قليل الشهوة للطّعام.	تو مہمان نے کہا: مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ اس میں ایک کامل طبیب ہے میں چاہتا ہوں کہ اس سے طلب کروں کہ وہ میرا معدہ (پیٹ) ٹھیک کر دے اس لیے کہ مجھے کھانے کی خواہش کم ہوتی ہے۔
فقال الرّجل: إذا ذهبت يا صاحبي وأصلحت معدتك فلا تجعل عودة عن هذه الطّريق.	تو اس شخص نے کہا: جب تو جائے (لوٹے) اے میرے دوست اور تیرا معدہ ٹھیک ہو چکے تو تو واپس نہ لوٹنا اس راستہ سے۔

شرح الكلمات — الفاظ کی تشریح

حلّ ضيفا: نزل ضيفا.	مہمان بن کر اُترا۔
تابع سفره: أتمّ سفره	اپنے سفر کو مکمل کرے۔
مضى: أحضر	حاضر ہوا۔ لوٹا۔
جلب الصّحفة: الصحن	بڑے۔ سینی۔
حاذق: طبيب ماهر.	ماہر طبیب۔
التهم الطّعام: ابتلعه بمرّة.	نگل گیا اُسے ایک مرتبہ۔ ایک دم فوراً۔

الأسئلة — سوالات

١۔ أين تعرف الرّجل على ضيفه۔	کہاں جان پہچان ہوئی آدمی کی اپنے مہمان سے؟
٢۔ لماذا نزل ضيفا عنده؟	کیوں اترا مہمان اس کے پاس؟
٣۔ على أيّ شيء يدلّ عمل الضيف؟	کس چیز کو بتاتا ہے مہمان کا کام؟
٤: هل كانت معدة الضيف مريضة حقًّا؟۔	کیا مہمان معدہ کا مریض تھا واقعی؟

۵۔ هل كان الرّجل يظن أنه معدة ضعيفة؟ | کیا آدمی گمان کرتا ہے کہ اسکا معدہ کمزور ہے؟

۶۔ هَل تعرفُ انسانا يشكو الفقر الشّديد وهُو في أعظم درجات الغني؟ وهل تجد شبها بين هذا بكل القصّة السّابقة۔ | کیا تو ایسے کسی انسان کو جانتا ہے جو انتہائی مفلسی کی شکایت کرتا ہے اور وہ بڑا مال دار ہے؟ کیا تجھے شبہ ہے گذشتہ اس پورے قصہ کے بارے میں؟

اَلدّرسُ الثّاني وَالخمسُون۔ باونواں سبق

الثّعلبانِ يَقتَسمانِ الصّيد۔ دو لومڑیاں بانٹ لیتی ہیں شکار

۱۔ كنت أراقِبُ قطيعًا من الكراكي في أحد السّهول، وكانت تشخصُ بِأبصارهَا إلى سفحِ تلّ قريبٍ حيثُ كانَ هُناكَ ثعلبٌ صغيرٌ يفعل افعالاً غريبةً۔ | میں غور سے دیکھ رہا تھا ایک غول سارسوں کا ایک ویرانہ میں اور لگائے ہوئے تھا اپنی نظروں کو ایک قریب کے ٹیلے کی سطح پر۔ جبکہ تھی وہاں ایک چھوٹی لومڑی اور کر رہی تھی عجیب کام۔

يعد وصاعدا ثُمّ ينحدرُ نازلا، ويقفزُ ويدورُ، ويرقصُ، ويفعلُ الأضاحيكَ، كأنّهُ حيوانٌ جُنّ جنونُه۔ | وہ چڑھ رہی تھی اوپر کی طرف اور اُتر رہی تھی نیچے کی طرف اور چھلانگ لگا رہی تھی اور چکر لگا رہی تھی اور ناچنے اور ہنسانے والے کام کر رہی تھی گویا کہ وہ جانور ہے جسے دیوانگی نے دیوانہ کر دیا ہو۔

أعجبَ الكراكيّ هذَا المنظرُ، | تعجب کرنے لگے سارس اس منظر کو دیکھ کر۔

فراحت ترقبهُ في دهشةٍ وذهُول۔ | پھر وہ ٹھہر کر غور سے دیکھنے لگے حیرت اور محویت میں۔

ثُمّ شاهدتُ ثعلبًا صَغيرًا آخر | پھر میں نے دیکھا ایک دوسری لومڑی کو۔

يتسلّلُ خلف الطّيورِ في حذرٍ شديدٍ۔

چپکے چپکے آرہی تھی پرندوں کے پیچھے بے حد احتیاط کے ساتھ۔

ثمّ اقترب منها شيئاً فشيئاً۔

پھر وہ قریب ہوتی گئی ان سے تھوڑی تھوڑی۔

وزميله مايزال يقومُ بحركاتهٖ ليجذبَ إليهِ انظار الطيور۔

اور اس جیسی دوسری مسلسل اپنی حرکتیں کر رہی تھی تاکہ وہ پرندوں کی نظریں اپنی طرف کھینچے رہے۔

۲۔ واخيراً اقفز الثّعلب المتسلّل بين الكراكيّ واقتنص واحداً منها۔

اور آخر چھلانگ لگاتی ہے دبے پاؤں آنے والی لومڑی سارسوں کے درمیان اور دبوچ لیا ایک ان میں سے تو اڑ گئے باقی سارس۔

فطارت بقيّةُ الكراكيّ۔

وقعد الثّعلبانِ الماكرانِ يقتسمان الصّيد الّذي ليسّرهُ لهما تعاونها۔

اور بیٹھ گئیں دونوں مکار لومڑیاں اور تقسیم کرنے لگیں شکار جو میسر ہوا دونوں کو ایک دوسرے کے تعاون سے۔

شرح الكلمات : الفاظ کی تشریح

راقبهُ : اخذ يتتبّعُ كل حركاته وسكناته

اور بار بار دیکھتا اس کی حرکتوں کو اور سکون کو۔

القطيع : الجماعة من الغنمِ وغيرها۔

غول بکریوں وغیرہ کا۔

الكراكى : جمع كركي وهو نوع من الطّيور۔

کرکی کی جمع اور وہ ایک قسم کا پرندہ۔ سارس۔

تشخصُ : بصره۔ شخصَ بصره:

وہ لگاتا ہے۔ لگاتا ہے اپنی بینائی۔

فتح عينيه ونظر إلى الشي، ولم يطرف (لم يحرّكْ عينيه)

اس نے آنکھ کھولی اپنی اور دیکھا چیز کو، اور نہیں دی آنکھ کو حرکت۔

التّلّ : مرتفعٌ لسيط من الأرض۔

ٹیلا : بلند پھیلی ہوئی زمین۔

يعدو : يركض۔

اوپر چڑھتا ہے۔

ينحدر: ينزلُ ويَهبط۔ نیچے آتا ہے۔ اُترتا ہے۔

الأضحوكة: جمعها أضاحيك مزاقیہ: اسکی جمع اضاحیک اور وہ یہ کہ جس سے
وهي مايُضحك منهُ۔ کوئی ہنسنے لگے۔

الذهول: ضياع الفكر۔ سوچنا چھوڑ دینا۔

ذَهِل يَذهَلُ: غاب عن رشده۔ صحیح سوچ کا جاتے رہنا۔

يتسلّل: يَدخل باستخفاء۔ وہ چپکے سے داخل ہوتا ہے۔

الزميل: المماثل في الصنعةِ والعمل۔ نقل اتارنا۔ بناوٹ اور کام میں ملتا جلتا۔

إقتنص: اصطاد۔ دبوچ لیا۔ شکار کر لیا۔

جذبه: يجذبه۔ اس نے کھینچا۔ وہ کھینچتا ہے

ضد دفع الماكر: الخادع، المحتال مکاری کرنیوالے کی مدافعت کیخلاف۔ دھوکہ باز۔

يسّر الأمر: سهّله۔ آسان ہو گیا معاملہ۔ اس نے سہل کر لیا۔

الأسئلة ۔ سوالات

١۔ لماذا كانت الكراكي تشخص بأبصارها إلى سفح التل؟ کیوں لگائے ہوئے تھے سارس اپنی نظریں ٹیلے کی سطح کی طرف؟

٢۔ ماذا كان يفعل الثعلب الصغيرة؟ کیا کر رہی تھی چھوٹی لومڑی۔

٣۔ هل اعجبت الكراكي بهذا المنظر؟ کیا تعجب کر رہے تھے سارس اس منظر کو دیکھ کر؟

٤: ماذا حدث لها من شدة اعجابها؟ کیا حادثہ پیش آیا اس پر اسکے انتہائی تعجب کی وجہ سے؟

٥۔ ماهي غاية الثعلب من هذا اللعب؟ کیا مقصد تھا لومڑی کا اس کھیل سے؟

٦۔ لماذا أخذ الثعلب الآخر يتسلّل بين القطيع؟ کیا پکڑ لیا دوسری نے چپکے سے آتی ہے لومڑی غول کے درمیان سے؟

٧۔ هل وفق باقتناص أحد الكراكي ؟	کیا کامیاب ہوئی سارسوں میں سے ایک کو پکڑنے میں
٨۔ هل تظن أن هٰذه القصّة واقعة۔	کیا تو گمان کرتا ہے کہ یہ قصہ واقعی ہوا ہے ؟
٩۔ ماذا تستنتج من هٰذه القصّة۔	تو کیا نتیجہ نکالتا ہے اس قصّہ سے ؟
١٠۔ أكتب هٰذه القصّة بأسلوبك۔	تو اس قصہ کو اپنے انداز میں لکھ ۔

الدَّرسُ الثّالث وَالخمسُونَ ترپنواں سبق

الحُريّة - آزادی

اِستيقظتُ فجرَ يومٍ مِّنَ الايّام	میں جاگ گیا ایک دن صبح کے وقت۔ بلّی کی آواز
عَلٰى صوتِ هِرّةٍ تموءُ بجانبِ فِراشي	پر جو میاؤں میاؤں کر رہی تھی میرے بستر
وَتتمسّحُ بي وتُلحُّ في ذالكَ اِلحاحًا	کے پہلو میں اور مجھ سے اپنا جسم رگڑ رہی اور اس
غريبًا۔	طرح عجیب طرح کی عاجزی کر رہی تھی۔
فرابني أمرُها وقلتُ لعلّها جائعةٌ	تو میں نے غور کیا اسکے معاملہ پر اور میں نے کہا شاید
فنهضتُ وأحضرتُ لها طعامًا	وہ بھوکی ہے پھر میں کھڑا ہوا اور اس کیلئے کھانا لے
فعافتهُ وأعرضت عنهُ۔	آیا تو اس نے گھن کی اور اس نے نفرت اور منہ موڑ لیا۔
فقلتُ لعلّها ظمآى۔ فارشدتُها	تو میں نے کہا شاید وہ بہت پیاسی ہے پھر میں نے اسے
إلى الماءِ فلم تحفل بهٖ وأنشأتْ	پانی دکھایا تو پانی کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئی اور دیکھنے
تنظرُ إليَّ نظراتٍ تنطقُ بما تشتمِلُ	لگی میری طرف ایسی نظروں سے کہ گویا وہ بول رہی ہو جو کچھ
عليه نفسُها مِنَ الآلامِ والاحزانِ	اسکے دل میں پوشیدہ ہے رنج و غم، تو اثر کیا میرے
فاثّرَ في نفسي منظرُها۔	دل پر اس کی نگاہوں نے ۔
تاثيرًا شديدًا وكان بابُ الغرفةِ	بہت زیادہ اثر اور کمرہ کا دروازہ بند کیا ہوا تھا

مُغْلَقًا. فَرَأَيْتُ أَنَّهَا تُطِيلُ النَّظَرَ إِلَيْهِ فَعَرَفْتُ أَنَّهَا تُرِيدُ أَنْ أَفْتَحَ لَهَا الْبَابَ.	پھر میں نے دیکھا کہ وہ اپنی لمبی نظر اس کی طرف ڈال رہی ہے تو میں نے جان لیا کہ وہ چاہتی ہے کہ اس کے دروازہ کھول دیا جائے۔
فَأَسْرَعْتُ بِفَتْحِهِ فَمَا وَقَعَ نَظَرُهَا عَلَى الْفَضَاءِ حَتَّى انْطَلَقَتْ تَعْدُوا فِي سَبِيْلِهَا.	تو میں نے جلدی کی اس کے کھولنے میں، پھر جب پڑی اسکی نظر فضا پر یہاں تک وہ آزاد ہوگئی تو دوڑ پڑی اپنے راستہ پر۔

شَرْحُ الْمُفْرَدَاتِ: الفاظ کی تشریح

مَاءَ الْهِرُّ يَمُوْءُ مُوَاءً: صَاحَ.	بلّی نے میاؤں کیا۔ چیخی، بولی۔
تَتَمَسَّحُ: تَمْسَحُ جِسْمَهَا وَتُكْثِرُ مِنْ ذَالِكَ.	رگڑتی ہے، چھوتی ہے اپنا جسم اور کثرت سے ایسا کرتی ہے۔
أَلَحَّ فِي السُّؤَالِ: وَأَلْحَفَ عَلَيْهِ وَالْحَفَ فِيْهِ وَيكرّرُهُ أَعَادَ.	عاجزی کی سوال میں اور بار بار کیا، دوبارہ کیا۔
رَابَهُ يَرِيْبُ رَيْبًا: أَوْقَعَهُ فِي الرَّيْبِ أَيْ الشَّكِّ.	اس نے شک کیا، وہ شک کرتا ہے، شک، وہ مبتلا ہوگیا شک میں یعنی شبہ میں۔
عَافَ الطَّعَامَ يَعَافُهُ عِيَافًا: كَرِهَهُ وَتَرَكَهُ.	اس نے گھن کی کھانے پی سے اور وہ گھن کرتا ہے اس نے گھن کی اور اسے چھوڑ دیا۔
أَعْرَضَ عَنِ الْأَمْرِ: لَمْ يُقْبِلْ عَلَيْهِ.	کام سے روگردانی کی کہ اسے قبول نہ کیا۔
ظَمِئَ يَظْمَأُ ظَمَأً: عَطِشَ عَطَشًا شَدِيْدًا فَهُوَ ظَمْآنُ وَهِيَ ظَمْأَى.	وہ پیاسا ہوا وہ پیاسا ہوتا ہے، پیاس، اسے شدید پیاس لگی۔
حَفَلَ يَحْفِلُ حَفْلًا لَمْ يَحْفِلْ بِهِ: لَمْ يُبَالِ وَلَمْ يَهْتَمَّ بِهِ.	اس نے توجہ نہ کی وہ متوجہ نہیں ہوتا ہے، متوجہ نہ ہوا اس کی طرف، پرواہ نہ کی، اور اسے اہمیت نہ دی۔

تَشْتَمِلُ نفسُها علَى الآلامِ: تَحْتَوِي عَلَيْها	اسکے دل میں رنج پیدا ہوا۔ اس سے متاثر ہوا اور اس
وَتُحِيطُ بِهَا أَثَّرَ فِيهِ: تَرَكَ فِيهِ أَثَراً۔	کے اثر نے اسے گھیر لیا۔
أَطَالَ النَّظَرَ: نَظَرَ زَمَنًا طَوِيلًا۔	دیر تک دیکھتا رہا۔ دیکھا اس نے بہت دیر تک۔
أَطَالَ الشَّيْءَ جَعَلَهُ طَوِيلًا	
انطلق: ذهب	وہ آزاد ہو گیا۔ وہ چلا گیا۔
تَعْدُو: تجري جَرْيًا سَرِيعًا۔	وہ چلی گئی۔ وہ تیزی سے بھاگ گئی۔
السَّبِيلُ: هي الطَّرِيقُ۔	راستہ

أَجِبْ عَنِ الأسئلةِ الآتِيَةِ:	جواب دیجیے آئندہ سوالات کے۔
علَى أَيِّ صَوْتٍ استيقظ المنفلوطي في فَجْرِ يَوْمٍ من الأيَّامِ۔	کون سی آواز پر جاگ گیا منفلوطی ایک دن صبح کو؟
ماذا كانت الهرة تَفْعَلُ؟	بلّی کیا کرتی؟
مَاذا قال لِنَفْسِهِ بشأنها؟	کیا کہا اس نے اپنے دل میں اسکے متعلق؟
وَماذا أحضر لها؟	اور کیا لے کر آیا اس کے لیے؟
هل أَقْبَلَتْ علَى الطَّعَامِ؟	کیا اس نے قبول کر لیا کھانا؟
هل فكَّر المنفلوطي في شان الهرة وَهل رَابَهُ أمرُها؟	کیا منفلوطی نے سوچا بلّی کے بارے میں اور اس نے دھوکا دیا اسکے معاملے میں؟
مَاذا فعل المنفلوطي بعد ذلك؟	کیا کیا منفلوطی نے اس کے بعد؟
وَهَل أَقبلت الهرة علَى الماءِ؟	کیا متوجہ ہوئی بلّی پانی کی طرف؟
هل كانت الهرة محزونة متألمة؟	کیا تھی بلّی غمگین اور رنجیدہ؟
كيف عرف المنفلوطي إنَّها محزونةٌ؟	کس طرح جانا منفلوطی نے کہ وہ رنجیدہ ہے؟

وَهَلْ تَأَلَّمَ لِأَلَمِهَا ؟

اور کیا وہ رنجیدہ ہوا اس کے رنج پر ؟

هل عرف المنفلوطي أخيراً ما كانت تُرِيدُ الهِرَّة ؟

کیا جان لیا منفلوطی نے آخر کہ بلّی کیا چاہتی ہے ؟

كَيْفَ عرف ذالك ؟

کس طرح جانا اس نے ؟

مَاذا فَعَلَ المنفلوطي حين عَرَف ما تريدُ الهرّة ؟

کیا کیا منفلوطی نے جب اس نے جانا کہ بلّی کیا چاہتی ہے ؟

ومَاذا فعلت الهرة ؟

اور کیا کیا بلّی نے ؟

باب ۱۴

منتخب قرآنی آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۔ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۝

اور وہ ایمان والا بولا اے قوم میری اتباع کرو میں تمھیں ہدایت دونگا راستے سیدھے کی طرف۔ اے قوم اس دنیا کی زندگی سے تو فائدہ ہی اٹھانا ہے اور بے شک وہ آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے جو برا کام کرے تو نہیں اسے بدلہ ملے گا مگر اتنا ہی۔

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

اور جو اچھا کام کرے خواہ مرد یا عورت۔ اور وہ مسلمان ہو تو وہ داخل کیے جائینگے جنت میں۔ وہاں بے حساب رزق پائیں گے

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝

اور اے قوم مجھے کیا ہوا کہ میں تمہیں بلاتا ہوں نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو دوزخ کیطرف۔

تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝

تم مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں اور اس کا شریک ٹھہراؤں ایسے کو جو میرے علم میں نہیں اور میں بلاتا ہوں اس عزت والے بہت بخشنے والے کیطرف۔

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔

یہ ثابت ہو گیا کہ جسکی طرف تم مجھے بلاتے ہو نہیں ہے کام اس کا اس کو بلانا دنیا میں اور آخرت میں۔

وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ

اور یہ کہ ہمارا واپس ہونا اللہ ہی کی طرف ہے اور یہ کہ

هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ
حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَ
پس عنقریب وہ وقت آتا ہے جب تم یاد کرو گے اسے جو

اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ
میں تم سے کہہ رہا ہوں اور میں اپنے معاملات اللہ کو

بِالْعِبَادِ ۔ (المومن)
سونپتا ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے بندوں کو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ
کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو

اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ
خدا بنا لو سوائے اللہ کے۔

قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ
وہ کہیں گے پاکی ہے تجھے مجھے سزاوار نہیں کہ وہ

مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ۭ
بات کہوں جسکے کہنے کا مجھے حق نہیں تھا۔

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ
اگر میں نے ایسا کیا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا۔

تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ
تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۭ
جانتا جو تیرے جی میں ہے بیشک تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا
نہیں کہا تھا میں نے ان سے مگر وہی جو تو نے مجھے حکم

اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ
دیا تھا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا پروردگار اور تمہارا بھی

شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ
پروردگار ہے اور میں تھا ان پر نگران جب تک میں ان

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي
میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔
ان پر نگاہ رکھتا تھا اور تو تمام چیزوں پر مطلع ہے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ
اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔

وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ — اور اگر تو انھیں معاف کر دے تو تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ — اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو نفع

صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ — دیگا ان کا سچ۔ انکے لیے باغات ہیں کہ بہتی ہوں گی

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا — جنکے نیچے نہریں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ — اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ — یہ بڑی کامیابی ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا — اللہ ہی کیلئے ہے زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اور

فِيْهِنَّ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ — جو کچھ ان میں ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(المائدۃ) ع ۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ — اور ان پر ابراہیمؑ کی خبر پڑھو۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ — جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کیا پوجتے ہو؟

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ — وہ بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں۔

قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ — فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو؟

اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ — یا تمہارا کچھ بھلا یا برا کرتے ہیں؟

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ — وہ بولے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا۔

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ — فرمایا تو کیا تم دیکھتے ہو انھیں جن کی تم عبادت کررہے ہو

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ — تم اور تمہارے پچھلے آباؤ اجداد۔

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ — پھر بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۝ — وہ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہ مجھے ہدایت دیگا

وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۝ — اور وہ جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۝ — اور جب میں بیمار ہوتا ہوں وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ۝ — اور وہ مجھے موت دیگا پھر مجھے زندہ کرے گا۔

وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ — اور وہ جس کی مجھے توقع ہے کہ میری خطائیں بخش دے گا قیامت کے دن۔

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ — اے رب مجھے حکم عطا کر اور مجھے نیکیوں سے ملا دے۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ — اور میرے لیے بنا دے سچی ناموری (نیک نامی) آنیوالے دنوں میں۔

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ۝ — اور مجھے ان میں رکھ جو جنّت نعیم کے وارث ہیں۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۝ — اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہ ہے۔

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ۝ — اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن سب اُٹھائے جائینگے

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ — جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ — مگر جو اللہ کے حضور حاضر ہوا قلب سلیم کے ساتھ۔

(الشعراء ع ۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ — شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا — بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔

تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا — ان پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو۔

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ — اور نہ غم کرو اور تمہیں بشارت ہو اس جنّت کی جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا	ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور
وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ	آخرت میں اور تمہارے لیے اسمیں ہے جو خواہش کرے۔
اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ؕ	تمہارا نفس اور تمہارے لیے اسمیں ہے جو تم مانگو۔
نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ ۠	مہمانی ہے بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔
وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى	اور اس سے زیادہ کس کی اچھی بات ہے جو بلائے
اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىۡ	طرف اللہ کی اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں تو
مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۠	ہوں مسلمانوں میں سے (فرمانبردار بندوں میں سے)
وَلَا تَسۡتَوِى الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ	اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی۔
اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِىۡ	برائی کو بھلائی سے مٹا دے جبھی وہ کہ تجھ میں اور
بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ	اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ دوست
حَمِيۡمٌ ۠	مخلص۔
وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَمَا	اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور نہیں
يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِيۡمٍ ۠	اسے پاتا مگر بڑے نصیب والا۔

(حم السجدۃ۔ ع ۴)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔
وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِيۡمَ	اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو۔
اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ۠	بے شک وہ بڑا راست باز نبی تھا۔
اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ	جب اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے والد کس لیے آپ عبادت
مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِىۡ	کرتے ہیں اسکی جو سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ کام آسکتا ہے۔
عَنۡكَ شَيۡــًٔا ۠	کچھ تیرے۔

يٰاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝	اے میرے باپ بیشک میرے پاس وہ علم آیا۔ جو تیرے پاس نہ آیا پھر میری اتباع کر کہ تجھے ہدایت دوں راستہ کی طرف۔
يٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝	اے میرے باپ شیطان کی پوجا نہ کر بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔
يٰاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا	اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے پہنچے کوئی عذاب رحمٰن کا تو تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔
قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝	وہ بولا کیا تو میرے خداؤں سے منہ پھیرتا ہے اے ابراہیم۔ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور دور ہو جا میرے سامنے سے کچھ عرصہ۔
قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝	بولا بس تجھ سلام ہے قریب ہے کہ میں معافی مانگوں گا تیرے لیے اپنے رب سے بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔
وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝ (مریم ع۳)	اور میں الگ ہو جاؤں گا تجھ سے اور ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے علاوہ اور میں پرستش کروں گا اپنے رب کی قریب ہے کہ نہ میں ہو جاؤں نامراد اپنے رب کی بندگی سے (مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی برکت سے نامراد نہیں رہوں گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔
وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ	اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر آہستہ آہستہ اور جب مخاطب ہوتے ہیں ان سے

الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝
وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا
وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا
وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا۔
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

(الفرقان ع ٦)

جاہل لوگ۔ وہ صرف یہ کہتے ہیں سلام۔
اور جو رات بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوئے۔
اور وہ لوگ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار دُور فرما دے ہم سے عذاب جہنم۔ بیشک اسکا عذاب ہے چمٹ جانیوالا۔ بیشک وہ بہت بُرا ٹھکانہ اور بہت بُری جگہ ہے۔ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی اور وہ ان دونوں کے بیچ اعتدال ہوتا ہے۔
اور وہ نہیں پکارتے ہیں اللہ کے ساتھ کسی معبود کو دوسرے اور وہ نہیں قتل کرتے ہیں کسی جان کو جسکی حرمت رکھی ہے اللہ نے لیکن حق سے (ناحق نہیں مارتے) اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے گا سزا پائیگا بڑھا دیا جائیگا اسکا عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ رہیگا اس میں ذلت کے ساتھ۔
مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور کام انجام دے اچھے تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بدل دے گا نیکیوں سے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(فرقان رکوع ٦)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

وَمَنۡ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوۡبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۔ وَالَّذِيۡنَ لَا يَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَۙ وَاِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا كِرَامًا ۔

اور جو کوئی توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو بیشک اس نے رجوع کیا اللہ کی طرف جیسا رجوع کرنیکا حق ہے اور وہ نہیں گواہی دیتے ہیں جھوٹی اور جب گزرتے ہیں کسی لغو چیز کے پاس سے تو باوقار ہو کر گزر جاتے ہیں ۔

وَالَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ لَمۡ يَخِرُّوۡا عَلَيۡهَا صُمًّا وَّعُمۡيَانًا ۝ وَالَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا ۝

اور جب انہیں نصیحت کیجاتی ہے انکے رب کی آیات سے تو نہیں گر پڑتے ان پر بہرے اور اندھے ہو کر اور وہ لوگ جو کہتے (رہتے) ہیں اے ہمارے رب ہمیں عطا کر ہماری بیویوں اور اولاد کیجانب سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں متقیوں کا پیشوا بنا ۔

اُولٰٓئِكَ يُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَةَ بِمَا صَبَرُوۡا وَيُلَقَّوۡنَ فِيۡهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۔ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۔

اور وہاں ان کا استقبال کیا جائے گا دعا اور سلام سے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔ بہت عمدہ ٹھکانہ اور مقام ہے ۔

قُلۡ مَا يَعۡبَؤُا بِكُمۡ رَبِّىۡ لَوۡلَا دُعَآؤُكُمۡ ۚ فَقَدۡ كَذَّبۡتُمۡ فَسَوۡفَ يَكُوۡنُ لِزَامًا ۔

آپ کہیئے کیا پرواہ ہے تمہاری میرے رب کو اگر تم اس کی عبادت نہ کرو اور تم نے جھٹلایا تو اب وہ عذاب ہوگا کہ لپٹ رہے گا ۔

(الفرقان ع ۶)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے ۔

طٰهٰ ۝ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۝ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۝

طٰہٰ ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں لیکن یہ نصیحت ہے اسکے لیے جو ڈرنے والا ہو ۔

تَنْزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ
الْعُلَى ۝ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝
لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ وَإِنْ تَجْهَرْ
بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفٰى ۝

اس کا اتارا ہوا ہے جس نے تخلیق کیا زمین کو اور آسمانوں
کو اونچے۔ رحمٰن عرش پر متمکن ہوا۔
اسکی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین
میں ہے اور کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ گیلی
مٹی کے نیچے ہے اور اگر تو بلند آواز سے بات کرے
(تو تیری مرضی) وہ تو بلا شبہ جانتا ہے رازوں کو بھی اور
چھپی ہوئی باتوں کو بھی۔ اللہ وہ ہے کہ کوئی عبادت کے
لائق نہیں سوائے اسکے۔ اسکے لیے بڑے خوبصورت نام ہ

اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۝ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ۝
وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ مُوسٰى ۝ إِذْ رَاٰى
نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ
نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ

اور کیا آپ کو اطلاع پہنچی ہے موسیٰ کے قصہ کی جب انہو
دیکھی آگ۔ تو اپنے گھر والوں سے کہا تم یہاں ٹھہرو میں نے د
ہے آگ۔ شاید میں لے آؤں اس میں سے تمہارے لیے کوئی
چنگاری یا مجھے مل جائے۔

عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ فَلَمَّا أَتٰهَا
نُودِيَ يٰمُوسٰى ۝ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ
فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۝ إِنَّكَ
بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝

آگ کے پاس کوئی راہ دکھانیوالا بچہ جب اس کے پاس آیا
ندا فرمائی گئی اے موسیٰ۔ میں تیرا رب ہوں۔
تو تو اپنے جوتے اتار ڈال۔ بیشک تو
پاک وادی طویٰ میں ہے۔

وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحٰى ۝
إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي
وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي ۝ إِنَّ السَّاعَةَ
آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ
بِمَا تَسْعٰى ۝ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَا

اور میں نے تجھے پسند کرلیا ہے پس سن جو وحی کیا جاتا
بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تو میری
عبادت کر اور میری یاد کیلئے نماز قائم رکھ بیشک قیا
آنیوالی ہے قریب تھا کہ میں اسے چھپاؤں کہ بدلہ پائے ہر
شخص جو اس نے کوشش کی پس ہرگز نہ روکے رکھے

يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝ (طٰهٰ ع۱)

اسکو ماننے سے وہ شخص جو نہیں ایمان رکھتا اس پر اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی (اگر تم نے ایسا کیا تو) تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝

اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے یا موسیٰ۔

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ

انہوں نے کہا یہ میرا عصا ہے۔ میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں کیلئے اور میرے لیے اسمیں کئی اور فائدے بھی ہیں فرمایا (اللہ نے) اسے زمین پر ڈالدے اے موسیٰ۔ پھر اسے زمین پر ڈالدیا تو وہ اچانک سانپ ہوا سانپ ہو گیا۔ فرمایا اسے اٹھالے اور ڈر نہیں ابھی ہم اسے لوٹا دیں گے پہلی حالت پر اور دبا لو اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے۔ یہ باہر نکلے گا سفید ہو کر۔

مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ۝ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝

بغیر کسی بیماری کے۔ یہ دوسرا معجزہ (ہم نے تمھیں دیا) تاکہ ہم تمھیں دکھائیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں جاؤ فرعون کیطرف بیشک وہ سرکش ہو گیا ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝

عرض کی اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے آسان کردے میرا کام اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ

اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے یعنی ہارون کو (جو) میرا بھائی ہے۔ اس سے مجھے مضبوط فرما

كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۙ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۙ
دے اور اسے میرے کام میں شریک کر کہ ہم کثرت سے تیری پاکی

إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ۝ قَالَ قَدْ
بیان کریں اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں۔ بیشک تو ہمارے

أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ۔
ظاہر و باطن کو خوب دیکھنے والا ہے (جواب میں) فرمایا منظور

(طٰہٰ ع ۱)
کر لیا گیا ہے جو تو نے سوال کیا اے موسیٰ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ۝
جب ہم نے تیری ماں کو الہام کیا جو الہام کرنا تھا یہ کہ رکھ دے۔

إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ۝ أَنِ اقْذِ

فِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ
(اس بچہ کو) صندوق میں۔ پھر ڈال دو اس صندوق کو دریا

فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ
میں پھینک دے گا اسے دریا کے ساحل پہ پھر پکڑ یگا اسے

عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ
وہ شخص جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے۔

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ
اور (اے موسیٰ) میں نے ڈالا اپنی محبت (کے عکس) کو تیرے اوپر۔

عَلَىٰ عَيْنِي ۝ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ
کہ تیری پرورش ہو میری (نگاہ کرم) کے سامنے جب تیری بہن چلی۔

فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن
پھر کہنے لگی (فرعون کے گھر والوں سے) کیا میں تمھیں بتاؤں وہ شخص جو

يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ
اسکی پرورش کرے۔ پس ہم نے آپ کو لوٹا دیا آپ کی ماں کی

تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ
طرف تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کرے۔

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ
اور تو نے ایک جان کو قتل کیا۔ پھر ہم نے تجھے غم سے نجات دی۔

وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ
اور ہم نے تمھیں اچھی طرح جانچ لیا تھا۔

فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ
پھر تم ٹھہرے رہے کئی سال اہل مدین میں پھر تم آگئے

جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ۝
ایک مقررہ وعدہ پر اے موسیٰ۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ۝ اذْهَبْ
اور ہم نے تجھے خاص اپنے لیے بنایا۔ جاؤ

اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ
تو اور تیرا بھائی میری نشانیوں کو لے کر اور نہ سستی کرنا

ذِكْرِيْ ۝ (طٰهٰ ع۲)
میری یاد میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝
تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک وہ سرکش ہو گیا ہے۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ
پھر تم اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا

يَخْشٰى ۝ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ
کچھ ڈرے۔ دونوں نے کہا اے ہمارے رب بیشک ہم ڈرتے ہیں

عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۝ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ
کہ وہ زیادتی کرے ہم پر یا سرکشی کرے فرمایا ڈرو نہیں بیشک میں تم

مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۝ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ
دونوں کیساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔ تو اس کے پاس جاؤ اور

اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ
اس سے کہو ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو ہمارے پاس چھوڑ دے

اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ
بنی اسرائیل کو اور انہیں تکلیف نہ دے بیشک ہم تیرے پاس

بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ
لائے ہیں نشانی تیرے رب کی طرف سے اور سلامتی اسے جو

اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ
ہدایت کی پیروی کرے بیشک ہماری طرف وحی ہوئی ہے

اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝
کہ عذاب اس پر ہے جو تکذیب کرے اور منہ پھیر لے۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ
اس نے کہا کہ تم دونوں کا پروردگار کون ہے اے موسیٰ انہوں

رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ
نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اسکے لائق صورت

ثُمَّ هَدٰى ۝ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ
دی پھر ہدایت دی۔ بولا کیا حال قوموں کا۔

الْاُوْلٰى ۝ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ
پچھلی۔ کہا انکا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے۔

لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۝ الَّذِيْ جَعَلَ
میرا رب نہ بھٹکتا ہے نہ (کسی چیز کو) بھولتا ہے وہ ذات جس

لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا
نے بنایا تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور بنائے اس میں تمہارے

سُبُلًا وَّاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ لیے راستے اور آسمان سے پانی اتارا۔

فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝ پھر ہم نے باہر نکالے (پانی کے ذریعہ زمین سے) نباتات کے جوڑے طرح طرح کے۔

كُلُوۡا وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَكُمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ۝ تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ ہم نے اس (مٹی) سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے۔

وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۝ اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

وَلَقَدۡ اَرَيۡنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ۝ (طٰہٰ ع۲) اور بیشک ہم نے اسے اپنی سب نشانیاں دکھائیں تو اس نے جھٹلایا اور انکار کیا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

قَالَ اَجِئۡتَنَا لِتُخۡرِجَنَا مِنۡ اَرۡضِنَا بِسِحۡرِكَ يٰمُوۡسٰى ۝ فَلَنَاۡتِيَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ فَاجۡعَلۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكَ مَوۡعِدًا لَّا نُخۡلِفُهٗ نَحۡنُ وَلَاۤ اَنۡتَ مَكَانًا سُوًى ۝ بولا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے کہ ہماری زمین سے ہمیں نکال دو اپنے جادو کے زور سے۔ اے موسیٰ۔ تو ضرور ہم بھی تمہارے سامنے لائیں گے ویسا ہی جادو۔ تو ہم میں اور اپنے میں ٹھہرا دو ایک وعدہ (مقابلہ کیلئے ایک دن مقرر کرو) جسکی نہ ہم خلاف ورزی کرینگے اور نہ تم ہموار جگہ ہو۔

قَالَ مَوۡعِدُكُمۡ يَوۡمُ الزِّيۡنَةِ وَاَنۡ يُّحۡشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝ (موسیٰ نے) کہا تمہارا وعدہ جشن والے دن (مقرر کرتا ہوں) اور یہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔

فَتَوَلّٰى فِرۡعَوۡنُ فَجَمَعَ كَيۡدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝ قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰى وَيۡلَكُمۡ لَا تو پھر گیا فرعون اور جمع کرنے لگا اپنی فریب کاریوں کو پھر خود آیا۔ فرمایا ان سے موسیٰ نے تمہیں خرابی ہو۔۔ نہ

تَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بہتان باندھو اللہ پر جھوٹ کہ وہ نہیں ہلاک کر دے
بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝ عذاب سے اور بیشک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا۔
فَتَنَازَعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝ پس وہ اس کام کے متعلق آپس میں جھگڑنے لگے اور چھپ چھپ کر

قَالُوْا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ — مشورے کرنے لگے یہ جادو گر ہیں یہ ارادہ رکھتے ہیں۔
اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا — کہ تمہیں اپنے جادو کے زور پر تمہاری زمین سے باہر نکالدیں۔
وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝ — اور لے جائیں تمہاری (تہذیب کے) مثالی طریقوں کو۔
فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ — پس یکجا کر لو اپنی حیلہ سازیوں کو پھر پرے باندھ کر آؤ۔
وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝ — اور کامیاب ہوگا آج وہ گروہ جو غالب رہا اس مقابلہ میں
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ — وہ بولے اے موسیٰ یا تو تم ڈالو یا
اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۔ قَالَ بَلْ — ہم پہلے ڈالیں۔ (موسیٰ نے) کہا بلکہ
اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ — تم ہی ڈالو۔ پھر جب انکی رسیاں اور انکی لاٹھیاں
يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ — انکے خیال میں جادو کے زور سے دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں۔
فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ — تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔
قُلْنَا لَا تَخَفْ ۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ — ہم نے کہا خوف نہ کر۔ بیشک تو ہی غالب رہیگا۔
وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا — اور زمین پر پھینک دے جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے یہ نگل جائیگا
اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ — جو انہوں نے کاریگری کی ہے۔ انہوں نے جو کاریگری کی ہے وہ
السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۔ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ — تو جادوگر کا فریب ہے اور نہیں فلاح پاتا جادوگر خواہ کہیں
سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ — آئے تو گر پڑے گئے جادوگر سجدہ میں، بولے ہم ہارون اور موسیٰ
مُوْسٰى ۔ (طٰهٰ ع ۳) — کے رب پر ایمان لے آئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ — شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ — (فرعون) بولا کیا تم ایمان لائے قبل اسکے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔

اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ — بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا۔

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ — تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کاٹ ڈالوں گا تمہارے ایک طرف کے

مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ — ہاتھ اور (دوسری طرف کے) پاؤں اور تمہیں سولی پر چڑھاؤں گا

النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ — پر کھجور کے اور تم خوب جان لوگے ہم میں سے کس کا عذاب شدید ہے

اَبْقٰى ۝ — اور باقی رہنے والا۔

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ — وہ کہنے لگے (اے فرعون) ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دینگے ان روشن

الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ — دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں۔ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم ہے

اَنْتَ قَاضٍ ۝ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ — (ہمارے بارے میں) فیصلہ کر جو تو فیصلہ کرنا چاہتا ہے تو تو فیصلہ کر سکتا ہے

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا — صرف اس دنیاوی زندگی کے بارے میں یقیناً ہم ایمان لائے اپنے رب

لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا — پر تاکہ وہ بخشدے ہمارے لیے ہماری خطاؤں کو اور (اس قصور کو بھی)

عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى — کیا تم نے جس پر یعنی فن سحر اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر ہے اور ہمیشہ

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ — رہنے والا ہے۔ بیشک جو اپنے رب کی بارگاہ میں مجرم بن کر آئے تو بیشک

لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ — اس کیلئے جہنم ہے نہ وہ مر ہی سکے گا اس میں اور نہ زندہ ہوگا اور

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ — جو شخص اس کے پاس آئے گا مومن بن کر اس حال میں کہ اس نے

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ — کام بھی نیک کیے ہوں گے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے بلند درجات

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا — ہیں یعنی سدا بہار باغات ہیں جن کے نیچے جاری ہوں گی نہریں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ — وہ ان میں ہمیشہ رہینگے اور یہ جزا ہے ان کی جنہوں

مَنْ تَزَكّٰى (طہ ع ۳) — (اپنے دامن کو ہر قسم کی آلائش سے) پاک رکھا۔